تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل
یعنی
روداد مناظرہ بھاول پور
مرتبہ
حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری
رحمہ اللہ تعالیٰ
(متوفی: ۱۳۱۵ھ)
ناشر
طلبۂ جماعت فضیلت
الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

www.ataunnabi.blogspot.com
تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل
یعنی
روداد مناظرہ بھاول پور
مرتبہ
حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری
رحمہ اللہ تعالیٰ
(متوفی: ۱۳۱۵ھ)
ناشر
طلبہ جماعت فضیلت ۲۰۱۱-۲۰۱۲ء الجامعۃ الاشرفیۃ مبارک پور
www.izharunnabi.wordpress.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝

(پارہ:۱۲، ھود:۱۱، آیت:۸۸)

تاریخی مناظرہ بھاول پور

مسمیٰ بہ

تقدیس الوکیل عن توہین الرّشید والخلیل

ترتیب و تالیف

حضرت مولانا عبد الرحمٰن **غلام دستگیر** قصوری ہاشمی نقش بندی نور اللہ مرقدہ

(متوفی:۱۳۱۵ھ)

ناشر

طلبۂ جماعت فضیلت ۲۰۱۱-۲۰۱۲ء

الجامعة الاشرفیه مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی)

تعارف

نام کتاب	:	تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل
مصنف	:	حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری رحمہ اللہ علیہ
اشاعت بار اول	:	چاچڑاں شریف، سندھ، پاکستان (غیر مورّخ)
اشاعت بار دوم	:	نوری بک ڈپو، بالمقابل دربار داتا صاحب، لاہور (غیر مورّخ)
اشاعت بار سوم	:	یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۳ھ/ ۲۲/ اپریل ۲۰۱۲ء بموقع ۷۳/ واں عرس عزیزی
تقدیم	:	حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی صاحب قبلہ، استاذ جامعہ اشرفیہ
تعارفِ مصنف	:	حضرت پیر زادہ اقبال احمد فاروقی، پاکستان
تصحیح و تجدید	:	حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی، حضرت مولانا ساجد علی مصباحی حضرت مولانا محمد ہارون مصباحی، اساتذۂ جامعہ اشرفیہ
تخریج اور پروف	:	طلبۂ درجۂ فضیلت ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء، جامعہ اشرفیہ
کمپوزنگ	:	مہتاب پیامی، پیامی کمپیوٹر گرافکس، مبارک پور
صفحات	:	۴۸۸
تعداد اشاعت	:	گیارہ سو
قیمت	:	۳۰۰/ روپے
ناشر	:	طلبۂ درجۂ فضیلت ۲۰۱۲ء، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

------------------ ملنے کے پتے : ------------------

طلبۂ جماعت فضیلت

9918340432, 9838488281, 9839550923 , 9506518626

المجمع الاسلامی، مبارک پور

مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

تہدیہ

خلیفۂ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل

علامہ سید شاہ محمد نعیم الدین مراد آبادی

[ولادت:۱۳۰۰ھ — وفات:۱۳۶۷ھ]

استاذ العلما جلالۃ العلم

حضور حافظ ملت

علامہ **شاہ عبدالعزیز** محدث مراد آبادی علیہ الرحمہ والرضوان

[ولادت:۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء — وفات:۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء]

اور

شرکاے اشاعت طلبۂ جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ ووالدین کے نام

جن کی دعاؤں اور محنتوں کا یہ بھی ایک ثمرہ ہے۔

انتساب

ائمۂ اربعہ

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ

وفات: ۱۵۰ھ

سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ

وفات: ۱۷۹ھ

سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ

وفات: ۲۰۴ھ

سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ

وفات: ۲۴۱ھ

و

فرقۂ ناجیہ سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے نام جو طریقۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و طریقۂ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متبع ہیں۔

فہرست مضامین

اعتراض (۶).. ۳۵۵-۳۹۰

تقاریظ علمائے مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ.........۳۹۱-۴۰۰

تقدیم و تعارفِ کتاب

از:

مولانا نفیس احمد مصباحی

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

حالات و تصانیف

بقلم:

پیرزادہ مولانا اقبال احمد فاروقی

لاہور

تقدیم

حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یو۔پی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حامداً و مصلّیا و مسلّما

محفلِ میلاد النبی اور مروّجہ فاتحہ کی اصل حدیثِ نبوی سے ثابت ہے۔

محفلِ میلاد میں رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گوناگوں فضائل و مناقب، کمالات و محاسن، تعلیمات و ارشادات اور سیرتِ طیبہ کے مختلف گوشوں کے ساتھ آپ کی پیدائش اور دنیا میں تشریف آوری کا ذکرِ جمیل ہوتا ہے، آپ کی بارگاہ عالی میں تعظیم و توقیر کے ساتھ درود و سلام کے تحفے پیش کیے جاتے ہیں۔ سرکار اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آمد آمد کا تذکرہ خود قرآن کریم میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

○ لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ ۚ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○ (1)

[ترجمہ: بے شک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہوا کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، انھیں پاک کرتا ہے، اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔]

(1) اٰلِ عمران: ۳، آیت: ۱۶۴

○ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ○ (1)

[ترجمہ: بے شک تمھارے پاس اللہ کی جانب سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔]

اس آیتِ کریمہ میں "نور" سے مُراد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ گرامی ہے اور "کتابِ مبین" سے مُراد قرآن کریم ہے، جیسا کہ تفسیر جلالین وغیرہ کتبِ تفسیر میں صراحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

○ یٰۤاَهْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِیْرٍ وَّ لَا نَذِیْرٍ٘ فَقَدْ جَآءَکُمْ بَشِیْرٌ وَّ نَذِیْرٌؕ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (2)

[ترجمہ: اے اہلِ کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارے یہ رسول، رسولوں کی آمد کے ایک وقفے کے بعد تشریف لائے، جو تمھارے سامنے ہمارے احکام صاف صاف بیان فرماتے ہیں کہ تم کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوش خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا نہیں آیا۔ تو یہ خوش خبری دینے والے اور ڈر سنانے والے تمھارے پاس تشریف لے آئے ہیں، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔]

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی متعدّد آیتوں میں اپنی نعمتوں کو یاد کرنے اور ان کا چرچا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے:

○ وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَمَاۤ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنَ الْکِتٰبِ وَالْحِکْمَةِ یَعِظُکُمْ بِهٖؕ (3)

[ترجمہ: اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے، اور وہ جو تم پر کتاب و حکمت اتاری تمھیں نصیحت دینے کو]

(1) المائدہ: ۵، آیت: ۱۵
(2) المائدہ: ۵، آیت: ۱۹
(3) البقرۃ: ۲، آیت: ۲۳۱

○ وَاشۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اِیَّاہُ تَعۡبُدُوۡنَ. (1)

[ترجمہ: اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو، اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔]

○ وَ اَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ ○ (2)

[ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کو خوب بیان کرو۔]

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنے، ان پر شکریہ ادا کرنے اور انھیں خوب کثرت کے ساتھ بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں، لیکن رسول کائنات، فخر موجودات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اور بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہ نمائی کے لیے آپ کی اس دنیا میں تشریف آوری ساری نعمتوں سے بڑھ کر عظیم نعمت ہے، اس لیے آپ کی ولادتِ طیبہ اور آمد آمد کا تذکرہ ان آیتوں پر عمل کرنا ہے، اور یہ حکمِ الٰہی کے ساتھ سُنّتِ الٰہیہ بھی ہے، کیوں کہ خود اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آپ کی آمد اور تشریف آوری کا ذکر فرماتا ہے، جیسا کہ سورہ آلِ عمران آیت نمبر: ۱۶۴ اور سورۂ مائدہ کی آیت نمبر: ۱۵ اور آیت نمبر: ۱۹ میں اس کا ذکر ہے، جو ترجمہ کے ساتھ اوپر لکھی جا چکی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجے گئے، ارشادِ ربانی ہے:

○ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ○ (3)

[ترجمہ: اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔]

اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل، اور اس کی نعمت و رحمت پر خوشیاں منانے کا حکم دیا گیا ہے، قرآن کریم میں ہے:

○ قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَ بِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ؕ ہُوَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ ○ (4)

[ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ بس لوگوں کو اللہ کے فضل اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے، وہ اس

(1) النحل: ۱۶، آیت: ۱۱۴
(2) الضحیٰ: ۹۳، آیت: ۱۱
(3) یونس: ۱۰، آیت: ۵۸
(4) الانبیاء: ۲۱، آیت: ۱۰۷

(مال ودولت) سے بدرجہا بہتر ہے، جس کو وہ جمع کررہے ہیں۔]

یہ چند آیتیں نمونے کے طور پر پیش کی گئی ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی کثیر آیتوں میں رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ذکر اور ان کی ولادتِ طیبہ اور دنیا میں تشریف آوری کا مبارک تذکرہ موجود ہے۔

قرآن کریم ہی کی طرح بہت سی احادیثِ نبویہ میں آپ کی ولادت کا ذکر اور چرچا موجود ہے۔

جامع ترمذی جو صحاح ستہ میں سے مشہور اور معتمد کتاب ہے، اس میں ایک باب ہے:

باب ما جاء فی میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ان احادیث کا بیان جو نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادتِ طیبہ کے بارے میں آئی ہیں۔) اس باب میں ایک حدیث صحابیِ رسول حضرت قیس بن مخرمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے:

قَالَ: وُلِدَتُ أنا و رسولُ اللّٰہِ عَامَ الفِیلِ۔ قال: و سأل عثمانُ بنُ عفّان قباثَ بنَ أَشْیَمَ أخَا بني یَعْمر بن لیث: أنت أکبرُ أم رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ فقال: رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أکبرُ مِنِی، و أنا أقدم منه فی المیلاد۔(1)

”انھوں نے کہا: میں اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس سال پیدا ہوئے جس میں اصحابِ فیل کا واقعہ پیش آیا اور حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے قباث بن اشیم صحابی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے پوچھا کہ تم بڑے ہو یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم؟ تو انھوں نے کہا: کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجھ سے بڑے ہیں، اور میں پیدائش میں ان سے پہلے ہوں۔

اس حدیث کی روشنی میں جہاں یہ ثابت ہوا کہ سرکار اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت طیبہ کا بیان نہ صرف جائز بلکہ صحابہ کا طریقہ ہے، وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا ذکر نہایت تعظیم و ادب سے کرنا چاہیے، جس میں توہین و تنقیص کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ ہو، کیوں کہ

(1) جامع ترمذي، ج:۲، ص:۲۰۲، مطبوعه مجلس برکات، جامعه اشرفیه، مبارك پور، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سوال کا مقصد یہی تھا کہ اے قباث بن اشیم! عمر میں آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ بڑے ہیں؟ جس کا سیدھا سا جواب یہ تھا کہ "میں بڑا ہوں"۔ مگر اس میں بہ ظاہر رسول اللہ ﷺ سے بڑے ہونے کی بات تھی تو صحابیِ رسول کو یہ بھی گوارا نہ ہوا اس لیے تعبیر بدل کر ایسا جواب دیا کہ ظاہر کے اعتبار سے بھی رسول اللہ ﷺ سے بڑے ہونے کا شائبہ نہ ہو اور فرمایا کہ ولادت میں میں ان سے مقدم اور پہلے ہوں۔

حضرت مولانا قاضی فضل احمد نقش بندی لدھیانوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "انوارِ آفتابِ صداقت" میں رسول اللہ ﷺ کی گیارہ مرفوع حدیثیں ذکر کی ہیں، جن میں خود آپ نے اپنی ولادت طیبہ کا ذکر فرمایا ہے، اس کے علاوہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے چار چار، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تین، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ایک، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے دو، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقّاص، حضرت سعید بن زید اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم سے ایک ایک حدیث ایسی ذکر کی ہے جس میں میلادِ نبی کا تذکرہ ہے۔ یوں ہی دیگر صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم سے اس موضوع سے متعلق پندرہ حدیثیں جمع فرمائی ہیں۔ [1]

اسی بنا پر سلفِ صالحین، علماے دین، مشائخ طریقت اور اساطینِ امت محفلِ میلاد النبی ﷺ منعقد کرتے رہے اور اس میں برابر شرکت کرتے رہے۔ حد یہ ہے کہ امام ابوشامہ استاذ امام نووی، امام ابن جزری، حافظ عماد الدین بن کثیر، حافظ زین الدین عراقی، امام ابن حجر عسقلانی، حافظ جلال الدین سیوطی، علامہ شہاب الدین قسطلانی، علامی عبدالباقی زرقانی مالکی، علامہ ملا علی قاری حنفی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ بے شمار اساطینِ امت بلا نکیر محفل میں شریک ہوتے رہے، بلکہ بہت سے علماے کرام نے محفلِ میلاد کے لیے مستقل کتابیں لکھیں۔ صاحبِ انوار ساطعہ نے نورِ سوم کے لمعہ تاسعہ میں ان علما و محدثین اور

(1) تفصیل کے لیے دیکھیے: "انوار آفتابِ صداقت"، باب چہاردہم، فصل چہارم تا فصل ششم، ص:۳۶۵ تا ص:۳۸۵۔ ناشر: طلبہ سورجیہ سابعہ ۱۴۳۲، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰، ۲۰۱۱ء

مشائخِ طریقت کی ایک لمبی فہرست پیش کی ہے۔ جن کی تعداد تہتّر تک پہنچتی ہے۔ (1)

اسی طرح فاتحہ اور ایصالِ ثواب بھی پوری امتِ مسلمہ میں رائج تھا جس کا ثبوت بھی احادیث نبویہ سے ہے۔ سنن ابوداؤد میں حضرت سعد کا یہ واقعہ منقول ہے کہ انھوں نے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے، میں ان کے لیے کون سا صدقہ کروں جس کا ثواب ان کی روح کا پہنچے۔ سرکار نے ارشاد فرمایا۔ پانی افضل ہے، اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھدوایا اور (بارگاہِ الٰہی میں) عرض کیا: ”هذه لأمّ سعد“ یعنی اس کا ثواب سعد کی ماں کو پہنچے۔ (2)

یہی حالات تھے کہ مغلیہ حکومت کے زوال کے تقریبًا بیس سال بعد سہارن پور اور اس کے اطراف کے چند اسلاف بیزار مولویوں نے اس عملِ خیر اور مجلسِ خیر کے خلاف آواز اٹھائی اور دہلی کے غیر مقلد وہابی علما سے یہ سوال کیا:

”کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی و مدحتِ حضور سرورِ کائنات ﷺ ایسی ہیئت سے کہ جس مجلس میں امردان خوش الحان گانے والے ہوں، اور زیب و زینت و شیرینی و روشنی ہائے کثیرہ ہو اور رسولِ مقبول ﷺ مخاطب و حاضر ہوں، جائز ہے یا نہیں؟ اور قیام وقتِ ذکرِ ولادت جائز ہے یا نہیں؟ اور حاضر ہونا مفتیان کا ایسی مجلس میں جائز ہے یا نہیں؟ اور نیز بروز عیدین پنج شنبہ وغیرہ کے آب و طعام سامنے رکھ کر اس پر فاتحہ وغیرہ ہاتھ اٹھا کر پڑھنا اور اس کا ثواب اموات کو پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟ اور نیز بروز سوم میت کے لوگوں کو جمع کرکے قرآن خوانی اور بھونے ہوئے چنوں پر کلمۂ طیبہ مع پنج آیت پڑھنا اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا بحدیث نبوی جائز ہے یا نہیں؟ ”بیِّنُوا تُوجَروا۔“

(1) أنوارِ ساطعہ، مولانا عبدالسمیع بے دل سہارن پوری (متوفی ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) نور سوم، لمعۂ تاسعہ، ص:۳۶۶–۳۷۰، ناشر: طلبۂ درجۂ فضیلت ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

(2) سنن أبي داؤد، کتاب الزکاۃ، باب في فضل الماء، حدیث: ۱۶۸۳

اس سوال نامہ کا جواب ان کی طرف سے یہ دیا گیا:

"انعقادِ محفلِ میلاد اور قیام وقت ذکرِ پیدائش آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قرونِ ثلاثہ سے ثابت نہیں ہوا۔ پس یہ بدعت ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس بروز عیدین و غیر عیدین و پنج شنبہ وغیرہ میں فاتحۂ مرسومہ ہاتھ اٹھا کر پایا نہیں گیا البتہ نیابۃً عن المیت بغیر تخصیص ان امورِ مرقومۂ سوال کے للہ مساکین و فقرا کو دے کر ثواب پہنچانا اور دعا و استغفار کرنے میں امیدِ منفعت ہے۔ اور ایسا ہی حال سوئم، دہم، چہلم وغیرہ، اور پنج آیت اور چنوں اور شیرینی وغیرہ کا عدمِ ثبوت حدیث اور کتب دینیہ سے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بدعاتِ مُخترعات ناپسند شرعیہ ہیں"۔ اس فتویٰ پر دہلی کے تین غیر مقلد علما کے دستخط تھے۔ (۱) مولوی حفیظ اللہ (۲) مولوی شریف حسین (۳) الٰہی بخش۔ اور ان کے علاوہ درج ذیل علمائے دیوبند و گنگوہ و سہارن پور کے تائیدی دستخط بھی تھے۔ (۱) مولوی محمد یعقوب، صدر مدرس مدرسہ دیوبند (۲) مولوی محمد محمود حسن، مدرس مدرسہ دیوبند (۳) مولوی محمد عبد الخالق دیوبندی (۴) مولوی رشید احمد گنگوہی۔

گنگوہی صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

"ایسی مجلس ناجائز ہے اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے، اور خطاب جناب فخرِ عالم علیہ السلام کو کرنا اگر حاضر ناظر جان کر کرے کفر ہے، ایسی مجلس میں جانا اور شریک ہونا ناجائز ہے، اور فاتحہ بھی خلاف سنت ہے اور سوم بھی، کہ یہ سنتِ ہنود کی رسوم ہے"... "التزام مجلسِ میلاد بلا قیام و روشنی و تقاسیم شیرینی و قیوداتِ لایعنی کے، ضلالت سے خالی نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سوم و فاتحہ بر طعام کہ قرونِ ثلاثہ میں نہیں پائی گئی"۔

اس زمانے میں یہ محفلِ میلاد و فاتحہ و عرس کے خلاف پہلا فتویٰ تھا جو چار ورقی تھا اور ۱۳۰۲ھ میں مطبع ہاشمی میرٹھ سے شائع ہوا، اس کی سرخی تھی فتویٰ مولود و عرس وغیرہ۔ پھر دوسرا فتویٰ مطبع ہاشمی میرٹھ ہی سے چھپا جس کا عنوان تھا فتویٰ میلاد شریف یعنی مولود مع دیگر فتاویٰ۔ یہ چوبیس صفحے کا تھا اس میں محفلِ میلاد شریف کی بڑی مذمت کی گئی تھی اور پہلا چار ورقی فتویٰ بھی اس میں شامل کر دیا گیا تھا۔ ان فتووں نے مسلمانوں میں اختلاف و انتشار کا بیج بویا اور عوامِ

اہلِ سنت کو طرح طرح کے شکوک و شبہات میں مبتلا کیا۔ اس علاقے کے لوگ زیادہ تر شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ صاحب فاروقی چشتی تھانوی سے بیعت وارادت کا تعلق رکھتے تھے، جو کچھ عرصہ پہلے ہندوستان کے حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹ء میں مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے تھے، اور حاجی صاحب کے مریدِ باصفا اور خلیفۂ صادق عالمِ ربانی حضرت مولانا محمد عبد السمیع بےؔدل رام پوری سہارن پوری (متوفی ۱۳۱۸ھ) اہلِ سنت و جماعت کے مرجع و مقتدا تھے اور صبر و قناعت اور زہد و ورع میں اپنے پیر و مرشد کے آئینہ دار تھے، اس لیے حاجی صاحب کے مریدین اور دیگر اہل سنت نے آپ سے بصد اصرار فرمائش کی کہ آپ ان کا جواب لکھیں اور قرآن و حدیث کی روشنی میں میلاد و فاتحہ وعرس کا صحیح شرعی حکم واضح فرمائیں۔ اس لیے مولانا رام پوری نے قلم اٹھایا اور چند دنوں میں انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ کے نام سے ایک شاندار وقیع اور افراط و تفریط سے پاک کتاب تیار کر دی اور اس میں قرآن و حدیث اور اصول شریعت کی روشنی میں میلاد و فاتحہ کا جواز ثابت کیا اور تائید میں سلفِ صالحین، فقہا و محدثین اور مشائخِ طریقت کے اقوال و معمولات کو بھی پیش کیا۔ (1)

جب یہ کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی تو اہل سنت و جماعت میں مسرت و شادمانی کی ایک لہر دوڑ گئی، اور اسے اس قدر قبول عام حاصل ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں اس کے سارے نسخے ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ جب یہ کتاب دیوبند، گنگوہ اور سہارن پور کے وہابی علما تک پہنچی تو انہیں اپنے پیروں تلے سے زمین کھسکتی نظر آئی۔ آخر کار "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" کے مطابق وہابی دیوبندی علما کے سرگروہ مولوی رشید احمد گنگوہی (متوفی ۱۳۲۲ھ) نے اس کے جواب میں ایک کتاب لکھ کر اپنے مرید خاص مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری (متوفی ۱۳۴۶ھ) کے نام سے شائع کرائی، جس کا لمبا چوڑا چار سطری نام اپنے خاص ذوق کے مطابق یہ رکھا: "البراهين القاطعة على ظلام الأنوار الساطعة، الملقّب بالدلائل

(1) انوار ساطعہ مع براہین قاطعہ، ص:۱۵، ۱۶، کتاب خانہ امدادیہ، دیوبند

الواضحۃ علی کراھۃ المروَّج من المولود والفاتحۃ۔" اور نیچے یہ عبارت لکھوائی: "بہ امر حضرت بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، رأس الفقہاء والمحدثین، تاج العلما الکاملین جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی"۔(1)

اس کتاب میں گنگوہی صاحب اس قدر آپے سے باہر ہوگئے کہ نہ صرف میلاد وفاتحہ وعرس کو بدعت وناجائز لکھا، اور اسے کنھیا کے جنم، ہندوؤں کے سوانگ سے تشبیہ دی اور میلاد کرنے والے مسلمانوں کو کفار و ہنود سے بھی بدتر قرار دیا۔ (براہین قاطعہ) بلکہ بدحواسی میں یہ بھی لکھ مارا کہ: (۱) اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ (دیکھیے براہین قاطعہ، ص: ۱۰) (۲) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عام انسانوں کی طرح ایک بشر ہیں۔ (ایضا، ص: ۱۲) (۳) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا علم شیطان اور ملک الموت سے کہیں کم ہے، شیطان اور ملک الموت کے علم کا وسیع ہونا نصوصِ قطعیہ اور دلائلِ یقینیہ سے ثابت ہے جب کہ فخر عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وسعتِ علم کا ثبوت کسی نصِ قطعی اور دلیلِ یقینی سے نہیں۔ اس لیے آپ کے لیے وسیع علم ماننا شرک ہے۔ (ایضًا ،ص:۱۲۲) (۴) سرکار کو اپنے خاتمہ کا حال معلوم نہیں۔ اور انہیں دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (ایضًا، ص:۱۲۱) (۵) فخر عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اردو علمائے مدرسہ دیوبند سے سیکھی۔ (ایضًا ،ص:۲۶۳)

اس کے علاوہ اپنے پیر بھائی مولانا عبدالسمیع رام پوری کے خلاف اپنی افتادِ طبع کے مطابق فحش مغلظات بکنے سے بھی گریز نہیں کیا، اور لکھا کہ "وہ کم فہم، جاہل، بے شرم، بے غیرت،

(1) براہینِ قاطعہ گنگوہی صاحب ہی کی تصنیف ہے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ حکیم عبدالحی رائے بریلوی نے اسے گنگوہی صاحب کی تصانیف میں شمار کرایا ہے اور خلیل احمد انبیٹھوی کی تصانیف میں اسے ذکر نہیں کیا۔ عبارت یہ ہے:

له مصنفات مختصرة قليلة منها .... البراهين القاطعة في الردّ على الأنوار الساطعة للمولوي عبدالسميع الرامفوري، طبع باسم الشيخ خليل أحمد السهارنفوري.

[نزهة الخواطر، ج:۸، ص:۱۶۶، مطبوعه ندوة العلما، لکھنؤ]

بےسمجھ کم عقل، دین سے بے بہرہ، ہوش و حواس سے قاصر، پھکڑ باز، قوتِ شہوانیہ سے محروم، کوڑ مغز اور تیلی کے بیل وغیرہ وغیرہ ہیں۔گنگوہی صاحب نے خود کو لسانی محاسبہ اور ضابطۂ اخلاق سے بالاتر سمجھتے ہوئے جس جاگیر دارانہ ذہنیت کا اظہار کیا ہے ان تمام ملفوظات شریفہ کو باضابطہ یک جا کر دیا جائے تو ایک رسالہ تیار ہو جائے، جو مغلظات نویسی اور سبّ و شتم میں گنگوہی صاحب کے پیشہ ورانہ کمال اور فنی مہارت کا منھ بولتا ثبوت ہوگا۔(1) مگر گنگوہی صاحب جیسے لوگوں سے اس کا کیا شکوہ؟ کیوں کہ جب اللہ و رسول کی شان بھی ان کے سمندِ قلم کی منھ زوری سے محفوظ نہیں تو کسی اور کی کیا حیثیت ہے؟

ادھر مولانا رام پوری علیہ الرحمہ کی کتاب انوار ساطعہ جب ان کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں مکہ مکرمہ پہنچی تو انھوں نے اسے ملاحظہ کرنے کے بعد مورخہ ۲۲/ شوال ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۶ء کو مولانا رام پوری کو ایک خط لکھ کر کچھ اس طرح اظہارِ خیال فرمایا:

”در حقیقت کتاب کا اصل مضمون اس فقیر اور بزرگان فقیر کے مذہب و مشرب کے مطابق ہے، آپ نے خوب لکھا۔ جزاك الله خيراً۔ (اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے)“ (2)

اور اسی کے ساتھ تیز قلمی اور غیظ نفسانی والی عبارتوں کو آئندہ ایڈیشن میں کتاب سے خارج کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد مولوی خلیل الرحمٰن کے ذریعہ یہ بھی کہلوایا کہ جب دوبارہ

(1) محترم سید قمرالدین اشرف (علی گڑھی) نے براہین قاطعہ کا مطالعہ کرنے کے بعد مولانا گنگوہی کے مولانا رام پوری پر تمسخر اور استہزا کے ریمارکس اور مغلظات کی تفصیل اپنی کتاب البراہین النافعہ کے باب سوم میں ص:۱۳۶ سے ص:۱۶۸، تک صفحہ اور سطر کی نشان دہی کے ساتھ ذکر کی ہے جو میرے دعوے کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔
(دیکھیے البراہین النافعۃ، ڈی بی بلڈنگ، نوتنواں بازار، ضلع مہراج گنج یو. پی)
(2) پورا خط انوار ساطعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کے ص:۸/ پر فارسی زبان میں مطبوع ہو چکا ہے۔

کتاب انوار ساطعہ چھپے تو پانچ چھ نسخے میرے پاس ضرور بھیج دیے جائیں۔(1)

ان کے علاوہ اس زمانہ کے ایک نامور عالمِ دین مصنف انوار ساطعہ کے استاذ پایۂ حرمین شریفین حضرت مولانا رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن کیرانوی مہاجر مکی بانی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے مولانا رام پوری کو بذریعہ خط لکھا کہ "آپ کی اور مولوی رشید احمد صاحب کی مخالفت حد درجہ کو پہنچ گئی ہے۔ لہٰذا یہ مقدمہ جتنا دب سکے دبائیو اور ہرگز نہ بڑھائیو"۔(2)

اس کے بعد مولانا بے دل رام پوری صاحب نے انوار ساطعہ کے اس نسخہ پر ۱۳۰۶ھ میں نظر ثانی کی اور اپنے پیر و مرشد اور استاد کے حکم کے مطابق جو کچھ سخت الفاظ اور طنزیہ کلمات کتاب میں آ گئے تھے انہیں یک سر کتاب سے خارج کر دیا اور لکھا:

"مجھ کو رضا جوئی حضرت مرشدی و مولائی کی بجان و دل منظور ہے تعمیلِ ارشادِ مرشد میں قصور (کوتاہی) کرنا سراسر قصور ہے"۔(3)

یہ خیال رہے کہ صاحبِ انوار ساطعہ مولانا عبد السمیع رام پوری اور صاحبِ براہینِ قاطعہ مولوی رشید احمد گنگوہی دونوں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے خلیفہ ہیں، حاجی صاحب نے دونوں کو خوب خوب سمجھایا اور ان کے درمیان صلح و مصالحت کی بہت کوشش فرمائی ۔صاحبِ انوار ساطعہ نے تو اپنے پیر و مرشد کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ مگر گنگوہی صاحب اپنی ضد پر اڑے رہے، اور اپنے پیر و مرشد کی ایک نہ مانی جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ براہینِ قاطعہ آج تک اسی انداز سے چھپ رہی ہے جیسی ابتدا میں لکھی گئی تھی۔ یہاں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے تعلق سے چند حقائق حاضر خدمت ہیں، امداد المشتاق میں حاجی امداد اللہ صاحب نے اپنے خلفا کے بارے میں فرمایا:

(1) دیکھیے "انوارِ ساطعہ" ص:۹۔
(2) حوالۂ سابق، ص:۱۱
(3) انوارِ ساطعہ، ص:۹

''میرے خلفا دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جنہیں میں نے از خود خلافت دی ہے۔ دوسرے وہ جن کو تبلیغ دین کے لیے ان کی درخواست پر اجازت دی ہے''۔

جن خلفا کو از خود خلافت دی ہے انھوں نے پوری طرح حاجی صاحب کی اتباع کی ۔مثلاً مولانا لطف اللہ علی گڑھی (متوفی ۱۳۳۴ھ)، مولانا احمد حسن کان پوری (متوفی ۱۳۲۲ھ) ،مولانا محمد حسین الہ آبادی (متوفی ۱۳۲۲ھ) اور مولانا عبد السمیع رام پوری (متوفی ۱۳۱۸ھ)،اور جن خلفا نے حاجی صاحب سے اختلاف کیا ان میں مولوی محمد قاسم نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ) ،مولوی رشید احمد گنگوہی (متوفی ۱۳۲۲ھ) اور مولوی اشرف علی تھانوی (متوفی ۱۳۶۲ھ) کے نام سرِ فہرست ہیں۔ [(1)]

اپنے خلفا کے درمیان مسلکی اختلاف کی اطلاع پا کر ان کے تصفیہ کے لیے حاجی صاحب نے فیصلۂ ہفت مسئلہ کے نام سے ایک مختصر سی کتاب لکھی جو (۱) مولود شریف (۲) فاتحہ (۳) عرس وسماع (۴) ندائے غیر اللہ (۵) جماعتِ ثانیہ (۶) امکانِ نظیر (۷) امکانِ کذب کے مسائل میں اثباتِ مسلکِ اہل سنت پر مشتمل ہے۔اس فیصلۂ ہفت مسئلہ کے ساتھ یہ سلوک ہوا کہ اسے نذر آتش کر دیا گیا۔اس وقت تک مولوی اشرف علی تھانوی، حاجی صاحب کے مسلک سے کچھ قریب تھے، مگر بعد میں انھوں نے بھی انحراف کیا اور مولانا رشید احمد گنگوہی شروع ہی سے اپنے پیر و مرشد کے مسلک و معمول کے برعکس خیالات رکھتے تھے۔اب نذر آتش کرنے کا حادثہ خواجہ حسن ثانی نظامی (درگاہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی) کی زبانی سنیے:

''نذر آتش کرنے کی یہ خدمت والدی حضرت خواجہ حسن نظامی کے سپرد ہوئی جو اس وقت گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے یہاں زیر تعلیم تھے۔ لیکن خواجہ صاحب

(1) صابری سلسلہ، از: وحید احمد مسعودی، ص:۴۶، بدایوں: ۱۹۷۱ء، بحوالہ انگریز نوازی کی حقیقت، ص:۳۸، از: مولانا یٰسین اختر مصباحی، دار القلم، دہلی، طبع اول، ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء

نے جلانے سے پہلے اس کو پڑھا اور جب ان کو وہ کتاب اچھی معلوم ہوئی تو انھوں نے استاد کے حکم کی تعمیل میں آدھی کتابیں تو جلا دیں اور آدھی بچا کر رکھ لیں۔

اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا گنگوہی سے ملنے آئے اور ان سے پوچھا کہ میں نے کچھ کتابیں تقسیم کرنے کے لیے آپ کے پاس بھیجی تھیں، ان کا کیا ہوا؟ مولانا گنگوہی نے اس کا جواب "خاموشی" سے دیا۔ لیکن کسی حاضر الوقت نے کہا کہ علی حسن (خواجہ حسن نظامی) کو حکم ہوا تھا کہ انھیں جلا دو۔ مولانا تھانوی نے میاں علی حسن سے پوچھا کہ کیا واقعی تم نے کتابیں جلا دیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ استاد کا حکم ماننا ضروری تھا اس لیے میں نے آدھی کتابیں تو جلا دیں اور آدھی میرے پاس موجود ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب بیان کرتے تھے کہ مولانا تھانوی اس سے اتنے خوش ہوئے کہ آم کھا رہے تھے، فوراً دو آم اٹھا کر مجھے انعام میں دیے"۔ (1)

حضرت حاجی صاحب نے اپنے خلیفہ حضرت مولانا صوفی محمد حسین الہ آبادی کے نام ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء میں مکہ مکرمہ سے ایک خط لکھ کر معلوم کیا کہ ہماری تحریر سے اختلاف کا کچھ تصفیہ ہوا یا نہیں؟ تو آپ نے تحقیقِ حال کر کے حاجی صاحب کو لکھا کہ علماے دیوبند نے آپ کی تحریر کو نگاہِ غلط انداز سے بھی نہ دیکھا، بلکہ فیصلۂ ہفت مسئلہ کو نذرِ آتش کر دیا۔ (2)

ساتھ ہی جرأت و جسارت اور اپنے شیخ کے مقابلے میں سینہ زوری ایسی تھی کہ بقول مولانا رشید احمد گنگوہی:

"جس فن کے امام حاجی صاحب ہیں اس میں ہم ان کے مقلد ہیں، باقی فرعیات کے امام ہم ہیں۔ حاجی صاحب کو چاہیے کہ ہم سے پوچھ کر عمل کریں"۔

اور مولوی قاسم نانوتوی نے کہا: "ہماری معلومات زائد اور حاجی صاحب کا علم زائد ہے"۔

(1) ماہنامہ منادی، دہلی، جلد:۳۹، شمارہ:۱۲، ۱۳، ص:۲۲، بحوالہ تقدیس الوکیل، ص:۷، نوری بک ڈپو، لاہور۔
(2) صابری سلسلہ، ص:۷۴۔

اور مولوی اشرف علی تھانوی نے تواس اختلاف کو جائز قرار دینے کے لیے اپنی ساری قابلیت صرف کردی۔ مگر ساتھ ہی از راہِ انصاف یہ بھی تحریر کیا کہ بقول شخصے "تانباشد چیز کے مردم نگویند چیزہا" ۔(1)

بہر حال اس کتاب کے تاریخی پس منظر اور پیش منظر پر نگاہ ڈالنے کے بعد یہ تاریخی حقیقت ابھرکر سامنے آگئی کہ اس وقت سنیت اور دیوبندیت کا اختلاف در اصل حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے خلفا کے مابین پیدا ہوا اور ان ہی کے درمیان پلا، بڑھا اور پروان چڑھا، اور اس میں دیگر علما و مشائخ کی شرکت بہت بعد میں ہوئی۔ لہٰذا یہ کہنا کہ سنیت اور دیوبندیت کے درمیان اختلاف کا آغاز مولانا احمد رضا بریلوی نے کیا، تاریخ سے ناواقفیت اور جہالت پر مبنی ہے۔

تقدیس الوکیل کا تاریخی پس منظر

براہینِ قاطعہ کا ایک تاریخی پہلو یہ بھی ہے کہ جب یہ کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی تو مولانا غلام دستگیر قصوری اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی جن کے درمیان پہلے دوستانہ تعلقات تھے ایک دوسرے کے سخت مخالف ہوگئے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اس زمانے میں مدرسہ عربیہ، ریاست بھاول پور (پاکستان) میں مدرس اول کے عہدہ پر فائز تھے، اور علمائے اہل سنت کی ان تمام تحریروں پر ان کی تائیدات و تصدیقات ہوتی تھیں جو اعتقادی و فکری مسائل پر سامنے آتیں۔ "ابحاث فرید کوٹ" میں مولوی خلیل احمد صاحب ان تمام اعتقادی مسائل کو تصدیقی مہروں سے مزین فرما چکے تھے جو علمائے اہل سنت کے اعتقادی نظریات پر مبنی تھے۔ براہینِ قاطعہ چوں کہ انبیٹھوی صاحب کے نام سے چھپی تھی اس لیے اس کو دیکھنے کے بعد مولانا غلام دستگیر قصوری صاحب کو بڑا صدمہ ہوا۔ اور وہ بہ نفسِ نفیس بھاول

(1) حوالہ سابق، ص:۴۹۔

پور پہنچے، اور اپنے دیرینہ دوست سے براہ راست گفتگو کر کے صورتِ حال معلوم فرمائی اور انہیں سمجھانے کی بہت کوشش فرمائی، مگر انبیٹھوی صاحب کو اپنی ضد پر قائم پاکر حیرت زدہ رہ گئے ۔ جب انھوں نے افہام وتفہیم کی تمام تدبیروں کو ناکام ہوتے ہوئے دیکھا تو انبیٹھوی صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ انبیٹھوی صاحب اپنے ساتھ چھ دیوبندی علما لے کر حاضر ہوئے اور مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے ساتھ چھ علماے اہل سنت کے ہمراہ تشریف لائے ۔شوال ۱۳۰۶ھ میں بمقام بھاول پور ، نواب بھاول پور کی نگرانی میں ان مسائل پر مناظرہ ہوا جو انوارِ ساطعہ اور براہینِ قاطعہ میں زیر بحث آ چکے تھے ۔اس مناظرہ کے حکم اور فیصل والیِ ریاست بھاول پور کے پیر و مرشد شیخ المشائخ خواجہ غلام فرید، چاچڑاں شریف تھے۔ مناظرہ میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو شکستِ فاش ہوئی اور حکم مناظرہ نے یہ فیصلہ سنایا کہ ”انبیٹھوی صاحب مع اپنے معاونین کے وہابی، اہل سنت سے خارج ہیں“۔ اس فیصلہ کے بعد مولوی خلیل احمد صاحب کو بھاول پور سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔

اس مناظرہ کی تفصیلی روداد مولانا غلام دست گیر قصوری علیہ الرحمہ نے تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل کے نام سے لکھی ، پھر اس کے مباحث کا عربی ترجمہ کر کے علماے حرمین طیبین سے اپنے موقف کے حق ہونے اور انبیٹھوی صاحب کے موقف کے باطل ہونے پر تصدیقات وتقریظات لکھوائیں اور نھیں بھی کتاب میں شامل کر کے شائع کیا۔ (1) ان تصدیقات وتقریظات میں شیخ الدلائل مولانا محمد عبدالحق الہ آبادی (متوفی ۱۳۳۳ھ)، شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور اساتذۂ مدرسہ صولتیہ ، مکہ مکرمہ کے علاوہ پایۂ حرمین شریفین حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی کی سات صفحات پر مشتمل طویل تقریظ وتصدیق ہے جس کے بنیادی عناصر درج ذیل ہیں:

(الف) میں جناب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا، مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور

(1) تقدیس الوکیل، ص:۱ تا ۱۲، نوری بک ڈپو، لاہور، پاکستان۔

ہی نکلے۔(یعنی نارشید)جس طرف آئے اس طرف ایسا تعصب برتا کہ اس میں ان کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے۔

(ب)پھر مولوی رشید احمد، رسول اللہ ﷺ کے نواسے (امام حسین)کی طرف متوجہ ہوئے، اور ان کی شہادت کے بیان کو بڑی شدت سے محرم کے دنوں میں، گو کیسا ہی روایتِ صحیح سے ہو منع فرمایا۔حالاں کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے جناب مولانا اسحاق مرحوم تک عادت تھی کہ عاشورے کے دن بادشاہِ دہلی کے پاس جا کر روایاتِ صحیح سے بیانِ حالِ شہادت کرتے تھے۔

(ج)پھر حضرت رشید نے جو نواسے کی طرف توجہ کی تھی اس پر بھی اکتفا نہ کر کے خود ذاتِ نبوی ﷺ کی طرف توجہ کی۔پہلے مولود کو کنھیا کے جنم اشٹمی ٹھہرایا اور اس کے بیان کو حرام بتلایا، اور کھڑے ہونے کو، گو کوئی کیسے ذوق وشوق میں ہو بڑا منکر فرمایا۔

(د)پھر ذات نبوی میں اس پر بھی اکتفا نہ کر کے اور امکانِ ذاتی سے تجاوز کر کے چھ خاتم النبیین بالفعل ثابت کر بیٹھے۔

(ہ)اور امکانِ ذاتی کے باعتبار تو کچھ حد ہی نہ رہی، اور ان کا مرتبہ کچھ بڑے بھائی سے بڑا نہ رہا۔

(و)اور بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطانِ لعین کے علم سے کہیں کم تر ہے ۔اور اس عقیدے کے خلاف کو شرک ٹھہرایا۔

(ز)پھر اس توجہ پر جو ذاتِ اقدس نبوی ﷺ کی طرف تھی اکتفا نہ کیا، ذاتِ اقدسِ الٰہی کی طرف بھی متوجہ ہوئے، اور جناب باری تعالیٰ کے حق میں دعویٰ کیا کہ اللہ کا جھوٹ بولنا ممتنع بالذات نہیں، بلکہ امکان جھوٹ بولنے کو اللہ کی بڑی صفت کمال کی فرمائی۔نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات۔

(ح)میں تو ان امور کو ظاہر و باطن میں بہت برا سمجھتا ہوں، اور اپنے محبین کو منع کرتا ہوں

کہ حضرت مولوی رشید کے اور ان کے چیلے چانٹوں کے ایسے ارشادات نہ سنیں۔ (1)

تقدیس الوکیل کی تصدیق و تائید کرنے والے علمائے حرمین شریفین و دیگر عُلما

تقدیس الوکیل کے مضامین کا عربی ترجمہ ملاحظہ فرمانے کے بعد درج ذیل علمائے حرمین طیبین نے حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کے موقف کے حق ہونے اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے موقف کے غلط اور باطل ہونے پر تصدیقات اور تقریظات رقم فرمائیں:

(۱) حضرت شیخ محمد صالح بن صدیق کمال، مفتی حنفیہ مکہ معظّمہ۔

(۲) حضرت شیخ محمد سعید بابصیل، مفتی شافعیہ و رئیس العلما مکہ معظّمہ۔

(۳) حضرت شیخ محمد عابد بن حسین، مفتی مالکیہ، مکہ معظّمہ۔

(۴) حضرت شیخ خلف بن ابراہیم، مفتی حنابلہ، مکہ معظّمہ۔

(۵) حضرت شیخ عثمان بن عبدالسلام داغستانی، مفتی حنفیہ مدینہ منورہ۔

(۶) حضرت شیخ محمد علی ابن سید ظاہر وتری حنفی مدنی، استاذ حدیث شریف و علوم اسلامیہ، مسجد نبوی، مدینہ منورہ۔

(۷) پایۂ حرمین شریفین حضرت مولانا محمد رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن کیرانوی مہاجر مکی، مکہ مکرمہ۔

(۸) حضرت مولانا حضرت نور، مدرس اول، مدرسہ ہندیہ، مکہ مکرمہ۔

(1) تقدیس الوکیل، ص:۴۱۵ تا ۴۲۲، نوری بک ڈپو، لاہور، پاکستان۔

(۹)حضرت مولانا عبدالسبحان، مدرس دوم مدرسہ ہندیہ، مکہ مکرمہ۔

(۱۰)حضرت مولانا حافظ عبد اللہ سندھی متعلوی متاری، شاگرد و مرید شیخ الدلائل حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحق الہ آبادی، مکہ مکرمہ۔

(۱۱)حضرت مولانا امام الدین احمد، شاگرد و مرید شیخ الدلائل حضرت مولانا محمد عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی۔

(۱۲)شیخ الدلائل حضرت مولانا حافظ محمد عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی، مکہ مکرمہ۔

(۱۳)شیخ المشائخ حضرت مولانا حاجی محمد امداد اللہ فاروقی چشتی، تھانوی، مہاجر مکی۔

(۱۴)شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی۔

(۱۵)حضرت مولانا نور الدین، مکہ مکرمہ۔

(۱۶)حضرت مولانا سید حمزہ، مرید حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔

(۱۷)حضرت مولانا محمد سعید، مدرس مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ۔

(۱۸)حضرت مولانا سید اعظم حسین، مدرس مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ۔

(۱۹)حضرت مولانا عصمت علی، مدرس مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ۔

اب ذیل میں ہم ان میں سے بعض علمائے کرام و مشائخ طریقت کے حالات پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں

(۱)پایۂ حرمین شریفین حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی (م۱۳۰۸ھ):

آپ کا نسبی تعلق قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر (یو.پی.) کے معروف عثمانی خانوادے سے ہے، والد کا نام خلیل الرحمٰن بن نجیب اللہ تھا۔ کیرانہ ہی میں جمادی الاولیٰ ۱۲۳۳ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے بزرگوں سے حاصل کی۔ پھر دہلی گئے جہاں ان کے والد مہاراجہ ہندوراؤ بہادر کے میر منشی تھے۔ وہیں مولانا محمد حیات پنجابی اور مولانا عبدالرحمٰن

چشتی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی، مولانا امام بخش صہبائی سے فارسی پڑھی، فراغت کے بعد اپنے وطن قصبہ کیرانہ میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جس سے سیکڑوں تشنگان علم نے اپنی علمی پیاس بجھائی، انوار ساطعہ کے مصنف مولانا عبدالسمیع بے دل رام پوری نے اسی مدرسہ میں آپ سے تعلیم پائی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عیسائی مشنریوں نے ہندوستان میں اپنی اسلام دشمن سرگرمیاں تیز کر رکھی تھیں، پادری فانڈر عیسائیوں کا سرگروہ تھا مولانا کیرانوی نے اکبر آباد آگرہ میں ۱۱؍ رجب ۱۲۷۰ھ/ ۱۰؍ اپریل ۱۸۵۴ء کو اس سے مناظرہ کیا، دو دن تک مناظرہ چلتا رہا، بالآخر تیسرے دن پادری فانڈر مناظرہ کے لیے نہیں آیا۔ پھر اس کے بعد اسی سبب سے انگریز آپ کے مخالف ہو گئے، یہاں تک کہ آپ ہندوستان سے ہجرت کے لیے مجبور ہو گئے۔ آپ نے مکہ مکرمہ کا رخ کیا اور شیخ العلما علامہ سید احمد زینی دحلان مکی علیہ الرحمہ سے گہرے روابط پیدا کیے جس کے نتیجے میں آپ کو مسجدِ حرام میں درس دینے کی باقاعدہ اجازت مل گئی۔ آپ مولانا سید احمد زینی دحلان سے بہت متاثر تھے، اپنی کتاب اظہار الحق کے مقدمہ میں ان کا ذکر بڑی عقیدت و محبت سے بلند پایہ آداب والقاب کے ساتھ کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کتاب کو عربی زبان میں لکھنے کا اصل سبب علامہ سید احمد زینی دحلان مکی کا حکم ہی ہے۔ پھر ۱۲۹۰ھ میں آپ نے مکہ مکرمہ ہی میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جس کا نام "مدرسہ صولتیہ" رکھا، جو کلکتہ کی ایک مخیر اور فیاض خاتون محترمہ صولت النساء کے نام سے منسوب ہے، جنھوں نے اپنی جیبِ خاص سے مکہ مکرمہ کے محلہ خندریسہ میں مدرسے کے لیے ایک جگہ خرید کر اپنی نگرانی میں اس کی تعمیر کرائی تھی۔ اس مدرسہ میں دینی علوم وفنون کے علاوہ مولانا نے ایک صنعتی اسکول بھی قائم کیا تھا جس میں مہاجرین اور عرب طلبہ کو صنعت اور دست کاری بھی سکھائی جاتی تھی۔

آپ نے تین بار قسطنطنیہ کا سفر فرمایا، پہلا سفر سلطان عبدالعزیز خان مرحوم کی دعوت پر ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۴ء میں ہوا، جب کہ دوسرا سفر سلطان عبد المجید خاں مرحوم کی دعوت پر ۱۳۰۱ھ میں ہوا۔ اور اسی موقع پر سلطان کی طرف سے آپ کو "پایۂ حرمین شریفین" کا لقب ملا۔ اور تیسرا سفر ۱۳۰۳ھ میں موتیا بند کے علاج کے لیے سلطان کی دعوت پر کیا۔ مولانا

کیرانوی کا شمار اپنے دور کے اکابر علماے اہلِ سنت میں ہوتا ہے۔ وہ تمام عقائد و معمولات میں مذہب اہلِ سنت کے ناصر و حامی اور اس پر سختی کے ساتھ کاربند رہے، جس کا ثبوت زیر نظر کتاب انوارِ ساطعہ اور تقدیس الوکیل موئفہ مولانا غلام دستگیر قصوری پر آپ کی شان دار تقریظات و تائیدات ہیں۔ ہم ثبوت کے لیے اسی مقدمہ میں تقدیس الوکیل پر آپ کی تقریظ کو نقل کریں گے۔

اسلام اور مسلمانوں کی گوناگوں علمی و عملی خدمات کے بعد آپ نے پچھتر سال کی عمر میں جمعہ کے دن ۲۲ر رمضان ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور جنت المعلیٰ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے جوار میں صدیقین و شہدا کے قریب مدفون ہوئے۔ اس چھوٹے سے احاطہ میں پانچ مزارات ہیں جن میں مولانا کیرانوی کے علاوہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور مولانا عبد الحق الہ آبادی شیخ الدلائل (مصنف اکلیل شرح مدارک التنزیل) خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

آپ نے درج ذیل کتابیں تصنیف فرمائیں: (۱) ازالۃ الاوہام (فارسی)، (۲) ازالۃ الشکوک (اردو)، (۳) اعجازِ عیسوی (اردو)، (۴) اوضح الاحادیث، (۵) بروق لامعہ، (۶) معدل اعوجاج المیزان۔، (۷) تقلیب المطاعن، (۸) معیار الحق، (۹) اظہار الحق (عربی)۔ یہ ساری کتابیں عیسائیوں کے رد میں ہیں۔ آخر الذکر کتاب مولانا کیرانوی کی ردِ عیسائیت پر آخری اور سب سے گراں قدر اور مدلل کتاب ہے، امام احمد رضا لائبریری، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں موجود ہے، راقم نے اس کا جستہ جستہ مطالعہ کیا ہے۔ (1)

(1) [الف] مقدمہ بائیبل سے قرآن تک، ج:۱، ص:۱۷۹، ۲۱۸، مطبوعہ حافظی بک ڈپو، دیوبند۔ [ب] نزہۃ الخواطر، ج:۸، ص:۱۶۰-۱۶۲ [ج] انوارِ ساطعہ [د] تقدیس الوکیل، از مولانا غلام دست گیر قصوری، ص:۴۱۵، مطبوعہ نوری بک ڈپو، لاہور [ہ] انگریز نوازی کی حقیقت، از: مولانا یٰسین اختر مصباحی، ص:۳۸، مطبوعہ دار القلم، دہلی، ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء

(۲)شیخ المشایخ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ چشتی تھانوی مہاجر مکی

(م ۱۳۱۷ھ)

شیخ المشایخ مولانا الحاج امداد اللہ فاروقی چشتی، دوشنبہ کے دن ۲۲/صفر ۱۲۳۳ھ میں نانوتہ ضلع سہارن پور (یو۔پی۔) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں پائی، حصن حصین اور مثنوی مولانا جلال الدین رومی، مولانا قلندر بخش جلال آبادی، شاگرد مفتی الٰہی بخش کاندھلوی سے پڑھیں، پھر دہلی گئے اور مولانا نصیر الدین شافعی کے درس میں پابندی کے ساتھ حاضر رہ کر طریقت و تصوف کی تعلیم پائی۔ ان کے انتقال کے بعد قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر آکر سکونت اختیار کرلی۔ پھر لوہاری آئے اور میاں جی شیخ نور محمد جھنجھانوی چشتی سے طریقت و تصوف کی تعلیم و تربیت حاصل کی اور ان ہی سے بیعت ہوگئے، اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اور سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے ایک زبردست شیخ و مرشد کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دل آپ کی جانب موڑ دیے اور آپ کو قبولِ عام حاصل ہوا، عوام و خواص جوق در جوق آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اور آپ کی ذات سے برصغیر میں سلسلۂ چشتیہ صابریہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ پھر جب آپ نے ہندوستان کے حالات اپنے حق میں ناموافق پائے تو حجازِ مقدس ہجرت کر گئے اور ۱۲۷۶ھ میں مکہ مکرمہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ اور ابتدائی ایام سخت تنگی اور فقر و فاقہ کی حالت میں بسر کیے، پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا آپ کے قدموں پر ڈال دی اور تنگ دستی خوش حالی میں بدل گئی۔ اور وہیں ۱۲/جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ میں چہار شنبہ کے دن اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، اور مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے پاس مدفون ہوئے۔

آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں:

(۱)ضیاء القلوب (۲)فیصلۂ ہفت مسئلہ (۳)ارشادِ مرشد (۴) مثنوی تحفۃ العشاق (۵)بیان وحدۃ الوجود (۶) غذاے روح (۷) گل زارِ معرفت (۸)دردِ غمناک (۹)

جہادِ اکبر (۱۰) نالۂ امدادِ غریب۔

آپ پورے طور پر اہلِ سنت کے عقائد و افکار اور مشائخ طریقت کے معمولات و مراسم پر کاربند اور عمل پیرا تھے جس پر آپ کی تصانیف گواہ ہیں، خصوصاً ضیاء القلوب، فیصلۂ ہفت مسئلہ، بیان وحدۃ الوجود، کیوں کہ اول الذکر کتاب میں مشائخِ چشتیہ، قادریہ، نقش بندیہ و سہروردیہ کے اوراد و وظائف اور اشغال و اذکار و مراقبات کو بیان کیا ہے، اور آخر الذکر کتاب میں نظریۂ وحدۃ الوجود کا بیان ہے اور فیصلۂ ہفت مسئلہ میں میلاد شریف، فاتحہ، عرس و سماع، ندائے غیر اللہ، جماعتِ ثانیہ، امکانِ نظیر و امکانِ کذب جیسے سات مسائل کا فیصلہ فرمایا ہے۔ اس میں خاص طور سے میلاد شریف کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اور مشربِ فقیر کا یہ ہے کہ محفلِ مولود میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں، اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔"(1)

ان کے علاوہ زیرِ نظر کتاب انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ از مولانا عبد السمیع رام پوری تقدیس الوکیل عن توھین الرشید و الخلیل، از مولانا غلام دستگیر قصوری (م ۱۳۱۵ھ)، اور الدّر المنظّم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم از شیخ الدلائل مولانا محمد عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی (م ۱۳۳۳ھ) وغیرہ کتبِ اہلِ سنت پر آپ کی تقریظات اور تصدیقات و تائیدات بھی اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ آپ کے افکار و نظریات اور عقائد و معمولات وہی تھے جو علما و مشائخ اہلِ سنت کے افکار و عقائد اور نظریات و معمولات ہیں۔(2)

آپ کے مریدین و خلفا میں درج ذیل حضرات مشہور ہیں:

(۱) استاذ العلما مولانا محمد لطف اللہ علی گڑھی (م ۱۳۳۴ھ)

(1) فیصلہ ہفت مسئلہ، مشمولہ کلیات امدادیہ، ص ۱۰۵، مکتبہ تھانوی، دیوبند

(2) تفصیل کے لیے دیکھیے: [الف] انوار ساطعہ، ص: ۴۵ [ب] تقدیس الوکیل، ص: ۴۴ [ج] الدر المنظم، ص: ۱۴۶، ناشر صاحب زادہ محمد ابو بکر نقش بندی، شرق پور شریف، شیخوپورہ، پاکستان۔

(۲)استاذِ زمن مولانا احمد حسن کانپوری (م ۱۳۲۲ھ)

(۳)حضرت مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی (م ۱۳۲۲ھ)

(۴)مولانا عبدالسمیع رام پوری، سہارن پوری، مصنفِ انوارِ ساطعہ (م ۱۳۱۸ھ)

(۵)مولانا محمد انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی (م ۱۳۳۶ھ) مصنف انوار احمدی (در بیان میلاد النبی)

(۶)مولوی محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ)

(۷) مولوی رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۲ھ)

(۸)مولوی اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ)

(۹)مولوی محمد یعقوب نانوتوی (م ۱۳۰۲ھ)۔ (1)

(۳)شیخ الدلائل حضرت مولانا محمد عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی

(متوفیٰ:۱۳۳۳ھ)

شیخ الدلائل حضرت مولانا عبدالحق بن شاہ محمد اپنے وطن نیوان ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے آپ نسباً صدیقی تھے، مولانا تراب وغیرہ سے درسیات پڑھی حضرت مولانا عبداللہ صاحب گورکھ پوری سے بیعت کی ۱۲۸۳ھ میں مکہ کا سفر کیا، پچاس برس تک آپ کا دریائے علم مکہ میں موجیں مار تا رہا، آپ شیخ الدلائل کے لقب سے مشہور تھے۔ امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا قدس سرہ دوسرے سفر حج میں آپ کی قیام گاہ پر بار بار حاضر ہوئے۔ (2)
ملفوظات اعلیٰ حضرت میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے آپ کا ذکر جمیل کچھ اس طرح کیا

(1) [الف]نزہۃ الخواطر، ج:۸، ص:.....[ب]انگریز نوازی کی حقیقت، ص:۳۷، دار القلم، دہلی

(2) تذکرہ علمائے اہل سنت، مولانا محمود احمد قادری، ص:۱۷۸ سنی دار الاشاعت علویہ، رضویہ فیصل آباد ۱۹۹۲ء

ہے:

''حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی (علیہ رحمہ اللہ الہادی) کو چالیس سال سے زائد مکہ معظّمہ میں گزرے تھے کبھی شریف کے یہاں بھی تشریف نہ لے گئے۔ قیام گاہ فقیر پر دوبار شریف لائے۔ مولانا سید اسماعیل وغیرہ ان کے تلامذہ فرماتے تھے کہ یہ محض خرقِ عادت ہے۔ مولانا کا دم (یعنی وجود) بساعینیت تھا، ہندی تھے مگر ان کے انوار مکہ میں چمک رہے تھے۔ التزاماً ہر سال حج کرتے۔ مولانا سید اسماعیل (علیہ رحمہ اللہ الجلیل) فرماتے تھے کہ ایک سال زمانہ حج میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب (علیہ رحمہ اللہ الوہاب) بہت علیل اور صاحب فراش تھے، نویں تاریخ اپنے تلامذہ سے کہا ''مجھے حرم شریف لے چلو!'' کئی آدمی اٹھا کر لائے مکہ معظّمہ کے سامنے بٹھایا، زم زم شریف منگا کر پیا اور دعا کی کہ ''الٰہی (عزوجل) حج سے محروم نہ رکھ۔'' اسی وقت مولیٰ تعالیٰ نے ایسی قوت عطا فرمائی کہ اٹھ کر اپنے پاؤں سے عرفات شریف گئے اور حج کیا۔ (1)

حضرت مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی نقش بندی ''انوارِ آفتاب صداقت'' میں آپ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''میں نے حضرت شیخ الدلائل کی زیارت کی ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کے عالم، فقیہ و محدث اور متقی پرہیز گار، سلسلہ نقش بندیہ کے صاحب ارشاد، کامل بزرگ، مکہ معظّمہ میں مدت سے بہ حالت ہجرت تشریف رکھتے ہیں۔ عمر تقریباً ستر سال، سفید ریش، خوش شکل، چہرہ پر نور جن کی خدمت میں تمام اطراف کے حجاج، جو مکہ معظّمہ میں حاضر ہوتے ہیں ان سے اسناد اجازت وظائف دلائل الخیرات، حزب البحر، جزب الاعظم وغیرہ کی حاصل کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ چناں چہ خاک سار راقم الحروف بھی ۱۳۲۳ھ کو جب مکہ معظّمہ حاضر ہوا اور ۲۷/ ذی

(1) ملفوظات اعلیٰ حضرت، ج:۲، ص:۱۹۸، ناشر مکتبۃ المدینہ (دعوت اسلامی) مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء

قعدہ ۱۳۲۳ھ کو بروز یک شنبہ اجازت و سند تحریری وظائف دلائل الخیرات، حزب البحر، حزب الاعظم پڑھنے کی ان سے حاصل کی۔ اس کا اظہار بہ صورت ریا نہیں، بلکہ عطا نعمت کا اظہار بموجب حکم خداوندی "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" ہے۔ (1)

۱۶/ شوال المکرم ۱۳۳۳ھ مکہ مکرمہ میں آپ کا انتقال ہوا اور جنت المعلیٰ میں تدفین عمل میں آئی۔ (2)

آپ نے درج ذیل تصانیف یادگار چھوڑی ہیں:

(۱) الاکلیل شرح مدارک التنزیل ۷/ جلدیں "۲" التعلیقات علی الدر المختار (۳) الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم۔

(۴) شیخ المشائخ حضرت مولانا غلام فرید چشتی نظامی فخری

(متوفیٰ: ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء)

فرید عصر، زبدۃ الاولیا حضرت مولانا خواجہ غلام فرید قدس سرہ ۲۶/ ذی قعدہ بروز منگل ۱۲۶۱ھ کو پیدا ہوئے "خورشید اسلام" تاریخی نام رکھا گیا، گنج شکر کان نمک شیخ الاسلام فریدالدین سعود قدس سرہ کے نام نامی پر تیمناً غلام فرید نام تجویز کیا گیا، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ناصر بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملتا ہے، حضرت ناصر کے پرپوتے یحییٰ بن مالک اسلامی لشکر کے ساتھ سندھ وارد ہوئے، مالک سے ساتویں پشت میں عیسیٰ بن یوسف نے سیاست کی پر شور زندگی سے کنارہ کش ہو کر فقر و عرفان کی زندگی اپنائی، ان کی اولاد میں مخدوم نور محمد نامور بزرگ گزرے ہیں، شاہ جہاں کے وزیر ارادت خاں ان کے مریدوں میں

(1) انوار آفتاب صداقت، مولانا فضل احمد لدھیانوی، ص:۳۶۶، ناشر: طلبہ جماعت سابعہ، جامعہ اشرفیہ ۲۰۱۰-۲۰۱۱ء

(2) تذکرہ علمائے اہل سنت، مولانا محمود احمد قادری، ص:۱۷۸/ سنی دارالاشاعت علویہ، رضویہ فیصل آباد ۱۹۹۲ء

تھے، خود شاہ جہاں کو حضرت مخدوم سے بڑی عقیدت تھی، ۲۵؍ ربیع الاول ۱۱۴۴ھ میں بادشاہ نے ایک فرمان کے ذریعہ پانچ ہزار بیگھہ زمین پرگنہ منگلوٹ صوبہ ملتان میں ان کی خدمت میں بطور نذر پیش کی تھی، یہ فرمان "مناقب فریدی" کے صفحہ ۴۷-۴۸؍ پر منقول ہے۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب انھیں کی نسل سے ہیں۔ (1)

فرید عصر حضرت خواجہ غلام فرید نے اپنے برادر بزرگ حضرت خواجہ علامہ فخر الدین فخر جہاں کی سرپرستی میں پرورش پائی اور انھیں سے علوم ظاہری کی تحصیل کی، اور بیعت ہوکر سلوک کی تکمیل کی، ۱۲۸۲ھ میں خواجہ فخر جہاں کی وفات کے بعد مسند آبائی پر متمکّن ہوکر مصروف ہدایت ہوئے آپ کو بھی تدریس سے خصوصی شغف تھا، صبح سے دوپہر تک فقہ و تصوف و حدیث وتفسیر کا درس دیتے تھے، آپ کو عربی، فارسی، اردو، سندھی سنسکرت زبانوں پر یکساں عبور تھا، آپ سرائیکی زبان کے عظیم شاعر تھے، بزرگان چشت کا مسلک عشقِ رسول (ﷺ) آپ کا وصف خاص تھا، آپ اپنے مشائخ واسلاف کے سچے جانشین اور ان کے قدم بہ قدم تھے۔ اسی بنا پر آپ نے مناظرۂ بہاول پور کا حکم بننا منظور فرمایا۔ اور ادب واحترام نبوی کی بنا پر یہی مشہور دیوبندی پیشوا مولانا خلیل احمد "مؤلف براہین قاطعہ" کے اخراج کا حکم فرمایا، اور آپ کے مرید والی ریاست نے ان کو نکال دیا۔ (2)

آپ اپنے وقت کے ممتاز اولیاے کبار میں سے تھے۔ وحدت الوجود کے زبردست حامی اور اس نظریہ کے مبلغ اعظم تھے۔ نواب صادق محمد خاں والی بہاول پور آپ کے مرید صادق تھے اور انھیں اپنے مرشد باصفا سے بے حد عقیدت ومحبت تھی۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ "میں نے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی بارہا زیارت کی ہے اور بارہا یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خواجہ صاحب ایک گاڑی میں سوار ہیں جیسی کہ بچوں کی گاڑی ہوتی ہے اور نواب صاحب بہاول پور (سر صادق محمد خاں

(1) تذکرہ علماے اہل سنت، مولانا محمود احمد قادری، ص:۱۹۵

(2) تذکرہ علماے اہل سنت، مولانا محمود احمد قادری، ص:۱۹۶

ثالث مرحوم) ملازموں کی طرح اس گاڑی کو ہاتھوں سے ڈھکیل کر چلا رہے ہیں۔" (1)

حضرت خواجہ غلام فرید بہت بڑے صوفی اور شاعر ہونے کے علاوہ عالم متبحر اور فاضل اجل بھی تھے اور آپ کی اس عظمت کا اعتراف آپ کے مخالفوں کو بھی کرنا پڑا۔ چناں چہ عزیز الرحمٰن صاحب مرید خاص مولوی خلیل احمد صاحب جو اسی مناظرہ میں طالب علم کی حیثیت سے اپنے استاد اور مرشد کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے اور اس مجلس علمی میں انھوں نے حضرت خواجہ صاحب کی شان علمی کو ملاحظہ کیا تھا، مقدمہ دیوان فرید میں لکھتے ہیں

"فقیر ریاست بہاول پور میں وارد ہوا اور خلیل احمد جو رخصت پر تھا، اپنے ہم مشرب علما کو لے کر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بھاول پور میں وارد ہوا جن کے نام یہ ہیں: (۱) مولوی محمود حسن، مدرس مدرسہ دیوبند (۲) مولوی صدیق احمد مقیم ریاست مالیر کوٹلہ (۳) مولوی محمد مُراد (۴) مولوی عبد الحق قاضی پور (۵) مولوی جمعیت علی مدرس فارسی بہاول پور، اور حضرات علمائے اہل سنت سے (۱) مولوی سلطان محمود تلہیری والے (۲) مولوی عبد الرشید مدرس مدرسہ صاحب السیر علیہ الرحمہ (۳) مولوی عمر بخش (۴) مولوی غلام نبی اور مولوی الہ بخش صاحبان کو بغرض تحقیق حق بلوایا اور رمضان مبارک میں شدت گرمی کے سبب مجلس مناظرہ کا انعقاد عید سعید کے بعد قرار پایا۔ پس تین شوال کو حضرت صاحب کے مقام فرود گاہ پر، اراکین ریاست بہاول پور، جمیع علما و شرفا و غیرہم جمع ہوئے تو فقیر راقم الحروف نے محض تائید دین متین کی غرض سے چند اعتراضات، مسائل براہین قاطعہ پر عرض کیے، اور اول سے آخر تک پڑھ سنائے جو بجنسہ منقول ہوتے ہیں۔ (2)

(۱) "حضرت خواجہ صاحب قدس اللہ اسرارہم کی شان علمی کا وہ پہلا منظر اس وقت تک میرے دل و دماغ پر منقش ہے۔ میں نے چشم عقیدت و بصیرت سے دیکھا کہ اتنے بڑے علما و فضلا کے مابین علمی منطقی اور فلسفیانہ مباحث کے لیے جو بزرگ حکم مقرر ہوئے ہیں

(1) خواجہ غلام فرید، از مسعود حسن شہاب، ص: ۲۵

(2) حاشیہ تقدیس الوکیل، ص: ۱۲، ۱۳، ناشر: نوری بک ڈپو، دربار داتا صاحب لاہور

ان کی جلالت قدر اورعظمت شان کا کچھ ٹھکانہ ہی نہیں۔حضور کے چہرہ اقدس سے عالمانہ تمکنت اور فاضلانہ وقار ٹپکا پڑتا تھا۔“

اہل سنت و جماعت کے اس مایہ ناز عالم ربانی ۶/ ربیع الآخر ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء کو انتقال فرمایا کوٹ مٹھنی شریف (بہاول پور) میں مزار مبارک مرجع خواص و عوام ہے۔ جہاں فیض کے دھارے بہتے ہیں۔

(۵) شیخ الاسلام حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی

آپ کی ولادت باسعادت ۴/ ربیع الآخر ۱۲۶۴ھ میں ضلع ٹانڈیر میں ہوئی، حضرت فاضل مصنف کا سلسلۂ نسب والد ماجد کی طرف سے امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور والدہ محترمہ کی طرف سے سید احمد کبیر رفاعی سے جاملتا ہے ان کے والد بزرگوار ابو محمد شجاع الدین بڑے متبع سنت اور عالم باعمل بزرگ تھے۔

حضرت شیخ الاسلام کی ابتدائی تعلیم والد محترم سے ہوئی سات سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید کے لیے آپ کو حافظ امجد علی نابینا کے سپرد کیا گیا۔ چار سال میں کلام مجید حفظ کرلیا فارسی اور عربی کی تعلیم کے لیے آپ مولوی فیاض الدین اورنگ آبادی کے حوالے کیے گئے۔تفسیر حدیث، فقہ ادب اور معقولات کی تکمیل فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی ۱۲۸۴ھ میں اپنے وقت کے مشہور عالم دین مولانا حاجی امیر الدین کی صاحب زادی کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے، ۱۲۸۵ھ میں محکمۂ مال گزاری میں ۷۵/ روپیہ ماہوار خلاصہ نویس کی حیثیت سے مقرر ہوئے ایک بار سودی کاروبار کی مثل خلاصہ لکھنے کیے لیے آپ کے پاس آئی جس کی وجہ سے اسی دن آپ نے اس ناجائز ملازمت سے سبکدوشی حاصل کی۔

ترک ملازمت کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کردیا علمی تبحر کی شہرت سن کر دور دراز مقامات سے جوق در جوق تشنگان علم اس چشمۂ فیض کے کنارے جمع ہونے لگے یہاں تک کہ جامعہ نظامیہ کے نام سے ان کے لیے باضابطہ ایک معیاری درس گاہ کی بنیاد رکھنی

پڑھی ۱۲۹۲ھ میں اس عظیم درس گاہ کی بنیاد پڑی جواب تک دکن کی سب سے بڑی دینی درس گاہ ہے۔

اپنی علمی شہرت اور بے مثال تدریسی صلاحیت کی وجہ سے ۱۲۹۵ھ میں سلاطین کن کی استاذ کی حیثیت سے آپ کی تقرری عمل میں آئی خاندان آصفیہ کا سب سے پہلا طالب علم جس نے آپ کے سامنے زانوے ادب تہ کیا اس کا نام آصف سادس میر محبوب علی خاں تھا ۱۳۰۸ھ میں آصف سابع میر عثمان علی خاں بھی آپ کے حلقۂ درس میں داخل کیے گئے اور مسلسل بائیس سال تک زیر تعلیم رہے۔ کہا جاتا ہے کہ میر عثمان علی خاں کا دین اور دینی شعائر کے ساتھ گہرا لگا آپ ہی کے حسن تربیت کا ثمرہ تھا۔

شیخ الاسلام حضرت فاضل مصنف کے والد ماجد کو مولانا شاہ رفیع الدین قندھاری سے خلافت تھی اس لیے انھوں نے سلوک کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور ذکر وشغل میں مصروف رہے بعد فراغ تعلیم ظاہری وباطنی انھوں نے تین بار بلاد اسلامیہ کا سفر کیا۔ پہلی بار ۱۲۹۴ھ میں حج کے ارادے سے مکہ معظّمہ پہنچے اس وقت شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی وہاں موجود تھے ان سے حضرت شیخ الاسلام نے تمام سلسلوں میں تجدید بیعت کی اسی موقع پر بغیر کسی طلب کے حضرت حاجی صاحب نے شیخ الاسلام کو خلعت خلافت سے سرفراز کیا۔

۱۳۰۱ھ میں حجاز کا دوسرا سفر اور ۱۳۰۵ھ میں تیسرا سفر کیا اور تین سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے یہاں تمام وقت حرم محترم کے کتب خانہ میں گزرتا۔ آپ کی مایہ ناز تصنیف ”انوار احمدی“ یہاں لکھی گئی اسی دوران قیام میں آپ نے ایک بہت بڑا علمی ودینی کام یہ بھی کیا کہ یہاں کے قدیم کتب خانوں سے تفسیر، حدیث اور فقہ کی نادر الوجود کتابوں کی نقول حاصل کیا جن میں علمی متقی کی کنز العمال، جامع مسانید امام اعظم، جواہر النقی علی سنن البیہقی اور احادیث قدسیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حیدر آباد واپس آنے کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے ۱۳۱۸ھ میں دو نہایت اہم

اداروں کی بنیاد رکھی ایک کتاب خانہ آصفیہ اور دوسرا مجلس دائرۃ المعارف۔ آخر الذکر ادارے نے نادر الوجود کتابوں کی طباعت و اشاعت کی ایسی گراں قدر خدمت انجام دی کہ ایک عظیم مرکز اشاعت علم و فن کی حیثیت سے مجلس دائرۃ المعارف کو علمی دنیا میں ایک نہایت بلند مقام حاصل ہوگیا، اسی ادارہ سے وہ سارے قلمی نسخے زیور طبع سے آراستہ ہوئے جن کی نقلیں مدینہ طیبہ کے دوران قیام میں حاصل کی گئی تھیں۔

حضرت کی گراں قدر تصنیفات میں انوار احمدی، مقاصد الاسلام جو گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے حقیقۃ الفقہ مع افادۃ الافہام یہ دونوں کتابیں دو دو حصوں پر مشتمل ہیں کتاب العقل، الکلام المرفوع، انوار اللہ الودود فی مسئلہ وحدۃ الوجود خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ ایک نہایت مرتاض بزرگ تھے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر تھے۔ دن کا وقت جامعہ نظامیہ میں درس و تدریس میں گزرتا جسے وہ حسبۃً للہ انجام دیا کرتے تھے، عشا کی نماز کے بعد فتوحات کلیہ کا درس دیتے راوی کے بیان کے مطابق فتوحات کے درس میں اکثر انوار تجلیات کا نزول ہوتا بہت سے لوگوں نے ارواح قدسیہ کی تشریف آوری کا واقعہ بیان کیا ہے۔

تہجد کی نماز سے پہلے تصنیف و تالیف کا کام کرتے تہجد کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد رات کے پچھلے پہر تک آرام کرتے اور پھر نماز فجر کے بعد جامعہ نظامیہ میں تشریف لے جاتے اور تدریس و افتا اور دعوت و ارشاد کی خدمت انجام دیتے۔ یہی ان کے شب و روز کے معمولات تھے جسے زندگی کے آخری لمحے تک انھوں نے برقرار رکھا۔

ترسٹھ سال کی عمر میں حضرت شیخ الاسلام نے اسی سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا جامعہ نظامیہ کے احاطے میں انھیں سپرد خاک کیا گیا جو آج تک زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔ ع

خدا رحمت کنند امی عاشقان پاک طینت را(1)

(1) تقدیم ''انوار احمدی'' از علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ، ص:۳۸، ۴۱ ملخصاً، ناشر مکتبہ جامِ

ان کے علاوہ اور علمائے کرام و مفتیان عظام حرمین طیبین کے حالات دست یاب نہ ہو سکے۔

کچھ کتاب اور ناشرین کے بارے میں:

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ کے طلبہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ تعلیم کے ساتھ کچھ مفید دینی و علمی کتابوں کو نئی کمپوزنگ اور نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ طباعت و اشاعت کے مراحل سے گزارتے ہیں، اور انھیں عصر حاضر کے معیار کے مطابق امتِ مسلمہ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اب تک طلبۂ جامعہ کے زیر اہتمام بہت سی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، ان میں سے چند کتابوں کے نام یہ ہیں:

(۱)- الصوارم الہندیہ، از: شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں قادری پیلی بھیتی علیہ الرحمہ [۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء]

(۲)- إذاقة الآثام لمانعي علم المولد و القيام بنام "محفلِ میلاد و قیام تعظیمی دلائل کی روشنی میں"، از: رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خاں بریلوی علیہ الرحمہ۔ [۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء]

(۳)- دینی دعوت، مختلف علما اور قلم کاروں کے مضامین کا مجموعہ [۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء]

(۴)- قادیانی مذہب، از پروفیسر محمد الیاس برنی علیہ الرحمہ [۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء]

(۵)- انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ، از: عالم ربانی مولانا عبد السمیع بے دل سہارن پوری علیہ الرحمہ۔ [۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء]

(۶) - لمعات التنقیح في شرح مشکاة المصابیح (جلد اول)، از: شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ۔ [۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء]

(۷)- انوارِ آفتابِ صداقت، از: مولانا قاضی فضل احمد نقش بندی لدھیانوی علیہ الرحمہ۔ [۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء]

نور، دہلی (غیر مورّخ)

(۸)-نصر المقلدین، از: مولانا احمد علی بٹالوی [۱۴۳۲ھ/۲۰۱۲ء]

لیکن یہ کتابیں عموماً درجۂ سابعہ (فضیلت سال اول) کے طلبہ کے زیر اہتمام شائع ہوتی رہی ہیں، مگر اس سال فضیلت سال اخیر کے بلند حوصلہ، شاہین صفت طلبہ نے ایک کتاب طبع کرانے کا عزم کیا اور راقم سطور اور دیگر اساتذۂ جامعہ کے مشورے سے زیرِ نظر کتاب "تقدیس الوکیل عن توھین الرشید والخلیل" کا انتخاب ہوا۔ اور اس کی تصحیح، تجدید، ترقیم اور کچھ مشکل الفاظ کی حاشیے میں توضیح وتشریح کرنے کے لیے جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ میں سے درج ذیل حضرات منتخب ہوئے۔

- مولانا ساجد علی مصباحی زید مجدہ
- مولانا محمد ہارون قادری مصباحی، زید شرفہ
- راقم سطور (نفیس احمد مصباحی)

ہم لوگوں نے تدریسی ذمہ داریوں کی تکمیل کے بعد خارجی اوقات میں آہستہ آہستہ اِس کام کو انجام دیا۔

- عبارتوں کے اصل مراجع و مصادر سے ملانے اور حوالہ جات کی تخریج کا کام درجۂ فضیلت کے کچھ مخلص اور محنتی طلبہ نے کیا۔
- امین المکتبہ حضرت مولانا اختر حسین فیضی مصباحی زید مجدہ نے عبارتوں کے مقابلے اور تخریج کے لیے پوری کشادہ ظرفی اور وسعت نظر کے ساتھ امام احمد رضا لائبریری سے کتابوں کی فراہمی کی۔
- مولانا ضیاء الحق مصباحی، ریسرچ اسکالر درجۂ تخصص فی الفقہ نے الکٹرانک لائبریری سے استفادہ کے لیے اپنا لیپ ٹاپ فراہم کیا۔
- مولانا حسیب اختر مصباحی زید مجدہ، انچارج شعبۂ کمپیوٹر (جامعہ اشرفیہ) نے بعض عبارتوں کی الکٹرانک لائبریری سے تخریج کے لیے کمپیوٹر سینٹر سے استفادہ کی پوری اجازت دی۔

● خانقاہ قادریہ بدایوں شریف کے ولی عہد سجادہ مولانا محمد اُسید الحق عاصم قادری ازہری زیدت معالیہ نے اپنی قدیم لائبریری سے اس کتاب کے ایک قدیم نسخے کی فوٹو کاپی عنایت فرمائی، جس سے کتاب کی تصحیح میں بہت مدد ملی۔

● محترم مہتاب پیامی اور ان کے برادرِ صغیر انوار عالم صاحبان نے بڑی محنت اور لگن کے ساتھ کتاب کی کمپوزنگ کی، اور کتاب کو خوب صورت بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

● درجۂ فضیلت سال آخیر ہی کے کچھ حفاظ اور وفاکیش طلبہ نے کتاب کی پروف ریڈنگ کی۔ کتاب کے مشمولات اور مصادر و مراجع کی بھی فہرست تیار کی۔

میں ناشرین کی جانب سے ان سبھی حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اور دعا گو ہوں کہ ربّ کریم اپنے محبوب پاک ﷺ کے صدقے میں ان کی خدمات قبول فرمائے اور انھیں ان کی محنتوں کا وہ صلہ عطا فرمائے جو اس کی شانِ کریمی کے لائق ہے۔ آمین۔

سب سے پہلے یہ کتاب خود مصنف کی حیات میں شائع ہوئی، کتاب کی ترتیب کچھ اس طرح تھی کہ ایک کالم میں عربی اور اسی کے بالمقابل دوسرے کالم میں اردو عبارت تھی۔ لیکن کتاب کی ترتیب اور کتابت قدیم طرز پر ہونے کی وجہ سے اس سے استفادہ آسان نہ تھا، اس لیے اسے نئی کتابت اور نئے انداز میں پیش کرنے کا کام نوری بک ڈپو بالمقابل دربار داتا صاحب، لاہور نے انجام دیا، جس میں مولانا حافظ محمد نوازش نقش بندی زید مجدہ، مولانا باغ علی نسیم صاحب، حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ، اور پیر زادہ مولانا اقبال احمد فاروقی صاحبان نے ناشر کی مدد کی، فاروقی صاحب نے حالاتِ مصنف پر مشتمل ایک مقدمہ لکھا، اور محمد شفیع رضوی صاحب نے کتاب کے ابتدائی کچھ صفحات پر حواشی لکھے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

میرے سامنے کتاب کا جو نسخہ ہے، یہ نوری بک ڈپو، لاہور کے زیر اہتمام استقلال پریس سے طبع ہوا ہے۔ اس پر سنِ طباعت کہیں بھی درج نہیں ہے۔ کتابت بھی متوسط انداز کی ہے۔ عربی و فارسی عبارتوں کے جدید طرز پر حوالے درج نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ ہمارے یہاں (ہندوستان میں) دست یاب بھی نہیں۔

اس لیے اس سال فارغینِ درجۂ فضیلت نے نئے طرز اور نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ دیدہ زیب کتابت اور ٹائٹل کے ساتھ اسے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ تاکہ یہ آسانی کے ساتھ مارکیٹ میں دست یاب ہوسکے اور اس سے استفادہ نسبتاً آسان ہو جائے۔ مولا عزوجل ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور انھیں مزید توفیقاتِ خیر سے نوازے۔
آمین بجاہ الحبیب الکریم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد النبي الأمین، وعلی اٰلہ و صحبہ أجمعین، ومن تبعھم بإحسانٍ إلی یوم الدین.

نفیس احمد مصباحی
خادم التدریس جامعہ اشرفیہ
مبارک پور، اعظم گڑھ
یو.پی، انڈیا

مورخہ
۱۷ر جُمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ
۱۰ر اپریل ۲۰۱۲ء
بروز دوشنبہ

مولانا غلام دستگیر قصوری

حالات و تصانیف

بقلم: پیرزادہ مولانا اقبال احمد فاروقی، لاہور، پاکستان

حضرت مولانا غلام دستگیر ہاشمی قریشی صدیقی قصوری رحمۃ اللہ علیہ (مؤلف کتاب) محلہ چلہ بیبیاں اندرون موچی گیٹ لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی مولانا حسن بخش صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کے ایک بڑے بھائی مولانا محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ مسجد ملا مجید لاہور میں ایک عرصہ تک خطابت اور تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری خلیفہ شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحم اللہ ہما کی ہم شیرتھیں اس طرح مولانا غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ کا شاگرد، خواہر زادہ، داماد، مرید باصفا اور خلیفہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔

جب مولانا سن شعور کو پہنچے تو حضرت مخدوم غلام مرتضیٰ قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ روحانی درس گاہ اور علمی مکتب مغربی پاکستان کے اولیا و علما کی روحانی اور علمی تربیت گاہ کی حیثیت سے مرجع خلائق بن چکا تھا اور اس وقت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کے فیضان کا شہرہ اطراف و اکنافِ پاک و ہند تک پھیل چکا تھا۔ ترجمانِ حقیقت سید وارث شاہ اور سید بلھے شاہ رحمہا اللہ جیسے نامور صوفیا اسی درس گاہ کے فیضان سے مالا مال ہوکر آسمانِ شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے تھے۔ اِن بزرگانِ دین کی ضیا پاشیوں سے قلوب و اذہان کے تاریک خانے بقعۂ نور بن چکے تھے۔ حضرت مولانا غلام مرتضیٰ بریلوی اور حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی رحمہا اللہ ان دونوں حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی میں روحانی دولت سے، دامنِ مراد بھرنے میں مصروف تھے۔ مولانا غلام دستگیر قصوری کو اس

درس گاہ کی کشش نے لاہور سے دعوت تربیت دی۔ آپ نے وقت کے اس جلیل القدر استاد کے سامنے زانوئے ادب طے کیا، جس کے کمالات کا ایک کرشمہ یہ بھی تھا کہ؎

ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

آپ نے منقولات و معقولات میں کمال حاصل کیا۔ زمانۂ طالب علمی میں اپنی ذہانت اور محنت کی بدولت اپنے اساتذہ سے خراج تحسین حاصل کیا۔ آپ ابتدا ہی سے فکری اور نظریاتی مباحث میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ آپ اس چیز کو اچھی طرح محسوس کرتے تھے کہ درس گاہوں کے باہر کی دنیا فکر و نظر کے اختلافات میں کھو گئی ہے اور ملک کی سیاست پر انگریز قابض ہو چکا ہے۔ جس نے مسلمانوں کی وحدتِ فکر کو پارہ پارہ کرنے کے لیے ہزاروں اعتقادی فتنوں کو بیدار کر دیا تھا۔ آپ کے استاد حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے مستقبل کے ایسے ہی اعتقادی فتنوں کے سدّباب کے لیے اپنے لائق اور ذہین شاگرد کو خاص انداز میں تربیت دے کر تیار کیا۔

آپ نے قرآن پاک کی تفاسیر اور احادیث کی تشریحات کا دقت نظر سے مطالعہ کیا۔ تعلیم سے فارغ ہوتے ہیں اعتقادی نشو و نما کا کام کرنے لگے۔ آپ کو درس گاہ سے نکل کر جن حالات کا سامنا کرنا پڑا، وہ اس قدر صبر آزما تھے کہ ہم تفصیلات پیش کرنے کے تصور ہی سے کانپ اٹھتے ہیں۔ انگریزی حکومت نے اسلامی معاشرت کو مسموم کرنے کے لیے کسی قسم کے اعتقادی زہر پھیلا دیے۔ بداعتقاد علما کی پیٹھ ٹھونکی جاتی۔ فتنہ پرور عناصر کو فتنہ سامانیوں کی پوری مراعات بہم پہنچائی جاتیں۔ ان نظریات کو خاص طور پر پھیلایا جاتا جس سے ملت اسلامیہ کی وحدت فکر کو پارہ پارہ کیا جا سکتا تھا۔ عوام ذہن کو شکوک و شبہات کی نذر کر دیا جاتا۔ اس وقت کی معاشرتی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرزائیت، وہابیت، چکڑالویت، نیچریت اور پھر دیوبندیت جیسے محسوسہ اور غیر محسوس فرقے رینگتے ہوئے آگے بڑھے اور حشرات الارض کی طرح اسلامی زندگی کی تمام راہوں کو متعفن کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ہر مسجد، ہر مجلس، ہر جلسہ گاہ، ہر درس گاہ غرضے کہ ہر گھر ان فتنوں کی آماجگاہ بنا دیا گیا پھر لطف کی

بات یہ ہے کہ ان فرقوں کے داعیانِ ذیشان اپنے آپ کو اسلام اور دین کا اولیں ''خادم'' اور ''حق پرست'' کہتے نہ تھکتے۔

ان نامساعد حالات میں مولانا اللہ کا نام لے کر میدانِ عمل میں آئے، اور ان طوفانوں کے سامنے ڈٹ گئے۔ لاہور کی علمی دنیا آپ کی ہمتِ مردانہ وار فاتحانہ اندازِ تکلم سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ پنجاب کے مشاہیر نے کی۔ خدمات کا اعتراف کیا عرب و عجم کے دینی حلقوں نے آپ کی علمی اور اعتقادی خدمات کو بڑا سراہا۔ آپ نے وقت کے اس چیلنج کو نہایت پامردی سے مقابلہ کیا، برصغیر پاک و ہند کے ہر شہر، ہر قصبہ، ہر میدان اور ہر جلسہ میں پہنچے اور بد اعتقاد علما کے کھوکھلے دعوؤں کے تار و پود بکھیر دیے۔ آپ کے زور استدلال اور انداز بیان کے سامنے ان فتنہ پردازوں کا پندار ٹوٹ جاتا اور اکثر میدان چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کرتے۔

آپ کے معاصرین میں سے اکثر علمائے اہل سنت نے آپ کا ہاتھ بٹایا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ علمائے حق اِس دور ابتلا میں دوش بدوش باطل قوتوں کے سامنے ڈٹے رہے اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں ان فتنوں کا مقابلہ کرتے رہے اس سلسلہ میں مولانا نور احمد لاہوری، مولانا محمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا غلام قادر بھیروی، حافظ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لاہوری، حضرت امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

آپ کی اعتقادی خدمات صرف آپ کی تقاریر اور مباحث کی مرہون منت ہی نہیں بلکہ آپ کی قلم حقیقت رقم نے بہت سی ایسی کتابیں مرتب کیں، جو عوام کے اعتقادی نظریات کی اصلاح کے لیے بڑی انفرادیت رکھتی ہیں۔ آپ کی ایسی ہی کوششوں کی ایک جھلک آپ کی کتاب ہدیۃ الشیعتین میں بدیں الفاظ مرقوم ہے:

''فقیر نے تائید دین متین کے واسطے کئی کتابیں لکھیں جن کو علمائے عرب و عجم نے پسند فرمایا۔ ان میں ''تحفہ دستگیریہ'' بہ جواب ''اثنا عشریہ'' ''عمدۃ البیان فی اعلان مناقب

نعمان" جو جواب معیار الحق میں ہے۔ چودہ برس سے چھپ کر مشتہر ہو چکی ہے، پھر رسالہ "تحقیق تقدیس الوکیل" ردّ ابن تیمیہ اور تحقیق صلوٰۃ الجمعہ جواب تذکرۃ الجمعہ اور جواب اعتراضات پر "تحفہ رسولیہ" یہ تینوں چند سال سے مطبوع ہو کر وقف تقسیم ہوئے۔ یہ رسالہ علما نے پسند کیے، اب اردو کا رواج ہے اس لیے یہ آرزو تھی کہ رسالہ "ہدیۃ الشیعتین" کو جس میں فقیر نے فارسی زبان میں قرآن مجید سے شیعہ و خوارج کا جواب لکھا ہے، اردو ترجمہ کر کے فارسی اردو یکجا چھپوایا جائے تاکہ سب کو فائدہ ہو۔ یہ ارادہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ فقیر نے رسالہ "مخرج عقائد نوری" پادری عماد الدین کے "رسالہ نغمۂ طنبوری" کے رد میں لکھ کر رام پور کا عزم کیا۔ تاکہ وہاں کے نواب صاحب کی امداد سے وہ رسالہ چھپوا کر مفت تقسیم کیا جائے۔ چناں چہ شعبان ۱۲۹۴ھ میں فقیر رام پور گیا، ہنوز ارادہ کسی سے ظاہر نہ کیا تھا کہ جذب باطنی بریلی کھینچ لایا۔ بسبب خشک سالی اور گرمی کے لوگ پریشان تھے۔ بریلی کے علماے نامدار کی تجویز سے بامامت خاکسار نماز استسقا ادا ہوئی۔ ارحم الراحمین نے رحم فرمایا۔ بہت سا پانی برسایا، عمائد بریلی کا احقر کی نسبت حسن اعتقاد بڑھا۔ مولوی محمد بشیر الدین صاحب وکیل کی اطلاع سے محمد الطاف علی خاں صاحب رئیس بریلی اپنے مقدمہ کی دعا حسن اسلوبی کے لیے فقیر کو اپنے باغیچہ میں لے گئے۔ فقیر ختم خواجگان کے بعد دست بدعا ہوا، مجیب الدعا نے اس مقدمہ کو جس میں خاں صاحب کا پچاس ہزار روپیہ نقصان ہو گیا تھا ان کی حسب مراد کر دیا اور اس اثنا میں رسالہ موصوفہ کی ایک ہزار جلدیں عمائدین بریلی کی سعی سے چھپ کر مفت تقسیم ہوئیں۔ وہ رسالہ نواب صاحب محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر والیِ مالیر کوٹلہ کی نظر سے گزرا تو فقیر کو انھوں نے کوٹلہ میں بلایا۔ چناں چہ فقیر جُمادی الاولیٰ ۱۲۹۵ھ میں ان کے پاس آیا اور ان کے حسن اخلاق سے چند روز قیام پذیر رہا اس اثنا میں رسالہ "ہدیۃ الشیعتین" کا اردو ترجمہ مرتب ہوا۔ پھر ۱۲۹۸ھ میں فقیر نے بدیں غرض سفر کیا۔ اس کی فتوح سے یہ کتاب چھپ کر مفت بانٹی جائے تاکہ اجر نشرِ علوم حقہ ہاتھ آئے، پس فقیر کا گوجرانوالہ، وزیر آباد، گجرات، سیال کوٹ

جموں سے ہوکر ڈیرہ اسماعیل خاں بنوں، عیسیٰ خیل میں جانا ہوا، حق تعالیٰ نے ان دینی بھائیوں کو جزائے خیر دی، جن کی امداد سے یہ رسالہ گیارہ سو جلد چھپ کر تیار ہوگیا۔ اب مسلمان بھائیوں کو بلا قیمت دیئے جائیں گے۔"

مندرجہ بالا اقتباس نقل کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہےکہ آپ کی علمی مصروفیات اور اعتقادی خدمات کا اندازہ لگایا جاسکے۔ آپ ان ہی مصروفیات کی بدولت مغربی پاکستان (بالخصوص پنجاب) کے تمام دینی اور علمی حلقوں میں بڑے مقبول تھے۔ اس دور کی فقہی اور اعتقادی تحریروں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی معاملات میں کوئی فتویٰ ایسا نہ ہوتا۔ جس پر آپ کی مہر تصدیق ثبت نہ ہوتی تھی۔

لاہور میں "انجمن حمایت الاسلام" کا قیام مسلمانوں کو عیسائی مشنریوں اور پادریوں کی خلاف اسلام مہموں کا زور توڑنے کی ایک عملی کوشش تھی۔ انجمن کے شعبۂ تصنیفات کی انتظامیہ نے مولانا کی علمی خدمات سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ آپ نے ستمبر ۱۸۷۸ء میں عیسائیوں کے باطل خیالات پر مشتمل ایک رسالہ "تحریف القرآن" کے جواب میں ایک رسالہ لکھ کر تصنیف و تالیف کی دنیا میں اپنا تعارف کرایا۔ بعض اور نصابی کتابیں ترتیب دے کر تمام آمدنی انجمن کے فنڈ میں جمع کرادی۔

آخر سنیوں کا یہ بطل عظیم ۱۳۱۵ھ میں واصل بحق ہوا، اور قصور کے مشہور قبرستان میں آپ کی آخری آرامگاہ بنی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

تصانیف

آپ کی مشہور تصانیف میں سے جو ہماری نظر سے گزر چکی ہیں، ان کے اسما ذیل میں درج کیے جاتے ہیں تاکہ ناظرین اپنے ذوق کے پیش نظر ان موضوعات کا تفصیلی مطالعہ کر سکیں۔ اور مصنف کی علمی کاوشوں کا صحیح اندازہ کر سکیں۔

(۱) **"عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان"** ۱۲۸۵ھ میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب وہابیوں کے شیخ الکل جناب میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کی مشہور تصنیف "معیار

الحق" کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ پہلے یہ کتاب فارسی میں چھپوائی گئی۔ بعد میں اس کی مقبولیت کے پیش نظر اردو میں بھی شائع کیا گیا اور اس کے کئی ایڈیشن مولانا کی زندگی میں چھپے۔

(۲) "تحفہ دستگیریہ بہ جواب اثنا عشریہ" سن طباعت ۱۲۸۵ھ اس کتاب میں مولوی غلام علی قصوری ثم امرتسری کے احناف پر دس اعتراضوں کے جواب میں ہے۔

(۳) "تحقیق صلوٰۃ الجمعہ" سن طباعت ۱۲۸۸ھ۔ اس کتاب کی افادیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آج تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں صوفی میاں رحمت علی صاحب کہنگ شریف (ضلع لاہور) والوں نے ۱۹۵۲ء میں از سر نو شائع کرا کے تقسیم کی۔

(۴) "مخرج عقائد نوری بجواب نغمہ طنبوری" پادری عماد الدین سن طباعت ۱۲۹۴ھ رسوائے پنجاب پادری عماد الدین نے نغمہ طنبوری میں اسلام پر بڑے رکیک حملے کیے تھے۔ مولانا نے اس کتاب میں ان خیالات کی پر زور تردید کی اور ساتھ ہی لدھیانہ میں ایک مناظرہ میں عماد الدین کو شکست فاش دی۔

(۵) "ھدیۃ الشیعتین منقبت چاریار معہ حسنین رضی اللہ عنہ ۱۲۹۵ھ" یہ کتاب فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہوئی۔ اس میں شیعہ اور خوارج کی نظریات کا مدلل جواب دیا گیا۔ اس کے دیباچہ میں حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحب زادہ عبد الرسول قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی بھی درج ہیں۔

(۶) "توضیح دلائل و تصریح ابحاث فرید کوٹ" ریاست فرید کوٹ کے راجہ نے اپنے اہتمام میں علمائے اہل سنت اور غیر مقلدین کے درمیان بڑے مناظرے کرائے۔ ان تمام مناظروں میں ملک کے بڑے بڑے جید علمائے کرام شریک ہوتے تھے۔ مولانا نے ان مباحث کو یکجا جمع کر کے ترتیب دیا، اور آخر میں مہاراجہ فرید کوٹ نے فیصلہ بھی دیا۔ یہ کتاب نظریاتی اختلافات کی ایک تاریخی روداد ہے، اور خاص کر

مسئلہ تقلید میں بڑا ہی مواد جمع کیا گیا ہے۔

(۷)"عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین" سن طباعت: ۱۳۰۰ھ مسئلہ تقلید اس زمانے میں علمائے دین میں مابہ نزاع بن گیا تھا اور ہر سطح پر اس موضوع پر گفتگو ہوتی تھی۔ حضرت مولانا نے اس کتاب میں تقلید پر بڑے پر زور دیے ہیں۔

(۸)"ظفر المقلدین" سن طباعت ۱۳۰۲ھ یہ کتاب مولوی محی الدین لکھنوی کی کتاب ظفر المبین کے جواب میں لکھی گئی اور مسئلہ تقلید پر بڑے پختہ دلائل دیے گئے۔ اس موضوع پر مختلف علماے کرام نے کتابیں لکھیں۔ چناں چہ "نصر المقلدین" از سید احمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بڑی اہم تصنیف ہے۔ مگر مولانا قصوری کی کتاب کی اہمیت اس وجہ سے بھی زیادہ ہے کہ وہ مولوی محی الدین لکھنوی کے انداز تحریر اور مزاج سے خوب واقف تھے اس لیے کہ ہم مکتب رہ چکے تھے۔

(۹)"رجم الشیاطین براغلوطات البراہین" سن طباعت: ۱۳۰۲ھ اس کتاب میں مولانا نے مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ کے "الہامات" و "دعاوی" کے کھوکھلے پن کو بے نقاب کیا ہے۔

(۱۰)"جواہر مضیہ رد نیچریہ" سن طباعت ۱۳۰۴ھ اس کتاب میں سر سید احمد خاں کے ایک خط کا جواب مفصل دیا گیا ہے۔ اس خط میں سر سید احمد خاں نے اپنے نیچری عقائد اور خاص کر خدا کی ہستی پر اپنے نظریات کو پیش کیا تھا۔ مولانا نے ان کے خط کا نہ صرف جواب دیا، بلکہ اسے کتابی شکل میں شائع کر کے علمی دنیا میں اہم مقام حاصل کیا۔

(۱۱)"ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ" ۱۳۰۴ھ جمعہ کے تمام مسائل کی چھان بین کی گئی ہے۔

(۱۲)"تحقیق تقدیس الوکیل" ۱۳۰۸ھ اس کتاب میں آپ نے بڑی تحقیق و تفصیل سے حضرت باری تعالیٰ کی تقدیس کو پیش کیا ہے اور ابن تیمیہ کے مقلدین کے عقائد کی بے راہ روی کی نشاندہی کر کے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو وہ آئے دن

اٹھاتے رہتے تھے۔

(۱۳)"تحقیقات دستگیریہ فی ردّ ہفوات براہینیہ" اس کتاب میں قادیانی نبوت کے دعوؤں کا جواب دیا گیا ہے۔

(۱۴)"کشف السطور عن مسئلہ طوافِ قبور" ۱۳۰۵ھ آپ نے اس رسالہ میں طوافِ قبور پر روشنی ڈالی ہے۔

(۱۵)"نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار" ۱۳۰۵ھ یہ رسالہ گوجرانوالہ کے بعض غیر مقلدین کے اس اشتہار کے جواب میں لکھا گیا جس میں انھوں نے صلوٰۃ و سلام علی نبی المکرم پر اعتراض کیا ہے۔ آپ نے گواجرانوالے کے عوام کی دعوت پر ان اشتہار والے علما کا سخت تعاقب کیا اور گوجرانوالے پہنچ کر کوٹ بھوانی داس میں مولوی عبد العزیز اور مولوی عبد القادر سے مناظرہ کیا۔ اس مناظرہ کو آپ نے کتابی شکل میں شائع کراکے تقسیم کیا تھا۔(1)

(1) علامہ غلام دست گیر قصوری علیہ الرحمہ پوری زندگی ایک مردِ مجاہد کی طرح دینِ حق کی حفاظت کی خاطر قادیانیوں اور غیر مقلدوں سے نبرد آزما رہے۔ جب کہ طبقۂ غیر مقلدین کے ایک معروف عالم مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

"موصوف بھی قادیانی فتنے کا مقابلے کرنے والوں کی صفِ اول میں تھے۔ آپ کا شمار پنجاب کے ایک ممتاز علمائے اہلِ حدیث میں ہوتا ہے۔" (دیکھیے قادیانیت اپنے آئینے میں، ص:۲۵۷، سلفیہ، بنارس، ۱۹۸۱ء)

ناظرینِ کرام کیا اس سے بڑھ کر آنکھوں میں جھونکنے اور کذب و افترا کی کوئی اور مثال ہو سکتی ہے کہ طبقۂ اہلِ سنت و جماعت کی وہ معروف و مشہور شخصیت جس کی شہرت و مقبولیت آفتاب نصف النہار کی طرح روشن و عیاں ہے اور جس نے غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی کی کتاب "معیار الحق" کا جواب "عمدۃ البیان" کے نام سے لکھا ہے اور توضیح دلائل، صروۃ المقلدین ظفر المقلدین اور نصرۃ الابرار جیسی چار شان دار کتابیں لکھ کر غیر مقلدوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ غیر مقلدوں کے وکیل صفی الرحمٰن مبارک پوری صاحب اِس شخصیت کو "پنجاب کے ممتاز علماءِ اہلِ حدیث" کے زمرے میں داخل کر رہے ہیں، اس وقت انھیں نہ اللہ کا خوف دامن گیر ہے نہ یہ فکر ہے کہ خلقِ خدا کو کیا منہ دکھائیں گے۔

(۱۶)"فتح الرحمانی بہ دفع کید قادیانی" ۱۳۱۴ھ یہ کتاب آپ کی آخری تصنیف ہے۔جس میں مرزاغلام احمد قادیانی کوآپ نے مباہلہ کے لیے للکارا،اور لاہور کی مسجد ملا مجید میں اپنے بیٹوں اور پوتوں سمیت مرزا صاحب سے مباہلہ کے لیے تشریف لائے،مگرمرزا قادیانی نے اس مباہلہ میں خود آنے کے بجائے مولوی فضل دین کو بھیج دیا اور یوں مباہلہ سے راہِ فرار اختیار کی۔آپ نے اس کتاب کی تصدیق وتائید میں حضرت مولانا رحمت اللہ علیہ الرحمۃ مہاجر مکی اور دیگر علماے عرب وعجم سے تقاریظ حاصل کیں۔

مندرجہ بالا تصانیف اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضرت مولانا نے اپنے وقت کے اعتقادی اور فکری فتنوں کو مٹانے کے لیے دن رات ایک کر دیا تھا،اور ثابت کر دیا تھا کہ اسلام پر جب بھی بدعقیدہ لوگوں نے یلغار کی۔اس وقت علمائے ربانی نے صحیح اسلامی نقطۂ نظر پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ہم نے مولانا کی عملی اور اعتقادی خدمات کا تفصیلی تذکرہ اپنی کتاب "علمائے لاہور" میں کیا ہے،یہ کتاب عن قریب طبع ہو رہی ہے۔

زیر نظر کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" آپ کی اعتقادی اور فکری اختلافات میں مفاہمت کے لیے ایک اہم کوشش ہے۔اس کتاب کو ان تمام اختلافات کی اصلاح میں ایک بنیادی اور فیصلہ کن حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔جو آج تک بعض حلقوں میں وجہ نزاع بن گئے ہیں۔

یہ کتاب اس مناظرہ کی تفصیلی روداد ہے جو ریاست بھاول پور میں آپ کے اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے درمیان ہوا تھا۔اس مناظرہ کے بعد علماے دیوبند نے بعض اشتہارات میں اپنے ہم خیال عوام یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ نظریات علماے برصغیر کے ہاں ہی پائے جاتے ہیں۔علماے حرمین الشریفین تو ان کے ہم نوا نہیں۔

ع: ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔ (نفیس احمد مصباحی)

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۷ھ میں اس کتاب کو لے کر عازم بیت اللہ ہوئے، تاکہ وہاں کے مشاہیر سے رائے لی جائے اور جہاد میں اس کا عربی ترجمہ بھی کرتے رہے۔ حرمین شریفین ان دنوں بھی جلیل القدر علما کے مساکن تھے۔ چناں چہ وقت کے جید علماے دین نے اہل سنت وجماعت کے ان اعتقادی خیالات کی تائید کی۔ جو روداد میں مولانا غلام دستگیر نے پیش کیے تھے۔ ان مشاہیر کے اسماے گرامی اور ان کے گراں آراء آپ کتاب کے آخری حصہ میں پائیں گے۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے
خطیب جامع سٹی کوتوالی، لاہور

تقدیس الوکیل
عن توہین الرشید والخلیل

از:

مولانا ابو عبد الرحمٰن غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف

رسالہ براہین قاطعہ مولفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مقبولہ رشید احمد گنگوہی میں بسبب اندراج مسئلہ امکانِ کذب باری تعالیٰ کے، و امکانِ نظیر سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اور تمام بنی آدم کا بشریت میں آپ سے برابر ہونا، اور آپ کا علم، شیطان کے علم سے کم ہے، اور آپ کے مولود کی مجلس کنھیا کے جنم وغیرہ سے مشابہ ہے، اور فاتحہ خوانی برہمنوں کی اشلوک پڑھنے کے مانند ہے۔ اور حرمین کے مفتیوں کا فتویٰ رشوت خوری وغیرہ سے نامعتبر ہے، اس کے مولف سے ریاست بہاول پور میں جہاں وہ اول مدرس عربی تھا، واقعہ شوال ۱۳۰۶ھ فقیر کان اللہ لہٗ نے بغرضِ اعلائے کلمۃ اللہ مناظرہ کیا تھا کہ یہ مسائل سخت غلط ہیں، جس پر بہ تجویز حضرت صاحب شیخ المشائخ حاجی الحرمین المحترمین مقبول رب المشرقین والمغربین مولانا خواجہ غلام فرید مدظلہ بالفیض المزید سجادہ نشیں چاچڑاں شریف جو حَکم تھے فتویٰ شائع ہوا تھا کہ مؤلف مذکور مع اپنے معاونین کے وہابی، اہل سنت سے خارج ہیں۔ تب انھوں نے کئی پرچوں اور اخبارات میں درج کرایا کہ ہم اس مباحثہ میں غالب رہے، جس کے جواب میں فقیر نے اخبار ریاست میں شائع کرایا تھا کہ اگر وہ فیصلہ منظور نہیں تو آئیے مکہ مکرمہ میں مولانا رحمۃ اللہ صاحب جن کی کمال تعریف آپ کے براہین میں مکرر درج ہے اور نیز حاجی امداد اللہ صاحب آپ کے پیر و مرشدِ برحق، اُن کو منصف ٹھہرا کر فیصلہ کر لیجیے، ورنہ مباہلہ کرلیں۔ اس پر وہ ایک پرچہ اخبار میں بجائے مباہلہ، مقاتلہ پر مستعد ہوئے تھے۔ چوں کہ فقیر کا مقاتلہ غیر ممکن تھا منتقم حقیقی نے ریاستِ موصوفہ کی معزز جمعیت سے مؤلف مذکور کی کمال مذلّت سے، استیصال فرمائی، الحق۔　　　　ہر عمل اجرے و ہر کار سزائے دارد

پھر جمادی الاخریٰ ۱۳۰۷ھ میں فقیر بعزم حج جب وارد بمبئی ہوا تو وہاں سے تحریرات

مناظرہ کا اُردو سے عربی میں ترجمہ کرنا شروع کردیا، چناں چہ واقعہ ذی قعدہ مکہ معظّمہ میں اُن کا جواب الجواب پورا ہوکر، مولانا رحمت اللہ صاحب کی خدمت میں پیش ہوا۔ انھوں نے احقاقِ حق کی نظر سے اس کی تصحیح فرمائی اور حاجی امداد اللہ صاحب نے بھی اس کی تصدیق کی اور باستثنا سوال و جواب قبائح مفتیانِ حرمین شریفین چھ پہلے مسائل کے جواب الجواب پر حضرات مفتیان ومدرّسان موصوف کی تصدیق ہوگئی۔

الغرض حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خاص عنایت سے جس پر واقعۂ رویاے سفرِ مدینہ منورہ[1] شاہد ہے۔ مختصر حال اس رویا کا کتاب ہٰذا کے صفحات آئندہ میں درج ہے۔ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ میں یہ کتاب مبارک مکمل ہوگئی۔

واقعۂ سلطان بایزید خاں مرحوم ۹۰۱ھ کی مجلس میں مولانا علی عربی سے ابن الخطیب رومی نے کذبِ الٰہی کے امتناع بالغیر میں بحث کرکے، اخیر میں رسالہ امتناع ذاتی کے اثبات میں لکھا اور سلطانِ وقت کو خوش کیا تھا۔ "كذا في كشف الظنون"۔ اب اس فقیر نے احکم الحاکمین عز وجل، اور حضور سید المرسلین علیه و علیٰ اخوانه و عترته الصلوٰة والسلام اجمعین، کے خوش کرنے کو یہ تالیف کی۔

اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم. حامداً و مصلياً و مسلماً أولاً و اٰخراً.

(1) واقعۂ رویاے سفرِ مدینہ منورہ: یعنی سفرِ مدینہ منورہ کے خواب کا واقعہ۔ (نفیس احمد مصباحی)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سبحان الملک القدوس   سبحان الحلیم الکریم

الحمد للّٰہ رب العالمین حمداً یُوافي نعمه ویکافي مزید کرمه. اللّٰهم صل وسلم علیٰ سیدنا محمد النبي و أزواجه أمهات المؤمنین و ذریته و أهل بیته کما صلیت علیٰ إبراهیم و علیٰ اٰل ابراهیم إنك حمیدٌ مجید. اللهم أنزله المقعد المقرب عندك یوم القیٰمة. اللّٰهم انفعنني بما علمتني و علمني بما ینفعني وزدني علماً. (1) اللّٰهم إني أعوذبك عن الأربع من علم لا ینفع و من قلب لا یخشع و من نفس لا تشبع و من دعآء لا یسمع، و جزی اللّٰه تعالیٰ عنّا سیدنا محمداً صلی اللّٰه علیه وعلیٰ عترته کلما ذکره الذاکرون و غفل عن ذکره الغافلون. والحمد للّٰه علیٰ کلِ حالٍ وّ أعوذ باللّٰهِ من حال أهل النار.

امابعد! الحمدوالصلوٰۃ، واضح ہوکہ مجلس مولود شریف کے بعض منکرین نے علماے غیرمقلدین سے یہ سوال کیا۔

(1) ابن صِلاح در امالي خود از محمد بن المنذر روایت کردہ کہ حضرت آدم علیہ السلام در جناب الٰہی عرض کرد کہ بارِ خدایا من می خواستم کہ انفاسِ عمرِ من ہمہ در حمد و تسبیح تو بگزرد، لاکن تو مرا مشغول فرمودی بکسب دست کہ زراعت و حرفت می کنم پس مرا چیزے تعلیم فرما کہ جامع حمد و تسبیح جمیع خلائق باشد، حق تعالیٰ وحی فرستاد کہ وقتِ صبح و شام ایں کلمات را سہ بار بگو کہ ایں شامل جمیع اقسام حمد و تسبیح اند

(تفسیر عزیزی)

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی و مدحتِ حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایسی ہیئت سے کہ جس مجلس میں مردان خوش الحان گانے والے ہوں، اور زیب و زینت و شیرینی و روشنی ہائے کثیرہ اور رسولِ مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مخاطب و حاضر ہوں، جائز ہے یا نہیں؟ اور قیام وقتِ ذکرِ ولادت جائز ہے یا نہیں؟ (1) نیز بروز عیدین و پنج شنبہ وغیرہ کے، آب و طعام سامنے رکھ کر اُس پر فاتحہ وغیرہ ہاتھ اٹھا کر پڑھنا اور اس کا ثواب اموات کو پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز بروز سوم میت کے لوگوں کو جمع کر کے قرآن خوانی اور بھونے ہوئے چنوں پر کلمۂ طیبہ مع پنج آیات پڑھنا اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا بالحدیث نبوی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔"

یہ عبارت انوارِ ساطعہ مطبوعہ حاشیہ براہین قاطعہ کے صفحہ ۸، ۹ سے منقول ہے، پھر اسی رسالہ کے صفحہ ۲۳ کے حاشیہ پر منقول ہے کہ جواب اس کا تین غیر مقلدین دہلی نے یوں دیا کہ:

"انعقادِ محفل میلاد اور قیام وقتِ ذکرِ پیدائش آں حضرت صلعم (2) کے قرون ثلثہ سے ثابت نہیں ہوا، پس یہ بدعت ہے اور علیٰ ہذا القیاس بروز عیدین و پنج شنبہ وغیرہ میں فاتحہ مرسومہ ہاتھ اٹھا کر پایا نہیں گیا۔ الیٰ قولہ۔ خلاصہ یہ کہ بدعات و مخترعات وغیرہ ناپسند شرعیہ ہیں۔" انتہیٰ۔

اور مدرسہ دیوبند کے مدرس اور واعظ وغیر ہما نے اس جواب کی حقیقت پر مہر کر دی جیسا کہ صفحہ ۲۴، ۱۲۶ اسی رسالہ کے حاشیہ میں ہے، پھر صفحہ ۵۴، ۵۵ کے حاشیہ پر مولوی رشید احمد گنگوہی کی عبارت تصحیح میں اُس جواب کے یوں نقل کی ہے:

"ایسی مجلس ناجائز ہے اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے اور خطاب جناب فخر دو عالم علیہ السلام کو کرنا، اگر حاضر و ناظر جان کر کرے تو کفر ہے۔ ایسی مجلس میں شریک ہونا ناجائز ہے اور فاتحہ بھی خلافِ سنت ہے اور سوم بھی کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہیں، البتہ اموات کو ثواب پہنچانا بلا

(1) اور حاضر ہونا مفتیان کا ایسی مجلس میں جائز ہے یا نہیں؟ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(2) درود کا اختصار بے سعادتی ہے، جیسا کہ اپنے محل میں مبرہن ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

قید رواہے، اس کا مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔" رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

پس یہ فتویٰ مطبع ہاشمی میرٹھ میں جب چھپ کر بارہا شائع ہوا تو مولوی عبدالسمیع رام پوری نے اس کے رد میں رسالہ "انوارِ ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ" لکھا اور سائل نے جو مجلس مولود میں امردانِ خوش الحان کا پڑھنا ہی لکھا ہے تو اس کا بہتان ہونا ثابت کیا۔ کیوں کہ دہلی میں چند علما جو مولود پڑھتے ہیں جن کے نام ظاہر کیے، پھر اخیر میں درج کیا کہ ہاں بعض مجلسوں میں بعد فراغت قاری مولود کے جو علماے اعیان سے ہوتے ہیں، کوئی خوش آواز لڑکا بھی کوئی مدح وغیرہ پڑھ دیتا ہے اور اس کا اثبات واضح طور پر بیان کیا ہے اور تجمل وغیرہ کے دلائل بہ احسن وجوہ ذکر کیے ہیں، پھر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی تحریر کے جواب میں یوں لکھا ہے کہ اس عبارت کی رکاکتِ مبانی و سخافتِ معانی [1] دل میں شبہہ ڈالتی ہے کہ یہ کلام مولوی رشید احمد صاحب کا نہیں ہوگا۔ انتہیٰ بلفظہ۔

پھر وجوہِ جواب میں یہ بھی لکھا کہ ان کے مرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکہ معظّمہ مولود کی مجلسوں میں شامل اور شریک ہوتے ہیں اور جب ہند میں تھے تو اپنے نعتیہ اشعار میں آں حضرت ﷺ کو مخاطب کرتے اور حضور سے مدد مانگتے رہتے تھے، ایسا ہی ان کے استاد شاہ عبد الغنی صاحب مہاجر مدینہ منورہ نے اپنی بعض تصانیف میں جوازِ مجلس میلاد کا فتویٰ دیا ہے۔

الغرض صاحبِ انوارِ ساطعہ نے اس بارے میں مولوی رشید احمد کے مرشدوں اور استادوں سے معتبر نقلیں لکھی ہیں اور مولود اور فاتحہ کے اثبات میں عمدہ بیان کیا ہے۔ پس یہ رسالہ جب چھپ کر شائع ہوا تو گنگوہی صاحب اور ان کے مرید شاگردوں پر سخت ناگوار گزرا، تب انھوں نے صاحبِ انوار کی کمال تشنیع کی۔ کیوں کہ یہ لوگ مولوی گنگوہی صاحب کے اقوال کو وحیِ الٰہی کی طرف خطا و زُلل [2] سے محفوظ جانتے ہیں۔ پس انوار ساطعہ کے رد میں کئی

(1) رکاکتِ مبانی: الفاظ کا پھسپھسا ہونا۔ "سخافتِ معانی": معانی کا ہلکا پن۔ (نفیس احمد مصباحی)
(2) خطا و زُلل: یعنی غلطی اور لغزش۔

رسائل تحریر کیے اور اپنے زعم میں اس کے ابطال میں بہت دلائل لائے۔من جملہ ان کے رسالہ ”براہین قاطعہ علیٰ ظلام الانوار الساطعہ“ ہے،جس گنگوہی صاحب کے قرابتی اور شاگرد اورمرید مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے تالیف کیا اور اول سے آخر تک جمیع اقوال انوار ساطعہ کو بہت شدت سے رد کیا، خواہ اس نے محض نصیحت ہی کی تھی یا صریح صحیح بات لکھی تھی۔ جس کو اس میں شک ہو تو براہین کے پہلے قول میں دیکھ لے کہ اس کا مؤلف باری تعالیٰ کے امکانِ کذب کا قائل ہوا ہے۔ حالاں کہ قرآن مجید سے حق سبحانہ کا اصدق الصادقین[1] ہونا ثابت ہے۔ اور حضور سرورِ عالم ﷺ کے امکانِ نظیر کا بھی قائل ہے اور آپ بحکمِ قرآن مبین خاتم النبیین ہیں اور دوسرے قول میں آں حضرت علیہ السلام کے ساتھ جمیع بنی آدم کو بشریت میں برابر لکھ دیا ہے اور پُرظاہر[2] ہے کہ جملہ بنی آدم میں کفار، گناہ گار اور چوہڑے چمار بھی داخل ہیں اور تیسرے قول میں دعویٰ ہے کہ بلا ریب جمیع بنی آدم، آں حضرت ﷺ کی بشریت میں بھائی ہیں اور قرآن مجید ناطق ہے کہ آپ کی ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ”النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم و هو اب لهم“ جیسا کہ مدارک وغیرہ میں ہے اور تفسیر تبصیر الرحمٰن وغیرہ میں ہے کہ آپ کی ابوت، حرمت یعنی تعظیم میں مقتضیٰ ابوت حقیقی کے ہے۔ انتہیٰ

پھر صاحبِ براہین نے لکھا ہے کہ حضور سرورِ دوعالم ﷺ کا علم شیطان لعین کے علم سے کم تر ہے حالاں کہ باتفاق اہلِ علم ویقین، آپ عالمِ علوم الاولین والآخرین[3] ہیں۔ پھر براہین والے نے اپنے مرشد رشید احمد سے نقل کیا ہے کہ مجلس مولود بدعت ہے اور تعظیم کے لیے کھڑا ہونا بھی بدعت و حرام بلکہ کفر ہے اور یہ مجلس مولود جنم کنھیا سے مشابہ ہے جو کفار ہنود کا فعل ہے، بلکہ مسلمان مولود کرنے والے کفار ہنود سے بھی بدتر ہیں۔

(1) اصدق الصادقین ہونا: سب سے زیادہ سچا ہونا۔

(2) پُرظاہر: بالکل ظاہر۔

(3) عالم علوم الاولین والآخرین: اگلوں اور پچھلوں کے علوم کو جاننے والے۔ (نفیس احمد مصباحی)

یہ رشید احمد کے مقولے ہیں، سو پناہ بخدا، ایسے قولِ مردود اور قائلِ مطرود سے! اور براہین والے نے بھی تصریح کی ہے کہ مجلس مولود کے جائز رکھنے والے علما بھی اور فاسق وفسادی ہیں۔ الغرض اس کے قلم سے نہ خدا چھوٹا ہے، نہ رسولِ اکرم اور نہ علمائے راسخین، جیسا کہ اس کے اقوال کے بعینہ مطالعہ سے ناظرین کو یقین آجائے گا جو عنقریب منقول ہوں گے۔

اور یہ خلیل احمد، براہین قاطعہ کا مولف مدرسہ عربیہ ریاست بہاول پور میں اول مدرس[1] اور اکابر علما میں سے تھا فقیر کاتب الحروف بھی اس سے محبت للّٰہی رکھتا تھا؛ کیوں کہ اسے علمائے اہلِ سنت سے خیال کرتا تھا۔ مگر جب فقیر کاتب الحروف ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ میں بغرض تحسین امور دین، ریاست مذکور میں وارد ہوا اور رسالہ براہین قاطعہ دیکھا تو وہ مدت کی محبت سخت عداوت سے مبدل ہو گئی اور جب اس رسالہ کے اخیر میں رشید احمد گنگوہی کی تصدیق دیکھی جو اس نے بڑی شد مد سے کی ہے اور اس رسالہ کو ملقب "الدلائل الواضحه عليٰ كراهة المروج من المولود والفاتحه" ملقب کیا ہے اور اس کے مولف کو اقسامِ دعا و ثنا سے یاد فرمایا ہے اور نیز ابتدا میں یعنی لوح پر درج ہے کہ "بامر جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مطبع ہاشمی میں مطبوع ہوا" تب فقیر کو مولوی فیض الحسن صاحب مرحوم سہارن پوری کے قول کی تصدیق ہوئی جو انھوں نے، ان کے حق میں عربی اخبار لاہور میں لکھا تھا کہ "اس کا نام رشید ہے اور کام غیر رشید ہے" پس فقیر نے براہین کو دیکھ کر، بعض اعیان ریاست بہاول پور کو اس کے مضامین کی قباحت پر مطلع کیا اور یہ خبر والیِ ریاست[2] موصوفہ اصلح اللّٰہ تعالیٰ حالنا و حاله و احسن مألنا و مأله تک پہنچی اور تجویز ہوئی کہ حضرت صاحب چاچڑاں شریف یعنی ان کے مرشد حاجی صاحب شیخ المشائخ مولانا شیخ غلام فرید صاحب سلمہ اللہ الحمید جب سفر اجمیر شریف سے واپس تشریف لائیں تو انھیں حکم (منصف) بنایا جائے اور ان کے روبرو براہین کے مطالب کی تحقیق کے واسطے مناظرہ ہو۔

(1) اول مدرس: صدر مدرس، پرنسپل۔
(2) نواب سر صادق محمد خاں صاحب۔ (نفیس احمد مصباحی)

اس فرصت میں فقیر اپنے وطن کو آیا اور براہین کے اقوال مردودہ کے رد میں ایک رسالہ لکھا اور علماے پنجاب کی خدمت میں پیش کر کے مشاہیر علماے لاہور اور امرتسر سے تصدیق کرایا، پھر ابتداے رمضان المبارک میں حسب الطلب مناظرہ کے لیے فقیر ریاست بہاول پور میں وارد ہوا اور خلیل احمد جو رخصت پر تھا، اپنے ہم مشرب علما کو لے کر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بہاول پور میں وارد ہوا جن کے نام یہ ہیں:

۱-مولوی محمود حسن، مدرس مدرسہ دیوبند -۲-مولوی صدیق احمد مقیم ریاست مالیرکوٹلہ -۳-مولوی محمد مراد و مولوی عبد الحق قاضی پور -۴- مولوی جمیعت علی مدرس فارسی، بھاول پور۔

اور حضرات علماے اہلِ سنت سے -۱-مولوی سلطان محمود تلہری والے -۲-مولوی عبد الرشید مدرس مدرسہ صاحب السیر علیہ الرحمہ -۳-مولوی عمر بخش -۴-مولوی غلام نبی اور -۵-مولوی الٰہ بخش صاحبان کو بغرض تحقیق حق بلوایا اور رمضان المبارک میں شدت گرمی کے سبب مجلس مناظرہ کا انعقاد عیدِ سعید کے بعد قرار پایا۔ پس تین شوال کو حضرت صاحب کے مقام فرودگاہ پر، اراکین ریاست بہاول پور، جمیع علما و شرفا و غیرہم جمع ہوئے تو فقیر راقم الحروف نے محض تائید دینِ متین کی غرض سے چند اعتراضات، مسائلِ براہین قاطعہ پر عرض کیے اور اول سے آخر تک پڑھ سنائے، جو بجنسہٖ منقول ہوتے ہیں۔

پہلا اعتراض

امکانِ کذب باری تعالیٰ (دیوبندی عقیدہ)

انوارِ ساطعہ کی ابتدا میں اسلام کے ضعف پر افسوس کر کے لکھا ہے کہ "کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ جناب باری عزاسمہ جس کی شان عالی یہ ہے: "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا"(1) اس کا امکانِ کذب کا دھبہ لگاتا ہے۔" انتہیٰ۔

براہین قاطعہ کے صفحہ ۳ر میں اس کی تردید یوں کی ہے:

"امکانِ کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا، بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں؟ چناں چہ ردِ مختار میں ہے:"هل يجوز الخلف في الوعيد الخ" اور ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے، پس اِس پر طعن کرنا مولف کا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے اور امکانِ کذب خلف وعید کی فرع ہے۔" انتهىٰ ملتقطاً۔

اس پر خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کو خلفِ وعید کی فرع بتانا عوامِ اہلِ اسلام کو دھوکا دینا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ بَراہین والے کا خود عقیدہ یہی ہے اور یہی عقیدہ بعینہٖ وہابیوں کا ہے۔ چناں چہ رسالہ جامع الشواہد میں درج ہے:

"پہلا عقیدہ وہابیوں کا یہ ہے کہ خدائے پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے، چناں چہ کتاب صیانۃ الایمان مطبوعہ مراد آباد مصنفہ مولوی شہود الحق شاگرد مولوی نذیر حسین کے صفحہ ۵ر میں

(1) پارہ:۵، النساء:۴، آیت:۸۷

مندرج ہے۔" انتھیٰ بلفظه.

اور ایسا ہی اِس رسالہ میں چند عقائد و اعمال اُن کے ذکر کر کے آخر میں چھپن (۵۶) علمائے ہندوستان کے اتفاق سے لکھا ہے کہ بعضے یہ عقائد وغیرہ کفر ہیں۔ بعضے فسق و بدعت ہیں اور ہند و پنجاب میں یہ رسالہ مکرر چھپ کر شائع ہوا ہے اور فخر رازی نے جو علمائے علم کلام کا امام ہے، تفسیر کبیر کے کئی مقامات میں تصریح کی ہے کہ:

"بعضے معتزلہ خلف وعید فساق کے منکر ہوئے ہیں کہ اس کو اپنے زعم میں امکان کذب باری تعالیٰ جانتے ہیں اور اہلِ سنت نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ وعید فساق قطعی نہیں ہے، بلکہ عدم عفو سے مشروط ہے، ہمارے نزدیک، جیسا کہ عدمِ عفو، عدمِ توبہ سے مشروط ہے بالاتفاق۔"(1)

یہ ترجمہ خلاصہ عبارت تفسیر کبیر کا ہے۔ سورہ آلِ عمران کی آیت: "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ"(2) کے نیچے سے، پھر سورۂ رعد میں امام رازی لکھتے ہیں کہ:

"ہم خلفِ وعید کے قائل نہیں، لیکن عمومِ وعید کو آیاتِ عفو سے تخصیص کرتے ہیں۔" انتھیٰ مترجماً(3)

اور قاضی بیضاوی اور مفتی ابوالسعود اپنی تفسیروں میں آیتِ مرقومہ بالا کے نیچے لائے ہیں کہ وعید یعنی معتزلہ اس سے یہ دلیل پکڑتے ہیں اور اہل سنت سے اس کا جواب یہ ہے کہ

(1) إن بعض المعتزلة أنكر وأخلف وعيد الفساق راعمين كذبه تعالىٰ وأجاب أهل السنة بأن وعيدات الفساق ليست قطعية بل مشروطة بعدم العفو عندنا كمشروطية عدم العفو بعدم التوبة إتفاقا.[تفسير كبير،ج:٤، ص:١٥٩]

(2) پارہ:٣، آلِ عمران:٣، آیت:٩

(3) ونحن لا نقول بالخلف ولكن نخصص عموم الوعيد بالآيات الدالة علىٰ العفو. انتهىٰ [تفسير كبير، ج:١٠، ص:٤٤]

وعیدِ فساق عدم عفو کے ساتھ مشروط ہے علاحدہ دلائل کی رو سے، چناں چہ عدمِ عفو، عدمِ توبہ سے مشروط ہے بالاتفاق۔[1] انتہیٰ۔

اور شرح مواقف میں ہے آٹھواں مقصد اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہ بخش دیتا ہے، اِس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے، اور اس کی بخشش کافروں کے حق میں نہیں ہے بلکہ مومنوں کے حق میں ہے۔[2] انتہیٰ

مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی، اول مدرس مدرسہ یونیورسٹی لاہور[3] نے لکھا کہ ”مؤلف براہین اور اس کے حواریین نے امکان کذب باری تعالیٰ کی دلیل میں شرح مواقف مطبوعہ نول کشور کے صفحہ ۷۰۹ر سے یہ عبارت مجھ کو دکھلائی تو میں نے کہا کہ اس کا جواب مسلم الثبوت میں موجود ہے اور میرے نزدیک امکانِ کذب باری تعالیٰ کا قائل اہل سنت سے خارج ہے۔“ انتہیٰ ملخصًا۔

اور فقیر کہتا ہے: کہ شارح مواقف نے بہت مقامات پر تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کذب بالاتفاق ممتنع ہے اور کذب نقص ہے اور نقص خدا پر بالاجماع محال ہے اور جب کذب خدا

(1) وقال القاضي البيضاوي والمفتي أبو السعود في تفسير يهما واستدل به وأجب بأن وعيد الفساق مشروط بعدم العفو بدلائل مفصلة كما هو مشروط بعدم التوبة بدلائل مفصلة كما هو مشروط بعدم التوبة وفاقا. انتهىٰ [تفسير بيضاوي، ج:٢، ص:١١/ تفسير أبو السعود، ج:١، ص:٩، ١٠]

(2) وفي شرح المواقف: المقصد الثامن في أن الله تعالىٰ يعفو عن الكبائر الإجماع منعقد على أنه تعالىٰ عفو، وإن عفوه ليس في حق الكافر بل في حق المؤمنين، انتهىٰ [شرح المواقف، المرصد الثاني، المقصد الثامن: إن الله يعفو عن الكبائر، ج:٤، جز:٨، ص:٣٤]

(3) یعنی اورینٹل کالج لاہور۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

پر ممتنع ہوا تو واجب ہے کہ اس کا کلام صادق ہو۔ انتہٰی

اور پھر آخر شرح مواقف کے عقائد اہل السنۃ کے بیان میں لکھا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ پر حرکت، سکون، انتقال، جہل، کذب وغیرہ صفاتِ نقص صحیح نہیں ہیں، بخلاف اس کے جو حق تعالیٰ پر ان کو تجویز کرتا ہے، جیسا کہ پیش تر گزرا ہے۔"(1) انتہٰی

اور اوپر گمراہ فرقوں کے ذکر میں معتزلہ کے راہب ابو موسیٰ عیسیٰ بن صبیح سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے:

"اللہ تعالیٰ کذب وظلم پر قادر ہے، اگر کرے تو خدا کاذب ظالم ہوگا، خدا اس سے بہت بلند ہے جو اس نے کہا۔"

پس شرح مواقف کی اِن تصریحات پر مطلع ہو کر کوئی دین دار نہیں کہہ سکتا کہ امکانِ کذب

(1) بأنه يمتنع عليه الكذب إتفاقا و أنه نقص والنقص على الله محال إجماعاً وإذا امتنع عليه الكذب وجب يكون كلامه صدقا. إنتهىٰ [شرح مواقف المرصد الرابع، المقصد السابع فى أنه تعالىٰ متكلم، ج:٤، ص:١١٤، ٥، ٦ ملخصاً]

ثم قال آخر الكتاب في بيان عقائد أهل السنة ولا يصح عليه الحركة والسكون، الإنتقال ولا الجهل ولا الكذب ولا شئ من صفات النقص خلافا لمن جوزها عليه كما تقدم إنتهىٰ.[شرح مواقف: خاتمه للمرصد الرابع، بيان عقائد فرقه ناجيه، ص:٤٣١، ج:٤]

ونقل فيما تقدم فى ذكر الفرق الضالة من راهب المعتزلة ابى موسىٰ عيسىٰ ابن صبيح أنه قال الله تعالىٰ قادر على أن يكذب ويظلم ولو فعل لكان الٰها كاذباً ظالماً تعالىٰ الله عما قاله علواً كبيراً. إنتهىٰ [شرح مواقف: خاتمه للمرصد الرابع، بيان عقائد معتزلة (عقائد مزدارية) ج:٤، جز:٨، ص:٤١٣]

باری تعالیٰ بموجب مذہب اہلِ سنت کے شرح مواقف کی عبارت سے ثابت ہے، کیوں کر ایسا ہوسکے، جب وہ عبارت بھی مقصد خامس فروع معتزلہ میں واقع ہے جو ان کے اصل پر مبنی ہیں کہ حسن اور قبح کاموں کا عقل کے حکم میں ہے اور باوصف اس کے علمائے اہلِ کلام نے اس عبارت کی اپنی تصانیف میں تاویل و تضعیف بھی کی ہے۔ پس صاحبِ براہین پر تعجب ہے کہ باوجود اس تصریح کے کہ عقائد، نصوص قطعیہ ہی سے ثابت ہوتے ہیں اور خبر آحاد اس میں کفایت نہیں کرتی، جیسا کہ صفحہ ۴۶، ۴۷، براہین میں لکھتا ہے، اس جگہ عبارت ضعیف اور استنباطِ سخیف سے عقیدۂ امکانِ کذب باری تعالیٰ ثابت کر رہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کذب سے پاک ہونا قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اور دینی کتابوں سے امکانِ کذب حق سبحانی و تعالیٰ شرعًا و عقلًا محال ثابت ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اور کون راست تر ہے خدا سے کلام میں“(1)، ”اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں“(2)، ”اور خدا کا کلام سچ ہے“(3)، اور انبیائے کرام سے بطریق تواتر روایات ہیں کہ حق تعالیٰ سچا ہے اور خود حق تعالیٰ نے کذب کی قباحت میں فرمایا ہے ”پس لعنت کریں خدا کی جھوٹوں پر“(4)۔ چناں چہ امکانِ کذب باری تعالیٰ کا محال ہونا عقلًا و شرعًا ثابت ہوا۔ اس لیے کہ کذب برا اور نقصان دہ ہے اور حق تعالیٰ سب عیبوں سے پاک اور سبحان ہے۔

امام علم کلام اپنی تفسیر کبیر میں آیت اخیر سورہ یوسف ” وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا“(5) (گمان کیا کہ وہ جھٹلائے گئے) کے نیچے لکھتے ہیں کہ:

”خدا تعالیٰ پر جھوٹ کا گمان کرنا مسلمان کو روا نہیں بلکہ اس سے دائرۂ ایمان سے نکل

(1) وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ [پارہ:۵، النساء:۴، آیت:۱۲۲]

(2) وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ [پارہ:۸، الانعام:۶، آیت:۱۴۶]

(3) قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ [پارہ:۷، الانعام:۶، آیت:۷۳]

(4) لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ [پارہ:۳، آلِ عمران:۳، آیت:۶۱]

(5) پارہ: ۱۳، یوسف، آیت: ۱۱۰

جاتا ہے۔" اھ (1)

اور وجہِ اول میں ظن کے معنٰی وہم کے تحریر کرتے ہیں اور نیز اسی تفسیر کبیر میں ہے کہ جب حق تعالیٰ پر خبر میں خلاف کی تجویز کی جائے تو یہ خدا پر کذب کو روا رکھنا ہے، پس یہ بڑا گناہ ہے، بلکہ کفر کے قریب ہے۔ (2)

شرح فقہ اکبر وغیرہ میں ہے کہ باری تعالیٰ کا کذب محال ہے، اور شرح عقائد جلالی میں ہے کہ "محال کا امکان بھی محال ہے"۔ (3)

فتاویٰ عالم گیریہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نالائق کے ساتھ وصف کرنا یا نقصان سے نسبت کرنا کفر ہے۔ (4)

اور کفار اپنے جھوٹے خداؤں کو جھوٹ سے موصوف نہیں کرتے اور اس سے بہت ہی دور رہتے ہیں، اور یہاں علمائے اسلام اپنے سچے معبودِ حق کو اپنے خراب رسالوں میں امکانِ کذب سے وصف کر کے چھپواتے ہیں؟ اور وہ ذرہ بھر بھی نہیں شرماتے ہیں۔ بے شک

(1) تفسیر کبیر، ج:۹، ص:۱۸۱

(2) وأيضاً في التفسير الكبير فإذا جوز على الله الخلف فيه (أي في الخبر) فقد جوز الكذب على الله وهذا خطأ عظيم بل يقرب من أن يكون كفراً.

[تفسير كبير، ج:۱۰، ص:۱۹۰]

(3) وفي شرح الفقه الأكبر وغيره: والكذب عليه تعالىٰ محال. انتهىٰ

[بحث : لم يزل ولا يزال بأسمائه وصفاته، :۸۷]

(4) وفي الفتاوىٰ الهندية: يكفر إذا وصف الله تعالىٰ بمالا يليق به أو نسبه إلى النقص إنتهىٰ ملخصاً. [فتاوىٰ عالمگيري، باب: موجبات الكفر أنواع منها ما يتعلق بالإيمان والإسلام، ج:۲، ص:۲۵۸]

یہ لوگ خداے پاک پر دین کے دشمنوں کی زباں درازی کراتے ہیں۔

یہ تھا پہلا اعتراض۔ من جملہ سات اعتراض مجموعی کے جو حکم کے پاس مجلسِ مناظرہ میں چنداوراق پر لکھ کر پیش کیے گئے تھے۔ اس پر مولف براہین نے اپنے حواریوں کی امداد سے بہت سے اوراق میں اس کا جواب لکھا اور فقیر کو سخت بدگوئی سے یاد کیا۔ فقیر نے دل وجان سے حمدِ حق تعالیٰ ادا کی کہ یہ مسکین حضورِ رب العالمین اور حضرت سید المرسلین اور علماے ربانیین کی سلک میں منسلک ہوا۔ کیا معنیٰ؟ کہ مولوی گنگوہی اور انبیٹھوی اور ان سب کے ہم مشربوں کے مطعون تو یہ تینوں حضرات ہیں، پس اس فقیر کو مبارک ہو کہ اُن بزرگوار کے ضمن میں داخل کیا گیا ہے۔ ہر چند وہ اوراق جواب اجمالی و تفصیلی کے اعتراضات کی طرح مجموعہ تھے، مگر پہلے جوابِ تفصیلی اعتراضِ اول کا پورا نقل کرکے پھر اس کی تردید کرنا مناسب ہے اور ایسا ہی ہر اعتراض کو مع جواب اور جواب الجواب کے لکھنا بہتر ہے۔ تاکہ قارئین ترتیب وار انھیں ملاحظہ کریں۔ اور تشویش میں نہ پڑیں۔

چناں چہ اب یہاں فقیر خلاصہ تفصیلی جواب کا عربی میں ترجمہ کرتا ہے۔ اور مولیٰ معین سے مدد چاہتا ہے۔ صاحب براہین اور اس کے "چاروں معین" جوابِ تفصیلی میں صاحبِ براہین کہتے ہیں:

کہ "رسالہ انوار ساطعہ میں جو پیچھے ذکر کرنے آیت " وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ﴿۸۷﴾ "(1) کے مطلق امکانِ کذب باری تعالیٰ کے قائل پر طعن کیا ہے اور برا جانا ہے۔ چوں کہ یہ طعن بعض صورتوں میں اکابر اہل سنت کی طرف راجع ہوتا تھا تو براہین میں اس کا جواب یہ دیا گیا کہ "ان وقتوں میں تو کوئی امکانِ کذب باری تعالیٰ کا قائل نہیں ہے۔ بلکہ قدما میں خلف وعید کے بارے میں اختلاف ہوا ہے، جیسا کہ ردّ المحتار سے ثابت ہے کہ اشاعرہ خلفِ وعید کے جواز کے قائل ہیں تو فی الحقیقت یہ طعن اُن اشاعرہ پر ہوا جو جوازِ خلفِ وعید

(1) پارہ:۵، النساء:۴، آیت:۸۷

کے قائل ہیں۔ کیوں کہ اس خلفِ وعید میں کذب کا موجود ہونا بدیہی ہے۔ اس لیے کہ کذب اور خلف میں صرف لفظی فرق ہے اور معنیٰ میں دونوں ایک ہیں۔ پس امکانِ کذب باری تعالیٰ کے قائل پر طعن بعینہ خلف وعید کے قائل پر طعن ہے۔

حالاں کہ جس مسئلہ میں اکابر اہلِ سنت کا اختلاف ہو تو پچھلوں کو اُن میں سے کسی فریق پر طعن کرنا روا نہیں خصوصًا ایسا طعن جو اکابر اہلِ سنت سے کسی کی تکفیر تک نوبت پہنچائے تو صاحبِ براہین نے مولف انوار ساطعہ کا جہل ثابت کیا۔ اس پر مولوی قصوری نے بلا دلیل اور بے سمجھے یہ حکم لگا دیا کہ صاحبِ براہین باری تعالیٰ کے امکان کذب کا قائل ہے۔ حالاں کہ براہین سے یہ امر بالکل ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اور میرا[1] اعتقاد ہے کہ حق تعالیٰ سے وقوعِ کذب محال ہے۔ جیسکہ آیت " وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا ۰۰۸ " وغیرہا سے ثابت ہے اور کوئی عام مومنوں سے کیا، کافر بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کذب سے پاک نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو کذب سے پاک نہ جاننے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور میں نے براہین میں اس مسئلہ کے متعلق صرف دو دعوے کیے ہیں۔

پہلا یہ کہ یہ مسئلہ خلفِ وعید، قدما میں مختلف فیہ ہے۔ جملہ کتبِ کلامیہ میں اس کا ثبوت موجود ہے اور رد المحتار کی عبارت اس کے اثبات کے لیے کافی ہے۔ **دوسرا** دعویٰ یہ ہے کہ امکانِ کذب خلفِ وعید کے جواز کی فرع ہے اور اس میں داخل ہے اور یہ امر عقلِ سلیم کے سامنے بدیہی ہے۔ اس لیے صدق و کذب دونوں ضدیں ہیں جو جمع نہیں ہوتے۔ پس اگر کہا جائے کہ اس سے حق تعالیٰ پر نقص لازم آتا ہے اور یہ محال ہے تو اس کا جواب یہ ہے جو شرح مواقف اور رد المحتار سے منقول ہے کہ یہ نقص نہیں بلکہ جود و کرم ہے۔

اور میں[2] مسئلہ خلف وعید میں محققین اہل سنت کے مختار کا مُعتقد ہوں، جیسا کہ شرح عقائد میں لکھا ہے کہ محققین اُس کے خلاف پر ہیں اور مولوی قصوری نے جو یہ کہا ہے کہ

(1) مولف براہین۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(2) مولف براہین۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

براہین والا حق تعالیٰ کے امکانِ کذب کا معتقد ہے سو یہ کذب اور افترا ہے اس لیے کہ مولف براہین نے مسئلہ خلفِ وعید کے اختلاف کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ امکانِ کذب خلفِ وعید کی فرع ہے اور اسی قدر بیان سے اعتراض متعلق عبارت براہین سے فراغت حاصل ہوگئی ہے۔ لیکن بغرض تکمیل بحث اور اظہار اس بات کے کہ مولوی قصوری کذب کے مراتب سے نادان ہے اور یہ بھی نہیں جانتا کہ اہلِ سنت کے نزدیک ہر مرتبہ کا حکم کیا ہے؟ میں کچھ تھوڑا سا لکھتا ہوں کہ:

کذب یا مرتبہ صفات باری تعالیٰ میں ہوگا یا اخبار میں۔ پس مرتبہ صفات کا کذب تو بہر حال ممتنع بالذات ہے، اور کذب مرتبہ اخبار یا امکانِ عقلی یا امکانِ فعلی شئی ہے پس امکانِ کذب بمعنیٰ جوازِ شرعی صرف خلف وعید بعض گنہ گار مسلمانوں میں ہے، جیسے کہ بعض اشاعرہ کا مختار ہے چناں چہ ردالمحتار میں ہے اور امکانِ عقلی ممتنع لغیرہٖ قدرتِ الٰہی کے نیچے داخل ہے کیوں کہ ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہے اور ہر ممکن بالذات خُدا کی قدرت کے نیچے داخل ہے۔

اور دلیل اس کی یہ ہے کہ سب آدمیوں کا ایک مذہب پر اکٹھا ہونا خدا کے کذب کو لازم پکڑتا ہے بحکم اس آیت کے ''وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝'' (1) ''اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے''۔ پس محال اور خدا کی قدرت کے نیچے داخل نہ ہوا۔ اور اس آیت ''وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً'' (2) ''اگر خدا چاہے تو سب آدمیوں کو ایک ہی مذہب بنا دے۔'' سے صریحاً ثابت ہے کہ سب آدمیوں کا ایک مذہب پر جمع ہونا خدا کی قدرت میں داخل ہے اور نیز سب کا مسلمان بن جانا خدا کے کذب کو لازم پکڑتا ہے، بدلیل اس آیت کے ''اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝'' (3) ''ترجمہ: جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہوئی، وہ ایمان نہ لاویں گے''۔ اور اس آیتِ مبارکہ ''وَلَوْ

(1) پارہ:۱۲، ھود:۱۱، آیت:۱۱۸
(2) پارہ:۱۲، ھود:۱۱، آیت:۱۱۸
(3) پارہ:۱۱، یونس:۱۰، آیت:۹۶

شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا "(1) "ترجمہ: اگر تیرا رب چاہے تو سب لوگ مسلمان بن جائیں" سے باوجود استلزام کذب نص کے ثابت ہے کہ ایمان جمیع بنی آدم داخل قدرت و مشیت باری تعالیٰ ہے۔ اور نیز آیت "اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۠" (2) "ترجمہ: اللہ ہر شے پر قادر ہے"۔ سے جمیع اشیاے ممکنہ کا مقدور الٰہی ہونا ثابت ہے کیوں کہ ذات و صفاتِ الٰہی اور ممتنع لذاتہ اس آیت کے اطلاق سے خارج ہیں۔ اور سوا ان کے سارے ممکنات مقدور الٰہی ہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ کوئی ممکن بھی قدرتِ خدا کے نیچے داخل نہ ہو اور یہ بداہتہً غلط ہے۔ کیوں کہ مستلزم کذب نص ہے اور یہ امکانِ عقلی مذہب اہلِ سنت آفتاب نیم روز کی طرح ثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ حق تعالیٰ کو فاعل مختار اعتقاد کرتے ہیں اور اس پر کسی چیز کا واجب ہونا نہیں مانتے اور مومنوں کے ثواب کو "فضل" اور کفار کے عذاب کو "عدل" جانتے ہیں اور اگر اس کے بر خلاف اللہ تعالیٰ سب مومنوں کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل کردے اور سارے کفار کو ابدالاباد بہشتی بنادے تو یہ اس کی قدرت میں داخل ہے اور ممکن ہے حالاں کہ اس سے قرآن کی آیت کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔

مفتی صدر الدین رسالہ "اثبات نظیر فخر عالم" میں نقل کرتے ہیں کہ تفسیر نیشاپوری میں ہے "پھر ذکر کیا لازم ملک اور حکم کا اور فرمایا "یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ" بخشتا ہے جسے وہ چاہتا ہے اپنے فضل سے اگرچہ وہ شیطانوں اور فرعونوں سے ہو "وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ"(3) اور عذاب کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنی خدائی اور قدرت کے حکم سے اگرچہ وہ مقرب فرشتوں اور صدیقوں سے ہو، اور یہ سب کچھ حق تعالیٰ سے شرعًا و عقلاً زیبا ہے ورنہ کمالِ بادشاہت و حکم حاصل نہ ہوگا۔ مگر رحمت اور بخشش کی جانب غالب ہے۔ اس لیے کلام کو

(1) پارہ:۱۱، یونس:۱۰، آیت:۹۹
(2) پارہ: ۱، البقرۃ:۱، آیت:۲۰
(3) پارہ:۳، البقرۃ:۲، آیت:۲۸٤

آیت ''وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ''[1] سے ختم کیا ہے، یہ اشاعرہ کا قول ہے۔

کفایہ میں ہے کہ یہ مذہب ہے اشاعرہ کا اور ایسا ہی اُن کے نزدیک مومنوں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا اور کافروں کا بہشت میں روا ہے۔ مگر قرآن میں ہے کہ حق تعالیٰ ایسا نہ کرے گا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ ''[2] (میرے نزدیک بات نہیں بدلتی)۔ ''وَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ''[3] (اور خدا کا وعدہ سچا ہے)۔ ''وَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۳۰''[4] (اور خدا وعدہ خلاف نہیں کرتا ہے)۔ امام نے کہا ہے۔ کہ بندے کا کام حق تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں کرتا ہے، نہ بندگی ثواب کو واجب کرتی ہے اور نہ گناہ عذاب کو لازم پکڑتا ہے بلکہ سب کچھ حق تعالیٰ کی خداوندی اور قدرت سے ہے، پس ہمارا دعویٰ صحیح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ سارے مقربوں کو عذاب کرنا چاہے تو بجا ہے، اور اگر سب فرعونوں اور شیطانوں پر رحم کرے تو زیبا ہے، اور آیت '' یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ''[5] اس پر دلالت کرتی ہے، اگر کوئی کہے کہ کیا خدا کافروں کو بخش دے گا اور فرشتوں اور انبیا کو عذاب کرے گا، تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ اگر خدا کسی کام کو چاہے تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہے اور اس کا یہ مقتضا نہیں ہے کہ خدا ایسا کرے گا اور یہ بات بہت ظاہر ہے۔

اس منقول کے رو سے مولوی قصوری پر لازم ہے کہ مفتی صدر الدین اور تفسیر نیشا پوری والے اور صاحب خلاصہ بلکہ جمیع اشاعرہ کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیوے، کیوں کہ یہ سب باری تعالیٰ کے امکانِ کذب کے قائل ہیں، اور نیز انبیا و صدیقین کے دوزخی ہونے

(1) پارہ:٤، آل عمران:٣، آیت:١٢٩
(2) پارہ:٢٦، قٓ:٥٠، آیت:٢٩
(3) پارہ:١٢، ھود:١١، آیت:٤٥
(4) پارہ:١٣، الرعد:١٣، آیت:٤٣
(5) پارہ:٣، البقرۃ:٢، آیت:٢٨٤

کے امکان پر قائل ہیں۔ پس قصوری کو ضروری ہے کہ مذہب اشاعرہ سے بیزار ہو اور جمیع اہلِ سنت کی تکفیر پر جرأت کرے، اور اس امر کی تصریح علمائے ظاہر کے ہی کلام میں نہیں بلکہ اکابر اولیاء اللہ نے اس سے بدر جہا بڑھ کر لکھا ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری جن کی مدح اخبار اخیار میں ہے، اپنے مکتوبات کے مکتوب ۵۴ میں کہتے ہیں:

”اے بھائی جس کو ایسے جبار اور قہار سے معاملہ ہو کہ اگر بہشت کو دوزخ بنادے، اور دوزخ کو بہشت اور کعبہ سے کلیسا نکالے، اور مسجد سے بت خانہ بنائے اور فرشتوں سے لباس ملکی چھین لے، اور ناپاک شیطانوں کو فرشتوں کی پوشاک اور تاج قدس پہناوے۔ اور محمد خاتمِ رسالت اور عیسیٰ پاک دامن کے بیٹے کو اور یحییٰ کو جس نے کبھی گناہ نہیں کیا اور نہ گناہ کا خیال آیا ایک زنجیر میں باندھے اور ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈال دے، اور ان پر قہر کرے تو کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ اس کے دامنِ عدل پر ایک ذرہ غبارِ ظلم پڑتا ہے، تو اس شخص کو جائے قرار اور ایمنی کیوں کر ہوگی اور کیوں کر دعویٰ خود بینی کرسکتا ہے۔“ اھ (1)

دین دار اور منصف لوگ اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں کہ ہر لفظ شیخ کا کس طرح ممتنعات لغیرہا کو ممکن اور داخل تحت قدرت کر رہا ہے اور ہر فقرہ سے امکانِ کذب باری تعالیٰ ثبوت ہو رہا ہے، کیا آں حضرت و عیسیٰ و یحییٰ علیہم السلام کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا قدرت خداوندی میں ہونا، امکانِ کذب باری تعالیٰ کا مستلزم نہیں ہے تو مولوی قصوری کو ضروری ہے کہ حضرت شیخ کیا اکثر اولیاء اللہ کی تکفیر کا فتویٰ مشتہر کرے کہ جنھوں نے بڑے شد و مد سے عمومِ قدرت باری تعالیٰ کو بیان کیا ہے۔

اچھا اور لیجیے حضرت شاہ عبد العزیز نے تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھا ہے، تیسرا یہ کید ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ:

”اہلِ سنت حق تعالیٰ پر ظلم کی تجویز کرتے ہیں کہ اُن کا اعتقاد ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ بے گناہ بلکہ فرماں بردار مومن کو دوزخ میں ڈال دے اور اس کو ہمیشہ عذاب کرے تو روا ہے۔ مگر قرآن

(1) مکتوبات صدی، مکتوبات نمبر ۵۴، مزید کو رغبت دلانے کے بیان میں، ص: ۳۵۸۔

میں ہے کہ حق تعالیٰ ایسا نہ کرے گا اور اس مکر کا جواب اول معلوم ہو چکا ہے کہ باری تعالیٰ سے اہلِ سنت کے نزدیک ظلم ممکن نہیں؛ اس لیے کہ سب مخلوقات اُس کی پیدائش و مِلک ہیں جو چاہے کرے اور باوجود اس کے عذاب کا جائز رکھنا اور بات ہے اور عذاب کرنا اور بات ہے۔" اھ (1)

اور ظاہر ہے کہ فرماں بردار مومن کا ہمیشہ دوزخ میں رکھنا مولوی قصوری کے فہم پر باری تعالیٰ کے کذب کو لازم پکڑتا ہے، اور یہ نقص ہے تو اس کا دعویٰ بھی کفر ہوا تو صاحبِ تحفہ کی بھی تکفیر کریں۔ اب مولف انوار ساطعہ اور اس کے پشت پناہ مولوی قصوری اور تمام اُن کے ہم مذہب عبرت سے دیکھیں کہ جو طعن مطلق امکانِ کذب کے قائلوں پر کر رہے تھے اُس نے اکابر اہلِ سنت کی تکفیر تک نوبت پہنچائی۔ ہر چند ارادہ تھا کہ اس بحث کی خوب تفصیل کرتے مگر افسوس! عجلت زیادہ ہے اسی قدر قلیل پر اکتفا ہے، انشاء اللہ بشرط موقع دوسرے وقت اس کو بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

رہا یہ کہ مولوی صاحب قصوری نے اپنے دعویٰ کے دلائل میں مراتب کذب میں ہرگز امتیاز نہیں کی ہے، بعض آیات کا ابتدا میں ذکر آچکا ہے اور جو آیت "فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ" (2) اپنے استدلال میں لکھی ہے یہ بھی بے سوچے سمجھے لکھ ڈالی، یہ نہ سمجھے کہ صدق و صفت مشتق کے لیے وجود مبدأ اشتقاق ضروری ہے نہ امکان۔ ورنہ قصوری کے فہم موافق جملہ بنی آدم حتیٰ کہ معصومین پناہ بخدا آیت "فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ" کا مصداق ہوں۔ کیوں کہ جب اس وعید کا مدار مطلق امکان پر ٹھہرا اور امکانِ کذب جملہ بنی آدم میں ہے تو مصداق وعید جملہ بنی آدم ہوئے۔

اب قصوری صاحب ذرا سوچ کر دیکھیں کہ انبیا اور اولیا کو بھی مصداق اس آیت کا قرار

(1) تحفه اثنا عشريه، باب :دوم، فصل :دوم، در مكائد شيعه، كيدسوم، ص:۵۷

(2) پاره:۳، آلِ عمران:۳، آيت:۶۱

دیا، بُری فہمید سے، پناہِ خدا۔ اور کچھ جھوٹ پر ہی منحصر نہیں، بلکہ اکابر اولیا وغیرہ کو تمام گناہ کفر اور شرک اور زنا اور سرقہ وغیرہ پر قدرت ہے اور ان کے امکان میں داخل ہے، گو واقع نہ ہوں، تو اگر نفسِ امکان پر ہی وعیدات وارد ہیں تو یہ جملہ بزرگوار بھی مثلِ کفار داخلِ عمومِ وعید ہوں گے۔ اس سے مثلِ آفتابِ نیم روز ظاہر ہے کہ تمام بنی آدم توبہ توبہ ماخوذ و معذب ہوں گے۔ نعوذ باللّٰہ منه.

اور یہ جو دلیل بیان کی ہے کہ کذب قبیح اور نقص ہے۔ اور باری تعالیٰ سب نقصوں سے پاک ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ۔

اول: ہم نے مانا کہ جھوٹ قبیح و نقص ہے، لیکن امکانِ کذب کا قبیح اور نقص ہونا مسلّم نہیں، بلکہ کمالِ الوہیت اور شعبۂ عمومِ قدرت ہے، چناں چہ اوپر معلوم ہو چکا ہے، اگر آپ قبح و نقص کے مدّعی ہیں تو دلیل لائیے، ورنہ کچھ تو شرمائیے۔

ثانیاً: یہ دلیل مولانا قصوری کی ناواقفیت مذہب سے پیدا ہوئی ہے ورنہ فی الحقیقت اشاعرہ کے نزدیک خدا کی طرف سے کوئی چیز قبیح نہیں ہے۔ وہاں سب کمالات ہیں۔ شاہ عبد العزیز تحفہ میں لکھتے ہیں:

دوسرا کید، شیعہ کہتے ہیں: کہ اہل سنت قبائح کا ظاہر ہونا باری تعالیٰ سے جائز رکھتے ہیں، یعنی زنا اور چوری کو خدا کی پیدائش اور اس کے ارادہ سے جانتے ہیں، شیطان اور انسان کی طرف حوالہ نہیں کرتے ہیں اور یہ جائز رکھنا حق تعالیٰ کی کمالِ بے ادبی ہے۔ اور یہ نہیں جانتے کہ اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ جو کام بہ نسبت انسان و شیطان کے قبیح ہیں اور ان پر مواخذہ ہوتا ہے۔ باری تعالیٰ کی نسبت ان میں کوئی قباحت نہیں ہے، اور بہت ظاہر ہے کہ حسن و قبح دونوں اضافی امر ہیں اپنے منسوب الیہ کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں۔ اصل قباحت یہ ہے کہ ہم باری تعالیٰ کی نسبت بعضی چیزوں کو اچھا جانیں اور بعضی کو برا، پھر اس پر مشکل میں پڑیں۔" اھ

اب ظاہر ہے کہ کفر اور عبث کا پیدا کرنا جو عین قبیح ہیں، اور ابلیس و نفس کا جو مبدا سب

پلیدوں کا ہیں، پیدا کرنا، پھر ان کو قدرت دینا، یہ تمام قبائح ہیں، جن کو اشاعرہ نے باری تعالیٰ کی طرف نسبت کیا ہے، تو بموجب فتویٰ قصوری کے دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے اور فی الحقیقت منشا اس کا قصوری صاحب کی ناواقفیت مذہب سے ہے۔

ثالثاً: یہ دلیل جو قصوری صاحب نے شرح مواقف سے نقل کی ہے تو اس کے مطلب کو نہیں سوچا، نہ اس کے ماقبل و مابعد کو دیکھا ہے، خود شارح مواقف اس دلیل کو غلط بتا رہے ہیں، پس غلط دلیل کو خصم کے مقابلہ میں پیش کرنا کس قدر جرأت و بے باکی ہے، شارح مواقف کہتا ہے کہ:

''نقص فی الفعل اور قبح عقلی فی الفعل میں فرق مجھ پر ظاہر نہیں ہوا، کیوں کہ نقص فی الأفعال وہی بعینہٖ قبح عقلی فی الأفعال ہے، معنیٰ میں کچھ فرق نہیں، صرف عبارت میں اختلاف ہے، پس ہمارے علما جو قبح عقلی کے منکر ہیں، کلامِ لفظی سے کیوں کر تمسک کر سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے افعال میں نقص لازم آتا ہے۔'' اھ(1)

پس قصوری صاحب نے اس دلیل میں قبح اور نقص کو مخلوط کر کے دونوں کو ایک خیال کر لیا ہے، تعجب ہے کہ دعویٰ مذہب اہل سنت کا ہے اور شیعہ، معتزلہ اور خوارج کا مذہب اختیار کر رکھا ہے، یہ قصوری صاحب کے قصورِ علم کا نتیجہ ہے۔

پس مسئلہ امکانِ کذب باری تعالیٰ مسائل واقعیہ سے ہے، اس کا دشمنانِ دین سے ڈر کر اخفا کرنا بے جا ہے، ورنہ قصوری صاحب اشاعرہ کے مذہب کی تمام کتابیں اور علما کو جمع کر

(1) اصل عبارت: واعلم أنه لم يظهر لي فرق بين النقص في الفعل والقبح العقلي فيه فإن النقص في الأفعال هو القبح العقلي بعينه فيها و إنما تختلف العبارة دون المعنىٰ فأصحابنا المنكرون للقيد العقلي كيف يتمسكون في دفع الكذب عن الكلام اللفظي بلزوم النقص في أفعاله تعالىٰ. انتهىٰ.١٢

[شرح مواقف، المقصد السابع في أنه تعالىٰ متكلم، ج:٣، ص:١٤٠]

کے دریا میں ڈبو دیں۔ اور مذہب اہلِ سنت کو چھوڑ دیں، ورنہ بدوں اس کے یہ عقیدہ حل نہ ہوگا، اور حاشیہ پر جو دلائل تفسیر کبیر اور تفسیر ابو السعود و بیضاوی کے حوالہ کیے ہیں وہ بھی نہیں سمجھے کہ کس مدعا کا اُن سے ابطال ہے اور کس کا اثبات ہے، وہ دلائل بھی ہمارے مدعا کے ہرگز مخالف نہیں، چناں چہ مفتی صدر الدین کے رسالہ سے امام کا کلام نقل ہو چکا ہے، اور نیز جواب اعتراض دوم میں تفسیر کبیر وغیرہ سے اثباتِ امکان نظیر آں حضرت ﷺ کا بطور عبارت النص کے کہا جائے گا جو بالبداہۃ قصوری صاحب کے مدعا کے بر خلاف ہوگا۔ اور جو عبارتیں شرح مواقف سے نقل کی ہیں، اُن کے مطلب سمجھنے میں قصوری صاحب کا فہم قاصر ہے، اُن میں ہرگز تعارض نہیں، جہاں امتناع کذب لکھا ہے وہ صحیح ہے، اُس کے معنٰی اور ہیں اور جہاں امکانِ کذب ہے وہ بھی صحیح ہے، اس کا محمل کچھ اور ہے اور اس عبارت شرح مواقف، ص:۷۰۹ / کا کہ۔

''ہم اس کا محال ہونا نہیں مانتے، کیوں کہ وہ دونوں ممکنات سے ہیں، جن پر حق تعالیٰ کی قدرت شامل ہے۔'' اھ (1)

جو قصوری صاحب نے یہ جواب دیا کہ یہ اصول معتزلہ پر مبنی ہے یا تو مطلق عبارت نہیں سمجھی یا غبارِ نفسانیت و عناد نے بصیرت کو مکدر کر دیا ہے، اگر یہ مراد ہے کہ اصلی مسئلہ وجوب ثواب و عقاب اصولِ معتزلہ پر مبنی ہے تو درست ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سارا مطلب اس مقصد کا اول سے آخر تک اصولِ معتزلہ پر مبنی ہے کہ یہ دعویٰ غلط ہے، اور منحصر ہے اس پر کہ پہلے امکانِ کذب اصولِ معتزلہ پر ثابت کیا ہو، اور ایسا نہیں کیوں کہ امتناعِ کذب جو منصوص إنه یمتنع علیه الکذب إتفاقاً کا ہے وہ اصول معتزلہ پر مبنی ہے، تو دعویٰ امکانِ کذب کا اُن کے اصول پر کیوں کر مبنی ہوا۔

اور یہ جو مولوی عبد اللہ ٹونکی مدرس یونیورسٹی لاہور کی تحریر کا خلاف واقعہ حاشیہ پر ذکر کیا

(1) قلنا لا نسلم استحالته وهما من الممكنات التي يشملها قدرة اللّٰه تعالىٰ. انتهىٰ.۱۲ [شرح مواقف، المقصد الخامس، ج:۳، ص:۴۹۳]

ہے، تواس کا قصہ یہ ہے کہ میں[1] جس روز لاہور پہنچا مع اپنے رفیقوں کے مولوی مذکور سے ملا، اور "مسئلہ امکانِ کذب" کو چھیڑا تو جواب دیا کہ امکانِ کذب کا قائل اہلِ سنت سے خارج ہے۔ ہم نے اس پر دلیل طلب کی تو مولوی مذکور نے یہ عبارت شرح مواقف کہ و ھو یمتنع علیه الکذب إتفاقاً پیش کی، تب جناب مولوی محمود حسن صاحب نے پوچھا کہ یہ "امتناعِ ذاتی ہے یا امتناع بالغیر؟" مولوی عبداللہ نے کہا کہ "امتناعِ ذاتی" ہے۔ تب مولانا مولوی محمود حسن صاحب نے معقولی طور پر گفتگو کرنی چاہی، جس سے مولوی عبداللہ نے پہلوتہی کی، جب میں نے یہ دیکھا کہ شکار ہاتھ سے نکلا جاتا ہے تو یہ کہہ کر کہ ہم اور آپ ایک استاد کے شاگرد ہیں، باہم مناظرہ نہیں، صرف تحقیقِ مسئلہ ہے آپ دل تنگ نہ ہوں۔ پھر کہا کہ اگر خود شارح مواقف کذب کا امکان لکھ دے تو آپ اس کے قائل ہوں گے، انھوں نے اس کو قبول کیا تو میں نے یہ عبارت، ص:۷۰۹ر کی سنائی، جس کے اخیر میں یہ تحریر ہے إذ لا شبهة الخ یعنی "اس میں شبہہ نہیں کہ ناواجب ہونا باوجود وقوع کے خلف اور کذب کو لازم نہیں پکڑتا ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ خلف اور کذب کے جواز کو مستلزم ہے، اور یہ بھی محال ہے، اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس کا محال ہو ممنوع ہے، اور یہ دونوں ممکنات سے ہیں، جن پر قدرتِ الٰہی شامل ہے۔" اھ[2]

مولوی عبداللہ صاحب دیر تک اس عبارت کو دیکھتے رہے اور امکانِ کذب باری تعالیٰ کو مان گئے اور امتناعِ ذاتی ہونے کے عقیدہ سے باز آ گئے، اور کوئی عبارت اس قول شرح مواقف کی تردید میں مولوی عبداللہ صاحب نے نہیں دکھائی، اور ہم وہاں سے چلے آئے۔

(1) "میں" یعنی مولف براہین۔ ۱۲منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(2) إذ لا شبهة في أنَّ عدم الوجوب مع الوقوع لا يستلزم خلفاً ولا كذباً ، لا يقال إنّه يستلزم جوازهما و هو أيضاً محال لأنا نقول الإستحالته ممنوعة كيف وهما من الممكنات التي تشملها قدرته تعالىٰ . انتهىٰ.۱۲
[شرح مواقف ، المقصد الخامس، ج:۳، ص:۴۹۳]

پھر دوروز کے بعد جناب مولوی عبدالحق صاحب لاہور میں مولوی عبداللہ صاحب سے ملے ، اور مسئلہ امکان نظیر و امکان کذب دونوں میں گفتگو کی، مولوی عبد اللہ نے دونوں کے حق ہونے کو اہلِ حق کے عقیدہ کے مطابق مان لیا، اور کچھ چون وچرانہ کی۔

اگر قصوری صاحب کو اس واقعہ کے سچے ہونے میں شک ہے، تو قسمیہ مولوی عبداللہ سے پوچھیں، اگر وہ اِس کے خلاف کہیں تو ان کو بھاول پور میں بُلالیں، ہم اُن کو تسلیم کرادیں گے اور وہ جلد سمجھ لیں گے، ورنہ لاہور چلے چلیں، اس مسئلہ میں ہم اُن سے گفتگو کریں، اگر وہ مان لیں تو قصوری بھی مان لے ورنہ خیر۔ اور یہ جو لکھکہ یہ عقیدہ وہابیوں کا ہے جیساکہ رسالہ جامع الشواہد میں ہے تو یہ عوام کا بھڑ کانا ہے، کیوں کہ اگر عقیدہ وہابیوں کا مطابق اس تفصیل کے ہے، جو امکانِ کذب میں بندہ لکھ چکا ہے، تو یہ قطعًا مخالف عقائد اہل سنت کے نہیں بلکہ اس کا مخالف دائرۂ اہلِ سنت سے خارج ہے، اور اگر عقیدہ وہابیوں کا بندہ کی تفصیل سے خلاف ہے تو اس پر میرے عقیدے کو قیاس کرنا اور بلا امتیاز یہ کہہ دینا کہ یہ عقیدہ وہابیوں کا ہے، قصوری صاحب کے کمالِ علم پر واضح دلیل ہے، اور عجیب نہیں کہ وہابیوں پر بھی اسی طرح قصوری کے مذہبی بھائیوں کا افترا ہو، جس طرح کہ مولف براہین پر افترا کیا ہے، پھر اگر کوئی عقیدہ وہابیوں کا اہل سنت کے مطابق ہو تو کیا قصوری صاحب اس کے چھوڑ دینے کا بھی فتویٰ دیں گے ؟ میں کہتا ہوں کہ وہابیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا ایک وحدہٗ لاشریک ہے، اور محمد رسول ﷺ رسولِ برحق ہیں، تو چوں کہ یہ بھی عقیدہ وہابیوں کا ہے، اس کو بھی چھوڑ دیجیے۔ واللّٰه الهادي.

(یہاں تک اصل عبارت جواب صاحب براہین مع حوار یین کے جس کا ترجمہ عربی میں ہے)

جواب الجواب

اب **فقیر قصوری** کان اللہ لہ اس کا جواب لکھتا ہے اور عین حقیقی جل وعلا سے اعانت چاہتا ہے، یہ جو کہا کہ:

"ہم نے براہین میں جواب دیا تھا کہ اس زمانہ میں کوئی قائل امکان کذب باری تعالیٰ کا نہیں بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے جیسا کہ ردالمختار میں ہے کہ اشاعرہ جواز خلف وعید کے قائل ہیں، تو یہ طعن فی الحقیقت اشاعرہ پر ہے، جو قائل خلف وعید کے نہیں کیوں کہ خلف وعید میں کذب کا ہونا بدیہی ہے۔"

تقویۃ الایمان اور "یک روزی" میں مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ

فقیر خدائے پاک کی پناہ میں آکر کہتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے (جو مولوی رشید احمد وخلیل احمد کے استاذوں سے ہیں) رسالہ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے:

"اُس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ جبرئیل اور محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔[1]

مطبوعہ مطبع صدیقی دہلی کے ص:۱۳۱ کی یہ اصل عبارت ہے اس پر اس کے ہم عصر بعضے علمائے اہل سنت نے اعتراض کیا کہ جب حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کا رسول اور نبیوں کا ختم کرنے والا ہے، تو اُن کے برابر ایک شخص بھی باری تعالیٰ پیدا نہ کرے گا۔ پس یہ بات حق تعالیٰ کے جھوٹ کو لازم پکڑتی ہے، کیوں کہ خلاف وعدہ جھوٹ ہے، اور وہ اس سے پاک ہے، تو مولوی اسمٰعیل نے رسالہ "یک روزی" میں اِس کا جواب یوں لکھا ہے:

"کہ میں کہتا ہوں اگر مراد محال ممتنع لذاتہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے نیچے داخل نہ ہو، تو ہم نہیں مانتے کہ یہ جھوٹ ممتنع لذاتہ ہو، کیوں کہ کوئی جھوٹی بات فرشتوں کے وسیلہ سے

(1) تقوية الايمان، ص:٦٨، الفصل الثالث في ردّ الإشراك في التصرف.

نبیوں کو پہنچانی خدا کی قدرت سے باہر نہیں ہے ورنہ آدمی کی قدرت کا خدا کی قدرت سے بڑھ کر ہونا لازم آئے گا۔ اس لیے کہ بہت سے آدمی جھوٹی بات بنا کر لوگوں کو سنا دینے پر قادر ہیں۔" (1)

یہ ترجمہ ہے عبارت فارسی رسالہ "یک روزی" کا جو رسالہ ایضاح الحق الصریح مطبوعہ افضل المطابع کے حاشیہ پر چھپا ہے، صفحہ:۲۵ر میں دیکھو اب یہ سوال و جواب تیرہویں صدی کے اخیر میں ہوئے ہیں، اور یہ مولوی اسماعیل، علماے دیوبند و گنگوہ وانبیٹھ کا کمال معتقد فیہ ہے، اسی واسطے مؤلف براہین اور اس کے حواریین مناظرہ تقریری کے اوراق میں لکھا ہے کہ مصحف مجید میں جھوٹ کا پایا جانا ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے، اور ایسا ہی ان لوگوں نے ضمیمہ اخبار نظام الملک مرادآباد مطبوعہ ۱۲ر اگست ۱۸۸۹ء میں مشتہر کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ کلامِ لفظی اور نفسی کا جھوٹ سے متّصف ہونا ممتنع بالذات ہے، جیسا کہ شرحِ مقاصد اور شرحِ مواقف وغیرہما میں لکھا ہے، اور بعض تفسیروں سے بھی یہی تصریح عنقریب مذکور ہوگی۔

علماے دیوبند کے نزدیک آں حضرت کے چھ مثیل ہیں

اور علماے مدرسہ دیوبند سے نکلنا مسئلہ موجود ہونے چھ مثل آں حضرت ﷺ کا بدلیل اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ "ہر زمین میں تمھارے نبی جیسا نبی ہے۔" مشہور ہے، یہاں تک کہ مولوی محمد قاسم مہتمم مدرسہ مذکورہ نے رسالہ "تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس" بنایا اور چھپوایا۔ اور اس میں آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی خراب

(1) اصل عبارت رسالہ یک روزی ہذا "اقول: اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرتِ الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنیٰ مسطور باشد چہ مقدمۂ قضیہ غیر مطابقہ مواقع والقاے آں بر ملائکہ وانبیا خارج از قدرت الٰہیہ نیست وإلا لازم آید کہ قدرتِ انسانی ازید از قدرتِ ربانی باشد، چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ مواقع والقاے آں بر مخاطبین در قدرتِ اکثر افرادِ انسانی ست۔" انتہیٰ۔ [رسالہ یک روزی فارسی، ص:۷] (بلفظہٖ حاشیہ، ص:۲۵)

تاویلیں لکھیں جس کے عرب وعجم کے اکابر علما نے جواب اور ردّ لکھے، اور نثر ونظم سے عمدہ طور پر اس مسئلہ کی تردید کی۔ من جملہ ان کے فتویٰ مکہ معظّمہ کے مفتی مولانا عبد الرحمٰن سراج کا (اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بہشت میں اونچا کرے) جو قرآن وحدیث سے مستند ہے، اور جس میں حرمین محترمین کے چاروں مذہبوں کے مفتیوں اور مدرّسوں کی شہادتیں وتصحیح موجود ہے، اور مصر کے مطبع منصوری میں واقعہ ۱۲۹۱ھ ۳۶ صفحوں پر چھپا ہے۔

اب اس سے اظہر من الشمس ہے کہ مولوی خلیل احمد کے استاذوں اور اس کا اور اس کے مذہبی بھائیوں کا اسی زمانہ میں باری تعالیٰ کا امکان کذب کا عقیدہ نکالا ہے۔ تس پر (1) مؤلف انوار ساطعہ نے افسوس کیا اور قرآن مجید کی آیت سے اس کی قباحت بیان کی اور ان لوگوں کا نام نہ لیا کسی مصلحت سے یا تو لغو پر بزرگوں کی طرح گزرنے سے (2) تو اب اس کے جواب میں براہین والے کا یہ قول کہ "امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا الخ محض کذب اور زور (3) اور ارکان ریاست بھاول پور سے تقیہ کرنا ہے اور فی الواقع یہ شخص خود اور اس کے استاذ اس قول قبیح کے قائل اور اس برے عقیدہ پر مائل ہیں۔

پھر اس مسئلہ امکانِ کذب کی اشاعرہ کی طرف اسناد کرنی صاف افترا اور بہتان ہے، کیوں کہ بعض اشاعرہ جو خلفِ وعید گناہ گاروں کو جائز جانتے ہیں تو اس کو کرم اور عفوِ معبود مانتے ہیں، نہ کہ معاذ اللہ کسی نے اس کو امکانِ کذب باری تعالیٰ نام رکھا ہو۔ خدا ے درود اس قول مردود سے پناہ دیدے۔

اور براہین میں جو ردالمختار سے نقل کی ہے تو اس میں سخت خیانت ورزی کی ہے، اس لیے کہ صاحب ردالمختار علیہ الرحمۃ الغفار نے اولاً: اشاعرہ سے خلف وعید کا جائز ہونا نقل کیا

(1) تس پر: اِس پر۔

(2) اس میں قرآن کریم کی اس آیتِ کریمہ کی طرف اشارہ ہے:

"وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا" (پارہ: ۱۹، الفرقان: ۲۵، آیت: ۷۲)

(3)-زور: دغا، فریب، مکر۔ کذب: جھوٹ۔ ۱۲ نفیس احمد مصباحی

ہے، ثانیاً: تصحیح کی ہے کہ محققین کے نزدیک یہ جائز نہیں اور یہی صحیح ہے۔ ثالثاً: دونوں قولوں میں تطبیق کے طور پر تخصیص کی ہے کہ گناہ گاروں کے وعید میں خلف روا ہے نہ کافروں کی، تاکہ دونوں فریق کے دلائل میں موافقت ہو جائے اور آیت:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ" (1)

(کہ اللہ تعالیٰ شرک کو نہ بخشے گا اور سوائے اس کے جس کو چاہے بخش دے گا۔)

جواز کے قائلوں کی صریحاً دلیل ہے۔ صفحہ: ۳۵۱، مطبوعہ مصر اول مرتبہ کے جلد اول میں دیکھو۔ فقیر کہتا ہے: کہ آیت مبارکہ کافروں کے وعید کی قطعی اور فاسقوں کے غیر قطعی ہونے کی بھاری دلیل ہے، پس حسن ظن قرین یقین کے یہ ہے کہ جو لوگ جواز خلف وعید کے قائل ہیں ان کی مراد گناہ گاروں کی وعید ہے اور جو عدم جواز کے قائل ان کا ارادہ کفار کی وعید کا ہے، پس اشاعرہ کے نزدیک بمعنی جواز خلف وعید کے یہ ہیں کہ اللہ اپنے کرم اور جود کے رو سے مطابق اپنے وعدے اور ارادے کے گناہ گار کو بخش بھی دے گا، پس اس جگہ نہ کوئی خلف ہے نہ جھوٹ صرف باعتبار ظاہر کے مجازاً اس کا نام "خلف وعید" رکھا گیا ہے۔

اشاعرہ پر بہتان

پس اس قول اشاعرہ سے براہین والے کا امکان کذب باری تعالیٰ ثابت کرنا اشاعرہ علما اور صاحب ردالمختار پر بہتان عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟ اور بڑی غرض اس کی یہ ہے کہ میں اور میرے استاد طعن سے بچیں، اور علمائے اشاعرہ پر انوار ساطعہ والے کا طعن رجوع کرے، یہ معاملہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

"وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۚ" (2)

کہ بنی اسرائیل میں سے بعضوں نے اپنے بھائی کا خون کر کے دوسرے بے گناہوں

(1) پارہ:۵، النساء:۴، آیت:۴۸

(2) پارہ:۱، البقرۃ:۲، آیت:۷۲

کو ملوث کرنا چاہا تھا۔ سو حق تعالیٰ حق کو ظاہر کر دیتا ہے، اور یہ کہنا کہ قدما نے مسئلہ خلف الوعید میں اختلاف کیا ہے عوامِ اہل اسلام کو دھوکہ دینا اور اسلام میں خلل ڈالنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ''(1)

(یعنی اور ظالم معلوم کریں گے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں)

اور براہین والے سے کمال تعجب یہ ہے کہ اپنے اساتذہ کی تائید اور رب العالمین کی توہین اور علمائے ربّنین پر بہتانِ عظیم میں کیسا اوندھا ہوا ہے اور آگا پیچھا نہیں دیکھتا ہے، اپنے اس قول میں کہ خلف وعید میں کذب ہونا بدیہی ہے، کیوں کہ خلف اور کذب کے معنی ایک ہیں صرف فرق لفظی ہے۔ اھ پس قطع نظر امکانِ کذب سے اشاعرہ کے نزدیک حق سبحانہ و تعالیٰ کا کذب ہونا ثابت کر دیا ہے۔

پھر کہتا ہے: عام مومنوں سے کیا کوئی کافر بھی خدا کو کذب سے منزہ ہونے کا منکر نہیں، اور حق تعالیٰ کو کذب سے پاک نہ جاننے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے، جیسا کہ یہ اس کے قول اوپر منقول ہوئے ہیں اور بجنسہ اس کا جواب تفصیلی موجود ہے جو چاہے دیکھ لے۔ پس خود بدولت تو اشاعرہ کا کفر ثابت کر رہا ہے اور براہین میں انوار ساطعہ والے پر طعن کر رہا تھا کہ اشاعرہ کو مطعون بناتا ہے نفسانیت سے پناہ بخدا اور اوپر لکھا گیا ہے کہ اشاعرہ کے نزدیک ہرگز کذب اور خلاف نہیں ہے۔

پھر تعجب یہ ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے خلاف وعدہ الٰہی کی تجویز پر اعتراض ہوا تھا چوں کہ کوئی بھی مسلمانوں سے خلفِ وعد کا قائل نہ تھا بغیر مولوی اسماعیل کے تو اب مؤلف براہین نے اس سے کنارہ کشی کر کے مسئلہ خلف الوعید کو پیش کر دیا اور اس سے بموجب اپنی کج فہمی کے باری تعالیٰ کا کذب ثابت کر لیا، اور (اللہ) سبحانہٗ اس سے بہت پاک ہے۔

اے برادر جب یہ بات بغور آپ نے سمجھ لی، پس آپ کو یقین ہو گا کہ براہین والے کا یہ قول کہ ''مولوی قصوری نے بلا دلیل حکم لگا دیا کہ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ صاحبِ براہین کا

(1) پارہ:۲۱، شعراء:۲۶، آیت: ۲۲۷

عقیدہ ہے اور یہ مولوی قصوری نے براہین والے پر کذب اور افترا کیا ہے "جھوٹ صریح اور انکارِ قبیح ہے۔ کیوں کہ اس نے حق تعالیٰ کا کذب اشاعرہ پر افترا کر کے ثابت کیا ہے اور بموجب سند ردالمحتار کے امکانِ کذب مان لیا ہے پھر اس کو یوں ظاہر کیا ہے کہ امکان بمعنیٰ جوازِ شرعی خلف وعید بعض گناہ گار مومنوں میں ہے جو مختار بعض اشاعرہ کا ہے، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے، پھر یوں کہنا کہ میرا عقیدہ اللہ تعالیٰ سے امتناعِ کذب کا ہے جیسا کہ آیت "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا"(1) سے ثابت ہے، اھ۔ اس سے مفہوم ہوا کہ امکان کذب کا صاحب براہین معتقد ہے، پھر صاف صاف اور اونچی آواز سے منادی کر رہا ہے کہ مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ ہرگز عقائد اہل سنت کے مخالف نہیں ہے، بلکہ امکانِ کذب کو نہ ماننے والا اہل سنت سے خارج ہے، چناں چہ یہ اقوال اس کے جواب تفصیلی سے اوپر منقول ہو چکے ہیں۔ اور وہ جواب تفصیلی اس کا دستخطی فقیر کے پاس موجود ہے جو چاہے دیکھ لے۔ پس یہ اس کے اقوال فقیر قصوری کان اللہ لہ کے صدق پر اور انبیٹھوی بہتانی کے کذب پر روشن دلیل ہیں۔ پس جو لوگ حق سبحانہ کو کاذب بتادیں اور اس کے امکان کذب کو بکمال تاکید ثابت فرمادیں تو وے ابنائے جنس کی تکذیب سے کیا پروا رکھتے ہیں حاکم حقیقی ہی بہتر منتقم ہے۔

اور یہ جو صاحب براہین اور اس کے حواریین نے جواب تفصیلی میں لکھا ہے کہ:

"امکان عقلی ممتنع لغیرہ قدرتِ الٰہی کے نیچے داخل ہے کیوں کہ ہر ممتنع لغیرہ ممکن بالذات ہے اور ممکن بالذات قدرتِ الٰہی کے تلے داخل ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ خدا کے ارشاد کے موافق تمام آدمیوں کا ایک مذہب اور ملت پر مجتمع ہونا خدا کے کذب کو مستلزم ہے کیوں کہ ارشاد ہے۔ "وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ"(2) تو یہ بھی ممتنع ہو اور داخلِ قدرتِ الٰہی نہ ہو حالاں کہ ارشاد ہے:

(1) پارہ:۵،النساء:۴،آیت: ۸۷

(2) پارہ:۱۱،ھود:۱۱، آیت: ۱۱۸

''وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً''(1)

اس سے صاف ثابت ہے کہ تمام آدمیوں کا ایک ملت پر اکٹھا ہونا مشیت اور قدرت کے نیچے داخل ہے، اور نیز ایمان لانا تمام بنی آدم کا مستلزم کذب کو ہے، کیوں کہ ارشاد ہے:

''اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ''(2)

حالاں کہ خود ارشاد فرمایا ہے:

''وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا''(3)

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ باوجود استلزام کذب نص کے ایمان جمیع آدم داخل قدرت اور مشیت ہے" الخ۔ جیسا کہ اوپر منقول ہو چکا ہے، اور یہ عبارت صفحہ ۶-۵ جواب تفصیلی کی حرف بحرف ہے۔

توجواب اس کا یہ ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے رسالہ یک روزی میں یہ تقریر لکھی ہے، جس پر صاف براہین اور اس کے حوار یین جیسا کہ پہلے اس سے اس کی تقلید کر کے حق تعالیٰ کی توہین میں اوندھے گرے تھے، ویسا ہی یہاں پر قرآن مجید کی تفسیر بالرائے کر کے اور حافظ ہو کر قرآن کے لفظوں میں بھی نقصان کر رہے ہیں۔(4) امام رازی تفسیر کبیر میں آیت:

''وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا''(5)

ترجمہ- اور اگر تیرا رب چاہتا تو زمین کے بالکل سب لوگ ایمان لے آتے۔

کے نیچے لکھتے ہیں کہ:

(1) پارہ:۱۲، هود:۱۱، آیت:۱۱۸

(2) پارہ:۱۱، یونس:۱۰، آیت:۹۶

(3) پارہ:۱۱ یونس:۱۰، آیت:۹۹

(4) چناں چہ ''كُلُّهُمْ'' کا لفظ ''جَمِيْعًا'' سے پہلے اڑا دیا ہے۔۱۲ منہ

(5) پارہ:۱۱، یونس:۱۰، آیت:۹۹

''اس آیت سے اشاعرہ نے اپنے اس قول کی (کہ سب موجودات خدا کی مشیت سے یعنی خدا جس کو چاہتا ہے وہ ہوتی ہے۔) دلیل نکالی ہے اس تقریر سے کہ لَو کا لفظ ایک چیز کو نابود کرتا ہے، دوسری چیز کے نابود ہونے سے، پس اس آیت مبارکہ سے یہ نکلا کہ نہ خدا نے چاہا اور نہ تمام زمین کے لوگوں کا ایمان حاصل ہوا، پس یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ حق تعالیٰ نے جمیع آدم کا ایمان نہیں چاہا یعنی خدا کی مشیت اور قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے۔ پانچویں جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۴۳ر میں دیکھو۔

اور اسی جلد کے صفحہ ۱۴۱ر میں ہے کہ ''پھر حق تعالیٰ نے جب یہ تفصیل کی تو بیان فرمایا کہ کچھ خدا کے بندے ایسے ہیں جن پر شقاوت کا حکم ہو چکا ہے، اور کچھ بندے ایسے ہیں جن پر کرامت کا حکم لگ چکا ہے، پس ان دونوں گروہوں میں تغیر نہ ہوگا تو خدا نے فرمایا کہ:

''اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ'' (1)

(ترجمہ) جن پر تیرے رب کی بات پوری ہوئی وہ ایمان نہ لاویں گے۔ (2) یہ تفسیر کبیر کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

اور تفسیر جلالین میں آیت ''وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ'' کے نیچے لکھا ہے۔ ''کیا تو لوگوں کو جبر کرتا ہے اس پر جو خدا نے ان سے نہیں چاہا۔'' (3) یعنی ایمان جمیع بنی آدم خدا کی قدرت اور

(1) پارہ:۱۱ یونس:۱۰، آیت:۹۶

(2) اصل عبارت تفسیر کبیر:

''إحتج أصحابنا على صحة قولهم بأن جميع الكائنات بمشية الله تعالىٰ فقالوا كلمة''لو'' تفيد إنتفاء الشي لإنتفاء غيره, فقوله ''وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ'' يقتضي أنه ما حصلت تلك المشية وما حصل إيمان أهل الأرض بالكلية فدل هذا على أنه ما أراد الإيمان الكل. [تفسير كبير, ج:۹, ص:۱۳۳]

(3) عبارت تفسیر جلالین:

''وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا'' افانت تكره الناس بما

مشیت میں داخل نہیں ہے۔

اور تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ ''اشاعرہ کہتے ہیں کہ حکم شمول اور احاطہ کا فائدہ دیتا ہے لیکن سب کے سب زمین والوں کا ایمان حاصل نہیں ہوا ہے تو ثابت ہوا کہ خدا نے سب کا ایمان نہیں چاہا۔ [1] دوسری جلد کے صفحہ ۱۱۳/ میں دیکھو۔

اور ایسا ہی تفسیر مدارک اور تفسیر خازن وغیرہما میں ہے، اور یہی مراد ہے آیت: ''وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً'' [2] سے یعنی خدا تعالیٰ نے نہیں چاہا کہ سب آدمیوں کو ایک گروہ بنا دے، چناں چہ لفظ لَو کا یہی منشا ہے، پس قرآن مجید کی آیت میں نہ کوئی تعارض ہے اور نہ ایک آیت دوسرے کے کذب کو مستلزم ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا'' [3]

ترجمہ: کیا غور نہیں کرتے قرآن میں، اور اگر خدا کے سوا کسی اور کی کلام ہوتی تو پاتے اس میں بہت اختلاف ہے یعنی قرآن مجید کی آیتیں ایک دوسرے سے کذب کو ہرگز مستلزم نہیں ہیں۔ پس سخت وعید ہے اِس عنید کے واسطے جو کہتا ہے کہ فلانی آیت دوسری آیت کے کذب کو لازم پکڑتی ہے، اور فلانی آیت حق تعالیٰ کے کذب کو مستلزم ہے، اور اپنی جہالت سے قرآن مجید کی آیات کی تفسیر فرمانِ قرآن کے برخلاف کرتا ہے۔

لم یشأ اللّٰہ منهم.'' انتهیٰ. ۱۲ منه [تفسیر جلالین، ص:۲۸۲، آیت:۹۹]

(1) عبارت تفسیر نیشاپوری:

''قالت الأشاعرة: هذه القضية تفيد الشمول والإحاطة لكنه ما حصل إيمان أهل الأرض بالكلية فدلّ هذا على أنه تعالیٰ ما أراد إيمان الكل. إنتهیٰ [تفسیر نیشاپوري، باب:۹۳، جز:٤، ص:۲۸۲]

(2) پارہ:۱۱، هود:۱۱، آیت:۱۱۸

(3) پ:۱۷، النساء:٤، آیت:۸۲

خدا معلوم صاحبِ براہین مع حواریین سخت جہالت پر کیوں اوندھے گرے ہیں، جو قرآن مجید کی آیات میں غور نہیں کرتے ہیں۔ سورۂ انبیا میں فرمان ہے آیت:

''وَ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّا تَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ'' (1)

(ترجمہ: اگر چاہتے ہم کہ بنالیں کچھ کھلونا (یعنی بیٹا) تو بنا لیتے ہم اپنے پاس سے اگر ہم کو کرنا ہوتا۔)

اور سورہ زمر میں ہے:

''لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ'' (2)

(ترجمہ: اگر اللہ چاہتا کہ اولاد کرتا تو چن لیتا اپنی خلق میں جو چاہتا۔ وہ پاک ہے وہی ہے اللہ اکیلا غالب)

تو اب آیت ''وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ'' میں جو کہا ہے کہ تمام بنی آدم کا ایمان خدا کی قدرت اور مشیت میں داخل ہے اسی طرح اِن دونوں آیتوں میں بھی کہنا پڑے گا کہ اپنی جورو اور اولاد کا بنانا بھی خدا کی قدرت و مشیت میں داخل ہے۔ اور کوئی اہلِ علم سے اس کا قائل نہیں ہے، اور جس نے ایسا کہا ہے وہ جہل مرکب سے نسبت کیا گیا ہے۔

چناں چہ عقائد کے رسالہ کفایۃ العوام میں جس کی درس و تدریس عرب میں بہت رائج ہے لکھا ہے۔

''اور جہالت سے ہے قول اس کا جس نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ بیٹے بنانے پر قادر ہے، اس لیے کہ قدرتِ الٰہی کو محال سے تعلق نہیں ہے اور بیٹا بنانا محال ہے، کوئی یہ نہ کہے کہ جب خدا بیٹے کے بنانے پر قادر نہ ہوا تو عاجز ہوا۔ اس واسطے ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ عجز الٰہی تب لازم آتی جب محال وظیفہ قدرت کا ہوتا اور قدرت اس سے متعلق نہ ہوتی۔ حالاں کہ

(1) پارہ:١٧، الأنبياء:٢١، آیت:١٧

(2) پارہ:٢٣، الزمر:٣٩، آیت:٤

وظیفہ قدرت کا صرف ممکن ہی ہے۔" (1)

اور علامہ بیجوری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں "کہ یہ قول جہل مرکب سے پیدا ہوتا ہے یعنی ایک چیز کو برخلاف اپنی ماہیت اعتقاد کرنا" مطبوعہ مصر، ص: ۴۸/ میں دیکھو۔ (2)

اور متن سنوسیہ میں ہے۔ (3)

"قدرت اور ارادہ الٰہی کا تعلق جمیع ممکنات سے ہے۔"

اس کے حاشیہ میں ہے کہ: "قدرت اور ارادہ کا تعلق واجبات اور محالات سے نہیں

(1) اصل عبارت رسالہ "كفاية العوام فيما يجب من علم الكلام، مولانا الشیخ محمد الفضالی:

و من الجهل قولُ من قال إنّ اللّٰه قادر أن يتخذ ولداً لأنه لا تعلق للقدرة بالمستحيل، واتخاذ الولد مستحيل ولا يقال إنّه إذا لم يكن قادراً على اتخاذ الولد كان عاجزاً لأنّا نقول إنّما يلزم العجز لو كان المستحيل من وظيفة القدرة ولم يتعلق به مع أنه ليس من وظيفتها إلا الممكن." إنتهیٰ. ۱۲ منه

(2) عبارت حاشیہ شیخ ابراھیم بیجوری رحمۃ اللّٰہ علیہ:

قوله و من الجهل الخ: أي مما ينشأ عنه، المراد الجهل المركب الذي هو إعتقاد الشئ على خلاف ما هو عليه. انتهیٰ. ۱۲ منه

(3) ایک بزرگ نے اپنے دوست کو اس کے مرنے کے پیچھے خواب میں دیکھا اور منکر نکیر کے سوال کا حال پوچھا، اس نے کہا کہ مجھ سے منکر نکیر نے میرا دین اور کتب عقائد کے پڑھنے (کے تعلق) سے پوچھا، میں نے کہا: فلاں فلاں کتبِ عقائد پڑھا ہوں، تب انھوں نے غصّہ اور تہدید سے کہا کہ عقیدہ سنوسی کیوں نہ پڑھکہ وہ ایک ہی کافی تھا اور ایک نیک بخت سے مرنے کے بعد خواب میں حال پوچھے، تو جواب دیا کہ خدا نے مجھے بخش دیا ہے، اور میں نے حضرت ابراہیم خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کو دیکھا کہ لڑکوں کو عقیدہ سنوسیہ پڑھا رہے ہیں اور لڑکے اس کو تختیوں پر لکھ کر اونچی اونچی پڑھ رہے ہیں، بعضے شارحین نے یہ بیان کیا ہے، مطبوعہ مصر کے لوح پر دیکھو۔ ۱۲ منہ

اور اس سے حق تعالیٰ کی عجز لازم نہیں آتی ہے، کیوں کہ یہ وظیفہ قدرت کا نہیں ہے اسی واسطے بعضے بدعتیوں کی یہ بات غلط ہے جو کہتے ہیں کہ خدا بیٹے بنانے پر قادر ہے، ورنہ اُس کی عجز لازم آتی ہے۔" (1)صفحہ ۲۰ و ۲۱ ر مطبوعہ مصر میں دیکھو۔

اور آیت ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ'' کی تفسیر میں جلالین میں لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ قادر ہے ہر چیز پر جس کو چاہے۔ (2)

اور کمالین میں ہے کہ "اس میں اشارہ ہے کہ شئ مصدر بمعنی اسم مفعول کے ہے۔"
(3)

اور تفسیر انوار التنزیل میں ہے کہ "شی کے معنی وہ چیز جس کا وجود خدا چاہے اور جس جو خدا چاہے وہ فی الجملہ موجود ہوجاتی ہے" اور یہی معنیٰ ہیں آیت: ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ'' اور ''وَاللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ'' کے اھ۔ (4)

(1) عبارت سنوسیہ:

''القدرة والإرادة المتعلقان بجميع الممكنات'' قال في حاشيتها: ''القدرة لا تتعلق بالواجبات والمستحيلات ولا يلزم منه عجز لأنهما ليسا من وظيفتها وبهذا يعلم سقوط قول بعض المبتدعة إنّ اللّٰه قادر أن يتخذ ولدًا إذ لو لم يقدر لكان عاجزاً إنتهىٰ.١٢ منه

(2) عبارت تفسیرجلالین:

''**إن اللّٰه علىٰ كل شي** شاءه **قدير**.'' ١٢منه [تفسير جلالين،ص:٤]

(3) عبارت کمالین:

''يشير إلىٰ أن الشيء اسم بمعنىٰ شئ إسم مفعول.١٢ منه

(4) عبارت انوار التنزیل:

''أي مشيء وجوده وما شاء اللّٰه وجوده فهو موجود في الجملة و عليه قوله تعالىٰ إن اللّٰه علىٰ كل شيء قدير. و اللّٰه خالق كل

اور تفسیر ابوالسعود میں ہے کہ ''شئی ''مصدر ہے بمعنی مفعول کے اور اسی پر کفایت کی ہے کہ مشیت کا اس سے تعلق ہے۔'' الخ(1)

پس اِس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ جس کا ہونا چاہتا ہے وہ اس کی قدرت کے نیچے داخل ہے، اور شرعًا یہ ہرگز ثابت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کذب کو چاہتا ہے، پس منتقم حقیقی ہی انتقام لے گا اُن سے جو کذب الٰہی کو اس کی مشیت وقدرت کے نیچے داخل کرتے ہیں۔ خدا معلوم کون سی آیت یا حدیث دلیل قطعی سے جو اُن سے ہی عقائد کا ثبوت لکھا ہے۔ ممتنع لذاتہ اور ممتنع لغیرہ میں فرق کیا گیا ہے۔

اور یہ قول کہ ''امکان عقلی اصول مذہب اہل سنت سے ثابت ہے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو فاعل مختار جانتے ہیں، اور اس پر کسی چیز کو واجب نہیں مانتے ہیں، مومنوں کو ثواب دینا اس کا فضل ہے، اور کافروں کو عذاب کرنا اُس کا عدل ہے، اور اگر اس کے بر خلاف سب مومنوں کو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈال دے اور سارے کفار کو ابدُالآباد(2) بہشت میں، تو یہ اُس کی قدرت میں داخل ہے، اور اہل سنت کے نزدیک ممکن ہے، حالاں کہ اس سے کذب آیت لازم آتا ہے۔ مفتی صدرالدین تفسیر نیشاپوری سے نقل کرتے ہیں۔'' الخ۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ فاعلِ مختار ہے اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں، ثواب اُس کا فضل ہے اور عذاب اُس کا عدل ہے، اور یہ تو کسی نے اہل سنت سے نہیں کہا کہ خلافِ وعدہ خدا کی قدرت میں داخل ہے، اور حق تعالیٰ مومنوں کو ابدی دوزخی اور کافروں کو ابدی بہشتی بنانا چاہتا ہی نہیں ہے کہ اس سے تو احکامِ شرعی بالکل باطل ہو جائیں گے، اور کسی

شيء.'' ۱۲ منه [أنوار التنزيل، ج:۱، ص:۲۱۰]

(1) عبارت ابو السعود:

''شيء مصد شاء، أطلق على المفعول واكتفىٰ في ذٰلك باعتبار تعلق المشية به.'' الخ ۱۲ منه [تفسير ابو السعود، ج:۱، ص:۵۷]

(2) ابدالآباد: ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ ۱۲ نفیس احمد مصباحی

نے بھی اہلِ سنت سے یہ تصریح نہیں کی کہ قرآن مجید کا کذب ممکن ہے، بلکہ جو لوگ وہابیوں سے خداے سبحانہٗ کی تنقیص شان کی پروا نہیں کرتے یہ اُن کی بکواس ہے۔

اور مفتی صدر الدین کے رسالہ سے جو کلام نیشاپوری خلاصہ اور امام رازی سے نقل کی ہے، وہ آیت: ''یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ'' کی ہرگز تفسیر نہیں ہے بلکہ بغرضِ محال ایک احتمال کا بیان ہے، جس سے یہ نکلتا ہے کہ خدا کے کاموں پر کسی کو اعتراض نہیں ہے، چناں چہ آیت: ''لَا یُسۡـَٔلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَ هُمۡ یُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿۲۳﴾''(1) (یعنی خدا اپنے کاموں سے نہ پوچھا جائے گا) میں ارشاد ہے، تفسیر نیشاپوری میں اس کے نیچے لکھا ہے کہ ''خدا پر اعتراض دیانت کے بر خلاف ہے، اور خدا جو چاہے کرتا ہے اُس کو کوئی نہیں پوچھ سکتا۔''(2)

پس اس آیت کے قرآن کے منطوق کے موافق یہ معنی ہیں جو تفسیر جلالین میں لکھے ہیں: ''خدا جس کی مغفرت چاہے گا اُس کو بخشے گا۔ اور جس کا عذاب چاہے گا اس کو عذاب کرے گا۔''(3)

مدارک میں ہے کہ: ''خدا مومنوں کو بخشے گا۔ اور کافروں کو عذاب کرے گا۔''(4)

اور جلالین میں سورہ آلِ عمران کے تحت ہے:

(1) پارہ:۱۷، الأنبیاء:۲۱، آیت:۲۳

(2) عبارت نیشاپوری:

''أن الإعتراض علی أفعاله ینافي الدیانة وأن له أن یفعل ما یشاء ولا مجال للسؤال عن أفعاله.''انتهیٰ

[تفسیر نیشاپوری، باب:۲۱، جز:۵، ص:۳٤۰]

(3) عبارت جلالین: ''**یغفر لمن یشآء** المغفرة له **ویعذب من یشآء** تعذیبه.'' ۱۲ منه. [تفسیر جلالین، ص:۱۱۱]

(4) عبارت مدارك:''**یغفر لمن یشآء** للمؤمنین **ویعذب من یشاء** أي الکافرین.'' انتهیٰ۱۲ منه [تفسیر مدارك، ج:۱، ص:۱۸۱]

''اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے، خدا کا ملک اور مخلوق بندے ہیں (اس قول تک) پس خدا جس کی بخشش چاہے گا اس کو بخشے گا۔ اور جس کا عذاب چاہے گا اُس کو عذاب کرے گا۔'' اھ (1)

اور نیشا پوری نے اس آیت کے نیچے کہا ہے کہ ''اس آیت میں نہایت وعدہ ہے فرماں برداروں سے اور سخت وعید ہے گنہگاروں سے'' اھ (2)

پس نیشاپوری وغیرہ کی تصریح سے ثابت ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ضرور اللہ تعالیٰ موافق اپنے وعدہ کے مومنوں کو بخشے گا اور کافروں کو عذاب کرے گا۔ اور مفتی صاحب نے جو نیشاپوری وغیرہ سے نقل کیا ہے، وہ صرف احتمال عقلی ہے، قرآن مجید کے منطوق سے نہیں نکلتا ہے، باوصف اس کے ایسے احتمالاتِ عقلی معقولی علما نے اگلے وقتوں میں اپنی عربی بولی کی کتابوں میں ذکر کیے تھے، اب ان وقتوں میں جو ضعفِ اسلام بدرجۂ نہایت ہے، اور کافر لوگ دین اسلام سے روکنے والے معاند کوئی حیلہ بہانہ تردید دین کے لیے چاہتے ہیں اور حق تعالیٰ کی توہین اور قرآن مجید اور سید المرسلین کی ہتک میں رسالے اور کتابیں چھپواتے ہیں، جیسا کہ اِن ملکوں میں اکثر نصاریٰ اور بعض یہود اور سب آریوں سے یہ امر سرزد ہو رہا ہے، تو اب ان احتمالات کا اردو کے رسالوں میں ذکر کرنا اور پھر اس سے مناظروں میں حق سبحانہ کا امکانِ کذب ثابت کرنا اور کمالِ اشتہار کے واسطے اخباروں میں شائع کرنا نام کے مسلمانوں کی ہی طرف سے دینِ متین کی توہین کے لیے کافی ہے، علمائے مصلحت شناس پر اس کی قباحت مخفی نہیں ہے، اور اِس نازک حالت اور غم کا شکوہ خدا سے ہی کرتا ہوں۔ وہی اپنے دین کا

(1) عبارت جلالین آلِ عمران کی: ''وَلِلّٰهِ مَا فِي السموات وَمَا فِي الأرض'' ملكاً وخلقاً وعبيداً **يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ** 'المغفرة له **''وَيُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ تعذيبه**.''انتهىٰ١٢ منه[تفسير جلالين، ص:٦٠]

(2) عبارت نیشاپوری: ''وفي ذٰلك غاية الوعدِ للمطيعين ونهاية الوعيد للمذنبين.'' إنتهىٰ.١٢منه[تفسير نيشاپوري، باب:٢٨٤، جز:٢، ص:١٨٤]

مددگار ہو۔

قولہ: ”مولوی قصوری کولازم ہے کہ مفتی صاحب اورتفسیر نیشاپوری والے اور صاحب خلاصہ بلکہ تمام اشاعرہ کو دائرۂ اسلام سے خارج کردے، کیوں کہ یہ سب کے سب امکانِ کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔“ الخ۔

فقیر قصوری کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ پہلے براہین میں درج تھا کہ بعض اشاعرہ امکانِ کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں، اور اب جواب تفصیلی میں لکھا ہے، کہ تمام اشاعرہ حق تعالیٰ کے امکانِ کذب کے قائل ہیں اورفقیر اوپر ثابت کرچکا ہے کہ اشاعرہ ہرگز امکانِ کذب کے قائل نہیں، اُن کا قول صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور بخشش سے گناہ گاروں کو بخش دے گا۔ اور تمام وعیدیں گنہ گاروں کے عدم العفو سے مشروط ہیں یعنی اہل سنت کہتے ہیں کہ اگراللہ تعالیٰ نے گنہ گاروں کو نہ بخشا تو عذاب کرے گا۔ پس کذب اور خلف کوئی نہیں اور ایسا ہی تفسیر نیشاپوری اور خلاصہ میں امکانِ کذب کا اثبات نہیں، بلکہ مراد ان کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اپنی مالکیت کی رو سے، اگر تمام بندوں میں برابری کردے تو ممکن ہے، مگر اس کی حکمت برابری کو نہیں چاہتی ہے، جیسا کہ آیت:

” اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝۲۸ “(1)

(یعنی ہم نیکوکار مومنوں کو بدکاروں سے برابر کردیں گے اور پرہیزگاروں کی مانند بنا دیں گے، یعنی ایسا نہیں۔)

”مراد اس سے یہ ہے کہ جیسا کافروں کا گمان ہے کہ قیامت میں کوئی جزا سزا نہیں ہوگی۔ تو متقی تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل و سیاست مدنی سے موافق عقل اور شرح کے زمین کو آباد کرنے والے اور گنہگار شہوات نفسانی کے پیچھے لگ کر عزت اور حرمت کے ڈبونے

(1) پارہ:۲۳، ص:۳۸، آیت:۲۸

والے اور ملک کے برباد کرنے والے برابر ہوجائیں گے۔ جواِن دونوں فرقوں میں برابری کر دے، وہ حکیم نہیں سفیہ ہے، اور یہ بات امکان برابری کے منافی نہیں ہے، کیوں کہ وہ مالک ہے، اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"(1)

اور تفسیر کبیر کی نقل سے بھی یہی مطلب ثابت ہے، چناں چہ اُن کا یہ قول ہے۔"ہم کہتے ہیں کہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ اگر کسی کام کو چاہے، تو کسی کو اُس پر اعتراض نہیں ہے۔" اھ(2)

اب غور کرو کہ اس سے یہ کب نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر اپنے کذب کا ارادہ کرے تو اس پر اعتراض نہیں ہے، اس لیے کہ باری تعالیٰ نے بار بار قرآن مجید میں اپنی ذات کو پاک اور منزہ بتایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میں سب راست بازوں سے راست باز ہوں، اور جھوٹوں پر لعنت ہے، تو اب عقل سلیم کے نزدیک کب متصور ہوسکتا ہے کہ عقلاً خدا کا کذب ممکن ہے، اور یہ عقیدہ اہل سنت کا قرآن وحدیث کی رُو سے ثابت ہے، دانش مندوں کا بغور سوچنا بے کار ہے۔

پس جس نے اِن عبارتوں سے حق تعالیٰ کے امکانِ کذب کو ثابت کیا وہ بے شک خدا پر مفتری ہے، اور آیت "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا"(3) سے یہ ہرگز نہیں نکلتا

(1) عبارت نیشاپوری: " والمراد أنه لم بطل الجزاء كما زعموا لاستوت حال الطائفتين المتقي المصلح للأرض بتهذيب الأخلاق وتدبير المنزل والسياسة المدنية على وفق العقل والشرع ، والفاجر المفسد في الأرض بهدم النواميس وتتبع الشهوات وهتك الحرمات ، ومن سوى بينهم كان إلى السفه أقرب منه إلى الحكمة ، ولا ينافي هذا إمكان التسوية من حيث المالكية . "إنتهىٰ ۱۲ منه[تفسير نيشاپوری،جز:٦، باب:۱، ص:۳۷٥]

(2) عبارت امام رازی: "قلنا مدلول الآية أنّه لو أراد لفعل لا اعتراض عليه إنتهىٰ ۱۲ منه [تفسير كبير، باب سوره آل عمران، جز:۸، ص:۱۹۳]

(3) پاره:٥، النساء:٤، آیت:۸۷

کہ اللہ تعالیٰ سے گو کذب، وقوع میں نہیں آتا ہے مگر امکانِ کذب باری تعالیٰ عقلاً ثابت ہے، جیسا کہ جواب تفصیلی والوں کا خیال ہے، بلکہ اس آیت مبارکہ سے یہ مراد ہے کہ حق تعالیٰ کا کذب بالکل غیر ممکن ہے، امام رازی اس کے نیچے لکھتے ہیں کہ:

"ہمارے علما کی دلیل یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ کاذب ہوتا تو اس کا کذب قدیم ہوتا، اور جب اُس کا کذب قدیم ہوتا تو اس کا زوال ممتنع ہوتا۔ کیوں کہ قدیم پر زوال نہیں آتا ہے اور جب اس کے کذب قدیم کا زوال منع ہوتا تو اس کا صدق ممتنع ہوتا۔ لیکن اس کا صدق ممتنع نہیں ہے، اس لیے کہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ جو شخص کسی چیز کا عالم ہوتا ہے تو اس پر محکوم علیہ کے موافق حکم کرنا ممتنع نہیں ہوتا۔ اور یہ امر یقینی ہے، پس جب امکان صدق قائم ہوا تو ضرور امتناع کذب حاصل ہو گیا۔ پس یقیناً ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ صادق ہے۔" اھ (1)

اور ایسا ہی تفسیر نیشاپوری وغیرہ میں درج ہے، پس اس تحریر سے آفتابِ نیم روز کی طرح ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عقلاً کذب ممتنع ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ان علما کے کلام سے باری تعالیٰ کا کذب عقلاً ثابت کرنے والا بے شک مفتری ہے، اللہ تعالیٰ برے عالموں سے پناہ دے۔

(1) عبارت امام رازی: "وأما أصحابنا فدليلهم أنه تعالىٰ لو كان كاذباً لكان كذبه قديماً، ولو كان كذبه قديماً لامتنع زوال كذبه لإمتناع العدم على القديم، ولو امتنع زوال كذبه قديماً لامتنع كونه صادقا ، لأنه وجود أحد الضدين يمنع وجود الضد الاخر، فلو كان كاذبا لامتنع أن يصدق لكنه غير ممتنع، لأنا نعلم بالضرورة أنّ كل من علم شيئا فإنه لا يمتنع عليه أن يحكم عليه بحكم مطابق للمحكوم عليه والعلم بهذا الصحة ضروري ، فإذا كان إمكان الصدق قائماً كان امتناع الكذب حاصلاً لا محالة فثبت أنّه لا بدّ من القطع بكونه تعالىٰ صادقاً." انتهىٰ ١٢ منه
[تفسير كبير، سورة البقرة، ج:٥، ص:١٨٣]

اور یہ بدیہی امر ہے کہ جس نے خدائے ذوالکبریا اور علما و کبرا پر افترا کر دیا تو وہ اگر فقیر قصوری پر یہ بہتان باندھے کہ اِس نے تمام اشاعرہ کی تکفیر کی ہے تو اس پر کوئی عجب نہیں ہےکہ وہ مفتریوں کا سردار ہے۔

قولہ: واضح رہے کہ علمائے شریعت نے جیسا کہ امکانِ کذب باری تعالیٰ کی تصریح کی ہے ویسا ہی بلکہ بدرجہا اُس سے بڑھ کر اکابر اولیا سے یہ مسئلہ منقول ہے، شیخ اشرف الدین یحییٰ منیری اپنے مکتوب ۵۴/ میں لکھتے ہیں: "اے بھائی جس کا معاملہ ایسا جبار و قہار سے ہو، جو بہشت کو درزخ بنادے، اور دوزخ کو بہشت کردے۔" الخ۔(1)

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ عقل کی بیماری بدن کی بیماری سے بہت سخت ہوتی ہے، اے برادر آپ کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ علمائے دین نے امکانِ کذب باری تعالیٰ پر تصریح نہیں کی ہے، بلکہ صاحب براہین نے بالیقین اُن پر افترا کیا ہے، اور ایسا ہی یہاں اکابر اولیا پر بہتان باندھ رہا ہے۔ شیخ شرف الدین علیہ الرحمہ کے مکتوبات سے جو نقل کر رہا ہے، خدانخواستہ کہ اُس سے امکان کذب باری تعالیٰ ثابت ہو، بلکہ شیخ تو ایک مرید خاص کو حق تعالیٰ کے کبریا اور استغنا بیان کر کے توبہ اور تجرید کی ترغیب دے رہے ہیں کہ حق تعالیٰ جبار و قہار ہے، جو کچھ کرتا ہے اُس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، اگر صفتِ قہر کا ظہور فرمادے تو کوئی اس پر اعتراض نہیں کرسکتا، کیوں کہ اپنی مخلوق میں تصرف کو ظلم نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ وہ جو کچھ کرے وہ اچھا ہے، پس کون مسلمان کہہ سکتا ہے کہ شیخ صاحب کے کلام کے ہر فقرہ سے امکانِ کذبِ باری تعالیٰ ثابت ہو رہا ہے، اس کو یاد رکھ کر آگے سنیے کہ یہی شیخ علیہ الرحمۃ نہیں اپنے مکتوبات کے اٹھانویں مکتوب میں لکھتے ہیں:

"میرے بھائی شمس الدین کو معلوم ہوکہ اہل سنت کا اتفاقی مسئلہ ہے کہ کافروں کے لیے وعید مطلق ہے، اور نیکو کاروں کے لیے وعد مطلق ہے، اور گنہ گار مسلمان چوں کہ کافر

(1) مکتوبات صدی، مکتوب نمبر: ۵۴، ص: ۳۵۸، مرید کو رغبت دلانے کے بیان میں.

نہیں وہ وعید مطلق کے نیچے داخل نہیں ہیں، اور نیز وہ بالکل نیکوکار بھی نہیں تو وعدہ مطلق میں بھی داخل نہیں، اس میں اختلاف ہے، معتزلہ اس کو ہمیشہ کے لیے دوزخی بناتے ہیں، اور اہل سنت اس کو خدا کی مرضی پر چھوڑتے ہیں، خواہ حق تعالیٰ اپنے فضل سے بخش دے یا عدل کر کے عذاب کرے (الیٰ قولہ)۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک ممکن ہے کہ تمام گناہ سوا کفر کے بخشے جاویں، قرآن میں فرمان ہے کہ حق تعالیٰ شرک کو نہ بخشے گا۔ اور شرک سے کم گناہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔" (1)

یہ ترجمہ ہے عبارت فارسی کا، مکتوبات کا، صفحہ ۳۸۰ و ۳۸۱) سے حاصل عبارت انھیں شیخ یحییٰ منیری مستند صاحب براہین کے مکتوبات کا یہ ہوا کہ یقینی وعید کافروں کے واسطے ہے، اور یقینی وعدہ نیکوکار مسلمانوں کے لیے ہے، اور گنہ گار مسلمان خدا کے ارادے میں ہے، اگر چاہے تو اس کو اپنے فضل سے بخش دے، اور چاہے تو عدل سے عذاب کرے، اور اہل سنت کے نزدیک سوا کفر کے تمام گناہ مغفور ہو سکتے ہیں، یعنی ان کے وعید قطعی نہیں ہیں۔

اب غور کرو کہ انھیں شیخ علیہ الرحمۃ کے کلام سے کیسا صاف صاف ثابت ہے کہ گنہ گار مسلمانوں کی وعید مشروط ہے بخشش کے نہ ہونے سے، پس خلاف اور امکانِ کذب کا نام و

(1) عبارت شیخ علیہ الرحمہ: برادرم شمس الدین بداندکہ مر اہل سنت و جماعت را اجماع ست کہ وعیدِ مطلق ہر کافراں راست و وعدۂ مطلق مر نیکوکاراں راست، باز مومن کہ وے عاصی باشد کافر نبود تا درِ تحتِ وعیدِ مطلق در آید و نیز محسن مطلق نیست تا وعدہ مطلقًا وے روا یا بد ہند اندر و لے اختلاف ست نزد معتزلہ جاویداں در دوزخ باشد، نزد اہل سنت موقوف است، نہ وعدہ مطلق دہند نہ وعیدِ مطلق حکم وے بہ مشیت متعلق دراند، اگر خواہد وے را بیامرزد و آں از وے فضل بود و اگر خواہد عذاب کند و آں از وے عدل بود الیٰ قولہ، و حاصل الامر نزدیک اہل سنت و جماعت ہمہ معاصی شاید کہ مغفور گردد باجتناب از کفر قال اللہ تعالیٰ ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ'' [پارہ:۵، النساء:۴، آیت:۴۸]. انتہیٰ۔ ۱۲ [مکتوبات صدی، ص:۵۸۹، وعدہ اور وعید کے بیان میں۔]

نشان ہی نہ رہا تو ان کے کلام سے جو امکان کذب باری تعالیٰ ثابت کرے اور فقیر قصوری کان اللہ لہ کو ان کا مکفر قرار دے تو کیسا گمراہ اور گمراہ کنندۂ خلقِ خدا ہے۔ علاوہ ازیں یہ ہے کہ یہ شیخ علیہ الرحمۃ تو ان اولیا سے ہیں جن کو خدا تعالیٰ کے خوف نے مغلوب و مدہوش کیا ہوا ہے، جیسکہ ان کے مکتوبات کے اخیر مناجات میں یہ ابیات درج ہیں:

من نہ کافر نے مسلماں زادہ ام　در میان ہر دو حیراں ماندہ ام

نے مسلمانم نہ کافر چوں کنم　　ماندہ سرگردان و مضطر چوں کنم (1)

(مکتوبات صفحہ آخری ۴۰۰؍ سطرے و۸؍ میں دیکھو)

اب ظاہر ہے کہ علم عقائد اسلامیہ کی کتابوں میں مثل تمہید ابو شکور سالمی اور شرح عقیدہ طحاوی اور شرح فقہ اکبر وغیرہ سب میں تصریح ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اپنے ایمان کو انشاء اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشروط کرنا روا نہیں ہے، پس چہ جائے کہ اپنے ایمان کو صاف منفی کر کے (نے مسلمانم) کہہ دینا کیوں کر جائز ہوگا؟ حق تعالیٰ شریعت مطہر پر قائم رکھے، پس ایسے بزرگوار کی کلام سے جو وہ بھی کسی مرید خاص سے ہو، دلیل لے کر عام طور پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ و یحییٰ علیہم السلام جن کو حق تعالیٰ کے قہر میں داخل کر کے اور جمیع خاص و عام کو ہمیشہ کے واسطے دوزخی بنا دینا اور پھر اس مقولہ سے باری تعالیٰ کا کذب ثابت کرنا اور مناظروں میں ان دلائل کو پیش کرنا اور رسالوں اور اشتہاروں میں اس کو شائع کرنا، یہ کمال توہین حضرت باری تعالیٰ اور نہایت اہانت جناب انبیا علیہم السلام نہیں تو اور کیا ہے؟ اور کسی مومن صاحب حیا کی زبان پر ایسی باتیں ہرگز نہیں آتیں ہیں، خاص ایسے نازک وقت غلبہ و دشمنانِ دین متین میں، دانش منداس میں غور کر کے شہادت دیں کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

اور وہ جو صاحب براہین نے تحفہ "اثنا عشریہ" سے نقل کیا کہ: "اہل سنت کے نزدیک حق تعالیٰ سے ظلم ممکن ہے کیوں کہ سب اس کی پیدائش اور پادشاہت ہے۔" الخ سو یہ بھی

(1) مکتوبات صدی، ص:۶۱۵، مناجات مخدوم۔

جھوٹ اور بہتان ہے اس لیے کہ تحفہ میں تو یوں درج ہے:

تحفہ ''اثنا عشریہ'' میں تحریف

''حق تعالیٰ سے اہل سنت کے نزدیک ظلم ممکن نہیں ہے۔'' (1) اور صاحب براہین نے مع اپنے حواریین کے لکھا ہے کہ تحفہ میں ہے کہ ظلم ممکن ہے، یعنی کلمہ نفی کو لفظ اثبات سے تحریف کر دیا ہے، چناں چہ اس کی اصل عبارت محرفہ فقیر نے مجلس مناظرہ میں حضرت حکم اور دوسرے اعیان ریاست کو دکھلائی تھی، جب سب نے یہ تحریف دیکھی تو اس کے جواب میں براہین والے نے عذر کیا کہ یہ سہو کاتب ہے، میرے مسودہ میں لفظ نیست کا ہے اور یہ لفظ مسودہ میں بین السطور درج تھا۔ تب فقیر نے کہا کہ اسی لفظ تحریف کا ذکر بہت سے لوگوں میں جو مشہور ہو گیا تھا تو آپ کو بین السطور لکھنے کا اب موقع مل گیا۔ خیر تسلیم کیا کہ یہ سہو کاتب ہے، مگر ''نیست'' کے لفظ سے آپ کا مدعا کیوں کر ثابت ہوا، آپ تو ظلم اور امکان کذب کا اثبات کر رہے ہو، یہ عذر محض بے جا ہے، تو اس کا جواب مجلس مناظرہ میں فقیر کو کسی نے نہ دیا۔ اور مولوی سلطان محمود جن کا نام علمائے اہل سنت میں اوپر معدود ہو چکا ہے مناظرہ شروع کر دیا۔

ان تحریری سوالات و جوابات میں جو کچھ صاحب براہین اور اس کے حواریین نے بے ہودہ باتیں تحریر کرائیں فقیر ان سے معترض نہیں ہوتا کیوں کہ میرا وظیفہ اعتراضات کے قائم کرنا اور جواب الجواب کا دینا ہے، امام رازی آیت: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ'' کے نیچے تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

''تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم پر قادر ہے، کیوں کہ ترکِ ظلم سے اس کی مدح کی گئی ہے اور جس کے کسی فعل قبیح کے ترک سے

(1) عبارت تحفہ اثنا عشریہ: ''از باری تعالیٰ نزد اہل سنت ظلم ممکن نیست۔'' الخ ۱۲ منہ
[تحفہ اثنا عشریہ ص:۵۷، اردو]

مدح کی جائے تو وہ تب صحیح ہوگی جب وہ ممدوح اس فعل قبیح کے کرنے پر قادر ہو جیسا کہ جاماندہ (1) کو کوئی اس سے مدح نہیں کرسکتا کہ وہ رات کو چوری کرنے نہیں جاتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں حق تعالیٰ کی مدح کی گئی ہے کہ اس کو اونگھ اور نیند نہیں پکڑتی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو اونگھ اور نیند لازم آجائے، اور نیز قرآن میں اس کی مدح ہے کہ اس کو آنکھیں نہیں پاسکتیں، اور معتزلہ کے نزدیک یہ اس پر دلیل نہیں کہ ادراکِ ابصار حق تعالیٰ پر صحیح ہو۔"(2)

یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا جس سے بخوبی ثابت ہے کہ امکان ظلم اور کذب سے باری تعالیٰ کو موصوف کرنا اہل سنت کا عقیدہ نہیں معتزلہ کا اعتقاد ہے۔

قولہ: "اب مؤلف انوار ساطعہ اور اس کے مؤید مولوی قصوری اور تمام ان کے ہم مشرب عبرت سے دیکھیں کہ جو طعن مطلق امکان کذب کے قائلوں پر کر رہے تھے، اس نے اکابر اہل سنت کی تکفیر تک نوبت پہنچائی۔"

فقیر کان اللہ لہ اس کے جواب میں لکھتا ہے: کہ اوپر بخوبی ثابت کیا گیا کہ امکان کذب باری تعالیٰ کے قائلوں پر جو طعن ہے، تو وہ صرف فرقہ وہابیہ پر عائد ہوتا ہے، اور حاشا کہ کسی اکابر اہل سنت یا کسی عوام امت کی جانب وہ طعن عود کرے، اور یہ بھی معلوم ہو چکا

(1) جاماندہ: اپاہج، لنجا۔

(2) عبارت تفسیر کبیر: "المسئلة الثالثة قالت المعتزلة : الآية تدل على أنه قادر على الظلم لأنه تمدح بتركه ، ومن تمدح بترك فعل قبيح لم يصح منه ذلك التمدح ، إلا إذا كان هو قادرا عليه ، ألا ترى أن الزمن لا يصح منه أن يتمدح بأنه لا يذهب في الليالي إلى السرقة .والجواب أنه تعالى تمدح بأنه لا تأخذه سنة ولا نوم ، ولم يلزم أن يصح ذلك عليه ، وتمدح بأنه لا تدركه الأبصار ، ولم يدل ذلك عند المعتزلة على أنه يصح أن تدركه الأبصار." انتهیٰ بلفظه. ١٢ منه[تفسير كبير، ج:١، ص:٨٣]

ہے کہ صاحب براہین اور اس کے تمام حوار یین کے دلائل یا تو آیت قرآنی کی اپنی رائے پر تفسیر ہے، اور یا اپنے زعم سے اجتہاد کیا ہے، یا علماے دین پر افترا ہے اور تحریف کر کے مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے، پس مولوی گنگوہی اور اس کا مرید انبیٹھوی اور تمام ان کے ہم مذہب جو حق تعالیٰ کے امکانِ کذب کو ثابت کر رہے ہیں غور سے دیکھیں کہ اس بداعتقادی نے اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے سے اور علما اور اولیا کے کلام میں دلیرانہ تحریفِ لفظی و معنوی سے ان کی کیسی عاقبت خراب کی ہے، ترقی کے بعد تنزّل سے پناہ بخدا۔

قولہ: اور آیت: "فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ" کا استدلال میں لکھنا بے سوچے سمجھے ہے اتنی بھی سمجھ نہیں ہے، صدق وصف مشتق کے واسطے وجودِ مبدا ے اشتقاق ضروری ہے نہ امکان، ورنہ قصوری کی فہم کے موافق جملہ بنی آدم حتیٰ کہ معصومین پناہ بخدا آیت "فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ" کے مصداق ہو جائیں گے، کیوں کہ مدار اِس وعید کا تو مطلقِ امکان پر ٹھہرا، اور امکان کذب سارے بنی آدم میں موجود ہے، پس مصداقِ وعید لعنت جمیعِ بنی آدم ہوئے، اور کچھ جھوٹ پر ہی منحصر نہیں بلکہ اکابر اولیا وغیرہ کو تمام گناہ کفر اور شرک، زنا اور سرقہ وغیرہ پر قدرت ہے، اور ان کے امکان میں داخل ہے، گو واقع نہ ہوں۔"

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ پہلے اعتراض میں بعد ذکر کرنے آیاتِ ناطقہ صدق باری تعالیٰ کے اور متواتر ہونے خبر صدق اس پاک ذات کے فقیر نے کذب کی وعید میں یہ آیت بھی لکھ دی تھی، اور شرعًا و عقلًا امکان کذب باری تعالیٰ کا محال ہونا درج کیا تھا۔ اس لیے کی کذب قبیح اور نقص ہے اور صراحۃً مراد اس سے یہی تھی کہ جھوٹ پرلے درجے کی بُرائی ہے، اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت کی ہے تو امکانِ کذب بھی اللہ تعالیٰ پر محال ہے، جس سے صاف صاف ظاہر تھا کہ مدارِ وعید کذب پر ہے نہ امکانِ کذب پر۔ پس براہین والے نے جو اس عبارت سے مدار وعید یعنی امکان کذب پر قرار دے کر سارے انبیا اور اولیا کو لعنتی بنا رہا ہے، اور فقیر پر یہ الزام لگا رہا ہے، اور اخیر میں اولیا اور انبیا کی قدرت کفر اور شرک پر ثابت کر رہا ہے، یہ اس کی محض ضدیت اور عناد سے ہے کہ اپنے عندیے کے مخالف کی تردید میں کمال

ہٹ دھرمی ان کا شیوہ ہے، اور عجب تر یہ نفسانیت ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کلمات اہانت انبیا و اولیا تراش کر دوسروں کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ بے شک جو حق تعالیٰ پر اتہام سے نہیں ڈرتا وہ بندوں پر الزام سے کب ڈرتا ہے۔

رہا یہ جو اس قول میں براہین والے نے انبیا کی قدرت کفر و شرک پر جو لکھی ہے، تو یہ بھی اہل سنت بلکہ تمام امت کے بر خلاف بکواس کی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیا کو کفر و شرک بلکہ معاصی سے عصمت پر مجبول پیدا کیا ہے، اور یہ مسئلہ یقینی ہے، دوسری کتابوں پر دسترس نہ ہو تو تفسیر عزیزی میں آیت ''وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ؕ''(1) کے نیچے دیکھ لیں۔

اور سب انبیا کو قرآن میں یہ کہنا ''وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ''(2) (کہ اگر وہ شرک کرتے تو ہم ان کے اعمال ضائع کر دیتے) اور نیز سرور عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وعترتہ وسلم کے بارے میں یوں فرمایا: ''لَىٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ'' (3) (یعنی اگر تو شرک کرتا تو ہم تیرے اعمال ضائع کر دیتے) اخیر آیت تک یہ بفرض محال ہے، جیسا کہ تفسیر جلالین اور مدارک وغیرہا سب میں لکھا ہے۔

تفسیر عزیزی میں ''وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا'' کے نیچے لکھتے ہیں۔ ''یعنی بفرضِ محال وہ رسول اگر ہم پر کچھ بنا کر کہتا۔'' الخ۔ (4)

پس ان معتبر سندوں سے ثابت ہے کہ انبیا کفر و شرک پر قادر نہیں ہیں، اور امکان کفر و شرک معصوم لوگوں سے غیر ممکن ہے، پس خداوند ذوالجلال ہی ان بے ادبوں سے انتقام لے، چناں چہ اُس نے

(1) پارہ:۳۰، الضحیٰ:۹۳، آیت:۷
(2) پارہ:۷، الأنعام:۶، آیت:۸۸
(3) پارہ:۲۴، الزمر:۳۹، آیت:۶۵
(4) عبارت تفسیر عزیزی: اگر بہ فرض محال بر بستہ بگوئد آں رسول بر ما، الخ۔
[پارہ:۲۹، سورہ الحاقۃ، ص:۸۳]

صاحب براہین اور حوار یین سے خوب انتقام لیا جس پر اُس کا شکر ہے۔

قولہ: ”اور یہ جو دلیل بیان ہے کہ کذب قبیح اور نقص ہے، اور باری تعالیٰ سب نقصوں سے پاک ہے، اس کا جواب یہ ہے اول ہم نے مانا کہ جھوٹ قبیح اور نقص ہے، لیکن امکانِ کذب کا قبیح اور نقص ہونا مسلم نہیں، بلکہ کمال الوہیت اور شعبہ عمومِ قدرت ہے، چناں چہ اوپر معلوم ہو چکا ہے، اور جو امکان کذب قبیح اور نقصان ہونے کا مدعی ہے اس پر دلیل کا قائم کرنا لازم ہے۔“

امکانِ کذب باری تعالیٰ کے رد میں اکیس دلائل

فقیر کان اللہ جواب دیتا ہے: کہ اوپر اعتراض کی تحریر میں امکان کذب کے نقص ہونے میں کئی دلائل گزرے ہیں۔ جن کو اس جگہ شمار کر دیتے ہیں۔

☆پہلے: حق تعالیٰ پر بالاتفاق کذب ممتنع ہے۔(1)

☆دوسرے: کذب نقص ہے اور نقص خدا تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے۔(2)

☆تیسرے: جب اس پر کذب ممتنع ہوا تو واجب ہے کہ اس کا کلام راست ہو۔(3)

☆چوتھے: خدا پر سکون، حرکت، انتقال، جہل، کذب صحیح نہیں ہے، اور نہ کوئی صفات نقص سے اہل سنت کے نزدیک برخلاف اُن کے جو ان کو روا رکھتے ہیں جیسا کہ اوپر گزرا ہے۔(4)

☆پانچویں: معتزلہ کے عابد ابو موسیٰ عیسیٰ نے کہا ہے، کہ خدا جھوٹ اور ظلم پر قادر ہے، اگر ایسا کرتا تو جھوٹا ظالم خدا کہلاتا۔ خدا اس سے بہت اونچا ہے۔(5)

(1) دلیل: يمتنع عليه الكذب إتفاقاً.[شرح مواقف، جز:۳، ص:۱۳۱]

(2) أنه نقص والنقص عليه محال إجماعاً.

[شرح مواقف، جز:۳، ص:۱۴۰]

(3) وإذا امتنع عليه الكذب وجب إذا يكون كلامه صدقاً.

[شرح مواقف، جز:۳، ص:۱۴۱]

(4) ولا يصح عليه الحركة والسكون والانتقال ولا الجهل ولا الكذب ولا شئ من صفات النقص عند أهل السنة والجماعة خلافا لمن جوّزها عليه. [شرح مواقف، جز:۳، ص:۷۱۸]

(5) دلیل: قال أبو موسیٰ عیسیٰ ابن صبیح راهب المعتزلة إنّ اللّٰه قادر علیٰ أن يكذب و يظلم ولو فعل لكان الٰهًا كاذباً ظالماً تعالیٰ اللّٰه عما قاله علواً كبيراً. ۱۲منه[شرح مواقف، خاتمه للمرصد الرابع، بيان عقائد فرق معتزلة [عقائد مزداريه، ج:٤، جز:۸، ص:٤١٣]

یہ پانچ دلیلیں شرح مواقف سے لکھی ہیں تاکہ صاحب براہین کا بہتان ظاہر ہو۔ جو کہتا ہے کہ شرح مواقف سے امکان کذب ثابت ہوتا ہے۔

☆چھٹی عبارت تفسیر کبیر کی آیت ''وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا''(1) کے نیچے ہے ''بیشک مومن کو خدا پر جھوٹ کا گمان کرنا ناروا ہے بلکہ اس گمان سے ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔'' اھ، اور پہلی وجہ کے بیان میں امام رازی نے کہا ہے کہ ظن اس جگہ وہم اور خیال کے معنی رکھتا ہے۔(2)

☆ساتویں بھی تفسیر کبیر میں ہے: ''جب حق تعالیٰ پر خبر میں خلاف روا رکھا جائے تو یہ کذب کی تجویز ہوئی۔ پس یہ بڑا خطا بلکہ قریب کفر کے ہے، اس لیے کہ سب دانش مند خدائے تعالیٰ کے کذب سے منزہ ہونے پر متفق ہیں۔'' (3)

☆آٹھویں: فقہ اکبر کی شرح میں ہے کہ ''خدا پر جھوٹ محال ہے۔''(4)

☆نویں: شرح عقائد جلالی میں ہے کہ ''امکانِ محال بھی محال ہے۔''(5)

(1) پارہ:۱۳، یوسف، آیت نمبر:۱۱۰

(2) لأن المؤمن لا يجوز أن يظن باللّٰه الكذب بل يخرج بذٰلك عن الإيمان انتهىٰ ، وقال في الوجه الأول: والظن ههنا بمعنى التوهم والحسبان. ۱۲ منه [تفسیر کبیر، ج:۹، ص:۱۸۱]

(3) فإذا جوز على اللّٰه الخلف فيه (أي في الخبر) فقد جوّز الكذب على اللّٰه وهذا خطاء عظيم بل يقرب من أن يكون كفراً فإن العقلاء أجمعوا على انه منزّه عن الكذب. ۱۲ منه[تفسیر کبیر، ج:۱۰، ص:۱۹۰]

(4) دلیل: ''والكذب عليه تعالىٰ محال''. [شرح فقه أكبر، بحث لم يزل ولا يزال بأسمائه وصفاته، ص:۸۷]

(5) دلیل: ''كلام الجلال الدواني من شرح العقائد الجلالي: وإمكان وإمكان المحال محال.''

☆دسویں: فتاویٰ عالم گیریہ کی عبارت کہ "اللہ تعالیٰ کو نالائق امر سے موصوف کرنا یا نقص کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔" (1)

یہ دس دلیلیں ہیں جو فقیر نے اعتراض میں بیان کی ہیں جن میں لفظ جواز یا صحت یا گمان بمعنی وہم ہے تو وہ نص ہے امکان کذب کے نقص ہونے میں اور جن میں لفظ امتناع اور محال کا ہے تو وہ بھی ایسا ہی ہے، کیوں کہ امکان محال کا محال ہونا عقلا کے نزدیک محقق ہے۔

☆گیارہویں: تفسیر کبیر سے بذیل آیت: "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا" کے منقول ہوا ہے کہ "جب امکان صدق قائم ہوا تو ضرور امتناع کذب حاصل ہو گیا۔ اھ (2)

پس امتناع کذب سے امکان کذب محال ہو چکا۔

یہ گیارہ دلائل نقص ہونے امکانِ کذب میں ہر چند بنا بر اطمینان اہل انصاف و ایمان کافی ہیں۔ مگر چند دلائل اور بھی لکھ دیتا ہوں، شاید کسی خدا کے مُکذِب کو ہدایت ہو جائے، اور مسلمانوں کے درمیان سے خرخشہ (3) رفع ہو۔

☆تفسیر مدارک میں آیت مبارکہ کے نیچے لکھا ہے کہ "یہ استفہام نفی کے معنی سے ہے، یعنی کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے خبر اور وعدہ اور وعید میں راست باز نہیں ہے، اس لیے کہ کذب خدا پر محال ہے، وہ قبیح ہے کیوں وہ نام ہے خلاف واقع خبر دینے کا۔" اھ (4)

(1) دلیل: "يكفر إذا وصف اللّٰه تعالىٰ بمالا يليق به أو نسبه إلى النقص. ملخصاً" [فتاویٰ عالمگیری، باب موجبات الكفر، أنواع منها ما يتعلق بالإيمان ولاإسلام، جز:۲، ص:۲۵۸]

(2) دلیل: "فإذا كان إمكان الصدق قائماً كان امتناع الكذب حاصلاً لا محالة." انتهىٰ [تفسير كبير، ج:۵، ص:۱۷۳]

(3) خرخشہ: جھگڑا، بکھیڑا۔ ۱۲ نفیس احمد مصباحی

(4) دلیل: "تحت قوله تعالىٰ: "ومن اصدق من اللّٰه حديث" و هو استفهام بمعنىٰ النفي أي لا أحد أصدق منه في إخباره ووعده ووعيده لاستحالة الكذب عليه تعالىٰ بقبحه لكونه إخباراً عن الشئ بخلاف

☆اور تفسیر بیضاوی میں بھی اسی آیت کے تلے لکھا ہے کہ: "یہ انکار ہے اس سے کہ خدا سے (زیادہ) کوئی بھی راست باز ہو، اس لیے کہ اس کی خبر میں کسی طرح سے بھی کذب داخل نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ نقص ہے، اور خدا پر محال ہے۔" اھ (1)

☆مفتی الثقلین ابوالسعود اپنی تفسیر میں اِسی آیت کے نیچے لکھتے ہیں کہ: "انکار ہے اس کا کہ کوئی خدا سے راست باز نہیں ہے، اپنے وعدہ اور تمام خبروں میں اور بیان ہے اس کے محال ہونے کا کیا معنی کہ جھوٹ خدا پر محال ہے۔" اھ (2)

☆بیہقی زمان تفسیر مظہری میں اس کے نیچے لکھتے ہیں کہ: "بے شک خدا کی خبروں میں کذب کو سی وجہ سے بھی دخل نہیں ہے کہ وہ نقصان اور خدا پر محال ہے۔" اھ (3)

☆تفسیر رحمانی میں اس کے نیچے تحریر ہے: "اس لیے کہ قرآن خدا کے کلام ازلی کی عبارت ہے، اس میں کذب کو دخل نہیں کہ وہ نقص ہے، اور جو خدا کے سِوا ہے، ہر چند اس کا صدق مدلل ہو مگر ان دلائل سے قطع نظر کرنے سے اِس کا کذب ممکن ہے۔" (4)

ما هو عليه." [مدارك التنزيل، ج:۱، ص:۲۴۱]

(1) دلیل: "إنكار أن يكون أحد أكثر صدقاً منه ، فإنه لا يتطرق الكذب إلى خبره بوجه لأنه نقص وهو على اللّٰه محال ."

[تفسير بيضاوي، ج:۲، ص:۲۲۹]

(2) دلیل: " إنكارٌ لأن يكون أحدٌ أصدقَ منه تعالى في وعده وسائرِ أخبارِه وبيانٌ لاستحالته كيف لا والكذِبُ مُحالٌ عليه سبحانه دون غيرِه ." [تفسير ابي السعود، ج:۲، ص:۲۱۱، ۲۱۲]

(3) دلیل: " فإنّ إخباره تعالىٰ لا يحتمل تطرق الكذب إليه بوجهٍ من الوجوه لأنّه نقص مستحيل على اللّٰه تعالىٰ."

[تفسير مظهري، ج:۳، ص: ۱۲۰، ۱۲۱، اردو]

(4) دلیل: تفسير تبصير الرحمان: " لأنه عبارة كلامه الأزلي الذي لادخل للكذب فيه لأنّه نقص والغير و إن دلّت الدلائل على صدقه

☆تفسیر خازن میں ہے، یعنی: "کوئی بھی خدا تعالیٰ سے راست باز نہیں ہے کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اور اس پر جھوٹ ممکن نہیں۔" اھ (1)

☆عقائد حافظیہ میں ہے کہ: "حق تعالیٰ سبحانہ ظلم، سفاہت اور کذب پر قادر ہونے سے موصوف نہیں، اس لیے محال خدا کی قدرت میں داخل نہیں ہے، اور معتزلہ کے نزدیک خدا کذب وغیرہ پر قادر ہے، اور کرتا نہیں۔" اھ (2)

☆عقائد جلالی میں ہے: "خدا پر حرکت، انتقال، جہل اور کذب صحیح نہیں کہ یہ نقص ہیں اور نقص خدا پر محال ہے۔" اھ (3)

☆اور عقائد عضدیہ میں ہے کہ: "خدا تمام صفاتِ نقص سے پاک ہے، اور سب کا عقلاً اس پر اتفاق ہے چناں چہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔" اھ (4)

☆شرح فقہ اکبر میں ہے کہ: "حق تعالیٰ ظلم پر قدرت سے موصوف نہیں ہے، کیوں کہ محال قدرت کے نیچے داخل نہیں ہوتا ہے، اور معتزلہ کے نزدیک ظلم پر قادر ہے، اور کرتا نہیں۔" اھ (5)

فكذبه ممكن إذا لم ينظر إليها."[تفسير تبصير الرحمٰن ،ج:١، ص:١٥٨]

(1) دلیل:"يعني لا أحد أصدق من اللّٰه تعالیٰ فإنه لا يخلف الميعاد ولا يجوز عليه الكذب."[تفسير خازن، ج:١، ص:٤٠٦]

(2) دلیل:"ولا يوصف اللّٰه تعالیٰ بالقدرة على الظلم والسفه والكذب ؛ لأن المحال لا يدخل تحت القدرة، وعند المعتزلة يقدر ولا يفعل." [عقائد حافظيه]

(3) دلیل:"ولا يصح عليه الحركة والانتقال ولا الجهل ولا الكذب لانهما نقص والنقص على اللّٰه تعالیٰ محال."[عقائد جلالي]

(4) دلیل:"وهو منزه عن جميع صفات النقص كما سبق من اجماع العقلاء علیٰ ذلك." [عقائد عضديه]

(5) دلیل:"ومنها لا يوصف اللّٰه تعالیٰ بالقدرة على الظلم لأنّ المحال

اب یہ اکیس دلائل باری تعالیٰ کے امکانِ کذب سے پاک ہونے پر ناطق ہیں کہ وہ نقص ہے، اور خدا نقص سے پاک ہے، اور صاحب براہین اور اس کے حواریین کا یہ قول کہ ’’ہم کذب کا قبح اور نقص ہونا مان لیں، تو امکان کذب کے قبح اور نقص کو تسلیم نہیں کرتے ہیں بلکہ اس سے خدا کی الوہیت کامل ہوتی ہے، اور اس کی قدرت کا عام ہونا ہے۔‘‘ صاف صاف چاہتا ہے کہ یہ لوگ یہ بھی اعلانیہ طور پر کہیں کہ ہم جہل، زنا، عجز وغیرہ کے قبح کو تسلیم کر لیں تو امکانِ جہل وزنا وعجز وغیرہ کے قبح ہونے کو نہیں مانتے، بلکہ یہ سب کمالِ الوہیت اور شعبۂ عمومِ قدرت ہیں۔ دین دار عاقل پر اس مردود اعتقاد کی برائی پوشیدہ نہیں ہے، پناہ بخدائے لایزال ایسے سخن پرستی کے خیال سے۔

کتاب معتقد منتقد میں لکھا ہے:

’’فرقہ وہابیہ سارے اہلِ اسلام سے مخالف ہوگئے ہیں، ان کا امام (یعنی مولوی اسماعیل دہلوی) نے کہا ہے، خدا کا کذب اور اِس سے امکانِ اتصاف، محال بالذات نہیں ہے، اور یہ امکان کذب قدرت الٰہی سے خارج نہیں ہے، ورنہ آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جاوے گی۔ اور بعضے اس کے مقلدوں نے اِس بری گفتگو میں درازنفسی کی، اور دوزخ کا سزاوار ہوا۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ کا جہل، عجز اور تمام نقص اور عیبوں اور فواحش وقبائح سے متّصف ہونا ممکن کہا، اور اپنے آپ اور ساری قوم کو رسوا کیا۔‘‘ یہ ترجمہ ہے عبارت معتقد کا۔ (1)

لا يدخل تحت القدرة وعند المعتزلة انه يقدر ولا يفعل.‘‘ إنتهىٰ

(1) المعتقد المنتقد: ’’والنجدية النجدية: قد فارقوا أهل الإسلام في هذا المقام قال كبيرهم : كذبه واتصافه سبحانه بهذه النقيصة ليس محالاً بالذات وليس خارجاً من القدرة الإلٰهية و إلّا يلزم زيادة القدرة الإنسانية على القدرة الربانية. إنتهىٰ. أطال الوقاحة بعض متبعية بالحالة الكلام فيما لا يعنيه و إلى جهنم يصليه، حتى التزم امكان اتصافه سبحانه بالجهل والعجز وجميع النقائص والمعايب والفواحش والقبائح

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ ہمارے زمانے میں مولوی دہلوی کے اکابر مقلدین سے صاحب براہین اور ان کے حواریین ہیں، ان کے نزدیک بھی باری تعالیٰ کا سب قبائح سے متّصف ہونا ممکن ہے جیسا کہ اس قول سے لازم ہو رہا ہے۔

قولہ: "ثانیاً یہ دلیل مولوی قصوری کے مذہب اہل سنت سے ناواقف ہونے پر دلالت کرتی ہے، ورنہ فی الحقیقت بموجب مذہب اشاعرہ کے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے قبیح نہیں ہے، کیوں کہ وہ سب کمالات ہیں، شاہ عبد العزیز صاحب تحفہ اثناعشریہ میں لکھتے ہیں۔" الخ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ اللہ تعالیٰ سے قبیح کا نہ ہونا مسلم ہے، اور ہم اس پر یقین کرتے ہیں، مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ حق تعالیٰ کا قبائح سے متّصف ہونا جائز ہے، اور یہ قبیح نہیں، چناں چہ ان مکذبین کا یہی مقصود ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ قبائح کا پیدا کرنا جیسے کفر، ظلم، معاصی یہ حق تعالیٰ سے قبیح نہیں اس لیے کہ وہی چیز کا خالق ہے، اور خدا کے سب کام اچھے ہیں، ان سے مدح اور ثنا ہی متعلق ہے، اور خدا خود کفر، گناہ نہیں کرتا ہے۔

شرح مواقف کے متن میں ہے کہ: "اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز قبیح نہیں، اگرچہ سب کا خالق وہی ہے، اور اُس پر واجب بھی کچھ نہیں، اور بحکم شرع اس کے سب کام اچھے ہیں، اس میں اختلاف نہیں کہ باری تعالیٰ کوئی برا کام نہیں کرتا ہے، اور نہ کوئی واجب ترک کرتا ہے ہمارے نزدیک اس لیے کہ کچھ اس سے قبیح نہیں، اور نہ اُس پر کچھ واجب ہے، کیوں کہ واجب بحکم شرع ہوتا ہے، اور خدا کے کام میں یہ متصور نہیں، الیٰ قولہ اگر کوئی کہے کہ کفر و ظلم معاصی سب کے سب قبیح ہیں اور یہ سب خدا کی مخلوق ہیں، ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ مانا مگر قبیح کا پیدا کرنا قبیح نہیں ہے، پس خدا ہی قبائح کا بھی خالق ہے، سوائے اس کے کہ وہ فاعل نہیں، اور اگر کہا جائے کہ خدا اچھا کام بھی نہیں کرتا، کیوں کہ اُس پر نہ کوئی حکم ہے اور نہ اس پر کچھ منع

وفضح نفسه وقومه بأنواع الفضائح."۱۲[المعتقد المنتقد، باب الالٰهيات، ص:٦١]

ہے، حالاں کہ اجماع اس کے خلاف پر ہے (یعنی خدا اچھا کام کرتا ہے) ہم جواب دیتے ہیں کہ شرع میں خدا کے کاموں پر تعریف ہوئی ہے، تو اس کے کام اچھے ہی ہوئے کہ اُن سے مدح اور ثنا متعلق ہے۔" (1)

(یہ ترجمہ ہے شرح مواقف مطبوعہ مصر کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۵۳ سے)

اور باقی مبسوطات عقائد میں بھی ایسا ہی ہے۔

پس متحقق ہوا کہ ضرور حق تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور کوئی برا کام نہیں کرتا، بر خلاف زعم مکذبین کے اور اس کا تو کوئی بھی اہلِ اسلام سے قائل نہیں کہ کفر عبث نفس شیطان کا پیدا کرنا قبیح ہے، حق تعالیٰ کی طرف نسبت نہ کرنا چاہیے، جو خدائے پاک پر امکان کذب کے قائل ہوں وہ خدا کے بندوں پر بہتان باندھنے سے کب پرواہ کرتے ہیں۔

قولہ: "ثالثاً:" مولوی قصوری نے یہ دلیل شرح مواقف سے نقل تو کی ہے، مگر اس کے معنی کو نہیں سوچا، نہ اس کے ماقبل مابعد کو دیکھا ہے، خود شارح مواقف اِس دلیل کو غلط بتا رہے ہیں، پس غلط دلیل کو مخالف کے مقابلہ میں پیش کرنا کس قدر جرأت و بے باکی ہے،

(1) عبارت شرح مواقف: "لا قبیح من اللّٰه تعالیٰ و إن کان هو الخالق للکل ولا واجب علیه و إن حسن أفعاله بحکم الشرع انتهیٰ. لا خلاف في أنّ الباري لا یفعل قبیحاً ولا یترك واجباً أمّا عندنا فلأنه لا قبیح منه ولا واجب علیه لکون ذٰلك علیه بالشرع ولا یتصور ذٰلك في فعله إلی قوله، فإن قیل : الکفر والمعاصي کلّها قبائح وقد خلقها اللّٰه تعالیٰ قلنا : نسلّم إلّا أنّ خلق القبیح لیس بقبیح فهو موجدٌ لها ، لا فاعلٌ لها فإن قیل فلا یفعل الحسن أیضاً لأنه لاحکم علیه أمراً کما لا حکم علیه نهیاً، والإجماع علی خلافه ، قلنا : قد ورد الشرع بالثناء علیه في افعاله فکانت حسنة لکونها متعلق المدح والثناء عند اللّٰه تعالیٰ إنتهیٰ." (شرح مواقف)

شارح مواقف کہتا ہے: کہ نقص فی الفعل اور قبح عقلی فی الفعل میں فرق مجھ پر نہیں ظاہر ہوا۔'' الخ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ حق تعالیٰ کے نقصِ کذب سے پاک ہونے کی دلیل صرف شرح مواقف سے ہی ماخوذ نہیں ہے بلکہ جمیع کتب عقائد میں اس پر تصریح ہے۔

چناں چہ متن شرح مقاصد میں ہے کہ: ''کذب بالاتفاق حق تعالیٰ پر محال ہے اور تمام نبیوں نے بھی خبر دی ہے اور اس لیے کہ دانش مندوں کے نزدیک نقص ہے۔''اھ

اور شرح مقاصد میں ہے کہ: ''کذب محال ہے، یعنی تین وجہ سے، پہلے اتفاق علما سے، دوسرے انبیا سے (جن کا صدق ان کے معجزات سے بھی ثابت ہے کلام اللہ کے ثبوت اور اس کے صدق پر موقوف نہیں ہے) خبر متواتر ہے کہ خدا پر کذب جائز نہیں ہے، تیسرے کذب دانش مندوں کے اتفاق سے نقص ہے، اور خدا پر محال ہے اس لیے کہ یہ عجز اور جہل کی نشانی ہے، یا عبث ہے۔''(1)

(1) عبارت متن شرح مقاصد: يكون كذباً و هو على اللّٰه تعالىٰ محال بالإجماع و إخبار الأنبياء عليهم السلام، ولكونه نقصاً عند العقلاء.

و في شرح المقاصد: فتعين الكذب وهو محال أمّا اولاً فبإجماع العلماء، و أمّا ثانيا فبما تواتر من اخبار الأنبياء عليهم السلام الثابت صدقهم بدلالة المعجزات من غير توقف على ثبوت كلام اللّٰه تعالىٰ فضلاً عن صدقه، وأمّا ثالثاً فلأنّ الكذب نقص باتفاق العقلاء و هو على اللّٰه تعالىٰ محال، لما فيه من أمارة العجز أوالجهل أو العبث انتهىٰ. وأمّا وجه اسحالة النقص ففي كلام البعض أنّه لا يتم الاعلىٰ رأي المعتزلة القائلين بالقبح العقلي. قال إمام الحرمين (إلى قوله) وقال صاحب المواقف لم يظهر لي فرق بين النقص في العقل والقبح العقلي بل هو هو بعينه و أنا أتعجّب من كلام هؤلاء المحققين الواقفين على محل النزاع في مسئلة الحسن والقبح.'' [شرح مقاصد، ج:٢، ص:١٠٥]

(یہ ترجمہ ہے عبارت دوسری جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۰۴ سے۔)

اور اوپر بہت سی تفاسیر اور عقائد کی کتابوں سے منقول ہو چکا ہے کہ کذب نقص ہے، خدا پر محال ہے اور یہ کہنا کہ "شارح مواقف نے اس دلیل کو غلط بتایا ہے" بھی غلط ہے؛ کیوں کہ خود شارح مواقف آخر کتاب میں اہل سنت کے عقائد کے ذکر میں تصریح کرتے ہیں کہ خدا پر حرکت و سکون، انتقال و جہل و کذب اور نہ اور کوئی صفات نقص سے جائز ہیں الخ ـ البتہ ماتن نے یہ کہا ہے کہ مجھ پر نقص فی الفعل اور قبح عقلی فی الفعل میں فرق ظاہر نہیں ہوا ہے، علامہ نے شرح مقاصد میں اس کی تزییف کی ہے، چناں چہ کہا ہے لیکن وجہ محال ہونے نقص کی، پس بعض کی کلام میں ہے، کہ یہ وجہ صرف معتزلہ کے مذہب پر جو قبح عقلی کے قائل ہیں پوری ہوتی ہے، امام حرمین نے کہا ہے (الیٰ قولہ) صاحب مواقف نے کہا ہے، کہ مجھے نقص فی الفعل اور قبح عقلی میں فرق معلوم نہیں ہوا، بلکہ یہ دونوں ایک ہی ہیں، اور مجھے تعجب ہے، ان محققین کی کلام سے جو محلّ نزاع پر مسئلہ حسن و قبح میں واقف ہیں۔

(یہ دوسری جلد کے صفحہ ۱۰۵ کی عبارت کا ترجمہ ہے)

اور مسلم الثبوت اور اس کی شرح بحر العلوم میں مسئلہ امتناع کذب کے باب میں یوں تصریح کی ہے کہ:

(1)"جواب اس کا یہ ہے کہ امر مذکور نقص ہے جس سے حق تعالیٰ کی تنزیہ واجب ہے، اور کیوں نہ ہو کہ اوپر گزرا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ عقلی ہے سارے دانش مندوں کے اتفاق سے، پس ملازمت ممنوع ہے، اور مواقف میں جو ملازمت کو ثابت

(1) عبارت مسلم الثبوت: "والجواب أنه" أي المذكور"نقص" فيجب تنزيهه تعالىٰ عنه كيف وقد مرّ أنه لا نزاع فيه فانه عقلي باتفاق العقلاء فالملازمة ممنوعة (وما في المواقف) في إثبات الملازمة (أن النقص في الأفعال يرجع إلى القبح العقلي) ممنوع (لأن ما ينافي الوجوب الذاتي كيفاً كان أو فعلاً) من جملة النقص في حق الباري (ومن الاستحالات العقلية عليه سبحانه) انتهى. [فواتح الرحموت، ج:۱، ص:۳۹]

کیا ہے کہ قبح افعال میں قبح عقلی کی طرف راجع ہے تو یہ ممنوع ہے، کیوں کہ جو امر وجوب ذاتی کے بر خلاف ہو کیف ہو یا فعل، وہ نقص سے ہے، باری تعالیٰ کے حق میں، اور حق تعالیٰ پر محال عقلی سے ہے۔" (یہ ترجمہ ہے اس کی عبارت کا)

پس اس دلیل کا غلط بتانا خود غلط ہے، اور دلیل قوی ہے، اور اس کو شیعہ اور معتزلہ و خوارج کی طرف منسوب کرنا امکانِ کذب کے قائلوں کی نادانی ہے پس شرحِ مقاصد و مواقف دونوں سے کذب باری تعالیٰ کا امتناع ثابت ہوا، تو بخوبی متحقق ہوا کذب مکذبین کا جو کہتے ہیں کہ شرح مواقف اور مقاصد سے امکان کذب کا مسئلہ ثابت ہے، اللہ الحمد۔

قولہ: "پس مسئلہ امکانِ کذب کا مسائل واقعیہ سے ہے کسی کے طعن کے خوف سے اس کا اخفا ناروا ہے۔" الخ۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ اوپر بہت سی معتبر تفاسیر اور مستند کتب عقائد سے کامل طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ امکان کذب باری تعالیٰ کا مسئلہ مسائل وہابیہ سے ہے، جو یقیناً عقائد اہل سنت سے مخالف ہے، صرف معتزلہ سے بعض کا قول ہے، پس جس نے اس کو اہل سنت کی طرف منسوب کیا پس بے شک وہ مفتری ہے، اور کسی بھی کتاب میں اشاعرہ کی کتابوں سے باری تعالیٰ کے امکانِ کذب کا ثبوت نہیں، چناں چہ اوپر تفصیل وار گزرا ہے تو ان کتابوں کو غرق کیوں کرنا ہے، البتہ قائلینِ امکانِ کذب باری تعالیٰ کو غرق لازم ہے اگر تائب نہ ہوں اور خدا ہی منتقم حقیقی ہے۔

قولہ: "اور حاشیہ پر جو دلائل تفسیر کبیر اور تفسیر ابوالسعود و بیضاوی کے حوالہ کیے ہیں وہ بھی نہیں سمجھے کہ کس مدعا کا ان سے ابطال ہے اور کس کا اثبات ہے، وہ دلائل ہمارے مدعا کے ہرگز مخالف نہیں۔ چناں چہ مفتی صدر الدین کے رسالہ سے امام کا کلام نقل ہو چکا ہے۔"

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ معین حقیقی جل وعلا کی تائید سے بحوالہ تفاسیر معتبرہ مسئلہ امکانِ کذب باری تعالیٰ کا ابطال کافی ہو چکا ہے، اور امام کی کلام سے مکذبین کے مدعا کا ثابت نہ ہونا اس کا بھی بیان شافی گزرا ہے، کیوں نہ ہو جب امام رازی خود تصریح کر گئے ہیں کہ

مومن کو خدا پر وہم کذب کا کرنا ناروا ہے بلکہ ایمان سے نکل جاتا ہے، اور نیز جب خدا پر خبر میں خلف روا کھیں تو کذب کی تجویز ہے اور یہ بڑی خطا بلکہ قریب کفر کے ہے الخ۔ اور سوائے اس کے اور تصریحات علمائے دین کی جو اوپر منقول ہو چکی ہیں۔ قولہ "اور نیز جواب اعتراض دوم میں الخ۔

اقول: "اس کا رد بھی وہاں مذکور ہوگا۔"

قولہ: "اور جو عبارتیں شرح مواقف سے نقل کی ہیں، ان کے مطلب کے سمجھنے میں قصوری صاحب کا فہم قاصر ہے، ان میں ہرگز تعارض نہیں ہے، جہاں امتناع کذب لکھا ہے وہ صحیح ہے اس کے معنی اور ہیں اور جہاں امکان کذب ہے وہ بھی صحیح ہے اس کا محمل کچھ اور ہے۔"

اقول: "شرح مواقف کی متعدّد تصریحات سے امتناع کذب باری تعالیٰ ثابت ہے اور جو امکان کذب ہے، وہ بعض معتزلہ کا قول بے عول ہے، جیسا کہ اوپر اس کی عبارات منقول ہو چکی ہیں جس سے قصورِ فہمید وفتورِ دید مکذبین متحقق ہے۔"

قولہ: "اور عبارت شرح مواقف صفحہ ۷۰۹ر میں جس کا ترجمہ یہ ہے "وہ دونوں ممکنات سے ہیں جن پر قدرت شامل ہے"۔ اس کا جواب قصوری صاحب نے یہ دیا کہ یہ اصولِ معتزلہ پر مبنی ہے، یا تو مطلق عبارت نہیں سمجھی، یا غبار نفسانیت وعناد نے بصیرت کو اندھا کر دیا ہے۔" الخ

اقول: "جب شارح مواقف نے فرق معتزلہ کے ذکر میں خود تصریح کر دی کہ "اَبَا مُوسیٰ عیسیٰ" راہب معتزلہ نے کہا ہے کہ خدا جھوٹ اور ظلم پر قادر ہے، اگر ایسا کرتا تو خدا کاذب ظالم کہلاتا اور خدا اس سے بہت ہی اونچا ہے۔" اھ

دیکھو! کیسا اس قول امکان کذب سے بریت[1] کی ہے، پھر اخیر کتاب کے عقائد اہل سنت کے بیان میں تحریر ہے کہ "بے شک حق تعالیٰ پر حرکت، سکون، انتقال، جہل، کذب اور نہ کوئی اور صفات نقص سے جائز ہے۔" الخ

(1) برّیت: براءت، بے زاری۔

پس اس سے شارح مواقف کا بخوبی قولِ امکانِ کذب سے پاک ہونا ثابت تھا، اس لیے فقیر نے اعتراض میں تحریر کردیا۔ کیوں کہ کوئی دین دار دانش منداس میں شک نہیں کرسکتا کہ کلام شارح مواقف میں جو امتناع کذب باری تعالیٰ ہے، وہ یقیناً امتناع ذاتی ہے، اور امکانِ کذب اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے، اور باوصف اس کے یہ قول اس کا کہ "وہ دونوں ممکنات سے ہیں جن پر قدرت الٰہی شامل ہے۔" اھ۔ پانچویں مقصد فروع معتزلہ میں مذکور ہے، تو ان دلائل واضح کی رو سے فقیر نے اس کی تاویل کردی، اور بالاجماع کلام کی اور تفصیل کو ناپسند کیا۔ لکن مکذبین نے یہ عقیدہ امکان کذب کا نہ کسی دلیل یقینی سے ثابت کیا، نہ کسی صریح قول علما و عقائد دینی سے، اور صرف اس قولِ ضعیف کو غنیمت جان کر تحریر و تقریر میں پیش کرنے لگ گئے اور اسی کو دلیلِ یقینی مان لیا۔ پس ناچار بقدرِ ضرورت اس کی تفصیل کرنی پڑی۔

علامہ دوانی شرح عقائد عضدی میں کہتے ہیں کہ:

""معتزلہ اور خوارج، مرتکب کبیرہ جب بلا توبہ مرے تو اس کے عذاب کو واجب جانتے ہیں۔ اس دلیل سے کہ حق تعالیٰ نے اس کے عذاب کی وعید کی ہے، پس اگر اس کو عذاب نہ کرے تو اس کی وعید میں خلاف اور اس کی خبر میں کذب لازم آتا ہے، اور یہ دونوں خدا پر محال ہیں، اہل سنت اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ غایت الامر عذاب کا وقوع ہے، اس سے خدا پر وجوبِ عذاب لازم نہیں آتا ہے، علامہ شریف اور اس پر معترض ہوئے کہ اب جوازِ خلف و کذب لازم آیا اور یہ محال ہے، کیوں کہ امکانِ محال محال ہے، اور اس کا جواب دیا کہ ان دونوں کا محال ہونا منع ہے کیوں کہ یہ ممکنات سے ہیں جن پر قدرت الٰہی شامل ہو (علامہ دوانی فرماتا ہے) میں کہتا ہوں کذب نقص ہے اور نقص خدا پر محال ہے، پس جواز و امکان کذب ممکنات سے نہیں، جن پر قدرت الٰہی شامل ہے، اور یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ قدرت الٰہی تمام وجوہ نقص پر شامل نہیں مثل جہل و عجز اور نفی صفت کلام وغیرہ صفاتِ کمال کی اور جواب میں عمدہ وجہ وہ ہے جس پر پہلے ہم نے اشارہ کیا ہے کہ بے شک دونوں وعید اور وعد شرائط اور قیود و

معلومہ سے مشروط ہیں۔ پس ان شرائط سے کسی کے منتفی ہونے سے وعید یا وعد میں تخلف آجاتا ہے۔"اھ(1)

اور فاضل ابوالحسن شہید اس کے حاشیہ میں کہتے ہیں۔ قول شارح کا:

"پس کذب خدا پر ممکنات سے نہیں ہے، اور غیر خدا پر کذب کا ممکن ہونا کچھ نفع نہیں کرتا ہے، کیا معنی کہ امکان کیفیت نسبت وجودی کا نام ہے، پس کذب جب اس کا وجود خدائے پاک کی طرف سے اعتبار کیا جائے تو محال ہے، وقوع اس کا خدا سے منع ہے، اور جب وجود کذب غیر خدا کی طرف سے معتبر ہو تو ممکن ہے، وقوع اس کا بھی ہوجاتا ہے اور یہاں گفتگو صرف وجود کذب میں ہے خدا سے کیوں کہ مقصود یہ ہے کہ خلف اور کذب خدا پر محال ہیں نہ ہر کسی پر چناں چہ اوپر گزرا ہے، پس اگر شارح مواقف نے اپنے قول سے کہ خلف اور کذب دونوں

(1) عبارت علامہ دوانی: ''أن المعتزلة والخوارج أوجبوا عقاب صاحب الكبيرة إذا مات بلا توبةٍ واستدلّوا عليه بأنه تعالىٰ أوعده بالعقاب فلو لم يعاقبه لزم الخلف في وعيد الكذب في خبره تعالىٰ، وهما محالان على اللّٰه تعالىٰ ، وأجيب عنه بأنّ غايته وقوعه ولا يلزم منه الوجوب على اللّٰه تعالىٰ واعترض عليه الشريف العلّامة بأنّه حينئذ يلزم جوازهما وهو محال ، لأن إمكان المحال وأجاب عنه بأن استحالنا ممنوعة كيف وهمّا من الممكنات التي يشملها قدرة اللّٰه تعالىٰ، قلت: الكذب نقص، والنقص عليه تعالىٰ محال، فلا يكون من الممكنات التي يشملها القدرة وهذا كمالا يشمل القدرة سائر وجوه النقص عليه تعالىٰ كالجهل والعجز ونفي صفة الكلام وغيرها من صفاتِ الكمال ، والوجه في الجواب ما أشرنا إليه سابقاً من أنّ الوعيد والوعد مشروطان بقيودٍ وشروطٍ معلومة من النصوص فيجوز التخلّف بسبب انتقاء بعضِ تلك الشروط.'' إنتهىٰ[شرح العقائد العضدية]

ممکنات سے ہیں، الخ یہ مراد رکھی ہے کہ یہ دونوں عام طور پر ان ممکنات سے ہیں جن پر خدا کی قدرت شامل ہے تو یہ باطل ہے، اس لیے کہ ان کا وجود خدا سے ہونا اس پر نقص ہے اور نقص خدا پر محال ہے، اس کے دائرۂ قدرت سے خارج ہے، جیسے کہ جہل وعجز اور ان کی مانند اور اگر مراد یہ ہے کہ یہ دونوں ان ممکنات سے ہیں جو فی الجملہ قدرت الٰہی کے تلے داخل ہیں اگرچہ بندوں کی طرف سے ان کا وجود معتبر ہو، پس یہ امر مدعا میں نقص نہیں ڈالتا۔" (1)

(یہ ترجمہ ہے اس کی عبارت کا)

پس ظاہر ہوا کہ جس نے علمائے کبار سے شارح مواقف کی کلام کو ظاہر پر حمل کیا ہے اور تاویل نہیں کی تو اس نے اس کی صریح تردید کی ہے جو صحیح بات ہے جیسا کہ بیانِ اعتراض میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور فقیر نے شارح علیہ الرحمہ سے ادب کا لحاظ کر کے اس پر تصریح نہ کی تھی، مگر یہ مکذبین اس پر راضی نہیں ہوتے جب تک ان کی کمالِ رسوائی نہ ہو، اور فقیر کے نزدیک تاویل بہت خوب ہے، کیوں کہ جب شارح علیہ الرحمۃ کے تمام اقوال میں

(1) عبارت ابوالحسن شہید:" قوله فلا يكون أي الكذب عليه تعالىٰ من الممكنات، وإمكانه على غيره تعالىٰ لاينفع يعني أنّ الإمكان كيفية نسبة وجود الشيء فالكذب باعتبار وجوده من اللّٰه تعالىٰ محالٌ يمتنع وقوعه من اللّٰه تعالىٰ، وباعتبار وجوده من غيره ممكن قد يقع والكلام إنّما هو في وجوده من اللّٰه تعالىٰ لأن المقصود أنهما محالان على اللّٰه تعالىٰ ، لا مطلقا ، كما مرّ فإن أراد بقوله "وهما من الممكنات" الخ . أنهما مطلقاً من الممكنات التي يشملها قدرته تعالىٰ فهو باطل لأن وجودهما من اللّٰه تعالىٰ نقصٌ عليه والنقص عليه تعالىٰ محال خارج عن حيّز قدرته تعالىٰ كالجهل والعجز ونحوهما، و إن أراد أنّهما منها في الجملة ولو باعتبار الوجود من العباد، فذٰلك لا يقدح في ما هو المدعىٰ،انتهىٰ بلفظه."١٢ منه
[حاشية شرح العقائد عضدية]

امتناعِ کذب باری تعالیٰ کی تصریح ہے تو یہ تاویل ہی اقویٰ دلیل ہے، اگرچہ صاحب براہین اور اس کے حواریین اس کو غلط بتا کر گمراہ ہو رہے ہیں۔

اور ان مذکبین جو اخبار نظام الملک مراد آباد کے صفحہ ۳/مورخہ ۱۲/اگست ۱۸۸۹ء میں یہ اشتہار دیا تھا کہ محقق دوانی کی رد سید شریف پر وارد نہیں ہوتی کیوں کہ سید شریف نے بحثِ کلام میں تصریح کی ہے کہ: "قبیح فعل میں جس سے معتزلہ نے اس کے امتناع پر دلیل پکڑی ہے، اور نقص فی الفعل میں کچھ فرق نہیں ہے، پس نقص فی الفعل سے امتناع کذب پر دلیل پکڑنی اہل سنت کے اصول کے برخلاف ہے۔" اھ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ ہر چند اس کا ابطال اوپر گزر چکا ہے کہ سید شریف نے اس کی ہرگز تصریح نہیں کی ہے بلکہ بارہا صریح لکھا ہے کہ اہل سنت کے مذہب میں حق تعالیٰ جمیع صفات نقص سے پاک ہے جیسا کہ اوپر منقول ہو چکا ہے، اور صرف ماتن نے اپنے عدم علم کی رو سے کہا تھا جس کو کئی علمائے کبار نے رد کیا ہے، مگر علمائے دین دار کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ ان مکذبین کے اس قول میں تامل بے کار ہے کہ باری تعالیٰ اہل سنت کے نزدیک نقص فی الفعل سے پاک نہیں ہے، ان اشتہارات سے خدائے کریم کی ہی طرف شکایت ہے۔

قولہ: "اور منحصر ہے اس پر کہ پہلے امکان کذب اصولِ معتزلہ پر ثابت کیا ہو۔ اور ایسا نہیں کیوں کہ امتناع کذب جو منصوص قول امتناعِ کذب اتفاقاً کا ہے، وہ اصولِ معتزلہ پر مبنی ہے، تو دعویٰ امکانِ کذب کا ان کے اصول پر کیوں کر مبنی ہوا۔"

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ اس قول میں دو وجہ سے غلطی ہے، پہلی یہ کہ امتناعِ کذب اصول معتزلہ ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ اصول اہل سنت پر بھی۔

اولاً واصالتاً مبنی ہے، چناں چہ عقلِ سلیم اس پر شاہد ہے، شرح مواقف میں دلائل معتزلہ کے ذکر کے بعد لکھا ہے، "لیکن خدا پر کذب کا منع ہونا ہمارے یعنی اہل سنت کے نزدیک تین وجہ سے ہے۔ الخ"

دوسری وجہ غلطی کی یہ ہے کہ مسئلہ امکان کذب کا صرف اصولِ معتزلہ پر ہی مبنی ہے،

چناں چہ اوپر علمائے عقائد کی تصریحات سے گزرا ہے "حق تعالیٰ ظلم اور سفہ اور کذب پر قادر ہونے سے موصوف نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ محال، قدرتِ الٰہی میں داخل نہیں ہے، اور معتزلہ کے نزدیک خدا ان پر قادر ہے اور کرتا نہیں۔" اھ اور خود شارح مواقف نے کہا ہے کہ "معتزلہ سے مزدار یہ بھی اسی کا قائل ہے۔" اھ پس معتزلہ کے قائل ہونے کا انکار اور اہل سنت کہ طرف اس کا اقرار محض بہتانِ عظیم ہے، جس کا انتقام حوالہ بخدائے لایزال ہے۔

مولوی محمد عبداللہ ٹونکی اور مسئلہ امکان کذب

قولہ: "اور یہ جو مولوی عبداللہ ٹونکی، مدرس یونیورسٹی کی تحریر کا خلاف واقعہ حاشیہ پر ذکر کیا ہے، تو اس کا قصہ یہ ہے۔" الخ

فقیر خدائے قدیر کی مدد سے (جو کاذبوں پر لعنت کرتا ہے) کہتا ہے: کہ میں نے صاحب براہین کے کہ اپنے اس قول کے جواب میں بوقت مناظرہ حضرت حکم کے روبرو دو خط مولوی مفتی حافظ محمد عبداللہ صاحب ٹونکی، اول مدرس مدرسہ مذکور کے پیش کیے، اور تمام مجلس میں ان کی عبارت اونچی آواز سے پڑھی، جن کا خلاصۂ مضمون یہ تھا کہ "مولوی خلیل احمد مع اپنے حواریوں کے میرے پاس آئے اور مسئلہ امکانِ کذب باری تعالیٰ کا حکم پوچھا۔ میں نے جواب دیا کہ اس کا قائل میرے نزدیک اہل سنت سے خارج ہے، کیوں کہ علمائے عقائد نے کذب باری تعالیٰ کو ممتنع لکھا ہے۔" انھوں نے شرح مواقف "مقصد فروع معتزلہ علی اُصولہم" سے عبارت پیش کی، میں نے اس کا جواب دیا کہ اس کا جواب مسلم الثبوت اور اس کی شرح میں ہے کہ صحیح امتناعِ ذاتی ہے۔ الخ۔ میری خوشی تھی کہ اس مناظرہ میں بھی شامل ہوتا مگر عدم فرصت سے نہ ہو سکا۔ اور مجھے غالب امید ہے کہ امکانِ کذب کے قائل مغلوب ہوں گے۔ اور خدا کو پاک کہنے والے منصور ہوں گے۔ اھ ملخصًا۔

پھر جب ریاست بھاول پور سے صاحب براہین مع حوار یین حضرت حکم کے حکم دینے سے پہلے ہی بھاگ نکلے، اور لاہور میں خلاف واقعہ مشہور کیا کہ ہم فتح یاب ہو کر آئے ہیں، پھر

مولانا مفتی صاحب موصوف سے تحریک سلسلہ مناظرہ کی اور ایک ہی دن کی تھوڑی سی گفتگو کے بعد مفرور ہوکر وطن کا راستہ لیا۔ جس پر مفتی صاحب ممدوح نے مولوی احمد حسن صاحب مدرس مدرسہ دار العلوم کان پور کے رسالہ "تنزیہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب والنقصان" کی تقریر میں یوں اشارہ کیا ہے۔

"اس کی تقریر کے تیر اس قوم کی لغزشوں کے دلوں کو پہنچے، جن کا رشید گمراہ اور بہت راست گو جھوٹی قسم کھانے والا ہے، اور اس کی تحریر کا نیزہ اس جماعت کی بکواس کے سینہ میں اترا جن کا خلیل بدحال اور امین خیانت مال ہے۔ پس ان کے جھوٹے مضامین کی جماعت اور مسخرا پن کی جمعیت کو پراگندہ کیا۔ اور ان کی واہیات باتوں کے منھ کالے کیے۔ اور ان کی گمراہی کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ اور ان کی نظروں کی وسواسوں کے لشکروں کو پریشان کیا، اور ان کی فکروں کے خطروں کی فوجوں کو پاش پاش اور حیران کر دیا۔ اور ان پر قیامت قائم کر دی، اور موت کا مینھ برسایا۔ جیسا کہ میں نے بھی ان سے کئی مرتبہ روبروے مقابلہ اور مناظرہ اور مباحثہ ہی میں ایسا ہی کیا ہے، جب وہ شہر لاہور میں مجمع اور انبوہ کرکے آئے تھے، پس ٹوٹے اور تتر بتر ہوئے اور پھوٹے اور بھاگے اور چھپ کر سدھارے اور شکست کھا گئے، گویا وے لوگ ٹڈی ہیں پریشان یا چیونٹی طیران و حیران۔ الغرض پس کٹ گئی جڑ ان ظالموں کی۔ اور تعریف خدا کے لیے ہے جو رب ہے سارے جہان کا، اور درود اور سلام اس کے رسول محمد (ﷺ) اور اس کے آل اور اصحاب سب پر ہو۔" بندہ گنہ گار مفتی محمد عبد اللہ عفی عنہ کی یہ تحریر ہے۔[1]

(یہ ترجمہ ہے عبارت تقریظ مفتی صاحب کا جو رسالہ موصوفہ مطبوعہ کان پور مورخہ محرم ۱۳۰۷ھ کے صفحہ (۲۲) پر درج ہے)

الحاصل جو صاحب عقل، فقیر کی اوپر کی تحریر سے اللہ تعالیٰ پر کذب کے ممتنع ذاتی ہونے کے دلائل کو مشاہدہ کرے اور اس امر کو بھی ملاحظہ فرمائے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ واجب الوجود

(1) تنزیہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب والنقصان.

جامع جمیع صفات کمال اور منزّہ سمات نقص و زوال سے ہے۔اور آیت "وَلَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ" میں غور کو کام میں لائے کہ جب ابلیس علیہ اللعن نے بھی کذب سے کنارہ کیا تو یقیناً معلوم ہوا کہ جھوٹ پرلے درجے کی برائی ہے۔

یہ تفسیر کبیر میں ہے کہ بعض دانش مندوں نے فرمایا ہے کہ شیطان نے "اِلَّا عِبَادَکَ" سے استثنا کر کے جھوٹ سے پرہیز کیا، تو معلوم ہوا کہ جھوٹ کمال ہی عیب ہے۔(1) یہ تفسیر نیشا پوری میں بھی ہے۔(2)

پس جب ان دونوں تفسیروں سے جن پر مکذبین کی سند کا مدار ہے یہ سخت قباحت، کذب کی ثابت ہو رہی ہے، تو بخوبی متحقق ہوا کہ صاحب براہین اور اس کے حواریین کا یہ قول کہ "مسئلہ امکان کذب جیسا کہ میں نے مفصل بیان کیا ہے عقائد اہل سنت سے ہرگز مخالف نہیں، بلکہ امکان کا مخالف دائرہ اہل سنت سے خارج ہے۔" اھ سراسر جھوٹ اور محض افترا اور کذب، دین متین میں خلل اندازی اور بے شک وہابیہ کا ہم مذاہب ہونا ہے، پس فقیر قصوری کا قول راست نکلا۔ اور حق تعالیٰ کا حمد ہے، اور خدا شاہد ہے کہ فقیر صرف حق تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ اور وہی ارحم الراحمین ہے۔

یہاں اعتراض اول کا بخوبی اثبات ہوا۔ اب دوسرے اعتراض کا ذکر کرتا ہوں.

(1) عبارت تفسیر کبیر: "بأنّه لما احترز إبليس عن الكذب علمنا أنّ الكذب في غاية الخساسة." ۱۲[تفسير كبير، ج:۱۰، ص:۱٤۹]

(2) عبارت تفسیر نیشا پوری: "قال بعض الحذّاق احترز إبليس بهذا الاستثناء عن الكذب فيعلم منه أن الكذب في غاية السماحة."۱۲
[تفسير نيشا پورى، باب:۱، جز:٤، ص:٤۸٥]

اعتراض دوم

امکانِ کذب باری تعالیٰ (دیوبندی عقیدہ)

براہین کے صفحہ ۳ میں حق تعالیٰ پر امکان کذب کو تسلیم کر کے مؤلف رسالۂ انوارِ ساطعہ پر یہ طعن کیا کہ "اس کے پیشوا حق تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے مثل کے پیدا کرنے پر قادر نہیں جانتے، اس سیزوہم صدی کے بدعتی عجز قادر مطلق کے مُقِر ہوئے اور "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ." کے خلاف عقیدہ ٹھہرایا، اور مؤلف اس پر افسوس نہیں کرتا ہے۔" الخ

اس میں بھی مدرس مذکور نے مولوی اسماعیل کی تقویۃ الایمان کے اس قول کی تائید کی ہے کہ آں حضرت ﷺ کی مثل کا پیدا ہونا ممکن ہے، جس پر علماے دین نے اس کے ایسے ہفوات کی تردید کی اور بتصدیق علماے حرمین محترمین اس کی تکفیر تک نوبت پہنچی کہ حق تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین فرمایا ہے، جس سے آپ کی مثل محال اور ممتنع قرار پا چکی ہے، اور تمام معتبر تفاسیر میں درج ہے کہ محال قدرت الٰہی میں داخل نہیں اور اس سے قادر مطلق کی عجز ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ کیوں کہ ممکنات جن کا نام شے ہے وہ اس کی قدرت میں داخل ہیں۔

امام تورپشتی کی راے

علّامۃ العلما، قطب الاولیا، امام تورپشتی نے اپنی کتاب معتمد فی المعتقد میں قائلِ امکانِ مثلِ آں حضرت ﷺ کی تکفیر کی ہے، اور یہ عقائد کی کتاب ساتویں صدی کی تالیف ہے، اور مولانا قاری نے شرح فقہ اکبر میں محال کو قدرت الٰہی کے نیچے غیر داخل لکھا ہے، تا کہ کلامِ الٰہی کا کذب لازم نہ آوے۔ اور رسالہ معتقد المنتقد میں امام تورپشتی کی کلام در باب تکفیر قائل امکان نظیر

حضرت بشیر ونذیر ﷺ نقل کر کے پھر علامہ نابلسی سے لکھا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ کے ساتھ یا آپ سے بعد کسی نبی کے امکان کا قائل ہونا آیتِ ختم نبوت کا انکار ہے۔ (1) اور نیز شرح منہاج سے تحریر کیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کسی نبی کا امکان کہنا کفر ہے۔ (2) اور یہ رسالہ مطبوعہ مشاہیر علمائے ہندوستان کا مصدقہ موجود ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

اب اِس قول براہین والے میں کہ "محال ہونا نظیر آپ کا تیرہویں صدی کے بدعتیوں کا قول ہے۔" دانش مند غور کریں کہ آپ کی سچی فضیلت کے اعتقاد کو بدعتیوں کا قول کہنا کس قدر تنقیص شانِ رسولِ اکرم ﷺ اور مبتدع بنانا حضرات علمائے عرب وعجم کا ہے، پناہ خدائے لایزال۔

اور مولوی اسمٰعیل دہلوی نے جو مسئلہ امکانِ نظیر حضرت بشیر ونذیر کی دلیل آیت سورہ یٰس سے لی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: "کیا آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ان کی مثل کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے، ہاں قادر ہے۔" تو یہ غلط بات ہے کیوں کہ آیت کا مطلب قیامت کے دن لوگوں کا زندہ کرنا ہے جیسا کہ سورۂ احقاف میں ہے "کیا خدا مردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے، ہاں قادر ہے کہ وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔" پس جب آپ کی نظیر محال ٹھہری تو وہ قدرت کے نیچے داخل نہ ہوگی۔ اور نیز آپ کا قیامت کو اٹھنا آیت خلقِ مثل میں داخل نہیں ہے، اس لیے کہ سرور عالم ﷺ تو اپنی قبر اطہر میں اسی بدنِ منور کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ بحکم احادیث صحیحہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے، الغرض جیسا کہ باری تعالیٰ کی مثل قدرت الٰہیہ میں

(1) ماحصل کلام نابلسی علیہ الرحمہ: ''إن قول إمكان النبي معه صلى الله عليه وسلم أو بعده تكذيب الأية ''وَلكن رسول الله وخاتم النبيين''.١٢
[المعتقد المنتقد، باب:٢،نبوات، ص:١٠٧، ١٠٨، ملخصاً]
(2) عبارت شرح منہاج: ''إن القول بجواز النبي صلى الله عليه وسلم بعده كفر.'' ١٢[شرح مسلم للنووي]

داخل نہیں ویسا ہی آپ کی نظیر ہے، مولانا فیض الحسن سہارن پوری نے اپنے اخبار شفاء الصدور میں بہت سے دلائل عقلی ونقلی سے آپ کی نظیر کا ممتنع بالذات ہونا ثابت کیا ہے، جو پوری اطلاع چاہے اس میں دیکھے۔

یہاں پر دوسرا اعتراض تمام ہوا۔ اب براہین والے کے جواب کو بجنس "قولہ اقول" سے نقل کر کے جواب الجواب اس کا بھی ساتھ ساتھ لکھ دیتا ہوں۔ تاکہ سارا جواب اول لکھنے اور پھر "قولہ قولہ" کر کے جواب دینے سے طول نہ ہو صاحب براہین نے بامداد حواریین جواب تفصیلی میں درج کیا ہے:

قولہ: "سو اس میں بھی مولوی اسماعیل دہلوی کی تائید ہے۔" الخ

اقول: "مؤلف براہین نے اس مسئلہ میں نہ کسی اور میں خاص شخص کی تائید کی ہے بلکہ امرحق کا اظہار کیا ہے، خواہ کسی کے مخالف ہو یا موافق، نہ یہ غرض ہے کہ کسی کی دل لگتی بات کہہ کر کچھ حاصل کیجیے۔"

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ اور مولوی اسماعیل کی تقویۃ الایمان سے نقل ہو چکا ہے کہ وہ ہزار ہا مثل آں حضرت ﷺ کے امکان کا قائل ہے، پھر اس پر جب امکان کذب باری تعالیٰ لازم آیا ہے تو مؤلف تقویۃ الایمان نے اپنے رسالہ یک روزی میں اس کو تسلیم کر لیا ہے، اس پر انوار ساطعہ والے نے کنایہ سے طعن کیا ہے، جس کے جواب میں براہین میں اس کو جاہل وغیرہ خطاب دیا ہے، اب یہ مولوی اسماعیل کی تائید نہیں تو اور کیا ہے، اور پھر اس تائید سے انکار اور تقیہ تاکہ اہالیان ریاست اِس پر مطلع نہ ہوں۔ اور مؤلف کی نوکری مدرسہ میں خلل نہ پڑے، یہ دل لگتی کی بات کر کے کچھ حاصل کرنا نہیں تو اور کیا ہے، جواب تفصیلی میں ہے:

قولہ: "سالہا سال سے رد ہو چکے۔" الخ

اقول: سالہا سال سے کسی قول یا کتاب کا رد لکھا جانا فی نفسہ اس کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی، ورنہ فرقہ ضالہ معتزلہ وخوارج وغیرہ نے اہل حق اہل سنت وجماعت کے اقوال اور کتب پر سالہا سال سے رد لکھا ہے، چناں چہ پوشیدہ نہیں ہے، حالاں کہ وہ ردان کا

باطل ہے۔"اھ بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ حق تعالیٰ نے براہین والے کے انکار تائید مولوی اسمٰعیل کو باطل کر دیا۔ اس وجہ سے کہ وہ جو قائل امکان کذب خدائے رحمٰن کا ہے، اور نیز جو اس نے ایسے الفاظ اور عبارات کا استعمال کیا ہے جس سے توہین انبیا و ملائکہ اور اولیا لازم ہو رہی ہے تو ان کو براہین والے نے اقوال اہل سنت قرار دیا ہے، اور اس کے رد کرنے والوں کو جو کبار علما ہیں فرق ضالہ بنایا ہے، پس اس سے بڑھ کر کیا تائید ہوگی۔ اور یہ بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ امکان کذب رحمٰن کا قول قطعاً اہل سنت کے اقوال سے نہیں ہے، بلکہ فرقہ مبتدعہ معتزلہ کے لغویات سے ہے، جیسا کہ پہلے اعتراض میں اس کا بیان ہو چکا ہے، اسی واسطے مولوی اسمٰعیل کے بعض نہایت معتقدین نے بھی اس قول کی سخت تردید کی ہے۔

امکانِ کذب اور مولوی محمد صاحب لدھیانوی

دیکھو! مولوی محمد صاحب لدھیانوی نے جن کا سارا کنبہ تقویۃ الایمان والے کے کمالِ معتقدین سے ہیں۔ اپنے رسالہ "تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان" میں مولوی اسمٰعیل کا نام لے کر رسالہ "یک روزی" کی تردید کی ہے، اور اس کی دلیل یہ لکھی ہے کہ اگر خدا کا جھوٹ بولنا ممتنع بالذات ہو اور قدرت کے نیچے داخل نہ ہو تو اس سے آدمی کی قدرت کی قدرت پر زیادتی لازم آجاتی ہے، اور اس کی تردید یوں کی ہے، حق تعالیٰ کی قدرت باعتبار پیدا کرنے جمیع افعال بندوں کے جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے، کئی مرتبہ آدمی کی قدرت سے بڑھ کر ہے، اور خدا کی قدرت کے مقابلہ میں آدمی کا کسب کچھ بھی اعتبار نہیں رکھتا۔ چناں چہ ادنیٰ علم دار پر بھی امر پوشیدہ نہیں ہے، اور اگر خالق میں مخلوقات کی صفات کی مثل موجود نہ ہوں تو اس میں قدرت الٰہی کو کوئی نقصان نہیں ہے، دیکھو توالد و تناسل حیوانات کی ستودہ صفات سے ہے، اور واجب تعالیٰ کی نسبت محالات سے ہے، اور بموجب اس قاعدہ مقررہ اسمٰعیلیہ کے نصاریٰ کو گمراہ نہ کہنا چاہیے کہ وہ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، اور اگر مولوی اسمٰعیل اور اس کے

تابعین نصاریٰ پر آیت "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ"(1) دلیل پیش کریں، تو ان کی طرف سے اول تو یہ جواب ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ قرآن کلام الٰہی ہے تو جب منشا تمھارے قاعدہ کے اس آیت سے یہ سمجھا نہیں جاتا ہے ورنہ قدرت آدمی کی، خدا کی قدرت سے زائد ہو جائے گی۔"

دوسرا جواب یہ ہے کہ جب تک خدا کے کذب کو ممکن جانتے ہو تو احتمال ہے کہ یہ آیت بھی جھوٹی ہو، اور اس کے صدق پر یقین کیا جا سکتا ہے۔ اور توالد و تناسل خدا پر منع نہ ہوا۔ پس جو تم اس کا جواب دو گے وہی ہمارا جواب ہوگا۔

الحاصل مولوی اسماعیل غیر مقلدی کے اونچے مراتب پر فائز ہو گئے؛ کیوں کہ ادنیٰ مرتبہ غیر مقلدین کا تقلیدِ مجتہدین کا ترک کرنا ہے اور اونچا مرتبہ قرآن اور حدیث کے عمل کا ترک کرنا اور اپنی ہوا کی اتباع ہے جمہور علمائے ربانیین کے بر خلاف ہوکر، پس مولوی مذکور قولِ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ میں دلائل نقلی اور عقلی کا مخالف ہوکر مورد اس آیت کا ہوئے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے "پس کون بہت ظالم ہے اس سے جس نے خدا پر جھوٹ باندھا تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے سوائے علم کے، حق تعالیٰ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔"(2)

تفسیر کبیر میں ہے: "محققین نے کہا ہے، جب ایک چیز مباح کے حرام کر دینے میں کسی کا خدا پر جھوٹ باندھنا ثابت ہو جائے تو وہ اس وعید کا مستوجب(3) ہوتا ہے، پس جس نے توحید کے مسائل اور معرفت ذات و صفات اور نبوت اور ملائکہ اور مباحثِ قیامت کے مسائل میں خدا پر افترا کیا تو اس کی وعید سخت ظالم ہونے کی بہت ہی سخت ہوگی۔" اھ(4)

(1) خدا صاحبِ فرزند اور خود کسی کا فرزند نہیں۔

(2) آیتِ مترجمہ یہ ہے: "فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝" [پارہ:۸، الانعام:٦، آیت:۱٤٤]

(3) مستوجب: مستحق، حق دار۔

(4) عبارت تفسیر کبیر "قال المحققون إذا ثبت أن من افترىٰ على الله الكذب في تحريم مباح استحق هذا الوعيد الشديد. فمن افترىٰ على

اور خلیل احمد نے جو براہین میں کہا ہے کہ ”امکانِ کذب کا مسئلہ جدید نہیں اور خلف الوعید مختلف فیہ ہے، اور امکان کذب فرع خلف الوعید کی ہے“۔[1] یہ تو بے اصل بات ہے اس لیے کہ متقدمین سے کوئی بھی امکانِ کذب کا قائل نہیں، اور خلفِ وعید کو ہر چند بعض اشاعرہ نے جائز کہا ہے، مگر اکثر محققین اس کو ناروا جانتے ہیں، کیوں کہ متقدمین کا امتناعِ کذب پر اجماع ہے، اور نیز جو خلفِ وعید فساق کا قائل ہے اس کی مراد امکان کذب کی نہیں، ورنہ کرم اور جود سے تعبیر نہ کرتا، بلکہ امکان کذب کی تصریح کر دیتا۔ اور نیز فاسقوں کہ وعید کے خلف کا قائل ہوتا سوا کافروں کے قوی دلیل ہے اس پر کہ ان کی مراد امکان کذب کی نہیں ہے۔ یہ ہے حاصل کلام مولوی محمد صاحب لدھیانوی کا صفحہ: ۶، ۷، ۸، ۹ سے۔

پھر ان مولوی صاحب سے تعجب ہے کہ باوجود اس شد و مد کے تردید امکانِ کذبِ باری تعالیٰ میں آں حضرت ﷺ کی نظیر کے امکان اور عدم امتناع کے قائل ہوئے ہیں، اور اس مسئلہ میں مولوی اسماعیل دہلوی کی تصدیق کر کے اس کے مخالفین کی سخت تشنیع کی ہے، اسی رسالہ صفحہ ۱۳؍ میں دیکھو، حالاں کہ اس مسئلہ میں کوئی پکی دلیل بیان نہیں کی ہے، بلکہ صاحب براہینِ قاطعہ کی ہی تائید کی باری تعالیٰ کے امکانِ کذب کے اثبات میں چناں چہ آیت ”فَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمِ“ کے نیچے لکھا ہے کہ شرک کا بخشانہ جانا مقتضاے وعید سے ہے ممتنع ذاتی نہیں۔ اور آیت: ”اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ“ کے نیچے کہا ہے کہ جس نے ان کے اصول مختلف صورتوں میں پیدا کیے ہیں وہ ان کو دوسری پیدائش پر بدلنے پر قادر ہے یہ تفسیر بیضاوی سے نقل کر کے اللہ تعالیٰ کا اپنا وعدہ اور علم

اللّٰه الكذب في مسائل التوحيد و معرفة الذات والصفات والنبوة والملٰئكة و مباحث المعاد كان وعيد أشد و أشق.“ إنتهىٰ[تفسير كبير، ج:۷، ص:۱۷۸]

(1) براهين قاطعة، ص:۲

کے خلاف پر قادر ہونا ثابت کیا ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے ہی استنباطوں سے براہین والے نے امکانِ کذب باری تعالیٰ ثابت کیا ہے، اور اس میں غور نہیں کرتے کہ اسی قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں آیت: "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" کے نیچے صاف لکھا ہے کہ شے کے معنی "چاہی گئی" کیے ہیں، اور تفسیر جلالین میں ہے کہ "جس چیز کو خدا چاہے اس پر قادر ہے۔" جیسا کہ پہلے اعتراض میں منقول ہو چکا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ جس کو خدا نہ چاہے وہ اس کی قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے، اور عن قریب مذکور ہوگا کہ باری تعالیٰ کے علم کا خلاف اہل سنت کے نزدیک قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے، اور آیت: "اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ" کے خطاب میں آں حضرت ﷺ کو داخل کرنا اور آپ کے مثل کے جواب کا قائل ہونا ادنیٰ اہل علم کے نزدیک بھی صریح البطلان ہے، کیوں کہ اس آیت میں تو آپ مخاطب ہی نہیں، لوگ مراد ہیں۔ اور نئی پیدائش کے پہلوں کے مانند ہونے پر اس آیت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے نیچے لکھتے ہیں کہ:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: حق تعالیٰ نے اس آیت میں کافروں اور منافقوں کو نیست کر کے دوسروں کا پیدا کرنا جو ان سے اچھے اور خدا کے فرماں بردار ہوں، ارادہ رکھا ہے، پس اس میں کافروں کے لیے دھمکی ہے، یعنی اے کفار خدا تم کو ہلاک کر دے جیسا کہ پہلے تم سے کافروں اور انبیا کے جھٹلانے والوں کو ہلاک کیا ہے، اور خدا تمھارے نیست کرنے اور دوسروں کے پیدا کرنے پر بخوبی قادر ہے، جس کا خدا ارادہ کرے وہ رُک نہیں سکتی۔" (1)

(1) عبارت تفسیر خازن: "ان یشا یذهبکم ایها الناس" قال ابن عباس رضي الله عنهما : یرید المشرکین والمنافقین ویأت بآخرین بغیرکم هم خیر

یہ ترجمہ ہے تفسیر خازن کی عبارت کا۔

پس سخت عذاب اور ہلاکت ہے اُس پر جو اس آیت میں سرور عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو داخل کرتا ہے، پھر سخت افسوس ہے اُس پر کہ اس میں کیوں نہیں غور کرتے۔

امکان کذب اور امکان نظیر
شاہ اسمٰعیل دہلوی کی نظر میں

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے امکان نظیر حضرت بشیر و نذیر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قول پر امکان کذب باری تعالیٰ کو تسلیم کرلیا، اور بے شک امکان نظیر، امکان کذب لازم ہے، پس امکان نظیر کے ثابت کرنے پر اصرار کرنا سرور عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ادب کے خلاد پر اڑنا، خصوصًا ایسے مسائل میں بحث اور ضد کے در پے ہونا، علی الخصوص اس نازک وقت میں جس میں معاند لوگ اسلام کے انہدام اور باری تعالیٰ اور آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کمال اہانت اور تکذیب پر ایسے کمر باندھ کر مستعد ہیں کہ کتابیں شائع کر رہے ہیں، سخت ہی افسوس کا موقع ہے۔ اور یہ خیال کہ آپ کی نظیر کے قدرت الٰہیہ سے خارج کرنے سے بہت سی چیزوں کا خارج کرنا لازم آتا ہے بالکل باطل اور ظاہر البطلان ہے، کیوں کہ خود قادر مطلق جب اپنی قدرت کے نیچے اشیا بمعنی شے کو داخل فرمائے تو ہم لوگ غیر شے کو اس کی قدرت میں کب داخل کر سکتے ہیں؟ لہٰذا ہم یہ ہرگز نہیں کہتے کہ خدا تعالیٰ اس پر قادر نہیں، بلکہ ہم اس کے قائل ہیں کہ آپ کی نظیر اپنے محال اور ممتنع ہونے کی رو سے اس کی قدرت کاملہ کے تلے داخل ہونے کا استحقاق نہیں رکھتی اور عنقریب اس کے ممتنع بالذات ہونے کا ذکر کرتا ہے۔

منكم وأطوع له ففيه تهديد للكفار والمعنى أنه يهلككم أيها الكفار كما أهلك من كان قبلكم ، إذ كفروا به وكذبوا به وكذبوا رسله وكان اللّٰه على ما ذلك قديراً يعني وكان اللّٰه على ذلك الإهلاك وإعادة غيركم قادراً بليغاً في القدرة لا يمتنع عليه شيء أراده.''انتهیٰ[تفسیر خازن، ج:۱، ص:۴۳۶]

پھر جواب تفصیلی میں ہے۔

قولہ: ”حرمین شریفین سے بھی اس کی تردید بلکہ تکفیر تک نوبت پہنچی تھی“۔ الخ
اقول: ”اول تو اس کا ثبوت دیجیے تاکہ اس میں کلام کی جاوے، دوسرے تکفیر کا حال یہ ہے کہ ہر زمانہ میں اہل حق اور اہلِ کمال کے لوگ معاند ہوتے رہے ہیں جو ان کے اقوال کو جان بوجھ کر غلط بیان کر کے کبھی عوام کو برافروختہ کرتے ہیں اور کبھی خلاف ان کے اپنی طرف سے عبارتیں بطور استفتا علما پر پیش کرتے ہیں، جس کا جواب صورتِ مسئلہ کے مطابق ہوتا ہے، چناں چہ اسی قسم کی تکفیر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے مسئلہ شق القمر میں علماے حرمین شریفین سے کرائی گئی تھی، اور اسی طرح اور بھی اکابر سلف کو پیش آیا ہے، اور معترض نے پہلے مسئلہ میں عوام کے سامنے ظاہر کیا کہ مؤلف براہین، خدا کو جھوٹا بتلاتا ہے اور یہ اس کا عقیدہ ہے، خدا اس سے بہت اونچا ہے، جو خدا کو جھوٹا سمجھے وہ میرے نزدیک مسلمان نہیں، نہ میرا عقیدہ ہے نہ کسی اہلِ حق کا۔ چناں چہ سوال اول کے جواب میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔“ انتھی بلفظہ۔

وہابی علماے دیوبند علماے حرمین الشریفین کی نظر میں

فقیر کان اللہ لہ عرض کرتا ہے: کہ میں نے کئی رسالے مولوی اسماعیل کے رد میں علماے حرمین محترمین کے مصدقہ بمبئی وغیرہ کے مطبوعہ بچشم خود دیکھے ہیں، اور ایک رسالہ میں اس قسم کے اشعار کہ:

قَدِ اسْـــوَدَّتْ وَجُوْهُ الـــمُدَّعِيْنَ
بأَرضِ الهِندِ دينُ المُلْحِدِيْنَ (1)

درج ہیں۔ اگر براہین والے نے نہیں دیکھے تو فقیر اس کو عین تقویۃ الایمان کی عبارتوں

(1) مدعیوں کے منھ کالے ہوئے جو ہندوستان میں ملحدوں کا دین نکلا ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

پر فتویٰ دکھادیتا ہے، اور یقین دلا سکتا ہے کہ اس میں ذرہ بھر بناوٹ نہیں ہے اور فقیر نے کوئی بات اپنی طرف سے بنا کر صاحبِ براہین پر عوام کو ہرگز گم راہ نہیں کیا۔ بلکہ خود اس نے پہلے مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کا اثبات کیا اور اس کے منکر کی بدگوئی کی۔ پھر جواب تفصیلی میں لکھا کہ "امکانِ کذب کمال الوہیت اور شعبۂ عمومِ قدرت ہے، اور اہلِ حق کا یہی عقیدہ ہے، اور اس کا مخالف اہل سنت سے خارج ہے۔" چناں چہ اوپر اس کی نقل اور تردید مقوم ہو چکی ہے، پناہ بخدائے بے ہمتا[1] کہ ہم دین میں افترا کریں۔ بلکہ یہ بات امکانِ کذب کے معتقدین کی ہی عادت سے ہے۔

پھر جواب تفصیلی میں ہے:

قولہ: "اللہ تعالیٰ نے سرور عالم ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا ہے، جس سے آپ کی مثل محال اور ممتنع قرار پا چکی ہے۔" الخ

مولوی قصوری جو اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مثل پر قادر نہیں سو اس سے قصورِ قدرت ثابت نہیں ہوتا، البتہ قصوری صاحب کے قصورِ فہم کی دلیل ہے، چناں چہ عنقریب اِن شاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہو جائے گا۔ حاصلِ دلیل یہ ہے کہ آپ کی مثل ممتنع ہے قدرت الٰہی کے نیچے داخل نہیں ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی نظیر قدرتِ الٰہی کے نیچے داخل نہیں ہے۔ صغریٰ کے ثبوت میں آیت خاتم النبیین کو ذکر کیا ہے اور کبریٰ کے ثبوت میں جمیع تفاسیر معتبرہ کا حوالہ بیان کیا ہے، اب ہم اس دلیل کی ہر ایک جزو میں کلام کرتے ہیں:

اول صغریٰ میں ممتنع سے ممتنع بالذات مراد ہے یا ممتنع بالغیر؟ اگر ممتنع بالذات مراد ہے تو یہ غیر مسلم ہے، کیوں کہ جن کا وجود فی ذاتہٖ ممکن نہ ہو اور منشا امتناع اس کی ذات ہو وہ ممتنع بالذات ہے، چناں چہ دو نقیضوں کا جمع ہونا مثل وجودِ زید وعدم زید آنِ واحد میں اور جہاں کسی امر خارج سے امتناع ہو تو وہ ممتنع بالذات نہیں بلکہ ممتنع بالغیر ہے، مثلاً کسی کی نسبت خدائے تعالیٰ کا خبر دینا کہ یہ واقع نہ ہوگی اور رسول اللہ ﷺ کی مثل کا ممتنع ہونا بوجہ اخبار الٰہی ہے، اور نہ فی حد ذاتہٖ،

(1) بے ہمتا: بے مثل، وہ جس کی طرح کوئی نہیں۔ (نفیس احمد مصباحی)

اس لیے ممتنع بالغیر ہوا تو اِس شق پر صغریٰ ممنوع ہوا۔ اور اگر ممتنع بالغیر مراد ہے تو یہ مسلم ہے، لیکن اس صورت میں حد اوسط مکرر نہ ہوگی۔ پس مطلوب ثابت نہ ہوا۔ اور کبریٰ میں جو محال ہے اس سے اگر مراد ممتنع بالغیر ہے تو یہ غیر مسلّم ہے، کیوں کہ ممتنع بالغیر جو در حقیقت ممکن بالذات کے منافی نہیں ہے خدا کی قدرت کے نیچے داخل ہے، آج تک اس میں اختلاف نہ کسی متکلّم نے کیا نہ کسی مفسّر نے۔ چہ جائے کہ جمیع مفسرین اور سند اس کی شرح مواقف میں ہے کہ "قدرتِ الٰہی تمام ممکنات پر شامل ہے۔" (1) پھر صاف لکھا ہے کہ ممتنع بالغیر جملہ ممکنات میں داخل ہے، یعنی سوائے ممتنع بالذات اور واجب بالذات کے سب پر قدرت شامل ہے، قدرت کا شمول اگر محال ہے تو واجب بالذات اور ممتنع بالذات ہی کو ہے جیسا کہ شرح مواقف میں ہے، ہر چند مولوی قصوری بھی ممکنات کو قدرت میں داخل سمجھتے ہیں، مگر ممتنع بالغیر اور ممتنع بالذات میں فرق نہیں سمجھتے جس سے ظاہر ہے کہ کتب کلامیہ سے محض ناآشنا ہیں، یہ مسئلہ کہ، سوائے ممتنع بالذات اور واجب بالذات کے سب کو قدرت شامل ہے، کسی کا اہلِ حق سے اس میں خلاف نہیں ہے، جب ایسے مسائل میں یہ حال ہے تو اور مسائلِ دقیقہ کلامیہ کو اِسی پر قیاس کر لیجیے۔

ع قیاس کن زگلستان من بہارِ مرا

اور اگر ممتنع و محال سے ممتنع بالذات مراد ہے تو مسلّم ہے کہ وہ قدرت میں داخل نہیں۔ اس صورت میں حد اوسط مکرر نہ ہوئی۔ کیوں کہ صغریٰ میں ممتنع بالذات مراد نہیں، پس صغریٰ کا ممتنع اور ہے اور کبریٰ کا ممتنع اور ہے تو دلیل اپنے اجزا سے گر گئی۔ افسوس اس دلیل کے اِدھر اُدھر سے جمع کرنے میں جو محنت ہوئی تھی ایک دم بھر میں رائیگاں ہوگئی۔" انتہی بلفظہ

(1) عبارت شرح مواقف: " إن قدرته تعالیٰ تعم سائر الممكنات أي جميعها (ثم قال) لأنّ الوجوب والإمتناع الذاتيين يحيلان المقدورية." انتهیٰ.١٢

[شرح مواقف، المقصد الثاني في قدرته، ج:٣، ص:٨٨]

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ ہر چند مسائل نقلیہ کے بیان میں ترتیب مقدمات عقلیہ فقیر کو ناپسند ہے کہ نقل محتاج عقل کی نہیں مگر مکذبین کی بنیاد کی بیخ کنی کی غرض سے باری تعالیٰ کی مدد سے عرض کرتا ہوں کہ مکذبین کے بناوٹی صغریٰ میں مراد ممتنع لذاتہ ہے، کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ" (اور نہیں محمد مگر رسول) اور اس میں شک نہیں کہ آپ کی رسالت تب ہی تمام ہوگی جب آپ سب نبیوں کے ختم کرنے والے اور ساری خلقت کی طرف پیغمبر اور سب سے بہتر ہوں، اور آپ کو یہ مراتبِ بلند محققین کے اتفاق سے عالمِ روحانی میں ہی حاصل تھے، اور ان خواص لازمۂ ذات شریف (1) غیر منفکہ عنصر لطیف میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے، تو مثل آپ کی ممتنع لذاتہ ہوئی، جیسا کہ سب کے اجماع سے باری تعالیٰ واحد لاشریک ہے اور اس کی مثل بھی ممتنع لذاتہ ہے، اور ایسا ہی کبریٰ میں محال اور ممتنع سے مراد ممتنع لذاتہ ہے جو صغریٰ میں بھی یہی تھا، پس حد اوسط مکرر ہوگئی۔ اور نتیجہ صحیح نکلا کہ آپ کی مثل قدرت الٰہی میں داخل نہیں ہے، چناں چہ حق سبحانہ کی مثل بھی قدرت میں داخل نہیں، اور ان دونوں صورتوں میں کوئی عجز لازم نہیں آتی ہے، اور بفضلہٖ تعالیٰ عنقریب اس کی زیادہ تحقیق آتی ہے، جس میں مکذبین کے اعتراضات کی تردید بھی شامل ہوگی۔ کیا خوب امداد ہے رب العباد کی کہ فقیر قصوری کے تھوڑے سے لفظوں سے تودۂ طومار باطل ہوجاتے ہیں۔ سیدھی راہ کی راہ نمائی پر خدائے بے ہمتا کی شکر ہے۔

صاحب براہین جواب تفصیلی میں لکھتا ہے:

قولہ: "اور اس سے قادر مطلق کی عجز ہرگز نہیں نکلتی" الخ۔

اقول: "اگر ممتنع سے ممتنع بالذات مراد ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ کا عجز ثابت نہیں ہوتا۔

(1) خواصِ لازمۂ ذات شریف، الخ: یعنی آپ کی مقدس ذات کے لیے جو خصوصیات لازم ہیں، جو آپ کی لطیف اور نورانی ہستی سے جدا ہونے والے نہیں ہیں، ان میں آپ کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے، تو پھر آپ کی مثال اور آپ کی نظیر ممتنع بالذات اور محال ذاتی ہوئی۔

(نفیس احمد مصباحی)

مگر یہ آپ کو مفید نہیں ہے، کما مر ۔اور اگر ممتنع بالغیر مراد ہے تو قادرِ مطلق کا عجز بے شک لازم آتا ہے، خدا اس سے بہت اونچا ہے، چناں چہ ثابت ہو چکا ہے کہ ممتنع بالغیر تحت قدرت ہے۔" انتہی بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ قرآن کریم کی دلالت سے ابھی اوپر مذکور ہوا ہے کہ آپ کے مثل جمیع کمالات مختصہ میں ممتنع لذاتہ ہے، قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے اور یہ سرورِ عالم ﷺ کی شانِ والا کی رعایت ہے، خصوصًا ان ایامِ نافرجام [1] میں اور اس ادب پر بھی ہم کو جزائے خیر ملے گی کہ ہم یوں نہیں کہتے کہ حق تعالیٰ ممتنعات لذاتہا پر قادر نہیں، جیسا کہ مکذبین کہتے ہیں، بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ممتنعات کی ناقابلیت سے قدرت ان سے متعلق نہیں ہوتی ہے، مولانا قاری علیہ الرحمۃ الباری نے شرح فقہ اکبر میں کیا خوب لکھا ہے کہ:

"ہر عام مخصوص ہوتا ہے جیسا کہ آیت "وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ" خدا کی "مشی" [2] کے ساتھ مخصوص ہے، تاکہ ذات و صفات الٰہی اور غیر مشی مخلوقات اور محال کائنات اس سے نکل جائے، اور حاصل المرام یہ ہے کہ جس سے مشیت الٰہی متعلق ہوتی ہے قدرت بھی اسی سے تعلق پکڑتی ہے۔ ورنہ یوں نہ کہا جائے گا کہ خدا محال پر قادر ہے، کہ اس کا وقوع معدوم ہے، اور خدا کے کذب کا لزوم ہے، اور یوں بھی نہ کہا جائے گا کہ خدا اس پر قادر نہیں ہے، اس کی تعظیم کی رو سے۔ انتہی مترجمًا۔[3]

(1) ایامِ نافرجام: بدانجام، نامبارک۔
(2) مشی: وہ چیز جس کو چاہا جائے، خدا کی مشی: وہ چیز جس سے اللہ کی مشیت متعلق ہو، اور جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔ (نفیس احمد مصباحی)
(3) عبارت شرح فقہ اکبر: "كل عامّ يخص كما خصّ قوله تعالىٰ "و اللّٰه علىٰ كل شيء قدير" بما شائه ليخرج ذاته و صفاته ومالم يشأمن مخلوقاته وما يكون من المحال وقوعه في كائناته والحاصل أنّ كلّ شيء تعلقت به مشيته تعلقت به قدرته وإلا فلا يقال: هو قادر

اور جمالین حاشیہ جلالین سورۂ مائدہ کی تفسیر میں آیت: ''وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ'' کے نیچے لکھا ہے کہ:

''سچے کا ثواب دینا اور جھوٹے کا عذاب کرنا مقدورات سے ہے، اور عقل نے ذات اور محالات مثل شریکِ باری تعالیٰ اور ایک ہی وقت میں ایک چیز کا زندہ اور مردہ ہونا مخصوص کرلیا ہے، اس لیے کہ قدرت اور مشیتِ الٰہی ان سے متعلق نہیں ہوتی، اور ادب کی رو سے یوں بھی نہ کہنا چاہیئے کہ خدا ان پر قادر نہیں ہے، اور خدائے پاک کو بہت علم ہے۔'' انتہی، شرح شفا میں ہے کہ آپ کے بعد آپ کی نظیر محال ہے۔'' (1)

براہین والے نے جوابِ تفصیلی میں لکھا ہے:

قولہ: ''علامۃ الوریٰ امام تورپشتی'' الخ۔

اقول: '' علامہ تورپشتی کی کلام سے ہرگز آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ یا قصورِ فہم ہے یا جان بوجھ کر حق سے اعراض ہے معترض امکان اور امتناع وغیرہما کا نام تو لکھ دیتا ہے مگر معنی ان کے مطلق نہیں سمجھتا۔ یہ الفاظ علما کی کلام میں مستعمل ہوکر امکان شرعی اور عرفی و عقلی مراد ہوتا ہے، اور علامہ کی کلام میں امکان عقلی مراد نہیں بلکہ عرفی یا شرعی مراد ہے، جیسا کہ اگلی پچھلی کلام کے قرینہ

علیٰ المحال لعدم وقوعه ولزوم كذبه لا يقال غير قادر عليه تعظيماً لما لديه.'' إنتهىٰ.

[شرح فقه اكبر، ص:١٤٢، ١٤٣]

(1) عبارت جمالین: '' ومنه إصابة الصادق و تعذيب الكاذب و خصّ العقل ذاته وسائر المحالات كشريك الباري و كحيٰوة شئ وموته في اٰن واحد إذ لا تتعلق القدرة والمشية بها ولا يقال أدباً إنّه ليس بقادرٍ عليها واللّٰه سبحانه و تعالىٰ اعلم. ١٢

وأيضاً، قال في شرح الشفاء: ومن المعلوم استحالة وجود مثله بعده صلى اللّٰه عليه وسلم، إنتهىٰ. ١٢

سے ثابت ہے، وہ ابتدا میں لکھتے ہیں کہ " حدیثوں سے ثابت ہے کہ نبوت آں حضرت ﷺ پر ختم ہوگئی۔ اور آپ کے پیچھے کوئی نبی نہ ہوگا"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کا مثل ممتنع بالغیر ہے کیوں کہ بوجہ اخبار الٰہی ہے کہ آپ پر نبوت ختم فرمادی۔ اور نیز اخیر میں علامہ موصوف نے یہ لکھا ہے کہ "کوئی شخص قدرت کا منکر نہیں ہوسکتا ہے۔" (1) اس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ کی مراد امکان سے امکان عقلی نہیں ہے، اگر نفی امکان عقلی کی ہوتی تو یوں کہتے کہ آپ کی مثل ممتنع بالذات ہے، قدرت کے نیچے داخل نہیں۔ جب کہ علامہ نے اول مثل کو تحت قدرت داخل کیا تو پھر نفی امکان عقلی کی ہرگز مراد نہیں ہوسکتی۔" انتہی بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہ عرض کرتا ہے: کہ صاحب براہین مع حواریین جواب تفصیلی کے لکھنے میں ایسی ضد پر اڑے ہیں کہ حق کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے اگر چہ آفتابِ نیم روز کی طرح روشن ہو۔

علامہ تورپشتی نظیر رسول اللہ کے قائل نہیں تھے

اے برادر غور کرو! کہ علامہ تورپشتی نے سرور عالم ﷺ کی ختم نبوت کے بیان میں کہا ہے کہ: "کوئی وسواس ڈالنے والا یہ وسواس ڈالے کہ خدا ہر شے پر قادر ہے، تو آپ کی مثل پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔" تو ایسے شخص کے رد میں علامہ تورپشتی نے وہ کلام فرمائی جس کو ختم نبوت کے معاندین نے حقیقت پر محمول کرلیا اور علامہ کو آپ کی مثل کے مقدور الٰہی جاننے والوں سے بنا دیا۔ برخلاف منطوق اس کے کلام کی، یہ تو ابتدا کلام ہے اور اخیر میں علامہ فرماتے ہیں:

(1) علامہ تورپشتی و دلیل صاحب براہین: "ثبت من أكثر الأحاديث أن النبوة ختمت على رسولِ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ولا يكون نبي بعده، ١٢ وقال العلامة في اٰخر الكلام إنّ أحداً لا ينكر القدرة."

”اور وہ شخص جو کہتا ہے کہ آپ کے پیچھے دوسرا نبی تھا یا ہے یا ہوگا۔ اور وہ کہ شخص کہتا ہے کہ امکان مثل کا ہے، کافر ہے، یہی شرط ہے درستی ایمان کی خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ پر۔“ (1)

یہ ترجمہ علامہ کی کلام کا ہے، جو صاف صاف بتلا رہا ہے کہ مراد علامہ کی امکان عقلی کی نفی ہے، اور علامہ کی کتاب کا مدار اقسام ممتنع کے بیان کا نہیں تا کہ وہ تصریح کرتا کہ آپ کے مثل ممتنع بالذات ہے، کیوں کہ وہ کتاب مسائل اعتقادیہ کے بیان میں ہے جو ثابت ہیں ادلّہ شرعیہ سے نہ ادلّہ عقلیہ فلسفیہ سے، جیسا کہ دانش منداس کے مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں ہے، اور حق تعالیٰ کے امکان کذب کو روار کھنے والوں کا یہ قاعدہ کہ جو چیز بوجہ اخبار الٰہی ممتنع ہو تو وہ ممتنع بالغیر ہوتی ہے، صریح مقتضی ہے اس بات کا کہ حق سبحانہ کی مثل بھی ممتنع بالغیر قدرت کے نیچے داخل ہو، کیوں کہ وہ بھی بوجہِ اخبارِ الٰہی کے یعنی آیت: ” وَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ (اور جان لے کہ اللہ ایک ہے) اور دوسری آیات قرآنی سے ہے اور حال یہ ہے کہ فریقین سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں، پس یہ قاعدہ ہی بے فائدہ ہے۔

صاحب براہین مع حوارین جواب تفصیلی میں لکھتے ہیں:

”علامہ قاری نے شرح فقہ اکبر میں محال کا قدرت کے نیچے داخل ہونا منع لکھا ہے۔“

اقول: ”آپ علامہ قاری کا مطلب نہیں سمجھے جو محال قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے، وہ ممتنع بالذات ہے جیسا کہ ابھی شرح مواقف سے بیان کیا گیا ہے کہ صرف واجب بالذات اور ممتنع بالذات قدرت کے نیچے داخل نہیں سوائے اس کے سب قدرت کے نیچے داخل ہیں، آپ اگر ممتنع بالغیر کو بھی داخل قدرت نہیں سمجھے تو یہ جمہور اہل سنت کے بر خلاف ہے۔

(1) دلیل حضرت صاحبِ کلام علامہ تورپشتی: إن موسوساً يوسوس بأنّ اللّٰه قادر على خلق مثله عليه السلام إنتهىٰ. ١٢

عبارت علامہ تورپشتی: وآں کس کہ گوید بعد از وے نبی دیگر بود، یا ہست، یا خواہد بود وآں کس نیز کہ گوید امکان دارد کہ باشد، کافر است، این است شرطِ درستیِ ایمان بر خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ۔ انتہیٰ۔ بلفظہٖ ١٢

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ اوپر علامہ قاری کی کلام منقول ہوئی ہے کہ جس شے سے مشیت الٰہی متعلق ہوتی ہے، قدرت بھی اس سے متعلق ہوتی ہے۔ اور اس سے بخوبی ثابت ہے کہ آپ کی نظیر سے جب مشیت الٰہی متعلق نہیں بحکم " وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْن " تو قدرت بھی اس سے متعلق نہیں اور نیز شرح شفا سے بھی منقول ہوا ہے کہ آپ کے بعد آپ کی نظیر محال ہے۔ اب ہر دانش مند سچی شہادت دے گا کہ فقیر قصوری نے علامہ قاری کی مراد ٹھیک سمجھی ہے اور امکان کذب کے قائلوں نے قرآن مجید کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور فلسفی خیالات کے پیچھے لگ گئے پس خدا پاک ہی منتقم کافی ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے:

قولہ: "تاکہ کلام باری میں کذب لازم نہ آوے" الخ۔

اقول: "وجہِ استلزام بیان فرمائیے اور اس کے ساتھ علامہ قاری کی عبارت کا مطلب بھی، ورنہ عبارت کا ترجمہ بغیر سوچے سمجھے ٹھیک نہیں ہوسکتا۔"

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: ابھی اوپر علامہ قاری کی عبارت کا مطلب بیان کیا ہے، جو ہمارے دعویٰ کا مؤید ہے۔ اور وجہ استلزام یہ ہے کہ اگر کہا جائے کہ آپ کی نظیر داخل قدرت ہے۔ تو اس سے خاتم النبیین کا کذب لازم آتا ہے۔ اور نیز اگر یہ کہا جائے کہ خدائے پاک جس چیز کو نہ چاہے وہ اس کی قدرت کے نیچے داخل ہے۔ تو یہ آیت " اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ " کہ کذب کو لازم پکڑتا ہے اور وہی مالکِ ہدایت، ضلالت سے بچانے والا ہے۔

مولانا فضل رسول بدایونی اور ان کی تصانیف

جواب تفصیلی میں ہے:

قولہ: "رسالہ معتقد منتقد۔"

اقول:" اول تو رسالہ المعتقد کا حوالہ دینا فن مناظرہ سے اپنی دست گاہ ظاہر کرنا ہے۔ کیوں کہ اس کے مؤلف فضل الرسول بدایونی کو ہم مُروّجِ بدعات جانتے ہیں، اس کا قول

ہمارے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ دوسرا علامہ تورپشتی کی تکفیر اس کا جواب مسکت ہو چکا ہے۔ ہاں علامہ نابلسی کا حوالہ جدید ہے اور وہ ہمارا مؤید ہے کیوں کہ اس میں بدلیل آیت خاتم النبیین جو آپ کی مثل کو ممتنع کہا ہے تو وہ ممتنع بالغیر ہے نہ ممتنع بالذات، جو منافی ممکن بالذات کے ہوسکتا۔ اب اگر علامہ نابلسی کی کلام میں روا اور ممکن سے مراد امکان عقلی ہو تو کلام متناقض ہو جائے گی؛ کیوں کہ دلیل آیت سے ممتنع بالغیر ثابت ہوتا ہے۔ تو ممتنع بالذات کے ارادے سے دعویٰ اور دلیل متناقض ہو جائیں گی اور امکانِ عرفی یا شرعی مراد لینے سے تقریب تام اور دلیل و دعویٰ باہم مطابق ہو جاویں گے۔" انتہی بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: اول: معلوم رہے کہ مولانا فضل الرسول جو اکابر علمائے ہندوستان سے تھے جب انھوں نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تردید میں دلائل قاطعہ سے رسائل لکھے کہ وہ مخالف اہل سنت ہے اور اس کے اس کلام سے تمام انبیا کی توہین عموماً اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وسلم کی اہانت خصوصاً ظاہر ہے تو اب ان علمائے مکذبین نے جو سخت معتقد مولوی دہلوی کے ہیں۔ اس کی رعایت سے اس کی تردید کرنے والے کو مُروّجِ بدعات کہہ دیا۔ اور آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادنیٰ رعایت بھی نہ کی۔

دوسرا: اوپر بارہا مذکور ہو چکا ہے کہ مکذبین کے اس قاعدہ سے کہ جو چیز آیت سے ممتنع ہو، وہ ممتنع بالغیر قدرت کے نیچے داخل ہے بخوبی لازم ہے کہ شریک باری بھی ممتنع بالغیر قدرت کے نیچے داخل ہو۔ اور یہ بالاجماع باطل ہے، اور قرآن مجید ناطق ہے کہ جس کو خدا نہ چاہے وہ قدرت کے نیچے داخل نہیں، خواہ اس کا نام کوئی ممتنع بالذات رکھے یا ممتنع بالغیر، جیسا کہ معتبر تفسیروں اور شرح فقہ اکبر وغیرہ سے منقول ہو چکا ہے، پس صحیح ثابت ہے کہ علمائے اہل سنت کی کلام میں جو اس مسئلہ کے بیان میں لفظ امکان و جواز مستعمل ہے، تو مراد اس سے امکانِ عقلی ہی ہے، اور خدائے پاک ہی سیدھے راستہ کا راہ نما ہے۔

تیسرا: مکذبین نے جو کلام علامہ تورپشتی کی تحریف کی تھی اس کی ضروری تردید ہو چکی

ہے، جس سے واضح ہو گیا ہے کہ ان کی کلام میں امکانِ عقلی ہی مراد ہے اتباعِ حق کی توفیق رفیق ہو۔

جواب تفصیلی میں ہے:

قولہ: "اور تحفہ شرح منہاج سے بھی نقل کیا ہے۔" الخ

اقول: "اس کا جواب بھی بعینہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکا ہے غلطی یہ ہے کہ آپ جواز و امکان کے ہر ایک جگہ ایک ہی معنی خیال کرتے ہیں۔ اگر کتب کلام اور فقہ آپ نے دیکھی ہوتی، تو معلوم ہو جاتا کہ اِن الفاظ کا استعمال امکان عقلی میں ہی محصور نہیں، اور ہماری گفتگو یہاں امکان عقلی میں ہے۔" اھ بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہ عرض کرتا ہے: کہ اوپر جواب اس کا مسطور ہو چکا ہے کہ قرآن شافی بیان سے فرما رہا ہے کہ "خدا جس چیز کو چاہے اس پر قادر ہے اور جس کو نہ چاہے، وہ اس کی قدرت کے نیچے داخل نہیں"۔ پس بالیقین معلوم ہوا کہ مراد امکان اور جواز سے امکان عقلی ہے، اور جو اس کے بر خلاف ہے وہ قرآن سے روگردان اور معاذ اللہ علمائے عقائد اور فقہائے .... قرآن مجید کے بر خلاف کب کچھ بیان کر سکتے ہیں۔ خدا جس کو چاہے راہ دکھائے۔ سخت افسوس ہے ان مکذبین کے حال پر کہ خود ہی لکھتے ہیں کہ عقائد کا ثبوت قرآن و صحیح حدیث یعنی دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔ خبر آحاد یہاں کافی نہیں، اور اس جگہ شہادتِ قرآن کو پسِ پشت ڈالے جاتے ہیں۔

جواب تفصیلی میں صاحب براہین مع حواریین لکھتے ہیں:

قولہ: "اب مقام غور ہے، جناب باری تعالیٰ کی قدرت کو محیطِ جملہ ممکنات نہ ماننا اور اس کو عاجز جاننا اور رسول علیہ السلام کی مثل کو ممتنع بالذات ٹھہرا کر خدا کی قدرت سے باہر سمجھنا بے شک تیرہویں صدی کے مبتدعین کا قول ہے، سلف میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہوا ہے، چناں چہ ادلۂ عقلی اور نقلی جو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ہم بیان کریں گے، ان سے اور بھی یہ مدعا

روشن ہوجائے گا۔

اب مقام غور ہے کہ تیرہویں صدی کی بدعت کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی واقعی فضیلت سمجھنا کن لوگوں کا کام ہے۔"

مشیت خداوندی اور قدرت الٰہی

فقیر کان اللہ لہ القدیر کہتا ہے کہ: آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مثل کو غیر داخل قدرت اول تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَخَاتَمَ النَّبِيّنَ" اور "اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" پھر سرور عالم سے صحیح حدیثوں میں آیا ہے: "میں وہ اینٹ ہوں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں، اور میرے پیچھے نہ کوئی رسول ہونا ہے، نہ نبی"[1] آیا ہے کہ: "میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں، اور میرے پیچھے نہ کوئی رسول ہونا ہے نہ نبی۔"[2] پھر قرآن مجید کے مفسرین اور علمائے علم عقائد سے اوپر تصریح منقول ہوئی ہیں کہ آپ کی مثل یا کوئی اور محال جس کو خدا نہ چاہے، وہ قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے۔

اب مکذّبین کا یوں کہنا کہ یہ قول تیرہویں صدی کے بدعتیوں کا ہے سلف سے کوئی اس کا قائل نہیں ہوا۔ بلا شبہہ مومن کی زبان سے نہیں نکلتا، گم راہوں اور مغضوبوں سے پناہ بخدا۔ اور بلا ریب رسولِ مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مثل کا قدرت کے نیچے داخل نہ ہونا ایک عمدہ فضیلت ہے جس سے آپ سب پر بزرگوار ہیں، صاحب قصیدہ بردہ نے کیا خوب کہا ہے:

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ

(1) حديث متفق عليه: "فأنا اللبنة وأنا خاتم النبيين، جئت فختمت الأنبياء." [صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب: خاتم النبيين، ج:١، ص:٥٠١]

(2) وفي رواية الترمذي: أن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي. [جامع الترمذي، أبواب الرويا، باب: ذهبت النبوة و بقيت المبشرات، ج:٢، ص:٥١]

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٖ

کہ آپ اپنی خوبیوں میں لاشریک اور بے مانند ہیں۔ پس ایسی فضیلت کو بدعت کہنے والے سوائے باری تعالیٰ کے امکانِ کذب ثابت کرنے والوں کے اور کون ہے؟

جواب تفصیلی میں ہے:

قولہ: "علاوہ کمال تنقیص شان والاے" الخ۔

اقول: "اگر ایسے عقیدہ کا نام تنقیص شان ہے، جو کتاب و سنت و اجماع امت سے ثابت ہو، تو ایسی نافہمی سے کیا بعید ہے کہ عبدہ ورسولہ کو بھی موجب تنقیص شان خیال کیا جاوے، کیوں کہ عبد کے معنی غلام کے ہیں۔"

فقیر کان اللہ لہ القدیر کہتا ہے: کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وسلم کی مثل کی قدرت میں داخل ہونے کے عقیدہ کو کتاب، سنت اجماع امت سے ثابت کہنا محض دروغ بے فروغ ہے، جس کا ذکر بارہا ہو چکا ہے، اور آپ کی نظیر کو شئے یعنی "خدا کی چاہی ہوئی بتانا" پھر اس کو قدرت کے تلے داخل فرمانا سراسر خلافِ قرآن اور ہوائے نفسانی سے تفسیر فرقان ہے، پناہ بخدا۔ اور حق سبحانہ نے جو اپنے حبیب قریب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عبدہ ورسولہ فرمایا ہے تو یہ پرلے درجے کی فضیلت ہے، جس سے متحقق ہوا کہ آپ خدا کے مقرب بندوں سے کامل فرد ہیں، جن کی مثل اور نظیر عقلاً، شرعاً، عرفاً غیر ممکن ہے۔

جواب تفصیلی میں لکھا ہے:

قولہ: "اکابر علماے عرب وعجم کو بھی بدعتی بنادیا ہے۔" الخ

اقول: "اکابر علما میں سے کسی کو بدعتی نہیں بنایا۔ بلکہ جو درحقیقت بدعتی ہیں وہی اس کے مصداق ہیں۔"

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: بارہا مذکور ہو چکا ہے کہ قرآن و حدیث سے بخوبی ثابت ہے کہ آں حضرت ﷺ کی مثل قدرت میں داخل نہیں، اور مفسرین و علماے عقائد نے بھی اس کی

تصریح کی ہے، پس اس عقیدہ کو بدعت کہنا اور اس پر معتقدین کا بدعتی نام رکھنا علماے ربانیین سے بڑھ کر سید المرسلین اور رب العالمین کی بے ادبی ہے، پس سخت رسوائی ہے مکذبین کی۔

جواب تفصیلی میں درج ہے:

قولہ: سورۂ یٰسٓ کی آیت: اقول: "ہر چند آیت: "اَوَ لَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ " ان لوگوں کے رد میں ہے جو حشر قیامت کے منکر تھے، لیکن امکانِ خلق مثل اس کا مفہوم صریحی ہے، انکار اس سے مکابرہ اور انکارِ نص ہے، اِس کو اگر منکرین بعث کے رد میں نازل کیا تو کیا اس کا مفہوم صریحی جاتا رہا۔ اصل یہ ہے کہ اس آیت میں قدرتِ خلق بالمثل سے قدرت علی البعث کو ثابت فرمایا ہے اس صورت میں امکانِ خلق بالمثل آیت سے ظاہر الثبوت ہے، جس نے اِس کو امکانِ مثل کے ثبوت میں ذکر کیا ہے درست ہے لیکن کسی کی سمجھ میں اگر صاف بات نہ آوے تو اس کا کیا علاج، اگر ہماری نہیں مانتے تو شرح مواقف اور جملہ متکلّمین کے قول سے بھی انکار ہے جنھوں نے امکانِ مثل ثابت کیا ہے، شرحِ مواقف میں لکھا ہے کہ: "متکلّمین نے دوسرے جہان مثل اس جہان کا ہونا روا رکھا ہے، کیوں کہ امور مماثلہ احکام میں متشارک ہوتے ہیں اور اس کی طرف اشارہ ہے۔ آیت: " اَوَ لَيْسَ الَّذِيْ " الاٰیۃ" میں اھ۔[1] اگر آپ ائمہ دین اور ائمہ کلام کی بھی نہ مانیں تو آپ جانیں ہم کو آپ سے سروکار نہیں۔" انتہیٰ بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ ہم علماے اہل سنت کی کلام کو بخوبی تسلیم کرتے ہیں چہ

(1) عبارت شرح مواقف: "جوّز المتكلمون وجودَ عالمٍ اٰخر مماثلٍ لهٰذا العالم لأن الأمور المتماثلة يتشارك في الأحكام، و إليه الإشارة بقوله تعالىٰ في الكلام المجيد "أو ليس الذي خلق السمٰوٰت والأرض بقٰدر" الآية. ۱۲

[شرح مواقف، المقصد الثامن، ج:۲، ص:۶۵۹]

جاے کہ ائمۂ دین کی کلام میں کلام ہو۔ مگر یہ یاد رہے کہ مبتدعین مخالفین اہل سنت کی کلام کو ہرگز نہیں مانتے۔ صاحب براہین خود تسلیم کر چکا ہے کہ عقائد، نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتے ہیں، نہ خبر واحد سے۔ صفحہ ۴۶ میں دیکھو، پس عجب در عجب ہے مؤلف براہین مع حوار یین سے کہ بار بار یہی دعویٰ ہے کہ امکانِ مثلِ آں حضرت ﷺ کتاب و سنت و اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور کسی آیت یا حدیث قطعی الدلالت سے اس کو ثابت نہیں کیا اور آیت ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' جو اول اس پر دلیل لکھی ہے تو وہ بالکل ان کے مدعا کے بر خلاف ہے۔ کیوں کہ اس سے صریح ثابت ہے کہ جو چیز مشیت میں داخل ہے وہ قدرت کے نیچے بھی داخل ہے۔ اور آیت: ''وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ'' بڑی شد و مد سے فرما رہی ہے کہ آپ کے مثل مشیت میں داخل نہیں تو قدرت میں بھی داخل نہ ہوئی۔ پس امکان کذب والوں کا آیت: ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' سے استدلال کرنا جو مخالف فرمانِ قرآن ہے کوئی بھی اہل ایمان سے قبول نہیں کرتا، اور یہ دعویٰ کہ جو چیز اخبارِ الٰہی سے ممتنع ہو وہ ممتنع بالغیر داخل قدرت ہے۔ ہر چند بلا دلیل قطعی کے ہے۔ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ حق تعالیٰ کی مثل بھی قدرت الٰہی کے نیچے داخل ہو۔ پس یہ سارے اہل حق سے صریح مخالف کیوں کر مانی جاوے۔ رہا استدلال آیت: ''اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ'' الاٰیۃ سے سو حسب نقل مکذبین کے عبارت شرح مواقف میں تصریح ہے، کہ اس آیت میں اشارہ ہے امکان وجودِ عالمِ آخر پر۔

پس مسئلہ اعتقادیہ آیت کے اشارہ سے کیوں کر ثابت ہوگا، مع ہٰذا اس میں امکانِ مثل آں حضرت ﷺ پر تصریح کہاں ہے۔ اور قرآن مجید سے امتناع مثل بخوبی ثابت ہے جس کا ذکر بارہا ہو چکا ہے۔ پس ایسے استدلال مکذبین مبتدعین کے کب قابل تسلیم ہو سکتے ہیں۔ اور ائمہ دین کی کلام پر بخوبی یقین ہے۔

ع　　ولیک می نتواں از زبان ایشاں رست

افترا کرنے والوں سے خدا ہی منتقم کافی ہے۔

جوابِ تفصیلی میں درج ہے۔

قولہ: ”آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل جب بحکم قرآن“ الخ۔

اقول: ”اس کے تکرار سے شاید یہ مقصود ہے کہ کوئی نادان سمجھے کہ آپ نے بہت سی دلیلیں قائم کی ہیں، ہم آپ کی طرح تضییع اوقات نہیں کرتے اس کا جواب پہلے ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ”مثل ممتنع بالغیر ہے“ جس پر خدا کی قدرت شامل ہے۔“ انتہیٰ بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ مکذّبین کے بار بار جواب دینے سے جو تضییع اوقات ہو تو فقیر اس سے ملال نہیں کرتا ہے، کیوں کہ حق تعالیٰ کی رضامندی اور دینِ اسلام کی حمایت اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا مکرر بیان کرنا مقصود ہے۔ ”اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا“ اور مکرر مذکور ہوا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کے ممتنع بالغیر داخل قدرت ہونے کی دلیل بعینہٖ شریک باری کے بھی ممتنع بالغیر داخلِ قدرت ہونے پر پکی دلیل ہے، اور یہ سب کے اتفاق سے باطل ہے، پس مبتدعین کی یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے۔

جوابِ تفصیلی میں لکھا ہے:

قولہ: ”اور قیامت کو آپ کا حشر آیت: ”اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ“ میں داخل نہیں۔“

اقول: ”یہ عجیب جملہ ہے بے معنی، شاید مطلب معترض کا یہ ہو کہ ”اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ“ کے معنی ”یَحْشُرُھُمْ“ کے ہیں سو یہ خلافِ منطوق ایجادِ بندہ ہیں، جس کا جواب ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسدِ اطہر کے ساتھ قبر میں زندہ ہیں

رہی یہ بات کہ جناب سرورِ کائنات اسی جسدِ اطہر کے ساتھ قبر شریف میں زندہ ہیں، اس میں کیا کلام ہے، ہم جملہ انبیا علیہم السلام کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ اپنی قبور میں انھیں اجساد کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔ انتہیٰ بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ اہلِ علم پر پوشیدہ نہیں کہ جس فقرہ کو مکذبین بے معنی کہہ

رہے ہیں اس کے بہت صاف معنی یہ ہیں کہ جب سرور عالم ﷺ اپنی قبر منور میں اسی جسد اطہر سے حیات ہیں تو آپ پر یہ راست نہیں آتا کہ آپ کی مثل پیدا ہوگی۔ کیوں کہ مثل کا پیدا کرنا اصل کے معدوم کے بعد ہے، اور اس جگہ اصل ہی موجود ہے۔ پھر آیت خلق مثل اور احیاے موتیٰ سے جب مراد ایک ہی ہے کہ منکرینِ حشر کے مقابلہ میں ارشاد ہے تو اس کا انکار اور اس کو خلافِ منطوق قرآن، فقیر کا ایجاد قرار دینا محض افترا نہیں تو اور کیا ہے، اگر خوف تطویل نہ ہوتا تو مفسرین کی عبارتیں مکذبین کی تردید میں منقول ہوتیں، مگر علماے ربانی فقیر کی راستی پر شاہد ہیں۔

جواب تفصیلی میں ہے:

قولہ: "الغرض جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی مثل اُس کی قدرت کے نیچے داخل نہیں ایسا ہی حبیب رب العالمین کی مثل بھی مقدوراتِ الٰہی سے خارج ہے۔"

اقول: "کیا بڑی بات ہو کر نکلتی ہے ان کے منہ سے، سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں، آپ نے رسول اللہ ﷺ کو اِس صفت میں جو خاص جناب باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے برابر ٹھہرا دیا یہ شرک نہیں تو اور کیا ہے، اگر آں حضرت ﷺ کی مثل ممتنع بالغیر خیال کرتے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے، تو کیوں ایسے فاسد عقیدہ میں مبتلا ہوتے۔ "لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ" خاص باری تعالیٰ کی صفت ہے، آپ نے رسول اللہ ﷺ کو بھی اس صفت میں شریک مان لیا۔" انتہیٰ بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے: کہ مکذّبین نے اوپر ممتنع بالذات کی مثال اجتماع نقیضین مثل وجود و عدم زاید آن واحد میں جو لکھی ہے، تو وہاں اجتماع نقیضین کو باری تعالیٰ کی صفت مختصہ میں جو "لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ" ہے برابر کرنے سے کچھ پرواہ نہ کی اور آیت: "کَبُرَتْ کَلِمَۃً" نہ لکھی۔

اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ شرک نام ہے وجوب وجود اور استحقاق عبادت میں کسی کو باری تعالیٰ سے شریک بنانے کا جیسا کہ کتب عقائد میں مرقوم ہے، ورنہ سرور عالم ﷺ کا خداے

بے ہمتا سے ایمان اور اطاعت میں شریک بنانا بحکمِ قرآن و حدیث و اجماع فرض ہے، اور دو چیزوں کا بعض لوازم میں شریک ہونا یہ واجب نہیں کرتا ہے کہ ایک دوسرے سے فی الحقیقت یا تمام عوارض میں برابر ہو گیا۔ غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ کوئی شرکِ ممنوع نہیں ہے، مگر احول ایک چیز کو دو ہی دیکھتا ہے۔"

براہین والے نے مع حوار یین جواب تفصیلی میں لکھا ہے:

مولانا فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا مقام علمی

قولہ: "مولوی فیض الحسن صاحب" الخ۔

اقول: "مولوی فیض الحسن صاحب کی اخبار کا حوالہ عجیب حوالہ ہے گفتگو تو مسائل اعتقادیہ قطعیہ میں ہے، اور حوالہ اخبار کا مع ہذا کوئی دلیل عقلی نہ نقلی اس سے نقل کی۔"

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ مولانا فیض الحسن مشہور جلیل القدر علماے ہندوستان سے علوم نقلی و عقلی میں تصانیف مفیدہ کا مصنف ہے، تفسیر جلالین کا حاشیہ اور تفسیر بیضاوی کے اشعار پر شرح اور مشکوٰۃ المصابیح کی بھی شرح لکھی ہے، لاہور سے ایک مرتبہ جب بھاول پور میں وارد ہوئے تھے، تو یہ خلیل احمد ان کی جوتیاں آگے رکھتے تھے؛ کیوں کہ آپ ان لوگوں کے استاد تھے، اب اِن مخالفین حق سے جو وہ مخالف ہوئے اور ان کے مرشد رشید احمد پر گرفت کرنے لگے تو سخن حق کی تلخی سے ان کے اخبار کا حوالہ ناپسند آیا حالاں کہ اس عربی اخبار کے پڑھنے والے یقین کرتے ہیں، کہ وہ اخبار مسائل شرعیہ کی تحقیق میں عجیب تر چیز ہے۔

اب فقیر متعلق اس مسئلہ کے ان کی کلام نقل کرتا ہے: تاکہ اس کا رتبہ معلوم کریں۔

مولانا فیض الحسن سہارن پوری کی دیوبندی اعتقاد پر گرفت

ساتویں سال کی پہلی اخبار "شفاء الصدور"(1) میں کہتے ہیں کہ: "ابتدا اور وسط اور انتہا حقیقی بھی ہوتا ہے اور عرفی بھی خواہ کم متّصل یا منفصل میں متحقق ہو، ان کے عرفی اور اضافی کا تعدد محال نہیں، مگر حقیقی کا تعدد کم معین کی طرف نسبت کرنے سے سطح ہو، خواہ خط ہو، خواہ جسم ممتنع ہے، اس لیے کہ شارحِ تہذیب نے کہا ہے کہ بسم اللہ میں ابتدا حقیقی پر محمول ہے، اور حمد کی حدیث میں اضافی یا عرفی پر پس دو واقعی فرد کا ہونا کہ ایک ان میں سے ابتدائے حقیقی یا وسط حقیقی یا انتہائے حقیقی امر ممتد ذی کمیت کے واسطے ہو ممتنع ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک معین دائرہ کے لیے دو مرکز حقیقی کا ہونا ممتنع ہے، پس وہ نقطہ جو ایک معین دائرہ کا مرکز قرار دیا جاوے چھوٹا ہو خواہ بڑا، محال ہے کہ کوئی دوسرا نقطہ اس کی مانند اسی دائرہ کا مرکز ہو، اور ایسا ہی حال ہے دونوں قطب اور منطقہ میں، اور اسی طرح ہر ایک نقطہ یا خط یا سطح جب متعیّن ہو کہ اس کا ابتدا یا وسط یا انتہا حقیقی ہے خط معین یا جسم معین یا سطح معین کے لیے تو کسی دوسرے نقطہ یا خط یا سطح کا ابتدا یا وسط یا انتہائے حقیقی ہونا اسی خط یا سطح یا جسم کے لیے محال ہے، ورنہ حقیقی حقیقی نہ رہے گا۔ اور یہ امتناع بالغیر نہیں امتناع بالذات ہے، کیوں کہ ابتدائے حقیقی اور وسط حقیقی اور انتہائے حقیقی کے مفہوم کے

(1) اصل عبارت شفاء الصدور: "إن كلامن الإبتداء والوسط والانتهاء يكون حقيقيا و عرفيا، سواء تحقّق في الكم المتصل أوالكم المنفصل، والعرفي و الاضافي منها لا استحالة في تعدده ، وأمّا الحقيقي منها فيمتنع تعدده بالإضافة إلى كم معيّن سطحًا كان أو خطًّا أو جسماً ولذٰلك قال شارح التهذيب: إنّ الإبتداء في التسمية محمول على الحقيقي و في حديث التحميد على الاضافي أو العرفي فيمتنع أن يكون فردان واقعيان كل منهما إبتداء حقيقي أو وسط حقيقي أو إنتهاء حقيقي لأمر ممتدّمتكمم ألا ترى أن الدائرة المعينة يمتنع أن يكون لها مركز ان حقيقان فالنقطة التي تعينت مركزًاالدائرة معينة صغيرة كانت أو كبيرة يمتنع أن يكون نقطة أخرىٰ مماثلة لها في كونها مركزاً لتلك الدائرة وكذا الحال

مصداق کا تعدد ایک چیز کی طرف نسبت کرنے سے نہیں ہوسکتا۔ اور اس لیے غیر ممکن ہے کہ ایک امر مصداقِ اول سے شے کا ہو، بعد اس کے کہ اس کے لیے مصداق واحد قرار دیا جائے۔

بیضاوی نے آیت: ”وَلَا تَكُونُوٓا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ“ کی تفسیر میں کہا ہے: ”اگر کوئی اعتراض کرے کہ وہ لوگ تقدّمِ کفر سے کیوں منع کیے گئے حالاں کہ ان سے پہلے مشرکینِ عرب تھے، یعنی ان کا قرآن سے پہلے کافر ہونا غیر ممکن ہے، جب مشرکین اول کافر تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اہل کتاب سے تم اول کافر نہ ہوجاؤ، نہ کہ سب سے۔ اب یہاں پر ایک ہی چیز کی بہ نسبت اولیت نہ ہوئی اور دوسرا منسوب پہلے کا ہے، پس اس کا حال اسی کی طرح پر ہے۔

جب یہ مقدمہ بیان ہوچکا تو خاتم النبیین کی مثل کہ وہ بھی خاتم اور اس مفہوم کا مصداق ہو سلسلہ موجودات دنیا میں ممتنع ہے، جو اس کے ممتنع ہونے کا قائل ہے انھیں معنی سے ہے، نہ ہر وجہ سے مطلق چیز کا امکان مقید کے امکان کو لازم نہیں پکڑتا۔ کیوں نہ ہو کہ حرکت فی الآن ممتنع ہے، حالاں کہ مطلق حرکت ممکن ہے، اور زمان کی عدم اس کے وجود کے بعد اور قبل محال ہے، حالاں کہ عدم مطلق اس کی ممکن ہے۔

البتہ آپ کی مثل صرف خاتم ہونے میں بایں وجہ کہ حق تعالیٰ کوئی اور جہان پیدا کر

فأجاب بأنّ المراد لا تكونوا أول كافرٍ من أهل الكتاب لا مطلقاً وحٍ لا أولية بالنسبة إلى شيئٍ واحد، والاٰخر مضاف للأول فحاله كحاله.

وإذا تمهد هذا فمثل خاتم النبيين بأن يكون هو أيضاً خاتما لهم و مصداقاً لهٰذا المفهوم يمتنع في هذه السلسلة الموجودة في عالم الواقع ، فمن قال بامتناعه إنما قال بهذا المعنىٰ لا مطلقاً، و إمكان المطلق لا يستلزم إمكان المقيد ، كيف و إنّ الحركة في الاٰن

کے اس میں نبی بھیجے، ایک ان کا پہلے حضرت آدم کی مثل ہو، اور اخیر ان کا آں حضرت ﷺ کی مثل ہو۔ تو اس مثل کے امکان میں کوئی نزاع نہیں ہے کہ یہ کسی اور سلسلہ میں ہے نہ اس موجودہ جہان دنیا میں، پھر اس فرضی جہان میں جو خاتم النبیین ہوگا اس کی مثل بھی اسی سلسلہ میں غیرممکن ہوگی۔

اور آپ کی مثل کے امتناع پر بھی دلیل ہے کہ اگر آں حضرت ﷺ ختم الانبیا ہونے کے واسطے کافی ہیں تو دوسرے کا ہونا غیرممکن ہے، اور اگر آپ کافی نہیں تو یا بالکل غیر کافی ہوں گے، تب اِس مفہوم کے مصداق نہ ہوئے، اور ثابت ہوچکا ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں، یا کسی دوسرے کے ساتھ کافی ہوں گے، پس یہ مجموع کافی ہوگا، کسی اور کی حاجت نہ رہی، پس اس مجموع کی مثل ممتنع ہوئی، اس وجہ سے کہ یہی خاتم ہے۔

اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ آں حضرت ﷺ ختمِ نبوت کے واسطے مستقل علت

ممتنعة مع أن مطلق الحركة ممكنة، وعدم الزمان بعد وجوده وقبل وجوده مستحيلٌ مع إمكان مطلق عدمه.

نعم يمكن مثله في مجرد كونه خاتماً بأن يوجد اللّٰه تعالیٰ عالماً اٰخر يبعث فيه الأنبياء ويكون أحدهم أوّلهم كآدم عليه السلام واٰخرهم كنبينا عليه السلام، ولا نزاع في إمكان هذا المثل فإنّه يكون في السلسلة

الأخرى، لا في هذه السلسلة الموجودة، ثم من يكون خاتم النبيين في تلك السلسلة المفروضة لا يمكن مثله بأن يكون هو أيضاً خاتماً لهم في تلك السلسلة .

وقد يستدل على إمتناع مثله بأنه صلى اللّٰه عليه وسلم إن كان كافياً لختم الأنبياء عليهم السلام فلا يمكن غيره كما لا يمكن الفصل الاٰخر لنوع بعد ما تمّ هو بفصلٍ، و إن لم يكن كافياً فإمّا أن لا يكون كافيا أصلاً فلا يكون مصداقاً لهذا

ہیں، پس اگر آپ کی مانند کوئی خاتم فرض کیا جائے، تو اگر اسی وقت میں ہے، تو معلول واحد پر اجتماع دو مستقل علتوں کا امکان لازم آئے گا۔ اگر بعد اس کے ہے تو دو مستقل علتوں کا ایک معلول پر تواردلازم آئے گا۔ اور یہ دونوں محال ہیں، اور محال کا امکان بھی محال ہے۔

اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ آں حضرت ﷺ بحکم آیت: "نَذِیْرًا لِّلْعٰلَمِیْنَ" کے تمام بنی آدم اور جن جو آپ کے وقت میں موجود تھے اور آپ سے پیچھے پیدا ہونے والے ہیں سب کے نذیر ہیں یعنی ڈرانے والے ہیں، پس اگر آپ کی مثل ممکن ہو، تو وہ من جملہ عالمین کے ان معنٰی سے ہوگی تو وہ امت میں سے ہوئی جس کے آپ نذیر ہیں اور کوئی امتی عزت و شرافت میں اپنے نبی کی مانند نہیں ہوتا چہ جائے کہ اس کی مانند ہی بن جائے، اور اگر وہ مثل من جملہ عالمین کے نہ ہو، تو آں حضرت ﷺ کے تمام بنی آدم اور جن کے نذیر نہ ہوئے، حالاں کہ فی الواقع آپ سب کے رسول اور نذیر ہیں ان ادلّہ کاملہ کو یاد رکھو۔

اور بعض علما کہتے ہیں کہ سرور عالم ﷺ کی مثل ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے، پس اس کا

المفهوم ، وقد تقرر أنه خاتم النبيين، أو يكون كافيا مع غيره فيكون المجموع كافياً بحيث لا يبقى حاجة إلى اٰخر فيكون مثل هذا المجموع ممتنعاً على أن يكون هو أيضاً خاتماً فتأمل.

وقد يقال : إنه صلى اللّٰه عليه وسلم علّة مستقلة للاختتام به فلو فرض خاتم اٰخر مثله لزم إمّا إمكان اجتماع علّتين مسقلّتين على معلولٍ واحدٍ إن كان في وقته أو إمكان تواردها عليه إن كان بعده ، وكلاهما محال، و إمكان المحال محالٌ.

وقد يقال إنّه ﷺ نذيرٌ للعالمين لقوله تعالىٰ "نذيراً للعالمين" أى لجميع الإنس والجن الموجودين فى وقته والاٰتين بعده فإن أمكن مثله فإما أن يكون من جملة العٰلمين بذٰلك المعنىٰ أولا يكون، فإن كان منهم كان من أمته صلى اللّٰه عليه وسلم لكونه ممن هو نذير لهم واحد من الأمة لا يكون مثل نبيه في العز والشرف فضلاً من أن

وقوع فرض کیا جاوے تو آں حضرت ﷺ خاتم النبیین نہ رہیں گے اور آیت ''خاتم النبیین'' کا کذب آئے گا، پس یہاں پر دو قول ہوئے، **پہلا:** یہ کہ آپ کی مثل ممکن نہیں۔ **دوسرا:** یہ کہ آپ کی مثل موجود نہیں پہلا قول فریقِ اول کا ہے اور دوسرا قول فریقِ دوم کا ہے۔

دوسرے فریق کی دلیل یہ ہے کہ ''اگر آپ کی مثل باری تعالیٰ کی مثل کی طرح ممتنع بالذات ہوئی تو آپ حق تعالیٰ کی مثل بن گئے اور یہ باطل ہے۔'' اس کا جواب یہ ہے کہ دو چیزوں کا بعض لوازم خصوص سلبی میں مشترک ہونا فی الحقیقت یا کسی دوسرے عارض میں ایک کا دوسرے کی مثل ہونے کو لازم نہیں پکڑتا ہے۔ علاوہ ازیں باری تعالیٰ کی مثل بہرحال محال ہے۔ اور آں حضرت ﷺ کی مثل آپ کے خاتم النبیین کے وقوع کے بعد محال ہے چناں چہ مرکز دائرہ کا تعدد بعد اس کے کہ وہ نقطہ اس دائرہ کا مرکز ہو چکا ہے محال ہے۔

اور یہ اعتراض کہ ''حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کی مثل بھی اس حیثیت سے کہ آپ

يكون نبيا مثله و إن لم يكن منهم لم يكن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نذيراً لجميع الإنس والجن مع أنه نذيرٌ لهم و مرسلٌ إليهم جميعاً هذا.

وذهب قوم إلىٰ أنّ مثله صلى اللّٰه عليه وسلم ممكن بالذات و ممتنع بالغير فإن فرض وقوعه يستلزم أن لا يبقى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم خاتم النبيين فههنا قضيتان : الأولى أنّ مثله عليه السلام لا يمكن، والثانية أنّ مثله لا يكون، فالأولىٰ للفريق الأول ، والثانية للثاني.

واستدل بأن مثله صلى اللّٰه عليه وسلم إن كان ممتنعاً بالذات كمثله تعالىٰ لزم أن يكون هو مثله تعالىٰ،وهو باطل، والجواب أن اشتراك الشيئين في بعض اللوازم ولا سيما في السلبي لا يستلزم أن يكون أحدهما مثل الاٰخر في الحقيقة أو في عارض اٰخر على أنّ مثله تعالٰى مطلقا محال و مثله صلى اللّٰه عليه وسلم بعد

اول سب نبیوں کے ہیں، تمھارے زعم پر محال ہے تو آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مثل کی خاص کرنے کی کیا وجہ ہے؟" اس کا جواب یہ ہے کہ ہم امتناع کو اس سے خاص نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ کہتے ہیں کہ ابتدا حقیقی کا تعدد بھی اس دنیا میں محال ہے۔ جیسا کہ تعدد وسط حقیقی کا، پس حضرت آدم علیٰ نبینا و عَلَیْہِ السَّلَام کی مثل بھی بعد اس کے کہ آپ اول الانبیا مقرر ہو چکے ہیں محال ہے۔

اور ممتنع صرف شریک باری تعالیٰ ہی میں منحصر نہیں، بلکہ بہت فرد ہیں، شریک باری، اجتماع دو نقیضوں کا، ارتفاع دو نقیضوں کا، تعدد مرکز کا دائرہ معینہ میں، تعدد دو دائرہ عظیم برابر ایک دوسرے کے کرہ پر، دو قطروں کا تعدد سوائے تقاطع کے، تعدد ابتدائے حقیقی کا، اور انتہائے حقیقی کا، ایک کم کی طرف حرکت فی الآن، تجرد مادّی کا مادہ سے، اور اس کے لوازم سے، اور سوا اس کے اور تحقیق یہ ہے کہ یہ تمام ایک باطل حقیقت کے جس کا نام محال ہے، عنوان ہیں۔

اگر کسی کو یہ وہم گزرے کہ "آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نبی اور خاتم النبیین ہونا آپ کے

وقوعه خاتم النبيين محال كما أنّ تعدد المركز في الدائرة بعد وقوع تلك النقطة مركزاً لها محالٌ.

وما قيل أن مثل اٰدم عليه السلام من حيث إنّه أوّل الأنبياء أيضاً محال علىٰ ما زعمتم فما وجه تخصيص مثله صلى اللّٰه عليه وسلم؟ فالجواب أنّا لا نخصص الإمتناع بذٰلك، بل نقول إن تعدد الإبتداء الحقيقي في سلسلة واحدة أيضاً محالٌ كتعدد وسطها الحقيقي فمثلُ اٰدم

علىٰ نبينا و عليه السلام بعد ما تعيّن أنّه أول الأنبياء كلهم أيضاً محالٌ.

ولا ينحصر الممتنع في شريك الباري عزّ إسمه بل له أفراد كثيرة، كشريك الباري، واجتماع النقيضين، وارتفاعهما، وتعدد المركز في دائرة معينة ، وتعدد الدائرتين العظيمتين والموازنتين علىٰ

عوارض ذاتیہ سے ہے کیوں کہ یہ نہ آپ کا عین ہے نہ جز،اور عوارض کا سلب ممکن ہے پس روا ہے کہ کوئی اور خاتم بھی موجود ہوجائے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام عوارض کی سلب اپنی معروضات سے غیرممکن ہے، کیوں کہ امکان اور حدوث جو ممکن اور حادث کے عوارض ہیں ان کا سلب ان کی ذات سے ناروا ہے، اور یہ عالی مرتبہ ختم رسالت و نبوت کا آپ کی ذات بابرکات کے لوازم سے ہے، جیسے آپ ہوئے اور ہوں گے، اس لیے آپ نے فرمایا کہ ''میں نبی تھا حضرت آدم کے قالب کی طیاری (تیاری) سے پہلے۔'' اور آپ کا ظہور پیچھے ہونا ان لوازم کے نفس الامری ثبوت کے منافی نہیں ہے، پس جیسا کہ آپ دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے بھی نبی اور خاتم النبیین سے تھے ویسا ہی آپ عالم برزخ میں نبی اور خاتم الانبیا ہیں اور بدیہی امر ہے کہ لوازم کا سلب محال ہے۔

اور اگر کوئی کہے کہ ''آپ کی مثل کا ممتنع ہونا اس وجہ سے ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں، نہ اس حیثیت سے ہے کہ آپ آدمی یا عربی وغیر ذلک ہیں، پس یہ حیثیت آپ کی مثل کے امتناع کی ہے، تو یہ امتناع بالغیر ہوا'' اس کا جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی مثل اور شریک کا امتناع بھی بحیثیت اس کے واجب الوجود قدیم ہونے کے ہے، نہ اس حیثیت سے کہ وہ موجود یا ممکن بامکان عام ہے، پس یہ حیثیت جب اس کے امتناع کی ہے تو وہ بھی ممتنع بالغیر ہوا۔ پس جو

كرةٍ واحدةٍ ، وتعدد القطرين من دون التقاطع، وتعدّد الإبتداء الحقيقي والإنتهاء الحقيقي بالنسبة إلى كم واحدٍ، والحركة في الاٰن، وتجرد المادي عن المادة ولوازمها، ونحو ذٰلك۔ والتحقيق أنها عنوانات لحقيقةٍ باطلةٍ واحدةٍ مسمّاة بالمحال.

وقد يتوهم أن كونه نبيا و خاتم النبيين من عوارضٍ ذاته لأنه ليس عينه ولا جزئه ، وسلب العوارض ممكن فيجوز أن يوجد خاتم اٰخر والجواب أنّا لا نسلّم أنّ سلب جميع العوارض عن معروضها ممكن فإنّه

جواب تم اس کا دوگے وہی جواب ہم اس کا دیں گے۔
اورکسی نے اثرابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آپ نے فرمایا کہ "ہرزمین میں تمھارے آدم جیسا

لا يجوز سلب الإمكان والحدوث مثلاً عن ذات الممكن والحادث مع أنّهما من عوارضهما، و هذه المرتبة العالية من لوازم ذاته الكريمة حيث كانت وتكون ، ولذا قال: "كنت نبيا و اٰدم بين الماء والطين" وتأخر ظهورها لاينافي ثبوتها له في نفس الأمر فكما أنه نبي و خاتم النبيين قبل دخوله في هذا العالم كذلك هو نبي و خاتم النبيين بعد خروجه من هذا العالم، وسلب اللوازم محال على البداهة.

وقد يقال إنّ امتناع مثله صلى اللّٰه عليه وسلم إنما هو من حيث إنّه خاتم الأنبياء لامن حيث أنه بشراً و عربي ونحو ذٰلك فهذه الحيثية علّة لامتناعه بالغير ويجاب أن امتناع مثله وشريكه تعالىٰ إنّما هو من حيث إنه واجب قديم ، لامن حيث إنّه موجودٌ أو ممكنٌ بالإمكان العام فهذه الحيثية علّة لامتناعه فيكون امتناعه بالغير فما هو جوابكم فهو جوابنا.

و قد يتمسك بما نقل عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما من أنّه قال: "في كل أرض اٰدم كآدمكم ونوح كنوحكم و إبراهيم كإبراهيمكم، وعيسىٰ كعيسٰكم، ونبي كنبيكم" ويقال إن هذا الأثر يدل على وجود مثله فضلاً

عن إمكانه والجواب أن هذا الأثر محكوم عليه بالشذوذ، وحكم به الإمام البيهقي، والشاذ يكون مرجوحاً، قال في النخبة: "فإن خولف الراوي أي راوي الزيادة بأرجح منه فالراجح يقال له المحفوظ ، ومقابله وهو المرجوح يقال له الشاذ."ولا شك أن في هذا الأثر زيادة على ما روي عنه مختصراً هكذا في كل أرض مثل ابراهيم ونحوما على الأرض من الخلق، فحكم البيهقي عليه بالشذوذ يشهد بأنه

آدم ہے اور تمھارے نوح جیسا نوح ہے اور تمھارے ابراہیم جیسا ابراہیم ہے اور تمھارے عیسیٰ جیسا عیسیٰ اور تمھارے نبی جیسا نبی ہے۔'' ''تمسّک کرکے کہا ہے، کہ یہ اثر آپ کے مثل کے وجود پر دلیل ہے، چہ جائے کہ امکان پر ہے۔'' تواس کا جواب یہ ہے کہ اس اثر کو امام بیہقی محدّث نے شاذ کہا ہے، اور شاذ ضعیف ہوتی ہے، نخبۃ الفکر میں لکھا ہے کہ اگر راوی زیادت کی اس سے قوی تر کے ساتھ مخالفت کی جاوے تو اس ارجح یعنی قوی تر کو ''محفوظ'' کہتے ہیں، اور ضعیف یعنی مرجوح کو ''شاذ'' کہتے ہیں اور بے شک اس اثر میں زیادتی ہے مختصر روایت پر کہ ہر زمین میں مثل حضرت ابراہیم کے ہے، جیسا کہ زمین پر خلقت ہے، پس بیہقی کے حکم شذوذ دینے سے ثابت ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے، ایسے مسائل میں شہادت پیش کرنی بالکل ہیچ پوچ ہے، اور باوجود اس ضعف کے یہ روایت قرآن کے حکم خاتم النبیین کے بر خلاف ہے اور حدیث ''لا نبی بعدی'' اور اجماع جو اس پر ہو چکا ہے اس کے بھی مخالف ہے، اس لیے کہ یہ روایت آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیچھے کسی نبی کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ ظاہر ہے کہ یہ اثر حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد ہی وارد ہوئی ہوگی، اور خبر احاد جب قرآن واجماع وصحیح حدیث کے ہو تو اس کا کیا اعتبار ہے، چہ جائے کہ اثر شاذ ہو۔

پھر کیفیت طبقات زمین میں اختلاف ہے، کلبی نے کہا ہے کہ ''وہ طبقات ایک دوسرے سے متّصل ہیں۔'' اور ضحاک نے کہا ہے کہ ''وہ ایک دوسرے پر طبقے ہیں سوا فضل کے برخلاف آسمانوں کے اور یہ بھی کہا ہے کہ سات زمینیں ایک دوسرے کے طبقے ہیں اور ہر زمین میں فاصلہ ہے، پس پہلے دو قول صریح دلالت کرتے ہیں اس پر کہ ان زمینوں میں کوئی جان دار چلنے پھرنے والی خلقت نہیں ہے۔

مرجوح ، والإستشهاد بالمرجوح في مثل هذه المسائل ساقطٌ في غاية السقوط وهو مع شذوذه مخالفٌ للقراٰن الدالّ على أنّه خاتم النبيين والإجماع المنعقد عليه ولقوله عليه السلام ''لا نبي بعدي'' لما إنه يدل على وجود نبي مثله بعده فإن الظاهر

اور انھیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب نافع بن ارزق نے پوچھا تھا کہ زمین کے نیچے بھی کوئی خلقت ہے؟ تو آپ نے جواب دیا تھا کہ ہے، پھر پوچھا وہ کیا خلقت ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ یا فرشتے ہیں یا جن پس ان کی روایت سے پایا گیا کہ ان زمینوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کوئی نہیں ہے۔

پھر اگر ہم اس کو مان لیں، اور اس روایت کے ضعیف و مخالف قرآن واجماع کے ہونے سے قطع نظر کریں تب بھی ہم کو مضر نہیں ہے، کیوں کہ ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل کے ممتنع بالذات ہونے کے اس جہان دنیا میں قائل ہیں، پس اگر کوئی اور جہان ہو اور اس میں سوائے اس دنیا کے انبیا مبعوث ہوں اور ایک ان کا خاتم ہو جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نبی اور خاتم میں ہو تو اس کے ممتنع ہونے پر ہم حکم نہیں کرتے، جیسا کہ ابتدا میں لکھ آئے ہیں۔

مولانا قاسم نانوتوی اور عقیدۂ ختمِ نبوت

أنّ هذا الأثر إنما صدر عنه رضي اللّٰه عنه بعده ﷺ ولا يعبأ بما يخالف القرآن والإجماع من الصحيح من أخبار الآحاد فضلا عن الأثر الشاذ.

ثم إنه اختلف فى كيفية طبقات الأرض فقال الكلبي إنّها طبقات متلاصقة. وقال الضحاك إنّها مطبقة بعضها فوق بعضٍ و بين كلّ أرض مسافةٌ، فالقولان الأولان يدلان صريحاً على أن ليس في الأرضين خلق يتنفس ويمشي.

ونقل عن ابن عباس رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما أنه سئله نافعُ بن الأرزق : هل تحت الأرضين خلق؟ قال: نعم، قال: فما الخلق؟ قال إمّا ملٰئكة أوجنٌّ. فهذا يدلّ على أن ليس فيهم مثله صلى اللّٰه عليه وسلم

ثم إن سلمنا ذٰلك ، وقطعنا النظر عن شذوذه ومخالفة القرآن والإجماع فلا يضرّنا شيئاً، لأنّا محكم بامتناع مثله بالمعنىٰ المذكور

پھر میں نے بعض علمائے قائلین امکان مثل سے سنا کہ وہ کہتے ہیں: کہ معنی خاتم النبیین کے یہ نہیں کہ آپ کے وقت میں یا آپ کے پیچھے کوئی نبی نہ ہوگا کہ یہ فضائل اور کمالات سے نہیں ہے، بلکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ آپ کامل تر اور فاضل تر ہیں، اسباب میں جیسا کہ بڑے شاعر کی وصف میں کہتے ہیں کہ "یہ فن اس پر ختم ہے۔" تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ اس کے وقت میں یا اس سے پیچھے کوئی شاعر نہ ہوگا۔ پس ایسا ہی آپ کے وقت میں یا آپ سے پیچھے کسی نبی کا ہونا روا ہے، اور اس عالم کی ان معنی سے غرض یہی تھی کہ قرآن اور اثر ضعیف میں مطابقت ہو جائے۔

اور پوشیدہ نہ رہے، کہ یہ قول اس کا اکثر مفسرین پہلے اور پچھلوں کے مخالف ہے، اور نیز خاتم النبیین کے لفظ سے جو معنی متبادر ہیں اس کے بھی بر خلاف ہے، کیوں کہ معنی اس کے یہ ہوئے کہ آپ نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور نبی آپ سے ختم ہو چکے، جیسا کہ بیضاوی نے کہا ہے، اور مشکوٰۃ میں ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ "میری اور نبیوں کی مثال ایک

في هذه السلسلة الموجودة فإن كانت سلسلة أخرىٰ، ويبعث من الأنبياء في غير هذا العالم ويكون فيه خاتمٌ لهم و مثلٌ له صلى اللّٰه عليه وسلم في مجرد كونه نبياً و خاتماً فلا نحكم بامتناعه كما سبق منّا في السابق. ثم إني قد سمعت بعضهم يقول: إنّه ليس معنى خاتم النبيين أنّه لا يكون في وقته ولا بعده نبي فإنه ليس من الفضائل والكمالات بل معناه أنّه أكملهم وأفضلهم في هذا الباب، كما يقال في حق من هو أشعر الشعراء إنّه ختم عليه هذا الفن، ولا يلزم منه أن لا يكون شاعر في وقته ولا بعده ، فكذٰلك يجوز أن يكون نبي اٰخر في وقته أو بعده صلى اللّٰه عليه وسلم، وكان غرضه من هذا القول أن يقع التطابق بين القراٰن والأثر المذكور.

ولا يخفىٰ عليك أنّ هذا القول مخالفٌ لجمهور المفسرين من السابقين واللاحقين، وخلاف المتبادر من لفظ"خاتم النبيين"فإنه بمعنى

عمدہ مکان کی ہے، جس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے، دیکھنے والے اس عمدگی سے متعجّب ہوتے ہیں مگر ایک اینٹ کی جگہ، پس میں نے اس مکان خالی کو بھر دیا ہے اور مکان پورا ہو گیا ہے، اور میرے ساتھ رسول ختم ہو گئے، پس میں وہ اینٹ ہوں اور نبیوں کے ختم کرنے والا" یہ حدیث بخاری ومسلم نے روایت کی ہے۔

پس یہ صحیح حدیث صریح دلیل ہے اس پر کہ مراد خاتم النبیین سے وہی مشہور معنی ہیں، اور اس حدیث سے نکلتا ہے کہ اس آخری اینٹ کے پیچھے کسی اور اینٹ کا رکھنا اس مکان میں محال ہے اور وہ تاویل قلت تتبعِ دینیات سے ناشی ہے، کیوں کہ مرتبہ عالی ختم رسالت کا اس کے صاحب سے سب انبیا کی تکمیل ہوئی ہے، جیسا کہ خاتم الاولیا سے سب ولی فیض یاب ہیں۔ فصوص الحکم میں اس پر تصریح کی ہے اور خاتم النبیین نے کوئی چیز ارشاد و بیان سے باقی نہیں چھوڑی ہے کہ اس کے پیچھے کوئی نبی نہیں ہے، تفسیر نیشاپوری میں یہ لکھا ہے۔

"ختمهم" أو "ختموا به" كما قال به البيضاوي وجاء في المشكوٰة "مثل و مثل الأنبياء كمثل قصر أحسن بنيانه، وترك منه موضع لبنةٍ فطاف به النظار يتعجّبون من حسنِ بنيانه إلّا موضع لبنةٍ فكنت هنا سددت موضع اللبنة، خُتِمَ بي الرسلُ. وفي رواية: "وأنا اللبنة وأنا خاتم النبيين" . متفق عليه.

فهذا الحديث يدل صريحاً على أنّ المراد بخاتم النبيين هو المعنى المعروف ويستفاد منه أنّ وضع لبنة أخرىٰ بعد هذه اللبنة في ذٰلك الموضع محالٌ وناش من قلة التتبع فإن هذه المرتبة العالية يستكمل بصاحبها الأنبياء كما إنّ خاتم الأولياء يستفيضِ من الأولياء كلّهم صرح به في الفصوص. ولا يترك صاحبها شيئاً من الإرشاد والبيان بعلمه أنه لانبي بعده نصّ عليه النيسا فوري.

ثم إنّ القائلين بإمكان مثله صلى اللّٰه عليه وسلم إنما قالوا به تحاشياً عن القول بأنّه تعالىٰ ليس قادراً على مثله فإنّ امتناعه يستلزم ذٰلك ولم يعرفوا أنّ عدم القدرة على الممتنعات لايورث قصوراً ونقصًا تامّا

''پھر قائل امکان مثل آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس سے بچتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غیر قادر نہ کہا جائے، اور امتناع مثل اس کو لازم پکڑتی ہے، تو ان کو یہ معلوم نہیں کہ ممتنعات کا قدرت سے خارج ہونا کچھ بھی قصور یا نقصان قدرت میں نہیں ہے، بلکہ وہ قصور ممتنعات کا ہے کہ فی الواقع موجود ہونے کی ان میں صلاحیت ہی نہیں ہے، البتہ اگر کوئی چیز صلاحیت موجود ہونے کی رکھے پھر حق تعالیٰ قادر نہ ہو تو اس میں اس کی قدرت کا نقصان ہے۔''

اور ''ممتنع بالذات اور بالغیر'' میں یہ فرق ہے کہ پہلے کی ذات کی طرف نظر کرنے سے اس کے وقوع کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے، اور دوسرے میں غیر کی طرف نظر کرنے سے صلاحیت وقوع کی نہیں ہوتی ہے، لیکن وقوع دونوں کا نہیں ہوتا۔ اس میں دونوں برابر ہیں، اور جو چیز قدرت کے نیچے داخل ہوکر موجود اور واقع ہوجاتی ہے اس کا نام ممکن بالامکان النفس الامری ہے، پھر ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے نہیں ہے۔'' ضروری یہ ہے کہ آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خاتم النبیین ہونے اور آپ کے وقت اور آپ سے پیچھے کسی نبی کے نہ آنے پر ایمان ہو، بارِ خدایا مجھ کو اسی عقیدہ اور جمیع مومنین کو بھی اسی اعتقاد پر فوت کر، اور تو ہی مجیب الدعا اور سامع الندا ہے۔''

یہ ترجمہ ہے عبارت شفاء الصدور کا۔

فيه تعالىٰ شأنه بل إنما هو من قصور الممتنعات وعدم صلاحيتها لأن توجد في الواقع ، نعم إن كان أمر صالحاً لأن يوجد في الواقع ثم لا يقدر عليه الواجب فيكون ذٰلك من قصور الواجب.

والفرق بين الممتنع بالذات والممتنع بالغير أنّ الأول لا يصلح الوقوع بالنظر إلى ذاته والثاني لا يصلح بالنظر إلى غيره . وأما في عدم الوقوع فهما متساويان ، ومايدخل تحت القدرة بحيث يوجد ويقع فهو الممكن بالإمكان النفس الأمري ، ثم الظاهر أنّ هذه المسئلة ليست من ضروريات الدين، و إنّ(ما الضروري هو الإيمان بأنه صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم خاتم النبيين، ولم يكن في وقته نبي ولايكون بعده نبي. اللهم توفّني على هذا وكل من اٰمن به وأنت خيرُ من يقبل الدعاء ويسمع الدعا.(عبارت شفاء الصدور کی ختم ہوئی)

اے برادر نظر انصاف سے ملاحظہ کر کہ اس فاضل جلیل القدر نے آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مثل کے امتناع بالذات کو دلائل عقلی و نقلی سے کیا خوب تحقیق کیا ہے، اور مخالفین کی کیا عمدہ تردید کی ہے، اور اثرِ منسوب حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کی تمسّک کی بخوبی تردید فرما کر صاحب رسالہ "تحذیر الناس عن أثر ابن عباس" کی تاویل خاتم النبیین کو مخالف قرآن و اجماع ثابت کر دکھایا ہے، اور مفتی اسلام بلد حرام اور مولانا عبد الرحمٰن سراج حنفی نے اپنے فتویٰ کے ابتدا میں اسی اثر سے استدلال کی تردید میں فرمایا ہے کہ: "مجھے یہ گمان نہ تھا کسی پکے مسلمان سے یہ قول سرزد ہوگا۔ بلکہ تو یہ کسی کچے مذبذب کی بات ہے، پس ہم پر لازم ہے کہ ہم حق کو ظاہر کریں، ہر چند وہ ظاہر ہے آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت اور تعظیم کے واسطے اور آپ کی کسر شان کرنے والوں کی بواقعی تردید کریں، کیا خوب کہا ہے کہنے والے نے کہ حق تعالیٰ نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مثل نہ پیدا کی ہے نہ کرے گا۔ اور تحقیق ہے کہ ایسا پیدا ہونا ہی نہیں۔" (1)

پھر اس مسئلہ کی تحقیق کے واسطے بارہ مقدمے کتب مقبولہ مخالفین کی سند سے تحریر کر کے انیس (۱۹) وجہ سے اس اثر کا ضعف بیان فرما کر اخیر میں لکھا ہے کہ:

(1) عبارت مفتی اسلام مولانا عبد الرحمٰن سراج حنفی:

وما كنتُ أظُنُّ هذا يصدر ممن يعتقد نبوة نبينا محمد صلي اللّٰه عليه وسلم بل ممن هو منهما في شكٍّ مُرِيب، فلزم علينا أن نُظهِر الحق و إن كان ظاهراً ، وأن نستدل على الصبح و إن كان واضحاً باهراً خدمةً لذٰلك الجناب الأعظم وذبّاً عن ذٰلك الحمي الأعصم صلي اللّٰه عليه وسلم و شرّف و كرّم.

لم يخلق الرحمٰنُ مثلَ محمدٍ ♦ أبداً و حقق أنّه لا يخلق

آخری عبارت: لو قطعنا النظر عن جميع ما ذكرنا نقول إنّ هذا الخبر علىٰ تقدير اشتماله علىٰ جميع الشرائط المذكورة في أصول الفقه لا يفيد إلّا الظنّ ولا عبرة بالظن في باب العقائد. الخ

”ان وجوہ ضعف سے اگر قطع نظر کریں اور مان لیں کہ جمیع شرائط مذکورہ اصول فقہ پر وہ اثر شامل ہے تاہم اس سے ظن پیدا ہوگا اور باب عقائد میں ظن نامعتبر ہے۔“ الخ

یہ فتویٰ سب کے سب علمائے حرمین محترمین زادھم اللّٰہ حرمۃ کی تقریظوں سے مصدق ہے، چناں چہ اس کی طرف اوپر اشارہ ہوا تھا۔

حاصل الکلام سرور عالم ﷺ کی مثل کے امکان کے قول سے بہت سے قبائح لازم آتی ہیں۔ خصوص اس پرفتن زمانہ میں اور خدا ہی مددگار اور ہادی ہے۔

جواب تفصیلی میں صاحب براہین معہ حواریین لکھتے ہیں:

”چوں کہ اس سوال (یعنی دوسرے اعتراض) کے جواب میں ہم نے ایک ایک فقرہ کو رد کر دیا۔ اب مناسب ہے کہ امکانِ مثل کے مسئلہ میں حق مثل آفتاب نیم روز آشکارا کر دیا جائے کہ طالب حق کو ذرا بھی اس میں اشتباہ باقی نہ رہے، واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ کا مثل احاطۂ قدرتِ الٰہی سے خارج نہیں، لیکن آپ پر نبوت ختم ہوگئی، اب اور نبی نہ ہوگا۔ جو کوئی اور نبی ہونے کا قائل ہو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، احادیث اور آیاتِ قرآنی کا منکر ہے، اسی طرح وہ شخص بھی جو خداوند تعالیٰ کو عاجز سمجھے۔“ انتہیٰ بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہ عرض کرتا ہے: کہ صاحب براہین معہ حواریین جو ہم لوگوں پر بسببِ قبولِ امتناعِ سرورِ عالم ﷺ کے یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ یہ حدیث و آیات کے منکر ہیں، سو بفضلہٖ تعالیٰ ہم ہرگز منکر نہیں۔ آیت: ”اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ“ وغیرہ پر بخوبی ایمان ہے، جیسا کہ بارہا مذکور ہوا ہے مگر قرآن میں تحریف بھی نہیں کرتے، نہ عجز کے قائل ہیں، کیوں کہ ممتنع وظیفہ قدرت کا نہیں، مگر مؤلف رسالہ تحذیر الناس پر یہ فتویٰ دائرۂ اسلام سے خارج ہونے اور حدیث و آیات کے منکر ہونے کا بخوبی راست آگیا کہ وہ قائل ہے حسب تاویل خاتم النبیین کے کہ اس کے نزدیک آپ کے وقت میں یا آپ سے پیچھے کسی نبی کا ہونا روا ہے جیسا کہ نقل شفاء الصدور میں گزرا ہے۔

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی
گومشت خاک ما را بر باد دادہ باشی

جواب تفصیلی میں ہے:

”رسول اللہ ﷺ کے امکانِ مثل اور تحتِ قدرت داخل ہونے پر بہت سے دلائل عقلیہ و نقلیہ قائم ہیں من جملہ ان کے چند دلیلیں یہاں ذکر کرتے ہیں، جو طالب حق کے واسطے کافی و شافی ہیں۔ اول: یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ واجب ہیں یا ممتنع یا ممکن، اگر واجب ہیں تو تعددِ واجب لازم آئے گا۔ جو باطل و محال ہے، اور اگر ممتنع ہیں، تو ممتنع موجود نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ ممکن ہوں گے۔ اور یہ ثابت ہے کہ مثل ممکن کا ممکن اور قدرتِ الٰہی کے نیچے داخل ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی مثل پر اللہ تعالیٰ قادر ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ اگر مثل کا وصف امکان میں شریک نہ ہوگا تو وہ ممکن نہ ہوگا۔ والمفروض خلافه“ انتهى بلفظه۔

فقیر کان اللہ لہ اوپر کے قول اور اس قول دونوں کی تردید کرتا ہے: کہ جو شخص اِس جواب الجواب کو غور سے ملاحظہ کرے گا وہ بخوبی جان لے گا کہ مکذبین کے سب جواب ان کے قول کی ہی تردید کر رہے ہیں، اور ہمارے قول کی تائید اور شرعاً ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے، اس پر قادر ہے بحکم آیت ”وَهُوَ عَلٰى مَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ“ (خدا جس کو چاہے اُس پر قادر ہے) پس جس کو خدا نہ چاہے، اس کو قدرت کے نیچے داخل کرنا صریح آیت کے بر خلاف ہے، اور اس میں عجز نہیں ہے، بلکہ عدمِ قابلیتِ ممتنعات اور امتثال امرِ الٰہی کی ہے، اور اِن مکذبین کا دلائل عقلی کو نقلی سے پہلے ذکر کرنا جیسا کہ اوپر بھی ایسا ہی لکھا ہے، قباحت اس کی دین داروں پر ظاہر ہے، اور اس دلیل عقلی کا جواب منقولات سابقہ سے بخوبی حاصل ہے، کہ رسول اللہ ﷺ کو ممکن ہیں، مگر آپ کی ذاتِ عالی کو ایسے اوصافِ جمیلہ اور مناقبِ جلیلہ جو آپ سے ہی خاص ہیں عارض ہوئی ہیں، اور کسی اور میں نہیں پائے جاتے، اس لیے آپ کی مثل ممتنع ہے امتناع ذاتی سے، اور اس امر کو شفاء الصدور میں تفصیل وار ذکر کیا ہے، جس کا کلام اوپر مذکور ہو چکی ہے، اِس جگہ اس کے اعادہ کی کچھ ضرورت نہیں۔

صاحب براہین مع حوار یین جواب تفصیلی میں لکھتے ہیں:

دوم: "امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں آیت "اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ" کے نیچے لکھتے ہیں کہ: "اللہ جل شانہ سوائے اِس عالم کے بہت سے عالم پیدا کر سکتا ہے، جیسا چاہے اور ارادہ کرے اس کے بعد لکھتے ہیں اگر خداوند تعالیٰ ہزار عالم ایک لمحہ اور لحظہ میں پیدا کرنے کا ارادہ کرے، جس میں عرش اور کرسی اور آفتاب اور ماہتاب اور ستارے ہوں، تو وہ اس پر قادر ہے۔"(1) انتہیٰ بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ پہلے اعتراض کے جواب الجواب میں تفسیر کبیر سے آیت: "وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ" کے نیچے منقول ہوا ہے کہ "اہل سنت کہتے ہیں کہ کلمہ "لَوْ" ایک چیز کی نفی کا فائدہ دیتا ہے بسبب نفی دوسری چیز کے پس آیت "وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ" کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ کے نہ چاہنے سے سب اہل زمین کا ایمان حاصل نہ ہوا۔" (2) یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا۔

پس اس عبارت تفسیر کبیر کے معنی حسب بیان اُس تفسیر کبیر والے کے یہ ہوئے کہ ہزار

(1) عبارت تفسیر کبیر:

"دلت هذه الآية على أنه سبحانه قادر على خلق عوالم سوى هذا العالم كيف شاء وأراد وتقريره (ثم كتب) فلو أراد خلق ألف عالم بما فيه من العرش والكرسي والشمس والقمر والنجوم في أقل من لحظة ولمحة لقدر عليه لأن هذه الماهيات ممكنة والحق قادر على كل الممكنات."

[تفسير كبير، ج:۷، ص:۱۰۱، ۱۰۲]

(2) عبارت تفسیر کبیر:

"إن أصحابنا قالوا كلمة "لو" تفيد انتفاء الشيء لانتفاء غيره ، فقوله : "وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا" يقتضي أنه ما حصلت تلك المشيئة وما حصل إيمان أهل الأرض بالكلية."إنتهى[تفسير كبير، ج:۹، ص:۱۳۳]

جہان کا ایک لمحہ میں پیدا کرنا خدا تعالیٰ کی مشیت میں نہیں ہے، تو وہ جہان قدرت کے نیچے داخل نہ ہوئے۔ اور اگر مان لیں کہ وہ ہزار جہان قدرت کے نیچے داخل ہیں تو وہ جہان اِس دنیا کے سوا کوئی اور ہیں تو ایسے جہانوں کا فرض کر لینا ہم کو مضر نہیں، جیسا کہ شفاء الصدور میں اِس پر تصریح ہے، اور وہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

علاوہ جو چیز آیت کے اشارہ سے مذکور ہو وہ مسئلہ اعتقادیہ کی دلیل نہیں بن سکتی ہے، کیوں کہ مسائلِ اعتقادیہ نصِ قطعی سے ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ براہین سے منقول ہو چکا ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے: ''سوم: شرح مواقف میں ہے کہ سب متکلّمین نے وجود اور عالم کا مثل اِس عالم کے جائز رکھا ہے۔[1] اور ظاہر ہے کہ مثل اس عالم کے جب ہی ہو کہ اس میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور جملہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلام بھی داخل کیے جاویں، ورنہ مثل نہ ہو گا۔'' انتہی بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ یہ دلیل شرح مواقف سے مکذبین نے اوپر بھی لکھی تھی، جس میں آیت کا اشارہ منصوص ہے، اور ظاہر ہے کہ اشارے مسائل اعتقادیہ کی دلیل نہیں بن سکتے۔ اور نیز یہ جہان فرضی اس دنیا کے سوا ہے، اور (ہمارے کلام امتناع مثل کی اس دنیا میں ہے۔)

جواب تفصیلی میں ہے:

''چہارم: تفسیر کبیر میں آیت '' وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ ''[2] کے نیچے لکھا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سوائے واجب لذاتہ کے تمام اشیا کے خزائن موجود ہیں۔'' [3] پس اگر آپ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو واجب لذاتہ جانتے ہیں تو آپ سے ہمارا

(1) دلیل مکذبین عبارت شرح مواقف: ''جوز المتکلمون وجود عالم اٰخر مماثل لهٰذا العالم.'' [شرح مواقف، المقصد الثامن، ج:۲، ص:۶۶۹]

(2) پارہ:۱۴، الحجر: ۱۵، آیت:۲۱

(3) دلیل مکذبین عبارت تفسیر کبیر:

خطاب نہیں، اور اگر سوائے واجب لذاتہ کے سمجھتے ہیں تو یہ آیت آپ کو بھی شامل ہے، جس سے آپ کی مثل بلکہ امثال کا تحت قدرت داخل ہونا سمجھ میں آگیا۔ اُن دلائل قطعیہ کا انکار ناممکن ہے، ہاں اگر آپ قرآن و حدیث کتبِ کلامیہ و تفسیر، شرح مواقف و تفسیر کبیر وغیرہما اور سلف صالحین کے اقوال و دلائل عقلیہ کو غلط مانیں تو مناظرہ ہی ختم ہے، ہم اکابر اولیا اللہ مثل حضرت یحییٰ منیری کے اقوال بھی پیش کر سکتے ہیں، لیکن نہ آپ دلائل عقلیہ کو سنیں، نہ دلائلِ نقلیہ کو۔ انتہیٰ بلفظہٖ۔"

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ صاحب براہین نے مع حواریین کے اپنے مدّعا پر کوئی ایک بھی دلیل قطعی بیان نہیں کی ہے، جیسا کہ دانش مند پر پوشیدہ نہیں ہے، لیکن اپنے منھ سے کہے جانا کہ ہم دلائل قطعیہ قائم کر چکے ہیں، اور آپ دلائل عقلی و نقلی کو نہیں مانتے، ایسے لوگوں سے کیا بعید ہے، جو حق تعالیٰ کے امکانِ کذب کے قائل اور آں حضرت ﷺ کی فضیلت واقعی کے انکار پر مائل ہوں، اور علیٰ ہذا ان کا حال ہے، جو آگے ظاہر ہوجاوے گا۔

تو فقیر قصوری کس حساب میں ہے، اور یہ ان کا دعویٰ کہ مثل سرورِ عالم ﷺ کی شے داخلِ قدرت ہے، سو غلط ہے، اس لیے کہ شئی داخل قدرت اس کا نام ہے جس کو حق تعالیٰ چاہے، اور آپ کی مثل کو بحکم آیت "وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ" حق تعالیٰ نہیں چاہتا ہے، تو داخلِ قدرت نہ ہوئی جس کا بار بار اوپر ذکر آچکا ہے، اور یہ قاعدہ کلیہ کہ جس چیز سے مشیت متعلق ہوگی قدرت بھی اس سے تعلق پکڑے گی۔ مکذبین کے خام خیالات کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ وللّٰہ الحمد۔

جواب تفصیلی میں ہے:

"اب ہم زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ ارکان ریاست، حاضرینِ جلسہ اور دیگر اہلِ فہم

''وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ'' يتناول جميع الأشياء إلّا ما خصه الدليل وهو الموجود القديم الواجب لذاته.''[تفسير كبير، ج:۱۰، ص:۱۳۸]

تحقیق حق کے واسطے جمع ہیں سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہماری اس آخری عرض کو ذرا توجہ سے سنیں کہ مولوی صاحب قصوری نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ جیسا اللہ تعالیٰ اپنی مثل پر قادر نہیں ہے، ایسا ہی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مثل پر بھی قادر نہیں ہے، وہ اس دعویٰ خلافِ عقائد اہل سنت کو ثابت نہ کر سکے۔ اور ہم نے اِس بات کو براہین عقلیہ ونقلیہ سے ثابت کر دیا کہ اللہ جل شانہ قادرِ مطلق آپ کی مثل پر قادر ہے، عاجز نہیں، جس کو بشرطِ فہم حاضرین سمجھ گئے ہوں گے۔" انتہیٰ بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ ہم ہرگز یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مثل یا آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مثل پر قادر نہیں، جس کا ذکر اوپر صاف صاف آچکا ہے، بلکہ ہمارا یہ قول ہے کہ یہ ممتنعات اپنی عدمِ صلاحیت کی وجہ سے قدرتِ الٰہی کے نیچے داخل نہیں، اور قدرت اِن سے متعلق نہیں ہے، اور اِس مدعا کو فقیر نے قرآن وحدیث وغیرہما دلائل قاطعہ سے ثابت کیا ہے، جیسا کہ دانش مندوں پر مخفی نہیں، اور یہ بھی بار بار گزرا ہے کہ امکان کذب کے قائل جو اس سے عجز قادر مطلق سمجھتے ہیں یہ ان کا قصورِ فہمید اور فتور دید ہے۔ اور ان کی براہین جن کو ہمیشہ نقلی پر عقلی کو مقدم لکھتے ہیں ہر ہر کے ساتھ جواب اس کا لکھا گیا ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے:

"اب ہم ایک ایسا ثبوت اس مدّعا کا پیش کرتے ہیں جس کو سب عوام وخواص سمجھ جاویں گے، انکار کی گنجائش نہ رہے گی۔ اگر ناحق کی پیروی نہ ہو تو قصوری صاحب بھی اس کو تسلیم کر لیں گے۔ ہاں جان بوجھ کر حق سے آنکھ بند کر لینے کا کچھ علاج نہیں ہے سنیے! تفسیر کبیر میں آیت "وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا" کے نیچے صاف لکھ دیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ اگر چاہے تو ہر گاؤں میں مثل محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ڈرانے والا بھیج دیوے، اور اللہ کو محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حاجت کچھ نہیں ہے۔" (1) تفسیر کبیر میں موجود ہے، یہ عبارت بعینہ دیکھ لیں، صدہا سال سے کسی نے

(1) عبارت تفسیر کبیر: "لأنها تدل على القدرة على أن يبعث في كل قرية نذيراً مثل محمد صلى الله عليه وسلم وأنه لا حاجة بالحضرة الإلهية إلى محمد

علمائے دین سے اس میں انکار نہیں کیا ہے، گویا امت کا اجماع سکوتی ہے۔ ہاں تیرہویں صدی کے مبتدعین نے ہوائے نفسانی سے اختلاف کیا ہے، سو جن کو صراط مستقیم کی ہدایت ہے وہ اس عقیدہ عجز الٰہی اور وصف مختصہ میں شریک کرنے کو من جملہ وساوس شیطانی سمجھتے ہیں، اور جن پر ان کا منتر چل گیا وہ مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ہم کو اور سب مسلمانوں کو خدا اپنا پناہ دیوے۔

اِس کے بعد تفسیر کبیر میں یہ لکھا ہے، کہ: "کلمہ "لَو" اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ اللہ جل شانہ ایسا نہ کرے گا۔ یعنی اللہ جل شانہ کو قدرت تو ہے مگر ایسا کرے گا نہیں، جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اعزاز کے واسطے، اس جگہ امام رازی لکھتے ہیں، کہ امر اول کی وجہ سے تادیب حاصل ہوتی ہے، اور باعتبار امر ثانی کے اعزاز ہے۔" (1) اور اگر یوں کہیں جیسا کہ قصوری صاحب اور ان کے ہم مذہب کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ آپ کی مثل پر قادر نہیں تو علاوہ نقص شان خداوندی کے جو نقص شان نبوی سے زیادہ برا ہے اس میں خدا تعالیٰ کی جانب سے اعزاز ہوا۔ اعزاز اس میں ہے کہ عزت دینے والے کا اختیار باقی رہے، مگر اپنی مہربانی سے اس ایک کو مختص کر رکھا ہے، امام رازی اس کو اعزاز سمجھتے ہیں اور معترض اس کو تنقیص سا سمجھتا ہے، مبتدعین زمانہ پر افسوس ہے کہ خدا کا قدر نہیں سمجھتے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اصل مقصود رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بھیجنے سے فرق مراتب ہی ہے مشرکین مکہ فرق مراتب نہ کرتے تھے، آپ نے اس فرق مراتب کو بیان کیا کہ اللہ جل شانہ کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں ہے، وہ وحدہٗ لاشریک ہے تمام ملائکہ اور انبیا اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں کسی کی مجال نہیں کہ اس کے برخلاف دم مار سکے۔

بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم بمانند کرّوبیاں صُمّ وبکم

وہ جو چاہے سو کرے کسی کو مجال نہیں کہ اس سے پوچھے، اور جو اس کے سوا ہیں سب سے پوچھا جاوے گا۔ ایک دم میں رحمتی کو لعنتی کرے اور ایک لمحہ میں چاہے تو لعنتی کو رحمتی

صلى الله عليه وسلم البتة." [تفسير كبير ، ج:١٢، ص:٨٧]

(1) آخری عبارت: "ولَوْ يدل على أنه سبحانه لا يفعل ذلك ، فبالنظر إلى الأول يحصل التأديب ، وبالنظر إلى الثاني يحصل الإعزاز ."[تفسير كبير ج:١٢، ص:٨٧]

کرے:

وگر در دہد یک صلائے کرم　　　　عزازیل گوید نصیبے برم

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ فرق مراتب الوہیت وعبودیت کا بیان عین ایمان ہے، اور آیت: "قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ "(1) اِسی فرق کو بیان کرتی ہے، اور حدیث قدسی کہ "گر اول سے آخر تک اور انسان سے لے کر جن تک سب ایسے ہوجاؤ کہ تمھارا سب کا دل پرہیز گاری میں سب سے اعلیٰ مرتبہ میں ہوجاوے تو یہ امر میری بادشاہی میں کچھ بھی زیادہ نہیں کرسکتا اور اگر اول سے آخر تک اور انسان سے جن تک سب کے سب تم بدترین بندوں کی مانند ہوجاؤ، تو یہ امر میری بادشاہی میں کچھ کمی نہیں کرسکتا۔" (2)

اور نیز فرق مرتبہ الوہیت وعبدیت اور اظہارِ عظمتِ شانِ خداوندی میں اولیا اللہ سے اس قسم کے اقوال منقول ہوئے ہیں، من جملہ ان کے حضرت شیخ یحییٰ شرف الدین منیری کے مکتوب ۵۴/ سے عبارت منقول ہوچکی ہے، حاجتِ تکرار نہیں، اور نیز مکتوب ۶۲/ میں لکھتے ہیں: "اگر وہ چاہے ہزار کلیسا و بت خانہ کو کعبہ اور بیت المقدس بنادے، اور ہزار ہزار عاصی وفاسق کو حبیب اللہ وخلیل اللہ خطاب دے اور کوئی سبب درمیان نہ ہو، اور اگر چاہے ہزار ہزار کافر کو مومن کردے، اور ہزار ہا مشرک بت پرست کو موحد بنادے۔ اور کچھ مہلت نہ لگے۔ اور ہزار ہزار حمتی کو عتنی اور ہزار ہزار خراباتی کو مناجاتی، اور کسی کو طاقت چون وچرا نہ ہو۔"

(1) پارہ:۲۹، الملك: ٦٧، آیت:۲۸

(2) حدیث قدسی: " یا عبادي لو أنّ أوّلكم و اٰخركم و إنسكم و جنّكم كانوا على أتقى قلب رجل واحد منكم مازاد ذٰلك في مُلكي شيئا يا عبادي لو أنّ أوّلكم و اٰخركم و إنسكم و جنّكم كانوا علىٰ أفجر قلب رجل واحد منكم ما نقص ذٰلك من ملكي شيئاً."[صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، ج:۲، ص:۳۱۹]

(1) پس ایسے بیانِ فرقِ مراتب کا نام تنقیص شان ہے تو معاذ اللہ ایسے اولیاے کبار کی بھی تکفیر کی جاوے، پناہ بخدا۔ اے حضرت! فرقِ مراتب اصلِ دین ہے　ع

گر فرقِ مراتب نکنی زندیقی

اپنے مرتبہ سے بڑھانا ایسا ہی برا ہے جیسا گھٹانا۔ اللہ جل شانہ کا مرتبہ وراء الورا ہے، اس کے بعد سب سے افضل رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یہی عقیدہ اہل حق کا ہے، خدا جس کو چاہے سیدھا راستہ دکھائے۔" جواب تفصیلی کا دوسرا جواب پورا ہوا۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ صاحب براہین مع حواریین کے عقلی (2) و نقلی دلائل جن سے آں حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مثل کو قدرت کے نیچے داخل کرنے کا اثبات کیا تھا۔ سب کے سب نمبر وار باطل ہو چکے، اور آفتاب نیم روز کی طرح حق ظاہر ہوگیا، جیسے ناظرین علماے ربانیین پر پوشیدہ نہیں ہے۔

اور یہ آخری دلیل جو حسب بیان مکذبین کے عام فہم اور جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ امام رازی نے آیت "وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا" کے نیچے تفسیر کبیر میں لکھا ہے، کہ "اس میں دلالت ہے اِس پر کہ خدا قادر ہے کہ محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مانند ڈرانے والا ہر گاؤں میں بھیج دے۔" اور نیز جواب اجمالی میں مکذبین کا یہ قول کہ تفسیر کبیر میں اس آیت کے نیچے امام نے کہا ہے: کہ "اس میں دلالت ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے معلوم کا خلاف اس کی قدرت میں داخل ہے، اس لیے کہ لفظ "لَو" نے اِس پر دلالت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ اس پر قادر ہے، جس

(1) مکتوبات صدی، مکتوب نمبر ۶۲، ص: ۳۶۹، تجرید و تفرید بہ الفاظ دیگر.
(2) یہ لوگ عقلی کو نقلی پر ہمیشہ مقدم رکھتے ہیں۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

سے پایا گیا کہ خلاف معلوم الٰہی اس کی قدرت کے نیچے داخل ہے۔"(1) انتہٰی۔

اول: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت سورۂ فرقان مکی میں ہے، اور آیت "وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" سورۂ احزاب مدنی میں ہے، پس مکی آیت کے احتمال کو مدنی آیت باطل کر دیتی ہے۔

دوم: انھیں مکذبین نے جواب اجمالی میں امام رازی کی تفسیر کبیر اسی آیت کے معنی میں سے نقل کیا ہے کہ: کلمہ "لَو" دلیل ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا ہے، کہ ہر گاؤں میں ڈرانے والا بھیج دے، پس جب حسب بیان اسی تفسیر کبیر کے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں نہیں کہ ہر گاؤں میں نذیر بھیجے، تو معلوم ہوا کہ یہ امر قدرت میں بھی داخل نہیں ،کیوں کہ آیت "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" میں بھی یہی تصریح ہے، جیسا کہ جلالین اور بیضاوی وغیرہما سے منقول ہو چکا ہے، پس منکرین کی ہی دلیل سے ہمارا مدّعا ثابت ہو گیا۔

سوم: مثل صرف انذار یعنی ڈرانے میں ہے، اور ہم آں حضرت ﷺ کی ختم نبوت اور اوّلیت وغیرہ لوازم مخصوصہ ذاتِ شریف میں امتناعِ مثل کے قائل ہیں، اور فقط نذارت جو تمام نبیوں میں بلکہ آپ کے خلفا میں بھی موجود ہے اس میں امکانِ مثل سے کیا مضائقہ ہے، اور حضرت فرقان میں بحق سرورِ خاتم ﷺ فرمان ہے کہ "آپ تمام جہانوں کے نذیر ہیں۔" پس اس خاص فضیلت میں مع دیگر فضائل مختصہ کے امکانِ نذیر لامحالہ محال ہے۔

چہارم: یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ کے معلوم کا مخالف قدرت کے نیچے داخل ہے، امام رازی

(1) عبارت تفسیر کبیر:

"دلت على أن خلاف معلوم اللّٰه مقدور لأن كلمة "لو" دلت على أنه تعالى ما شاء أن يبعث في كل قرية نذيراً ، نعم إنه تعالى أخبر عن كونه قادراً على ذلك، فدل ذلك على أن خلاف معلوم اللّٰه مقدور له ."انتهىٰ

[تفسیر کبیر، ج:١٢، ص:٨٦]

نے اپنی طرف سے ذکر نہیں کیا ہے، جیسا کہ اس کے اُوپر لفظ "قَالُوْا" موجود ہے، جس کو مکذبین نے تحریف کے طور پر عبارت منقولہ جواب اجمالی کے ابتدا سے اڑادیا ہے، تفسیر کبیر مطبوعہ مصر کے چھٹی جلد کے ص: ۴۹۰ر کی سطر ۱۱ر میں دیکھ لو کہ اس لفظ کو مکذبین ہضم کر گئے، ورنہ امام رازی کا مختار مع دیگر اہل سنت کے اِس کا خلاف ہے، یعنی معلوم الٰہی کا خلاف محال غیر مقدور ہے، چناں چہ یہی امام رازی اسی تفسیر کبیر آیت "هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ" کے نیچے لکھتے ہیں:

"لیکن ہمارے قول پر وہ محمول ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر حکم کر دیا اور اس کا وقوع معلوم کر لیا۔ اگرچہ اس پر حکم نہ کرتا۔ اور وقوع معلوم نہ ہوتا تو وہ محال غیر مقدور کہلاتا۔" (1)

کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا خلاف قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے، تیسری جلد ص: ۶۶۵ر میں دیکھو۔

اور تفسیر نیشا پوری میں اسی آیت کے نیچے لکھا ہے: کہ "بیشک خلافِ معلومِ الٰہی، قدرت کے نیچے داخل نہیں، اشاعرہ کے نزدیک۔ اھ"(2) مترجماً: پس یہ بڑے زور وشور کی آخری دلیل بھی جس زبانی اجماع کا ادّعا تھا اوپر کی دلائل کی طرح نیست ونابود ہو گئی۔

اس پر خدا بے ہمتا کا شکر ہے، اور ہمارا مدعا باحسن وجوہ ثابت ہوا اور یہ بھی متحقق ہوا کہ

(1) عبارت تفسیر کبیر: "وأما على قولنا فهو محمول على أن اللّٰه تعالى هل قضٰى بذلك وهل علم وقوعه فإنه إن لم يقض به ولم يعلم وقوعه كان ذلك محالاً غير مقدور لأن خلاف المعلوم غير مقدور." انتهىٰ

[تفسیر کبیر، ج:٦، ص:١٠٨]

(2) عبارت: "وهل قضىٰ بذٰلك و علم وقوعه أم لافإن خلاف معلوم اللّٰه تعالىٰ غير مقدور و هذا عند الأشاعرة." إنتهىٰ بلفظه۔

[تفسیر نیشا پوری، ج:٣، ص:٢٣٠]

کفار کی بخشش اور نیکو کاروں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا قدرت الٰہی میں داخل نہیں کہ خلافِ معلومِ الٰہی ہے، اور خلافِ وعدہ بھی ہے، اس کے سمجھنے میں قصور نہ کر کہ یہ عام فہم بات ہے، مکذبین سے عجب در عجب یہ ہے، کہ وہ لفظ "لَوْ" کے معنٰی میں غور نہیں کرتے، اور اپنے مدعا کے صریح مخالف سے استدلال کرتے ہیں۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ان کی اس استدلال کی رو سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کے محو پر بھی استدلال کریں۔ آیت: "وَ لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ"[1] الآیۃ (یعنی اگر ہم چاہتے تو جو چیز ہم نے تیری طرف وحی کی ہے، یعنی قرآن کو محو کر دیتے، مگر رحمت تیرے رب کی) یہ استثنا منقطع ہے، جس کے معنی یہ ہیں "مگر ہم نہیں چاہتے محوِ قرآن کو تیرے رب کی رحمت کی رو سے۔" [2] یہ تفسیر معالم وغیرہ میں ہے، پس جیسا کہ محو قرآن جو صفت الٰہی سے قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے، ویسا ہی آپ کی مثل کا حال ہے، اور بارہا معلوم ہو چکا ہے کہ ممتنعات کے قدرت کے نیچے داخل نہ ہونے سے ہرگز عجز لازم نہیں ہوتی، بلکہ وہ ممتنعات کی عدمِ صلاحیت کی وجہ سے ہے، اور حضرت یحییٰ منیری کے مکتوبات کی نقل کا جواب اوپر گزرا ہے، اور یہ بھی کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے امکانِ کذب کا ابطال کیا ہے اس کے مکرر ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے، اور قرآنِ مجید اور حدیثوں میں جو کلمات فارقہ الوہیت و عبودیت کے ہیں باوصف یہ کہ اکثر وہ بفرضِ محال ہیں، وہ حق تعالیٰ اور اس کے حبیب کے درمیان اسرار ہیں، لوگوں کو شرعاً اجازت نہیں کہ ان الفاظ پر جرأت کریں کہ یہ ضرور بے ادبی ہے۔

حاصل الکلام اس خراب اور ابتر زمانہ میں مسئلہ امکانِ نظیر حضرت بشیر و نذیر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جس سے امکانِ کذب باری تعالیٰ لازم آتا ہے اس کا ظاہر کرنا دینِ متین کی بیخ کنی ہے، نام کے

(1) پارہ:۱۵، الاسراء: ۱۷، آیت:۸۶

(2) عبارت تفسیر معالم: "هذا إستثناء منقطع معناه ولكن لانشاء ذٰلك رحمة من ربك." [تفسیر بغوی، سورۃ الاسراء، آیت:۸۶، ۸۷، ص:۷۵۷]

مسلمانوں کے ہاتھوں سے کیا تم نہیں دیکھتے کہ دشمنانِ دین قوم نصاریٰ سے قرآن اور حضرت سید مرسلاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کیا کچھ بکواس کر رہے ہیں، اور اپنی کتابوں میں لکھ کر مشتہر کر رہے ہیں، اور پچھلے دنوں میں ایک آریہ نے اپنی تکذیب براہین احمدیہ میں کس قدر باری تعالیٰ کی توہین اور قرآن مبین کی اہانت اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصاً اور تمام انبیا کی عموماً سخت استخفاف کر کے اس کو مکرّر چھپوایا ہے، پس اگر ایسے دشمنانِ دین سے براہین قاطعہ کے ایسے مضامین دیکھ لیں تو اِن کو کس قدر مدد مل جائے گی۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔

پس شرعاً فرض اور واجب ہے کہ ہم دل سے اعتقاد کریں اور زبان سے اقرار اور قلموں سے لکھیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ جیسا کہ صفات کمال سے موصوف ہے ویسا ہی سمات نقص اور زوال اور کذب اور اس کے امکان کے اقسام سے پاک ہے، اور ممکن ہی نہیں کہ وہ پاک ذات فرماں برداروں اور بے گناہوں کو عذاب کرے، اور کافروں اور منافقوں کو بخش دے کہ یہ اس کی شان اور کمال کے بر خلاف ہے، اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ باری تعالیٰ کے حبیب قریب ہیں، ویسا ہی بےنظیر اور بے مانند ہیں، اور نقائص وغیرہ کا اس کی قدرت میں داخل نہ ہونا ہرگز ہرگز اس کے عجز کو لازم نہیں پکڑتا، بلکہ فی الحقیقت یہ اس کی کمالِ نزاہت اور جمالِ تقدیس ہے، اس کے سوا کوئی حاکم نہیں، اور جو چاہے کرتا ہے۔

دوسرے جواب تفصیلی کا جواب الجواب ختم ہوا، اور بخوبی ظاہر ہوا کہ صاحب براہین مع حواریین وساوس شیاطین میں گرفتار ہیں۔ اب تیسرے اعتراض اور اس کے جواب الجواب کو قول قول کر کے لکھتا ہوں، تاکہ ہر واحد کو اول سے آخر تک نقل کر کے پھر ایسا ہی کرنے سے بہت طول ہو جائے گا۔

اعتراض سوئم

”جناب رسالت مآب ہمارے بڑے بھائی ہیں“

(دیوبندی مکتبِ فکر)

پس یہ تیسرا اعتراض ہے: انوار ساطعہ میں آں حضرت ﷺ کو بھائی کہنے والے پر طعن کیا ہے کہ اس میں ایہام دعویٰ برابری حضرت فخر الانبیا کے ساتھ ہے، معاذ اللہ منہا، براہین قاطعہ کے صفحہ: ۴ میں اس کا جواب یہ لکھا ہے:

”کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرفِ کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا، البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے: ” قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ “(1) اور بعد اس کے ” یُوْحٰۤی اِلَیَّ “ کی قید سے پھر وہی شرف تقرب کو بعد اثبات مماثلت بشریت کے ثابت فرمایا۔ پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلافِ نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے، اور خود فخر عالم نے بھی فرمایا ”وودت انی قد رأیت اخوانی“ الحدیث (2) پس اخوت بوجہ اولادِ آدم ہونے کے کہنا اور یہی وجہ قائل کی ہے موافق قرآن و حدیث کے ہوا اس پر طعن کرنا قرآن و

(1) پارہ:۱٦، الکهف:۱۸، آیت:۱۱۰

(2) حدیث میں ہے: ”إنا قد رأينا إخواننا.“ [صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء، ج:۱، ص:۱۲۷]

حدیث پرطعن ہے۔الخ۔(1) اخوت نفس بشریت میں اور اولادِ آدم ہونے میں ہے،اس میں مساوات بنص قرآن ثابت ہے۔(2) الخ انتہی بلفظہٖ

فقیر کو اس میں دو طرح سے اعتراض ہے۔ پہلا یہ کہ مولوی اسمٰعیل نے جو تقویۃ الایمان کے ص:۶۰ میں آں حضرت ﷺ کو بشمول تمام اولیا، انبیا کے بندے عاجز اور بڑے بھائی لکھا ہے۔(3)

اور نیز صفحہ ۲۴؍ میں انبیا کی بڑائی صرف اللہ کی راہ بتانے کی لکھ کر پھر کہا ہے۔

"اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو۔" الی قولہ "ان باتوں میں سب بندے چھوٹے اور بڑے برابر ہیں عاجز بے اختیار، اور اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان کو بڑائی نہیں کہ اللہ صاحب نے غیب دانی اِن کی اختیار میں دے دی ہو۔" الی قولہ "ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔انتہیٰ بلفظہٖ۔" (4)

اب صریح ثابت ہے کہ تقویۃ الایمان والے نے انبیا کو بندے عاجز بے اختیار و نادان لکھ کر سب بنی آدم کو ان سے برابر قرار دے دیا ہے۔

تو اس کا جواب علمائے اہل سنت نے بخوبی دیا ہے، اور فقیر نے بھی اپنے مجلّی پر اس کا رد لکھا ہے۔

اور اس جگہ اتنا ہی لکھنا ضروری ہے کہ براہین قاطعہ والے نے جو اس کی توجیہہ یہ

(1) یہ عبارت البراہین القاطعہ مطبوعہ مطبع بلالی، ساڈھور کے ص:۳ پر ہے۔

(2) مصدر سابق

(3) یہ عبارت تقویۃ الایمان، ص:۵۲، مطبوعہ راشد کمپنی، دیوبند کے الفصل الخامس فی رد الإشراك فی العادات میں ہے۔

(4) الف: یہ عبارت تقویۃ الایمان مطبوعہ راشد کمپنی، دیوبند کے ص:۲۱، ۲۲ الفصل الثانی فی رد الإشراك فی العلم میں ہے۔

ب: تقویۃ الایمان، ص:۵۵

تحریر کی ہے کہ "بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا، اور تقرب و شرف کمالات میں کسی کو آپ کا مماثل نہیں جانتا الخ۔"

محض حق پوشی اور توجیہ ہے جو قائل کو پسند نہیں ہے۔

تو اس کا جواب صاحب براہین مع حواریین نے جواب تفصیلی میں یوں دیا ہے کہ "مولوی قصوری نے مولوی اسماعیل صاحب کو آں حضرت ﷺ کے تقرب الی اللہ و شرف کمالات کا غیر قائل بنا کر لکھا ہے کہ وہ آپ کو مثل عوام مؤمنین کے سمجھتا ہے، اور عوام کے برابر کرتا ہے، تو جب نشان صفحہ: ۲۴و۶۰ر سے دیکھا تو مولوی اسماعیل صاحب علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے (ترجمہ آیت کا) اور کہا اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں کہ کہہ: نہیں اختیار رکھتا میں اپنی جان کے کچھ نفع و نقصان کا، مگر جو کچھ کہ چاہے اللہ، اور جو جانتا میں غیب تو بہت سی لے لیتا میں بھلائی، اور نہ چھوتی مجھ کو کچھ برائی، میں تو فقط ڈرانے والا ہوں اور خوش خبری سنانے والا ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔" (1)

ف: یعنی سب انبیا و اولیا کے سردار آپ تھے، لوگوں نے نھیں سے بڑے بڑے معجزے دیکھے اور اسرار کی باتیں سنیں، بزرگوں کو ان کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی، تو انھیں کو اللہ صاحب نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے آگے صاف بیان کر دیں۔ (2) یہ عبارت بقدر حاجت تقویۃ الایمان سے منقول ہوئی ہے، بعد اس کے مولوی اسماعیل صاحب نے جب آیت "قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ" الخ تحریر فرمایا۔ جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے، کہ قدرت تامہ نفع و ضرر و علم محیط کل اشیا حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس قسم کی قدرت و علم کے نہ ہونے میں

(1) آیت یہ ہے: "قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۠"

[پارہ:۹، الاعراف:۷، آیت:۱۸۸ کا۔]

(2) الف: تفصیل کے لیے دیکھیے: تقوية الايمان، ص:۲۱، الفصل الثانی فی رد الاشراك فی العلم، راشد کمپنی دیوبند۔

ب: تقوية الايمان، ص:۵۲، ۵۳، مطبع جامعه سلفيه۔

سب بندے بڑے وچھوٹے برابر ہیں، عاجز اور بے اختیار بے خبر اور نادان، سو جیسے سب لوگ کبھی کچھ بات عقل اور قرینہ سے کہتے ہیں سو کبھی درست ہو جاتی ہے، اور کبھی چوک، اسی طرح یہ بڑے لوگ بھی جو بات عقل اور قرینہ سے کہتے ہیں تو اس میں بھی کبھی درستی ہو جاتی ہے کبھی چوک، ہاں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی یا الہام ہے، سو اس کی بات نرالی [(1)] ہے، انتہیٰ ملخصًا۔ [(2)]

اب دیکھنا چاہیے کہ مولوی قصوری کا یہ الزام کہ مولوی اسمٰعیل نے تمام انبیا و اولیا کو عوام کے برابر کر دیا۔ عاجز بے اختیار نادان بنا دیا جس سے ظاہر ہے کہ تقرب الی اللہ وشرف کمالات آں حضرت کا مولوی اسمٰعیل معتقد نہیں، پس جواب بندہ خلیل احمد کا جس میں تقرب الی اللہ و شرف کمالات کا اثبات ہے مولوی اسمٰعیل کے مطابق نہ ہوا اور اس کو خود مولوی صاحب مذکور پسند نہیں کرتے خلاف ہے کہ اسی صفحہ کے ابتدا میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے آپ کے شرف کمالات کا اقرار کیا ہے، مگر ان کی عقل یا قرینہ میں بھول چوک لکھی ہے، اور وحی یا الہام کی بات نرالی ہے، اور نیز کتاب صراط مستقیم میں آپ کے شرف کمالات شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہیں جس کو قصوری صاحب نے بھی دیکھا ہے، پس اس کا مولوی اسمٰعیل کو منکر شرف کمالات کہنا اور مجھ پر طعن حق پوشی وغیرہ کا کرنا خلاف دیانت ہے، بلکہ یہ طعن ان پر عائد ہوا۔

(1) اور اس صفحہ میں جواب تفصیلی کے حاشیہ پر مکذبین نے واقعہ تابیر نخل کا۔ کہ اول آپ نے منع فرمایا بعدہ جب ثمر میں نقصان ہوا تو آپ نے فرمایا کہ دینی امر میں جو کچھ کہوں اس کو مانو، وہ ٹھیک ہوتا ہے مگر جو کچھ اپنی عقل سے دنیاوی امور کی نسبت کہوں، اس کا ٹھیک ہونا ضروری نہیں، اپنے امور دنیا میں تم مجھ سے زیادہ واقف ہو انتہیٰ --- جو لکھا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول اس میں مکذبین نے حدیث مسلم میں الفاظ بڑھا کر ترجمہ کیا ہے، دوم فی الواقع آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمام لوگوں سے تمام کام دنیا و آخرت میں دانا تر ہیں۔ شیخ محدث دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں اس پر تصریح کی ہے، اسی حدیث کے نیچے ۱۲ منہ عفی عنہ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے)

(2) الف: تقوية الإيمان، ص:٢٢، الفصل الثاني في رد الإشراك في العلم، راشد كمپني، ديوبند

ب: تقوية الايمان، ص:٥٥.

والحمداللہ علیٰ ذلک۔ یہ خلاصہ جواب تفصیلی کا ہے۔

فقیر کان اللہ لہ اس کے جواب میں کہتا ہے: کہ میں نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ مولوی اسماعیل آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قرب اور کمالات کا بالکل غیر معتقد ہے، جیسا کہ عبارت اعتراض سے ظاہر ہے۔

میں نے اس کے کلام سے یہ ظاہر کیا تھا کہ اس کی نفس بشریت سے برابری اور آدمی ہونے میں برادری نبیوں کے ساتھ مراد نہیں ہے، جیسا کہ براہین والے نے تاویل کی ہے، بلکہ اس کی عبارت میں صریح درج ہے کہ نبیوں کی عظمت صرف بیان راہ حق کی ہے، اور یہ عظمت ان کے لیے نہیں کہ خدا نے ان کو دنیا میں کچھ تصرف کی قدرت دی ہو، پس سب آدمی اعلیٰ عاجز بے اختیار ہیں، اور ایسا ہی علم غیب میں سب چھوٹے بڑے بے خبر جاہل ہیں۔

براہین والے اور اس کے حوار یین نے بھی مان لیا ہے کہ یہ مضمون تقویۃ الایمان میں موجود ہے جس سے فقیر کا مدعا ثابت ہو گیا، اور منکرین کی تطویل لاطائل ہو گئی۔

پھر سرور عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کچھ قدرت تصرف سے انکار اور غیب دانی میں بے خبری اور نادانی کا اقرار قطع نظر اس سے کہ قرآن و حدیث کے بالکل بر خلاف ہے، مولوی اسماعیل کے چچا اور استاذ اور دادا مرشد صاحب تفسیر عزیزی کے ارشادوں کے بھی صریح مخالف ہے، چناں چہ اس تفسیر میں آیت "وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ"(1) کے نیچے تحریر ہے کہ:

ہم نے بلاواسطہ جبریل تجھ کو بہت معجزے عطا کیے ہیں، جیسے ستون کا نالہ کرنا، درختوں کا آپ کے حکم کو قبول فرمانا، اور اونٹوں اور ہرنوں کا آپ کے پاس شکایت کرنا، پتھروں اور پہاڑوں کا آپ کو سلام کرنا، علمائے یہود وغیرہ کے سوالات کا جواب دینا سوائے اس۔ الخ۔" (2)

پھر اسی تفسیر میں جمادات اور حیوانات کے روح مجرد کے مسئلہ میں فرماتے ہیں کہ:

(1) پارہ:۱، البقرۃ:۲، آیت:۹۹

(2) عبارات تفسیر فتح العزیز: "مابلاواسطہ جبریل بر تو معجزات بسیار نازل کردہ ایم مثل نالۂ ستون و اجابت درختاں دعوت ترا و شکایت شتراں و آہواں و سلام کردن سنگہا و کوہہا بر تو و جواب و سوالات احبار یہود و غیر ذلک۔ الخ [تفسیر عزیزی، سورہ بقرۃ، ص:۳۶۲]

"درخت اور پتھر اور حیوانات نبیوں سے اور ان کے فرمانے سے کلام کرتے تھے، اور اداءِ شہادت اور ان کے حکموں کی بھی فرماں برداری کرتے تھے، حضرات انبیا سے متواتر کے طور پر یہ بات منقول ہے۔ الخ (1)

پھر آیت: "وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى"(2) کے نیچے لکھتے ہیں کہ:

قیامت کے دن آپ کو مرتبہ وسیلہ پر مشرف کریں گے اور یہ مرتبہ بہت ہی اونچا ہے کسی کو بھی مخلوقات سے نہیں ملا۔ اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ آپ اُس دن درگاہ الٰہی میں بمنزلہ وزیر کے بادشاہ کے ہوں گے۔ (3)

اور آیت: "اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ"(4) کے نیچے لکھا ہے:

آپ کے کمال کا مرتبہ جو خاتمیت ہے، کسی کو بھی حاصل نہیں۔ (5) کیا اچھا کہا ہے۔ کہنے والے نے کہ اے محبوب خدا! اور اے سرور بنی آدم! آپ کے طفیل ہی چاند کو نور ملا۔ الغرض حق تعالیٰ کے بعد آپ سب سے برتر ہیں۔

(1) عبارت: "کہ اشجار و احجار و حیوانات بانبیاء وبفرمودۂ انبیا تکلم ونطق و ادائے شہادت و اجابت و امتثال اوامر نمودہ وقدر متواتر ازاں حضرات انبیاء علیہ السلام منقول و مروی شدہ۔ الخ

(2) پارہ:۳۰، الضحیٰ: ۹۳، آیت:۵

(3) عبارت: "وروز قیامت ایشاں را بمرتبہ وسیلہ مشرف سازند وآں مرتبہ ایست نہایت بلند کہ کسے را از مخلوقات میسر نہ شد۔ وحقیقت آں آنست کہ ایشاں دراں روز از جناب خداوندی بمنزلہ وزیر از بادشاہ باشند۔" انتہیٰ [تفسیر عزیزی، سورہ الضحٰی، ص:۲۱۹]

(4) پارہ:۳۰، الانشراح: ۹۴، آیت:۱

(5) عبارت: "مرتبۂ کمال او کہ خاتمیت است ہیچ کس را حاصل نیست ونعم ما قیل:

یا صاحب الجمال و یا سید البشر ♣ من وجهك المنير لقد نور القمر

لايمكن الثناءُ كما كان حقه ♣ بعد خدا بزرگ توئی قصه مختصر

[تفسیر عزیزی، سورۃ الانشراح، ص:۲۲۷]

پھر آیت: "عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا"(1) کے نیچے نبیوں کا غیب پر اظہار اور غلبہ ثابت کیا ہے۔ اور آیت: "وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا"(2) کے نیچے فرمایا:

اور تمھارا پیغمبر تم پر گواہ ہوگا؛ اس لیے کہ وہ نور نبوت سے اپنی امت کے ہر فرد کے درجہ دین دار پر خبر دار ہے اور ہر شخص کی حقیقت ایمان اور ترقی کے حجاب کو جانتا ہے۔

پس پیغمبر تمھارے گناہوں اور ایمان کے درجوں اور نیک و بد عملوں اور تمھارے اخلاص و نفاق کو پہچانتا ہے۔ الخ(3)

یہ تفسیر عزیزی کی عبارتوں کا ترجمہ ہے۔ پس جو دانش مندان باتوں کا تقویۃ الایمان کے اوپر کے خرافاتوں کے ساتھ مقابلہ کرے گا سچی شہادت دے گا کہ مولوی اسماعیل کی یہ باتیں صاف جھوٹ ہیں۔ اور یقیناً براہین والا اور اس کے حوار یین صریح گم راہی میں ہیں۔ پناہ بخدا۔

تیسرے اعتراض کی پہلی وجہ کی صحت کے اظہار کے بعد ہم اس کی دوسری وجہ بیان کرتے ہیں اور حق تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ کہ براہین والے نے جو آیت " قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ "(4) کی سند سے جملہ بنی آدم کو نفس بشریت میں سرور عالم ﷺ کے مماثل و برابر لکھ دیا ہے یہ محض غلط اور سخت بے ادبی ہے، اس لیے قرآن مجید میں نو دس جگہ حق تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ کفار نبیوں سے بشریت میں برابری کا دعویٰ کرتے اور ایسا کہا کرتے

(1) پارہ:۲۹، الجن:۷۲، آیت:۲۶

(2) پارہ:۲، البقرۃ: ۲، آیت:۱۴۳

(3) عبارت: "کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است، کدام است پس اومی شناسد گناہاں شمارا و درجات ایماں شمار و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا الخ۔ [تفسیر عزیزی، سورۃ البقرۃ، ص:۵۱۸]

(4) پارہ:۱۶، الکھف:۱۸، آیت:۱۱۰

تھے کہ ” مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا “(1) تو ان کے جواب میں ان کی سمجھ کے موافق انبیا بھی یہی جواب دیتے تھے جو قرآن میں ہے کہ ” اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ “(2) سو یہ نبیوں کا فرمانا بطریق تسلیم و تواضع کے تھا۔

علٰی ہذا القیاس آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بھی فرمایا کہ بطور تواضع کے کہہ دو کہ میں تمھارے جیسا آدمی ہی ہوں چناں چہ تفسیر کبیر و نیشاپوری وغیرہما میں اس پر تصریح موجود ہے۔ تو اس کلام متواضعانہ کو بشریت میں برابری کی نص بیان کرنا اور جملہ بنی آدم کے شمول میں کفار، چوہڑے چمار کو سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بشریت میں برابر کہنا اور اس پر طعن کرنے والے کو قرآن پر طعن کرنے والا بنانا شرع اسلام کے سراسر مخالف ہے۔

اور بشریت میں انبیا کے ساتھ برابری کا دعویٰ بحکم آیت: ” اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا “(3) اور آیت: ” اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ “(4) اور ایسی کئی کتابوں کے حکم سے محض جھوٹ ہے جس کا ذکر تفسیر کبیر و نیشاپوری اور ابوالسعود و بیضاوی وغیرہا میں موجود ہے جس سے بخوبی ثابت ہے کہ جملہ بنی آدم کو بشریت میں فخرِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مماثل و مساوی کہنے والا صریح احکامِ قرآنی کے برخلاف ہے۔

پھر ” قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ “(5) کو ” یُوْحٰۤى اِلَیَّ “ سے علاحدہ کر کے نفس بشریت میں مساوات ثابت کرنی دوسری غلطی ہے، کیوں کہ آپ کو تمام عالمِ ارواح میں شرف نبوت حاصل تھی، مواہب لدنیہ وغیرہ میں جامع ترمذی سے اِس بارہ میں حدیث روایت کی

(1) پارہ:۲۲، یٰسٓ: ۳٦، آیت:۱۵
(2) پارہ:۱۳، ابراھیم: ۱٤، آیت:۱۱
(3) پارہ:۳، آل عمران: ۳، آیت:۳۳
(4) پارہ:۸، الانعام: ٦، آیت:۱۲٤
(5) پارہ:۱٦، الکھف:۱۸، آیت:۱۱۰

ہے جس کو بہت سے محدثین نے صحیح کہا ہے۔

پھر بشر کے لفظ سے برادری اور برابری کا اثبات تیسری غلطی ہے، کیوں کہ بشر باپ بھی ہوتا ہے، اور آپ بحکم آیت: "وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ "(1) اور بمقتضاے حدیث "اَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ"(2) کے تمام امت کے باپ ہیں، شفقت اور رحمت میں جیسا کہ تفسیر کبیر و فتح العزیز وغیرہما میں اس پر تصریح ہے۔

پھر اپنے زعمی مطلب کے اثبات کے واسطے صحیح حدیث "وددت أنا قدر أينا إخواننا "کے الفاظ کو "إنى قد رأيت اخوانى" سے تحریف کر دیا ہے، دیکھو مشکوٰۃ(3) اور صحیح مسلم(4) اور مجمع البحار کے دونوں مقام وُد میں یہ چوتھی غلطی ہے۔

اس کے جواب میں صاحب براہین مع حوار یین جواب تفصیلی میں لکھتے ہیں کہ:

"مولانا قصوری صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو آں حضرت(5) کے مماثل نفس بشریت میں لکھنا روا نہیں، اور جس کا قرآن میں ذکر ہوا وہ رسول اللہ ﷺ نے بطریق تسلیم و تواضع اپنے آپ کو مماثل فرمایا۔

مولانا قصوری نے ایسا اعتراض کیا جس سے خود خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر الزام قبائح کا لگایا۔

(1) پارہ:۲۱، الأحزاب: آیت:٦٠

(2) جامع الأحاديث، مسند أبى هريرة، جز:۳۹، ص:۱۷۷

(3) مشكاة المصابيح، كتاب الطهارة، الفصل الثالث، ص:٤٠

(4) صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء، ص:۱۲۷

(5) اس جگہ غصہ میں آکر مکذبین نے آں حضرت ﷺ کے پیچھے درود نہیں لکھا۔ فقیر نے ترجمہ عربی میں درود اپنی طرف سے لکھا ہے۔ اللھم تقبل منا آمین۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

آپ کے کلام کے معنی یہ ہوئے کہ باعتبار واقع کے حضرت رسول اللہ ﷺ کی نفس بشریت میں کوئی مماثل نہیں اور نہ آپ کسی کے بشریت میں مماثل ہیں، مگر حق تعالیٰ نے خلاف واقع و نفس الامر کے حکم دیا کہ محمد ﷺ تو کفار سے کہہ دے کہ میں بھی بشر ہوں مثل تمھاری، اور یہ کہنا تواضع تھا۔

اس پر لازم آیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو جھوٹ پر مجبور کیا پناہ بخدا۔ اور توجیہہ تسلیم و تواضع کے خلاف نص "وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ "(1) کے ہے، پس یہ معنی جو آپ نے گڑھے ہیں اس سے کس قدر قبائح اور شنائع پیدا ہوئی۔

اول حق تعالیٰ نے برخلاف شان الوہیت و نص "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ "(2) کے اپنے حبیب کو جھوٹ بولنے کا حکم فرمایا۔ ثانیاً برخلاف آیت: "وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ "(3) کفار کے واسطے تواضع کا حکم فرمایا۔ ثالثاً خلافِ واقعہ مماثلت کفار میں فخر عالم (4) کی توہین و تذلیل فرمائی۔

صاحبانِ انصاف غور فرماویں کہ ان معنی مخترعہ کی وجہ سے قصوری صاحب نے شانِ الٰہی و رسالت پناہی میں کس قدر بے ادبی کی، اور شرع اسلام سے تخالف کیا۔ باقی تفسیر کبیر و نیشاپوری کا حوالہ سوا ایسے مہمل معنی جن سے تنقیص شان الٰہی و اہانتِ رسالت پناہی ہو، کیا کوئی مفسر بیان کرسکتا ہے۔

اب ہم منشا غلطی سے مطلع کرتے ہیں کہ حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ نے جب کبھی دعویٰ

(1) پارہ:۱۰، التوبۃ: ۹، آیت:۷۳

(2) پارہ:۸، الاعراف: ۷، آیت:۲۸

(3) پارہ:۱۰، التوبۃ: ۹، آیت:۷۳

(4) اس جگہ مکذبین چوں کہ سخت مبہوت ہوگئے ہیں، درود شریف بھی بھول گئے ہیں۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

رسالت وعلوم نبوت و مدارج قرب کا کیا تو کفار نے اس خیال سے کہ کمال تقرب الٰہی فرشتوں کو ہوتا ہے بشر کو نہیں بطریق حصر کے یہ کہا "مَا اَنْتُمْ "الآیۃ [1] یعنی نہیں تم مگر ہم جیسے بشر۔

اس کے جواب میں جو انبیاء علیہم السلام نے فرمایا "اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ "[2] اس پر یہ اعتراض آیا کہ انبیا نے ایسی کلام بطور حصر جواب میں کیوں فرمائی جس سے ظاہر ہے کہ ہاں ہم بشر مثل تمھاری ہیں، اور دوسرا وصف ہم میں نہیں۔

اسی طرح حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے قضیہ پیش آیا تو اس اشکال کے جواب میں مفسرین نے بلکہ صاحب مختصر معانی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہ حصر علی سبیل التسلیم و إرخاء عنان الخصم ہے، اور اس استدلال کو مجارات الخصم کہتے ہیں کہ اس کی بات کو اولاً تسلیم کر کے کلام آئندہ سے اس کو جواب معقول دیں۔

یہ کلام مفسرین کا بہ نسبت الفاظ حصر یعنی نفی استثنا کی نسبت تھا، جس کو معترض نے جملہ "نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ "کی اسناد کی نسبت سمجھ کر لفظ تسلیم کے ساتھ لفظ تواضع بڑھا کر مضمون کلام الٰہی تحریف کر ڈالا الیٰ قولہ۔

اور یہ جو قصوری صاحب فرماتے ہیں کہ بحکم آیت: "اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَ نُوْحًا "[3] اور آیت: "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ "[4] بشریت میں انبیا کے ساتھ برابری اور مماثلت کا دعویٰ کرنے والا صریح احکام قرآنی کے بر خلاف ہے، اور حوالہ تفسیر کبیر وغیرہ کی طرف کیا ہے۔

(1) پارہ:۲۲، یس: ۳٦، آیت:۱۵
(2) پارہ:۱۳، ابراھیم: ۱٤، آیت:۱۱
(3) پارہ:۳، آل عمران: ۳، آیت:۳۳
(4) پارہ:۸، الانعام: ٦، آیت:۱۲٤

مولانا قصوری! بڑی بڑی کتابوں کے آپ نے نام تو لکھ دیے تاکہ کوئی جانے کہ یہ بکھی ہیں، سلمنا مگر فہم مطلب سمجھنے کے قابل ہو۔ اِن آیات کا مضمون فقط اتنا ہے کہ کمالات تقرب میں انبیا تمام عالم سے برگزیدہ ہیں، یہ مضمون ہمارے مدعا مشارکت تمام بنی آدم بنفس بشریت متناقض نہیں، تناقض کے واسطے وحدات ثمانیہ میں اتحاد شرط ہے، ذرا ایسا غوجی کو آپ ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کا حوالہ بوجہ عدم فہم مضامین تفسیر کے غیر مسموع ہیں، ایک قول کسی مفسر کا مصرح اپنے دعویٰ کے مطابق ہم کو دکھادیں۔" یہ لفظ بلفظ اختصار سے عبارت ہے جواب تفصیلی کی۔

فقیر کان اللہ لہ عرض کرتا ہے: کہ اوپر سے صاحب براہین اور اس کے حواریین کی عادت معلوم ہو چکی ہے، کہ جب ان سے کچھ بھی جواب بن نہیں پڑتا، تو یہ حق کی طرف مائل نہیں ہوتے، بلکہ سخت گمراہی پر گھائل ہو کر فرط غضب سے کلام کو کہیں سے کہیں کو کھینچتے لیے جاتے ہیں، جیسا کہ فقیر کے استدلال آیت: " فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ "(1) میں وعید کو امر کاب کذب پر لگا کر انبیا علیہم السلام اور اولیا لہم الاکرام کو بھی اس میں داخل کر دیا تھا، ویسا ہی اس جگہ تواضع کے لفظ سے اللہ تعالیٰ کا جھوٹ پر مجبور کرنا اور آیت: " وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ "(2) کی مخالفت اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور زیادتی لفظ تواضع کو فقیر حقیر کی بناوٹ و دیگر زبان درازی سے جواب تفصیلی میں نامۂ اعمال سیاہ کیا ہے۔

سو اب فقیر بعون قدیر مفسرین اور محدثین کی تصریح سے اپنا مدعا ثابت کر دکھاتا ہے، امام رازی کی عبارت تفسیر کبیر کا ترجمہ یہ ہے:

"جان لو کہ حق تعالیٰ نے جب اپنی کلام پاک کا کمال بیان فرمایا، تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو امر کیا کہ تواضع کا راستہ چلیں، پس کہا کہ کہہ دو میں تمھارے جیسا آدمی ہی ہوں، میری

(1) پارہ:۳، آلِ عمران:۳، آیت:٦١
(2) پارہ:۱۰، التوبۃ: ۹، آیت:۷۳

طرف وحی آئی ہے یعنی مابین ہمارے تمھارے کسی صفت میں فرق نہیں، مگر حق تعالیٰ نے میری طرف پیغام بھیجا ہے کہ وہی معبود بحق یگانہ بے نیاز ہے۔ اھ[1] اور ایسا ہی تفسیر نیشا پوری[2] میں مذکور ہے اور تفسیر خازن میں اسی آیت کے نیچے لکھا ہے کہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع کی تعلیم کی، تاکہ لوگوں پر افتخار نہ کریں، پس امر کیا کہ اقرار کریں کہ میں آدمی تمھارے جیسا ہوں مگر پیغام الٰہی سے مخصوص ہوں۔ الخ[3]

اور ایسا ہی معالم التنزیل میں ہے، اور یہ جو حدیث مشکوٰۃ میں آیا ہے کہ: ''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے جواب میں جب انھوں نے اونٹ کو دیکھا کہ اس نے آپ کو سجدہ کیا ہے تو ہم بھی آپ کو سجدہ کریں، فرمایا کہ اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم

(1) عبارت تفسیر کبیر:

"واعلم أن اللّٰه تعالى لما بين كمال كلام اللّٰه تعالىٰ أمر محمداً صلى اللّٰه عليه وسلم بأن يسلك طريقة التواضع فقال : ''قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ '' أي لا امتياز بيني وبينكم في شيء من الصفات إلا أن اللّٰه تعالى أوحى إلي أن لا إله إلا اللّٰه الواحد الأحد الصمد."إنتهىٰ ۱۲ (مفاتیح الغیب للإمام فخر الدین الرازی، سورہ کہف آیت ۱۱۰ کے تحت ہے)[تفسير كبير، ج:۱۱، ص:۱۵۰]

(2) سورہ فصلت آیت:٦ کے تحت ہے۔

(3) عبارت تفسیر خازن:

"قال ابن عباس رضي اللّٰه عنهما: علم الله تعالى رسوله محمداً صلى الله عليه وسلم التواضع لئلا يزهى على خلقه ، فأمره أن يقرّ فيقول أنا آدمي مثلكم إلا أني خصصت بالوحي."الخ (سورہ کہف، آیت:۱۱۰ کے تحت ہے)[تفسير خازن، ج:۳، ص:۱۸۰]

کرو۔"

محدث دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "اپنے بھائی سے آپ نے اپنے نفس شریف کو مراد رکھا ہے تواضع کی رو سے اور تنبیہ کرنے کو کہ میں بھی ان کی مانند آدمی ہوں جن کو سجدہ روا نہیں ہے، اھ۔" (1)

اور مجمع بحار الانوار میں بھی لکھا ہے کہ آپ نے اس لفظ بھائی سے اپنے آپ کو مراد رکھا ہے کسرِ نفسی اور تواضع کی رو سے اھ۔" (2)

اگر ان تصریحات سے قطع نظر کریں تاہم لفظ "مثل" کا آواز بلند سے بتا رہا ہے کہ یہ تواضع پر محمول ہے، نہ حقیقت پر، کیوں کہ حقیقتاً "مثل" نام ہے سب صفتوں میں مانند کا۔ چناں چہ امام رازی نے مثل کی تفسیر کی ہے کہ ہمارے تمھارے درمیان کسی صفت میں امتیاز نہیں۔ (3) اور اس میں شک نہیں کہ کوئی خدا کے مقبولوں سے بھی سب صفتوں میں آپ کے برابر اور مانند نہیں ہے، جیسا کہ اپنے مقام پر محقق ہو چکا ہے، پس ثابت ہوا کہ آیت: "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ

(1) عبارت مشکاۃ:

"إنه ﷺ قال في جواب أصحابه لما أرادوا أن يسجدوا له عليه السلام بعد رؤية سجدة الإبل له ﷺ (أعبدوا ربّكم و أكرموا أخاكم) فقد قال المحدث الدهلوي في شرحه يريد نفسه الكريمة تواضعاً و تنبيهاً علىٰ أنه بشر مثلهم في عدم جواز السجدة والعبادة." إنتهىٰ ۱۲

(2) عبارت مجمع بحار الأنوار:

"وأكرموا أخاكم أراد نفسه ﷺ هضماً لنفسه أي أكرموا من هو بشر مثلكم لما أكرمه اللّٰه تعالىٰ بالوحي." إنتهىٰ ۱۲

(3) أي لا إمتياز بيني و بينكم في شئ من الصفات.

[تفسیر کبیر، ج:۱۱، ص:۱۵۰]

مِّثْلُكُمْ "(1) قرآن مجید کی دلالت اور مفسرین و محدثین کی صراحت سے تواضع پر ہی محمول ہے۔

اور لفظ تواضع کا فقیر نے اپنی طرف سے ہرگز نہیں لکھا، مکذبین کا خام خیال ہے، صاحب براہین اور اس کے حواریین کے جہل مرکب پر سخت افسوس ہے کہ دینی کتابوں کی صریح باتوں پر نظر نہیں کرتے، غور سمجھنا تو بجاے خود رہا، اس نفسانیت اور رعونت سے پناہ بخدا۔

الغرض اس آیت کے تواضع پر حمل کرنے سے جو طعن مکذبین نے فقیر پر کیے تھے وہ قرآن مبین اور مفسرین و محدثین پر عائد ہو گئے۔

زباں بریدہ بکنجے نشستہ صم بکم   بہ از کسے کہ زبانش نباشد اندر حکم

پہلے دعویٰ کے اثبات میں جو مکذبین نے لکھا تھا کہ (ایک قول کسی مفسر کا مصرح اپنے دعویٰ کے مطابق ہم کو دکھادیں) فقیر نے صاف صاف چار قول مفسرین کے اور دو قول محدثین کے اور دلالت قرآن مجید پیش کر دی۔

تو اب دوسرے دعویٰ کا ثبوت لیجیے کہ تفسیر کبیر میں آیت " اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا "(2) کے نیچے لکھتے ہیں کہ:

"دوسری وجہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیا کو صفات ناپسندیدہ سے پاک اور خصائل حمیدہ سے زینت ناک کیا ہے۔ اور یہ معنی دو وجہ سے بہتر ہیں، ایک یہ کہ اس میں کسی لفظ کے پوشیدہ کرنے کی حاجت نہیں پڑتی۔ دوسری یہ آیت: " اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ "(3) کے موافق ہے"۔(4)

(1) پارہ:۱٦، الکھف: ۱۸، آیت:۱۱۰
(2) پارہ:۳، آل عمران۳، آیت:۳۳
(3) پارہ:۸، الانعام٦، آیت:۱۲٤
(4) اصل عبارت:" والثانی أن یکون المعنی إن اللّٰہ اصطفا، أي صفاهم من

امام حلیمی نے منہاج میں ذکر کیا ہے کہ "نبیوں کا دوسرے لوگوں سے قویٰ جسمانیہ و روحانیہ میں مخالف ہونا ضروری ہے۔" الخ(1)

پھر تفسیر کبیر میں ہے کہ پوری کلام اس بارہ میں یہ ہے کہ نفس قدسی نبوی اپنی ماہیت میں سب نفسوں سے مخالف ہے، الخ۔(2)

مفتی الثقلین ابوالسعود اپنی تفسیر میں اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں کہ "اصطفا" نام ہے کسی چیز سے عمدہ حصہ لے لینے کا۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو پاک نفسوں اور ان کے لائق ملکات روحانیہ اور کمالات جسمانیہ سے برگزیدہ کرنے کو بیان فرمایا ہے کہ ان کے پاک نفسوں میں یہ باتیں حاصل ہیں، ان سب پر درود و سلام ہو۔" (3)

اور یہ بھی تفسیر کبیر میں آیت: "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ"(4) کے نیچے لکھا ہے کہ:

الصفات الذميمة ، وزينهم بالخصال الحميدة ، وهذا القول أولى لوجهين أحدهما : أنا لا نحتاج فيه إلى الإضمار والثاني : أنه موافق بقوله تعالى : "اللّٰه أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رسالته "إنتهىٰ ١٢[تفسير كبير، ج:٤، ص:١٩]

(1) عبارت: "إن الأنبياء عليهم السلام لابد أن يكونوا مخالفين لغيرهم في القوى الجسمانية والروحانية." إنتهىٰ

(2) عبارت: "وأعلم أن تمام الكلام في هذا الباب أن النفس القدسية النبوية مخالفة بماهيتها لسائر النفوس." الخ[تفسير كبير، ج:٤، ص:٢٠]

(3) عبارت: "والإصطفاء أخذُ ما صفا من الشيء كالاستصفاء ، مثّل به اختيارَه تعالى إياهم بالنفوسَ القدسية وما يليق بها من الملكات الروحانيةِ والكمالاتِ الجسمانية المستتبعةِ للرسالة في نفس المصطفى كما في كافة الرسل عليهم الصلاة والسلام ." إنتهىٰ

[تفسير ابو السعود، الجزء الثاني، ص:٢٦]

(4) پارہ:١٣، ابراهيم: ١٤، آيت:١١

"جان لوکہ اِس جگہ عمدہ باریک گفتگو ہے، کہ ایک جماعت حکمائے اہل اسلام نے فرمایا ہے کہ آدمی جب تک اپنی ذات اور بدن میں بزرگ پاک علوی خواص سے مخصوص نہ ہو تب تک عقل کے نزدیک اس کو صفت نبوت کا حاصل ہونا محال ہے۔ اور ظاہر یہ اہل سنت کا زعم ہے کہ نبوت کا حاصل ہونا خدا تعالیٰ کی طرف سے بخشش ہے، جس کو چاہے اپنے بندوں سے دے دیتا ہے اور اس کے حاصل ہونے میں اس کا امتیاز سب آدمیوں سے زیادتی نور نفسانی اور پاک قوت پر موقوف نہیں ہے، اور اس فرقہ ظاہر یہ نے اِس آیت سے تمسک کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "نبوت کا حاصل ہونا محض احسان الٰہی اور اس کی بخشش سے ہے۔" اور اس بارہ میں کلام غور طلب اور باریک ہے۔

اور پہلے فرقہ حکمائے اہل سنت نے یہ جواب دیا ہے کہ انبیا نے تواضع کی رو سے اپنی نفسانی اور جسدانی فضیلتیں بیان نہیں کیں، اور اسی پر کوتاہی فرمائی کہ ولیکن احسان کرتا ہے جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں سے نبوت دینے میں، کیوں کہ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حق تعالیٰ ان کو نبوت ورسالت سے تب ہی مخصوص کرتا ہے جب وہ ایسے ہی فضائل سے موصوف ہوتے ہیں کہ جس سے مستحق اس خصوصیت کے ہو جاتے ہیں، جیسا کہ قرآن میں فرمان ہے کہ اللہ بہتر جانتا ہے، جہاں رکھے اپنی پیغمبری کو۔ (1)

(1) عبارت: "واعلم أن هذا المقام فيه بحث شريف دقيق ، وهو أن جماعة من حكماء الإسلام قالوا: إن الإنسان ما لم يكن في نفسه وبدنه مخصوصاً بخواص شريفة علوية قدسية ، فإنه يمتنع عقلاً حصول صفة النبوة له. وأما الظاهريون من أهل السنة والجماعة، فقد زعموا أن حصول النبوة عطية من اللّٰه تعالى يهبها لكل من يشاء من عباده، ولا يتوقف حصولها على امتياز ذلك الإنسان عن سائر الناس بمزيد إشراق نفساني وقوة قدسية، وهؤلاء تمسكوا بهذه الآية، فإنه تعالى بين أن حصول النبوة ليس إلا بمحض المنة من اللّٰه تعالى والعطية منه، والكلام في هذا الباب غامض غائص دقيق، والأولون أجابوا عنه بأنهم لم يذكروا فضائلهم النفسانية والجسدانية تواضعاً منهم، واقتصروا على قولهم: "ولكن اللّٰه يَمُنُّ على مَن يَشَاء مِنْ عِبَادِهِ "

(یہ تفسیر کبیر کی عبارت کا ترجمہ ہے۔)

اور امام رازی نے جو بعد بیان تمسّک ظاہر یہ کے آیت: "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ "[1] سے یہ کہا ہے کہ کلام اس بارہ میں غور طلب باریک ہے، اس میں تنبیہ ہے ظاہر یہ کے زعم کے ابطال پر کیا معنیٰ کہ اس آیت میں جو عباد کی اضافت حق تعالیٰ کی طرف ہے وہ ان بندوں کی خصوصیت پر خبردار کر رہی ہے، یعنی ولیکن خدا احسان کرتا ہے جس پر چاہتا ہے اپنے مخصوص بندوں سے، تفسیر فتح العزیز میں سورۂ نوح کے شروع سے پہلے لکھا ہے کہ:

"جب حضرت باری تعالیٰ کسی کو اپنے خاص بندوں سے پیغمبری کے واسطے بھیجتا ہے الخ۔"[2]

اور تفسیر نیشا پوری میں آیت: " اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ "[3] کے نیچے لکھا ہے کہ:

"بعضے علما نے کہا ہے کہ سب ارواح اپنی ماہیت میں برابر ہیں۔ بعضوں کو نبوت ملنی سوائے بعضوں کے خدا کا احسان ہے، اور دوسرے علما نے کہا ہے کہ سب روح تمام ماہیت میں برابر نہیں ہیں، بلکہ جواہر اور ماہیتوں میں مختلف ہیں، پس بعضے نیک اور علائق جسمانی سے پاک ہیں، انوار الٰہی سے مشرف صاحب قدر اور تاثیر ہیں، اور بعض ناپاک مکدر ہیں، جسمانی لذتوں میں ڈوبے ہوئے، پس جب تک کوئی نفس پہلے قسم سے نہ ہو، تب تک قبول وحی اور

بالنبوة ، لأنه قد علم أنه تعالى لايخصهم بتلك الكرامات إلا وهم موصوفون بالفضائل التي لأجلها استوجبوا ذلك التخصيص، كما قال تعالى : اللّٰه أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ."انتهىٰ ١٢[تفسير كبير، ج:١٠، ص:٧٦]

(1) پاره:١٣، ابراهيم:١٤، آيت:١١

(2) عبارت تفسیر عزیزی: "چوں حضرت حق تعالیٰ کسے را از بندگان خاص خود برگزیدہ برائے دعوت خلق بسوئے حق مبعوث می فرماید۔ الخ [تفسیر عزیزی، سورہ نوح، ص:١٠٦]

(3) پاره:٨، الانعام: ٦، آيت:١٢٤

رسالت کا مستعد نہیں ہوتا ہے، اس لیے رسولوں کے مرتبے بھی مختلف ہوتے ہیں، اور اس آیت میں اشارہ ہے کہ منصب نبوت ورسالت کے حاصل ہونے کے لیے ضرور ہے کہ دل سلیم ہو، اور عقل کے نزدیک ناروا ہے کہ یہ منصب مکاروں اور حاسدوں کو حاصل ہو جاوے، کیوں کہ ایسے لوگوں کو ان کے اخلاق اور حالات کے موافق مرتبے ملتے ہیں، جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: البتہ پہنچے گی گناہ گاروں کو ذلت اللہ کے ہاں اور عذاب سخت۔" (1)

یہ تفسیر نیشاپوری کے مضمون کا ترجمہ ہے، اور دوسری تفسیروں میں بھی ایسا ہی ہے، سنداً ان سے منقول ہوتا ہے، خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"اور جب آتی ہے ان کو کوئی آیت کہتے ہیں ہم ہرگز نہیں مانیں گے جب تک ہم نہ دیے جاویں جو رسولوں کو دیا گیا ہے، یعنی کفار قریش روایت ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ ہم عبد

(1) عبارت تفسیر نیشاپوری:

"قال بعض العقلاء: إن الأرواح مساوية في تمام الماهية فحصول النبوة والرسالة لبعضها دون بعض تشريف من اللّٰه تعالىٰ و إحسان وتفضل (منة من اللّٰه تعالىٰ): وقال اٰخرون: إنها لا تساوي في تمام الماهية، بل النفوس مختلفة في الجواهر والماهيات فبعضهاخير و من العلائق الجسمانية طاهرة فهي مشرقة بالأنوار الإلٰهية ذي القدر والتاثير و بعضها خبيثة مكدرة منهمكة في اللذات الجسمانية فمالم تكن النفوس من القسم الأول لا تستعد لقبول الوحي والرسالة فلهذا اختلف مراتب الرسل، وفي الاٰية دلالته على أنه لابد لحصول منصب النبوة والرسالة أن يكون القلب سليماً. ولا يجوز عند العقل أن يحصل ذٰلك المنصب للمكارين والحاسدين لأن هؤلاء يحصل لهم الرتب على حسب أخلاقهم وحالاتهم كما قال تعالىٰ: سيصيب الذين أجرموا صغار عند اللّٰه و عذاب شديد بما كانوا يمكرون." انتهىٰ ملخصاً

[تفسير نيشاپوري، باب:١٢٢، جز:٣، ص:٣٤٨]

مناف کی اولاد سے شرافت میں برابر ہیں، دو شرطیہ گھوڑوں کی طرح، انھوں نے کہا ہم سے پیغمبر ہے اس کی طرف وحی ہوتی ہے، بخدا ہم راضی نہ ہوں گے جب تک ہم کو بھی وحی نہ ہو، جیسا کہ پیغمبر کو ہوتی ہے، تب یہ آیت اتری کہ خدا بہتر جانتا ہے جہاں رکھے اپنے پیغام کو یہ علاحدہ کلام ان کے رد کو کہی، کہ نبوت نسب اور مال سے نہیں ہوتی وہ صرف ذاتی فضیلتوں سے ملتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جس کو چاہتا ہے خاص کرتا ہے، پس اپنی رسالت کے واسطے اختیار کرتا ہے جس کو اس کے لائق جانتا ہے، اور خدا بہتر جانتا ہے اس مکان کو جس میں پیغمبری رکھتا ہے۔" (1)

یہ بیضاوی کی عبارت کا ترجمہ ہے.

اور مدارک وخازن وغیرہما میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، اور بیضاوی کے حاشیہ شہاب میں اس سب تحقیق کے بعد لکھا ہے کہ:

"حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ ہر قوم سے بزرگ تر اور جبلی پاک تر کو رسول بناتا ہے۔" (2)

(1) عبارت تفسیر بیضاوی:

زیر آیت "وَإِذَا جَاءتْهُمْ آيَةٌ قَالُواْ لَن نُّؤْمِنَ حتى نؤتى مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللّهِ " يعني كفار قريش لما روي : أن أبا جهل قال: زاحمنا بني عبد مناف في الشرف حتى إذا صرنا كفرسي رهان، قالوا : منا نبي يوحي إليه والله لا نرضى به إلا أن يأتينا وحي كما يأتيه ، فنزلت : " اللّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ " استئناف للرد عليهم بأن النبوة ليست بالنسب والمال وإنما هي بفضائل نفسانية يخص الله سبحانه وتعالى بها من يشاء من عباده فيجتبي لرسالاته من علم أنه يصلح لها ، وهو أعلم بالمكان الذي يضعها فيه ."انتهیٰ ١٢، [تفسیر بیضاوی، ج:٢، ص:٤٥٠]

(2) عبارت شہاب: "لأن عادته تعالیٰ أن يبعث من كل قوم أشرفهم وأطهرهم

اور ظاہر یہ کا قول مردود ہے اس آیت کی مخالفت کے واسطے، اور اوپر مذکور ہوا ہے کہ ان کی دلیل ہی ان کے دعویٰ کو باطل کر رہی ہے۔"

اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے رسالہ قول الجمیل کے وصایا میں لکھا ہے: فرقہ ظاہریہ کی صحبت سے بچنا واجب ہے یعنی اس لیے کہ وہ ظاہر قرآن و حدیث پر اخذ کر کے اس کے معنی مرادی میں غور نہیں کرتے، حکمائے امت کے بر خلاف جاتے ہیں، خود بھی بے راہ ہو کر لوگوں کو گم راہ بناتے ہیں۔

اور یہ قول ظاہر یہ کا کفار کے قول کی مانند ہے کہ تمام بنی آدم تمام ماہیت میں مشابہ ہیں، جیسا کہ امام رازی آیت: " اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ "(1) کے نیچے لکھتے ہیں:

جان لو کہ یہ کلام تین شبہوں پر مشتمل ہے، پہلا شبہہ یہ ہے کہ سب آدمی ماہیت میں برابر ہیں۔ او منع ہے کہ یہاں تک فرق پہنچے کہ ایک تو ان میں خدا کی طرف سے رسول ہو غیب پر اطلاع پانے والا، فرشتوں سے ملنے والا، اور باقی لوگ ان حالات سے غافل ہوں، اور یہی ان کا قول ہے کہ اگر رسول ان حالات عالی مولائی میں ہم سے مفارق ہے، تو ضروری ہے کہ احوال خسیسہ یعنی کھانے پینے، جماع وغیرہ میں بھی ہم سے جدا ہو جائے، اور یہی شبہہ آیت: " اِنْ اَنْتُمْ " سے ان کی مراد تھی، یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا بقدر حاجت کے۔(2)

جبلة." انتهیٰ۱۲ [حاشية الشهاب، ج:٤، ص:۱۹۹]

(1) پارہ:۱۳، ابراهيم: ۱٤، آیت:۱۰

(2) "وأعلم أن هذا الكلام مشتمل علىٰ ثلثة أنواع من الشبهة : فالشبهة الأولى أن الأشخاص الإنسانية متساوية في تمام الماهية فيمتنع ان يبلغ التفاوت بين تلك الاشخاص إلى هذا الحد وهو أن يكون الواحد منهم رسولاً من عند الله، مطلعًا على الغيوب، مخالطاً لزمرة الملائكة والباقون يكونون غافلين على كل هذه الأحوال أيضاً كانوا يقولون : إن كنت قد فارقتنا في هذه الأحوال العالية الإلٰهية

اب ان مفسرین اور محدثین کی تصریحوں سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ کافر اپنی برابری کا نبیوں سے تمام ماہیت یعنی بشریت میں دعویٰ کرتے تھے، اور دراصل حضرات انبیا علیہم السلام اپنی جبلت اور بشریت میں کفار سے مخالف ہیں۔

اور یہ ان کا جواب کہ ہم تمھارے جیسے بندے ہیں، اور ایسا ہی آں حضرت ﷺ کو ارشاد ہوا کہ "کہہ دو میں تمھارے جیسا آدمی ہی ہوں۔" تواضع اور تسلیم پر بنیاد رکھتا ہے۔ اور تواضع و تسلیم میں فرق بیان کرنا مکذبین کی من گھڑت بات ہے۔

رہا یہ خام خیال مکذبین کا کہ آپ کی تواضع کرنی آیت: "وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ"(1) کے مخالف ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کو مکی اور مدنی حکموں کی تمیز نہیں ہے، اور سیرت واخلاق نبویہ سے بھی غفلت ہے، اور اس آیت سے کہ: "لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ". الآیۃ(2) یعنی منع نہیں کرتا تم کو اللہ ان لوگوں سے جو تم سے دین میں نہیں لڑتے، اور تمھارے گھروں سے تم کو نہیں نکالتے کہ تم ان سے نیکی کرو، اور انصاف کرو، اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

الشريفة وجب أن تفارقنا في الأحوال الخسيسة وهي الحاجة إلى الأكل والشرب والحدث و الوقاع. وهذه الشبهة هي المراد من قولهم : إن أنتم الا بشر مثلنا." إنتهىٰ

[تفسیر کبیر، ج:١٠، ص:٧٥]

(1) پارہ:١٠، التوبة: ٩، آیت:٧٣

(2) پوری آیت یہ ہے: "لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ"

(پارہ:٢٨، الممتحنة: ٦٠، آیت:٨)

اور نیز آیت: "فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا". الآیۃ[1] کہ پس خدا کی رحمت سے تم ان کے لیے نرم ہو اور اگر ہوتا تو درشت خو، سخت دل البتہ بھاگ جاتے تجھ سے اور علیٰ ہذا ایسی آیتوں سے یہ لوگ غافل اور ذاہل ہیں۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی تشریح

جواب تفصیلی میں ہے:

قولہ: پھر آیت: "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ کو یُوْحٰی اِلَیَّ" سے علاحدہ کرنا۔"

حاصل اعتراض قصوری صاحب کا یہ ہے کہ آپ کو عالم ارواح میں قبل از پیدائش آدم شرف نبوت حاصل تھی، انزال وحی کے زمانہ سے آپ ممتاز و برگزیدہ نہیں ہوئے بلکہ پہلے ہی مماثل جمیع بشر نہیں تھے۔

"اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ" سے مماثلت ثابت کرنا غلط ہے۔

الجواب: آپ کی نبوت عالم ارواح میں کیا اگر وحی بھی اس عالم میں ہوتی، تب بھی مماثلت فی البشریت کی جو منطوق آیت ہے منافی نہیں: "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" نص صریح مماثلت فی البشریت ہے۔ اور "یُوْحٰی اِلَیَّ" سے مدارج قرب و کمال کی طرف اشارہ ہے، چناں چہ اہل ایمان کا ہر دو پر ایمان ہے، اور کفار کے سامنے ظاہری نزول وحی کی وجہ سے اپنی بڑائی اور مقتدیٰ ہونے کو ثابت کر دیا جس کے وہ منکر تھے۔ اھ بلفظہٖ"

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ اوپر محقق ہو چکا ہے کہ آیت: "قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"[2] اثبات مماثلت میں نص نہیں، بلکہ تواضع اور تسلیم کے طور پر صادر ہوئی ہے جیسا کہ اہل ایمان کا اس پر ایقان ہے۔ کفار نے اور ظاہر یہ نے جن کو قرآن میں غور کرنی نصیب نہیں

(1) پوری آیت یہ ہے: "فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪" (پارہ:٤، آل عمران: ٣، آیت:١٥٩)

(2) پارہ:١٦، الکھف: ١٨، آیت:١١٠

مماثلت ثابت کی ہے جن کے زعم کو آیت: " اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ "(1) باطل کررہی ہے تو اہل یقین کے نزدیک ان کی بات غیر معتبر ہے۔

آں حضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی بشریت پر معاندین کے دلائل جواب تفصیلی میں ہے:

قولہ: "پھر بشر کے لفظ سے برادری اور برابری کا اثبات تیسری غلطی ہے، کیوں کہ بشر باپ بھی ہوتا ہے، الخ۔

الجواب: مؤلف براہین نے "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" سے مماثلت بشریت میں اور حدیث "وددت انا قد راينا" سے برادری ثابت کی ہے، اور مؤید اس کی آیت: "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ"(2)

اور نیز جب آپ نے "فِيْمَا بَيْنَ" اصحاب کے مواخات فرمائی تھی۔ جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: بھائی ہم کو اپنی دعا میں شریک کر۔ اور نیز حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بہن فرمایا، بے شک آپ بہ مقتضائے حدیث انا لكم مثل الوالد لولده بہ اعتبار شفقت و رحمت کے مثل پدر کی بلکہ پدر سے بھی بدر جہا زیادہ ہیں، اگر آپ کو ہم والد کہیں، روا ہے، مگر اپنی امت کے واسطے بوجہ شرکت اولاد آدم ہونے کے یا شرکت اسلام کے بھائی کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے، پس ایک اعتبار سے آپ کا مثل الوالد ہونا، دوسرے اعتبار سے اطلاق لفظ بھائی کے منافی نہیں ہے، نہ اس میں کچھ غلطی ہے، البتہ معترض کے فہم کا قصور ہے، کمی استعداد سے مضامین اور اطلاق الفاظ میں تطبیق دینے سے عاجز ہے۔

ف حدیث: انا لكم مثل الوالد میں جو اپنے آپ کو مثل والد فرمایا، حالاں

(1) پارہ:۸، الانعام: ٦، آیت:١٢٤

(2) پارہ:٢٦، الحجرات: ٤٩، آیت:١٠

کہ آپ کی شفقت ورحمت اور باپ کی شفقت ورحمت میں کچھ مماثلت نہیں ہے۔ آپ کی شفقت ورحمت ہزار ہا درجہ باپ سے زیادہ ہے، تو معترض کی تقریر کے موافق آں حضرت کا اپنے آپ کو والد کے مماثل فرمانا غلط ہوا۔

حل سوال: مماثلت اس امر کو مقتضی نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ کو ما بہ المماثلت میں مساوات من کل الوجوہ ہو، بلکہ وجہ شبہ نفس شرکت کافی ہے، جیسے کہ اس حدیث میں نفس شفقت ورحمت میں مماثلت ہے، مراتب شفقت ورحمت میں مماثلت نہیں۔

پس اگر کسی مسلم کے بیان میں کسی امر مشترک انبیا، اولیا و عوام میں کسی مصلحت دینی کی وجہ سے لفظ مثل کا نکل گیا تو اس پر طعن بے جا ہے۔ اِس فائدہ کو سمجھ لے بہت جگہ تجھ کو نفع دے گا۔" انتہیٰ بلفظہٖ

کیا صحابہ نے کبھی آپ کو بھائی کہہ کر خطاب کیا تھا؟

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے او پر گزرا ہے کہ آیت میں مماثلت تواضع پر محمول ہے، اور نیز حدیث میں لفظ بھائی کا تواضع کی رو سے ہے، جس کی سند مفسرین اور محدثین کی معتبر کتابوں سے لکھی گئی ہے، اور آں حضرت ﷺ جو "مومن بہٖ" ہیں ان کو مومنوں میں داخل کرنا ہذیان اور جنون۔

اور آپ نے جو بعض اقارب اصحاب کو بھائی فرمایا تو یہ ہر چند باعتبار نسب کے صحیح تھا، لیکن کسی نے بھی خواص صحابہ سے باوجود یہ کہ وہ آپ کے نسب میں بھائی تھے، آپ کو کبھی بھی بھائی کے لفظ سے نہیں پکارا تھا۔ آپ کی تعظیم و تکریم واجب اور لازم کے ادا کرنے کی نیت سے، بلکہ آپ کو یا رسول اللہ! اور ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ایسے لفظوں سے خطاب کرتے تھے جیسا کہ علمائے دین پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے۔

پس ان الفاظ متواضعانہ اور واقعیہ کی دلیل سے آپ کے مکذبین کا آپ کو برادر اور برابر بنانا توہین نہیں تو اور کیا ہے؟

غور کرو کہ کوئی مالک یا بادشاہ اپنے حسن خلق سے اگر اپنے کسی غلام یا خدمت گار کو بھائی کے لفظ سے پکاریں، تو کیا اُس غلام اور خادم کو روا ہے کہ ان سے برابر کا دعویٰ کریں؟ اور بات چیت اور خط و کتابت میں اے بھائی! کے لفظ سے پکاریں اور کتابوں میں لکھ کر چھپوادیں۔

حاشاوکلا یہ نہایت بے ادبی ہے جس سے وہ مستوجب سزائے سخت کے ہوں گے، پس چہ جائے کہ ایسا معاملہ اس وقت منکرین اور معاندین کے غلبہ میں آں حضرت حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والثنا سے کرنا کیوں پرلے درجے کی بے ادبی نہ ہو، اور حضرت خلیل اللہ علیٰ نبینا علیہ السلام کا اپنی بیوی کو سخت ضرورت میں بہن کے لفظ سے یاد کرنا، گو اس وجہ سے سچ تھا کہ وہ آپ کی چچازاد بہن تھی، مگر اس پر تو سند نہیں ہو سکتی کہ ہر شخص اپنی جورو کو بہن کہہ دیا کرے۔

اور بے شک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر والد کا اطلاق تعظیم کی وجہ سے صحیح ہے، تو بھائی کا لفظ جو برابری کی دلیل ہے اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور تعظیم کے موقع میں تشبیہ کا روا ہونا خلاف تعظیم کے جواز کو ہرگز مقتضی نہیں ہے۔

اور یہ ادعا کہ "مولوی اسماعیل نے کسی مصلحت دین میں اگر کسی امر مشارک انبیا و اولیا و عوام میں مماثلت بیان کردی تو یہ قابل طعن نہیں ہے۔" ناحق صریح کی تائید ہے، اور انبیا و اولیا کی توہین کو رواج دینا ہے، کیوں کہ مولوی مذکور نے "تقویۃ الایمان" میں بارہا انبیا و اولیا کو کافروں کے جھوٹے خدا اور جن اور شریروں کے سلسلہ میں شمار کیا ہے۔

اور یہ بھی اس کے صفحہ ۴۲ر کی سطر ۱۱ر میں ہے: "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی کا مختار نہیں ہے۔" (1)

اور صفحہ ۱۶ر میں ہے، اور "یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔" بلفظہٖ (2)

(1) تقوية الإيمان، الفصل الرابع، ص:٨٩.

(2) تقوية الإيمان، الفصل الأول، ص:٣١.

پس صاحب براہین اور اس کے حواریین اور دوسرے مولوی مذکور کے اتباع کی یہ تاویل کہ "یہ الفاظ دینی مصلحت یعنی دفع شرک کے واسطے بولے ہیں، اور خدا کے مقابلہ میں ذلیل کہا ہے،" واجب الرد اور غیر مقبول ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسی اپنی تعریف کی ہے ویسی کسی نے نہیں کی۔ پس ہم نے قرآن مجید سے جب جستجو کی کسی موقع رد شرک میں باری تعالیٰ نے بھی کسی فرشتہ یا نبی کی توہین کر کے کافروں سے کہا ہے کہ تمھارے شریک بنائے ہوئے ذلیل ہیں، پس عین یہی موقع مل گیا۔ اور حق تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کی توہین اور توبیخ نہیں فرمائی جیسا کہ سورۂ انبیا کے دوسرے رکوع میں ہے: " وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ "(1) یعنی کافروں نے کہا کہ خدا نے اولاد بنائی خدا پاک ہے، بلکہ وہ تعظیم کیے ہوئے بندے ہیں، خدا کی بات پر اپنی بات نہیں بڑھاتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔"

اب غور کرو کہ اس عین رد شرک کے موقع میں بھی خدا نے فرشتوں اور نبیوں کو ادنیٰ ملامت بھی نہیں کی، بلکہ ان کی تعظیم و تکریم ہی فرمائی ہے، پس تقویۃ الایمان والے کو کب روا ہے کہ کسی مصلحت کے واسطے ایسے قبیح لفظوں اور عبارتوں کو خدا کے مقبولوں کے بارہ میں استعمال میں لائے کہ نری گمراہی ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے:

قولہ: پھر اپنا مطلب حاصل کرنے کے واسطے" الخ۔ یہ چوتھی غلطی ہے۔

خلاصہ اس اعتراض کا یہ ہے کہ الفاظ حدیث متکلّم مع الغیر کو واحد متکلّم سے بدل دیا ہے۔

الجواب مؤلف براہین کا مطلب اطلاق لفظ اخ ہے، خواہ واحد متکلّم یا متکلّم مع الغیر کی طرف مضاف ہو۔ باقی رہا تحریف کا طعن سو یہ لغو اور عدم واقفیت اصول حدیث سے ناشی

(1) پارہ:۱۷، الأنبیاء: ۲۱، آیت:۲۶، ۲۷

ہے۔

روایت حدیث بالمعنیٰ کو سب نے جائز رکھا، کسی نے التزام الفاظ بعینہٖ نبوی کو ضروری نہیں سمجھا، ورنہ صاحب ہدایہ وغیرہ فقہا پر طعن تحریف وارد ہوگا، جو روایت بالمعنیٰ کرتے چلے آئے ہیں، جیسا کہ تخریج زیلعی وغیرہ دیکھنے والے پر بخوبی روشن ہے۔

البتہ قرآن شریف میں بعینہٖ الفاظ کی حفاظت ضروری ہے، کسی نے آج تک آیت کی تبدیلی کو جائز نہیں کہا، آپ نے سوال اول کے بیان میں صفحہ نمبر ایک میں فرمایا کہ بر خلاف آیت: "وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا" کے کوئی ایسا کہہ رہا ہے حالاں کہ آیت کے الفاظ یہ ہیں: "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا"(1)

اب دیکھیے! آپ نے تحریف قرآن کو جو قطعاً حرام ہے کار فرمایا مضمون حدیث: "جو بھائی کے واسطے کنواں کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے۔ راست آیا۔" انتہٰی بلفظہٖ

فقیر کان اللّٰہ لہ کہتا ہے: کہ آیت: "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا" "لَوْ" "وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا" نقل کرنے کا جو ادعا کیا ہے محض بہتان ہے، جیسا کہ فقیر نے مجلس مناظرہ میں اوراق سوالات سب کو دکھلا دیے تھے، اور اب تک موجود ہیں جو چاہے اس منقولہ عنہ کو دیکھ لے۔

اور ضمیر متکلّم مع الغیر کو واحد متکلّم سے بدلنے کا یہ جواب کہ روایت بالمعنیٰ سب علما کے نزدیک جائز ہے۔ محض غلط ہے دو وجہ سے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ مسئلہ روایت بالمعنیٰ میں جو اختلاف کتب اصول حدیث درج ہے، اگر اس سے قطع نظر کی جاوے، تاہم جمع کو واحد سے بدلنا ناروا ہے، اس لیے کہ روایت بالمعنیٰ جمہور کے نزدیک تب ہی روا ہے جب یقیناً معنیٰ ادا ہو جائیں، جیسا کہ امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں تصریح کی ہے، اور محدث دہلوی نے بھی شرح مشکوٰۃ کے مقدمہ میں لکھا

(1) پارہ:۵ النساء: ٤ آیت: ۸۷

ہے کہ ”زیادت اور نقصان سے خطا نہ ہو۔“ اھ (1)

اب ظاہر ہے کہ حدیث کی مراد یہ تھی کہ میں اور میرے صحابہ اپنے بھائیوں کو دیکھیں، جیسا کہ ترجمہ مشکوٰۃ میں اس پر تصریح ہے، پس جمع کو مفرد سے بدلنے میں اِس غرض سے کہ آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہی برادری ثابت ہو معنوں میں نقصان پڑ گیا تو یہ بالکل ناروا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ روایت بالمعنیٰ کا جواز اس حدیث میں ہے جو زبانی سنی گئی ہو، اور کتاب کی حدیث میں بالکل ناروا ہے، امام نووی مسئلہ جواز روایت بالمعنیٰ میں لکھتے ہیں کہ ”حدیث سماعی غیر کتاب میں جائز ہے، لیکن حدیث کتاب میں تغیر ہرگز ناروا ہے، ہر چند بالمعنیٰ ہو۔“ (2) یہ ترجمہ ہے عبارت شرح نووی کا، اور الفیہ عراقی میں لکھا ہے کہ ”تصنیف میں روایت بالمعنیٰ بالکل منع ہے۔“ (3) اھ

پس اس میں شک نہیں یہ بدلنا تحریف حدیث کی ہے، غرض فاسد سے جو اوپر مذکور ہوئی ہے۔

اب بقیہ تیسرے اعتراض کا یہ ہے: رہا یہ کہ صاحب انوار ساطعہ نے ایک جگہ اپنے مرشد کے حق میں لکھا تھا کہ ”ہم بھی ان سے ملے تھے۔“ اس پر براہین قاطعہ کے صفحہ ۵۱ر میں لکھا ہے کہ:

”یہ لفظ ناسعادت مندی کا ہے، حدیث میں ہے جس نے اپنے باپ کو قریب کہا وہ

(1) عبارت مقدمہ شرح مشکاۃ: ”لئلا يخطئ بزيادة ونقصان.“ انتهىٰ
[لمعات التنقيح، مصطلحات الحديث، ج:۱، ص:۳۵]

(2) عبارت امام نووی: ”ثم هذا في الذي يسمعه في غير المصنفات أما المصنفات فلا يجوز تغييرها بالمعنىٰ.“ إنتهىٰ بلفظه۱۲[شرح النووى ، جز:۱، ص:۳٦]

(3) عبارت الفیہ عراقی: ”والشيخ في التصنيف قطعاً قد خطر“. إنتهىٰ۱۲
[الفية عراقي. جز:۱۰، ص:۵۲]

عاق ہے، پس استاذ و پیر کی نسبت ایسی کلام کس درجہ میں شمار ہوگی۔" انتہیٰ بلفظہٖ

اس جگہ غور کرو کہ ایک طرف تو مقابل کے واسطے صرف "ملنے" کے لفظ سے نا سعادت مند لکھ دیا۔ اور باپ کو قریب کہنے سے عاق کا فتویٰ جاری کر دیا تو اپنے حق میں ذرا سوچیں کہ رسول اکرم ﷺ سے برادری اور بشریت میں برابری کا جملہ بنی آدم کے ساتھ فتویٰ جاری کر کے اس کو رسالوں، اخباروں اور اشتہاروں میں شائع کرنا اور اس پر طعن کو قرآن وحدیث کا طعن بیان کرنا کس درجہ کا عقوق اور بے ادبی ہے۔

احترام رسول اللہ ﷺ

پھر اگر بفرض محال تسلیم کرلیں کہ "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ "[1] اور حدیث اخوت حقیقت پر محمول ہے، تو وہ حکم الٰہی کی فرماں برداری ہے، لیکن یہ قرآن وحدیث سے کب اجازت ہے کہ امت کے لوگ برابری اور برادری کا دعویٰ کریں؟

بلکہ برخلاف اس کے نہایت تعظیم اور تکریم کا حکم ہے، چناں چہ آیت: "وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ "[2] میں ارشاد ہے۔

اور آپ کی ادنیٰ بے ادبی حبط اعمال کا موجب ہے جیسا کہ فرمایا ہے: اپنی آواز نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو، اور جیسے آپس میں باتیں کرتے ہو ویسے نبی سے باتیں نہ کرو، اس سے تمھارے اعمال ضائع ہوجائیں گے، اور تم بے خبر رہو گے۔[3]

پھر قرآن کا فرمان ہے کہ رسول کو ایسا نہ بلاؤ، جیسا آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے

(1) پارہ:۱۶، الکھف: ۱۸، آیت:۱۱۰

(2) پارہ:۲۶، الفتح:۴۸ آیت:۹

(3) آیت یہ ہے: ''لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ.''

(پارہ:۲۶، الحجرات:۴۹، آیت:۲)

ہو۔(1)

اس لیے تمام خاص وعام، خصوص صحابہ کرام جو ہم عصر اور قرابتی تھے نہایت تعظیم سے اپنے ماں باپ کو قربان کر کے خطاب کرتے تھے، اور کسی نے بھی مسلمانوں سے ایسا دعویٰ نہیں کیا ہے کہ ہم آپ کے برادر اور برابر ہیں، تاکہ عمل ضائع نہ ہو جائیں، مگر مولوی اسماعیل نے ایسا لکھ دیا اور اس کے مددگاروں نے اس پر اصرار کیا اور رسول مقبول ﷺ کے ادب وتعظیم کو صاف جواب دیا۔ یہاں پر تیسرا اعتراض تمام ہوا۔

جواب تفصیلی میں ہے:

قولہ: ''رہا یہ کہ صاحب انوار ساطعہ نے اپنے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ لفظ لکھا کہ ہم بھی ان سے ملے تھے۔'' تو جواب اس کا یہ ہے کہ نفس بشریت میں مماثلت اور اخوت ایمانی منصوص قرآنی ہے۔

اور منصوص قرآن کو اپنے خیال سے بے ادبی کہنا ایمان داروں کے نزدیک غیر مقبول ہے۔

پس نفس مماثلت فی البشریۃ اور اخوت ایمانی کو بے ادبی کہنا غیر مقبول ہے۔

صغریٰ کا ثبوت سابق عبارات سے بالتفصیل ہو گیا ہے، کبریٰ بدیہی اور مجمع علیہ جمیع اہل علم ہے۔'' انتہیٰ بلفظہٖ۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: اوپر محقق ہو چکا ہے کہ بشریت میں مماثلت اور برادری جو آیت و حدیث سے ثابت ہے، اکابر مفسرین و محدثین کی تصریح سے تواضع پر محمول ہے، اس کو حقیقت پر محمول کرنا ایمان داروں کے نزدیک غیر مقبول ہے، پس مکذبین کا جعلی صغریٰ وکبریٰ و نتیجہ غیر معتبر ہو گیا، اور ان کے اقرار سے ان کا عقوق ثابت ہو گیا۔

(1) آیت یہ ہے: ''لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا''
(پارہ:١٨، النور: ٢٤، آیت:٦٣)

جواب تفصیلی میں ہے:

قولہ "پھر اگر بفرض محال تسلیم کرلیں۔"

الجواب آیت: " اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ "(1) اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے، بلا قرینہ صارفہ کیا ضرورت ہے کہ معنی مجازی لے لیں۔

بفرضِ محال کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ حدیث میں اخوت ایمانی یقیناً مراد ہے۔

مولوی اسمٰعیل نے بھی جمیع مومنین میں بحکم نص قرآنی "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ"(2) اخوت ایمانی ثابت کی، اور بوجہ اختلاف مدارج ایمانی بڑائی چھٹائی کو ظاہر کر دیا محض ایک دینی مصلحت کی وجہ سے وہ یہ کہ جب اس زمانہ کے مبتدعین نے آپ کی مدح میں حد سے بڑھ کر خداوند تعالیٰ سے شریک کر دیا جس سے عوام کے شرک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا جیسا کہ یہود و نصاریٰ اس بلا میں مبتلا ہوئے تو ضرور اِس فتنہ کے رفع کی غرض سے، نہ بغرض توہین اس قسم کے کلمات جو نصوص شرعیہ کے بھی منافی نہ تھے لکھے، ہاں اگر کوئی ایسے کلمات بے ادبی کی غرض سے زبان سے نکالے، جیسا کہ کفار کہتے تھے، البتہ وہ قابل مؤاخذہ ہوگا اور ناجائز سمجھا جائے گا۔ لیکن مطلق اطلاق ایسے کلمات کو بے ادبی اور توہین سمجھنا صریح مخالفت کلامِ الٰہی ہے۔" انتہیٰ بلفظہٖ۔ تیسرے اعتراض کا جواب تفصیلی تمام ہوا۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ اُوپر مقرر ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کی دلالت اور مفسرین و محدثین کی صراحت سے آیت مماثلت و حدیث اخوت سے حقیقی معنی مراد نہیں ہو سکتے، اور نبیوں سے برابری کا دعویٰ کافروں نے ہی کیا ہے، نہ مومنوں نے۔

اور مولوی اسمٰعیل کے ہذیانات یقیناً توہین ہے، اور مصلحت دینی کی رعایت کا عذر قرآن مجید کے بر خلاف ہے کہ آیت: " وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا "(3) میں جب خود حق تعالیٰ

(1) پارہ:۱۶، الكهف: ۱۸، آیت:۱۱۰

(2) پارہ:۲۶، الحجرات: ۴۹، آیت:۱۰

(3) پارہ:۱۷، الأنبياء: ۲۱، آیت:۲۶، ۲۷

نے مشرکوں کے شرک سے فرشتوں اور نبیوں کوسی قدر سخت لفظ سے یاد نہ فرمایا تو علما کو کب جائز ہے کہ اپنی زعمی رفع شرک و بدعت کے واسطے ایسے کلمات ناشائستہ بکواس کریں، جن کو جواب تفصیلی والے بھی مان رہے ہیں کہ کافروں کے مقولے تھے، اور حال یہ ہے کہ ان لوگوں نے بدعتیں نکالیں، اور مسائل اعتقادیہ میں اہل سنت کے بر خلاف ہوئے جیسا کہ مسئلہ امکان کذب "اصدق الصادقین" وغیرہ ہذیانات جن میں سے بعض مذکور ہوئے ہیں اور بعض کا ذکر آتا ہے، اور ایسے الفاظ جو انبیا و ملائکہ علیہم السلام کی استخفاف پر دلالت کریں ان کا قائل معذور متصور نہیں ہوتا جیسا کہ اپنے محل پر محقق ہے، اور بقدر ضرورت عن قریب مذکور ہوگا۔

پس نہایت واجب ہے کہ اصول و فروع میں اہل سنت کا اتباع کیا جائے، اور ایسے الفاظ سے جن سے کافروں کی دین حق پر زباں درازی ہو اجتناب لازم ہے، خصوصاً اس زمانہ غلبہ کفار میں　　ع

شامتِ اعمالِ ماصورتِ کافر گرفت

اور مصلحت وقت کی رعایت علمائے راسخین کے نزدیک مہمات دین سے ہے، اور خدا ہی ہادی اور معین ہے۔

اعتراضِ چہارم

جناب رسالت مآب ﷺ ملک الموت اور شیطان کا علم

انوار ساطعہ میں ملک الموت علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور شیطان کے وسعت علم کے بیان سے آں حضرت ﷺ کا باوصف اعلیٰ علیین میں ہونے کے زمین کی طرف متوجہ ہونے کے استبعاد کو دور کیا ہے اور شرح مواہب لدنیہ سے اس کی تائید میں بعضے اکابر اہل سنت کے یہ شعر نقل کیے ہیں۔

كالشمس في وسط السماء ونورها

يغشى البلاد مشارقًا ومغاربًا

كالبدر من حيث التفت رأيته

يهدي إلى عينيك نورًا ثاقبًا

جس کا ترجمہ یہ ہے: سرور عالم کا حال آفتاب کی طرح ہے کہ خود درمیان آسمان کے ہے، اور اس کے نور نے مشرق مغرب گھیرلیا ہے، اور مثل چاند کے کہ جس طرف سے تم اس کو دیکھوگے وہ تمھاری آنکھوں کو روشن کردے گا۔ الخ

تو اس کا جواب براہین کے صفحہ ۴۶ و ۴۷ میں یوں لکھا ہے کہ:

"ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی، اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا، اب اس پر کسی افضل کو قیاس کرکے اس میں بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت

کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں ہے، اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہوجاویں، بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں۔" الی قولہ۔ "دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے، خود فخرِ عالم علیہ السلام فرماتے ہیں بخدا میں نہیں جانتا مجھ سے اور تم سے کیا ہوگا آخر حدیث تک۔

اور شیخ عبد الحق روایت فرماتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

اور مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحر الرائق وغیرہ سے لکھا گیا" الیٰ قولہ۔

شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔

شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے الخ۔"(1)

شیطان کا علم نص سے ثابت کرنے والوں کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علم کے لیے نص قرآنی کی تلاش

اس پر فقیر کان اللہ لہ کا یہ اعتراض ہے کہ سرور کائنات، اعلم مخلوقات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی وسعت علم کا جو انکار کیا ہے اور شیطان کے علم سے آپ کے علم کو کم لکھ دیا ہے۔ یہ نہایت درجہ کی توہین ہے۔

دلیل جو حدیث "واللّٰہ ما أدري ما يفعل بي ولا بكم"(2) لکھی ہے تو یہ حدیث مثل آیت: "وَمَآ اَدۡرِیۡ مَا یُفۡعَلُ بِیۡ وَلَا بِکُمۡ"(3) کے

(1) کتب خانہ امدادیہ، دیوبند سے براہین قاطعہ کے مطبوعہ نسخہ میں ص:۱۲۱ و ۱۲۲ پر ہے۔

(2) بخدا میں نہیں جانتا کہ مجھ سے اور تم سے کیا ہوگا۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

(3) پارہ:٢٦، الأحقاف: ٤٦، آیت:٩

جو یہ بھی آپ کی کم علمی پر وہابیوں کی دلیل ہے، اکثر علما کے نزدیک منسوخ ہے آیت: ''لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ''(1)

وغیرہ آیات سے جیسا کہ تفسیر کبیر و ابوالسعود وحسینی و شروح مشکوٰۃ و مجمع البحار وغیرہا سے ثابت ہے، اور تمام علمائے اہل سنت کے نزدیک اپنے عموم پر ہرگز محمول نہیں، تو ایسی دلیل سے عالم علوم الاولین والآخرین کی قلت علم پر استدلال کرنی کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں، سوائے تقویۃ الایمان اور براہین قاطعہ کے مؤلف کے۔

اور مسئلہ تکفیر ناکح بشہادۃ خدا اور رسول بسبب استناد علم غیب بآں حضرت ﷺ جو منکر نے ''بحر الرائق'' وغیرہ سے نقل کیا ہے، ہر چند اس میں بہت کلام ہے، مگر اس جگہ اتنا ہی جواب کافی ہے کہ ردالمحتار علی الدر المختار اور حاشیہ طحطاوی وغیرہما میں بسند فتاویٰ تاتار خانیہ و فتاویٰ حجۃ و ملتقط وغیرہا کی تصریح ہے کہ یہ روایت تکفیر کی غیر صحیح ہے، کیوں کہ آپ پر اشیا عرض ہوتے ہیں اور آپ باعلام الٰہی بعض غیب جانتے ہیں بدلیل اس آیت ''عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ''(2) کے کہ خدا غیب دان ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسول پسندیدہ کو بلکہ بعض غیب پر اطلاع اولیا کی کرامات میں داخل ہے، یہ ترجمہ ردالمحتار وغیرہ کی عبارت کا۔

اور مجموعہ خانی وغیرہ بہت سی فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں یہی درج ہے کہ روایت تکفیر غیر صحیح ہے۔

پس غیر صحیح روایت سے سرور عالم ﷺ کی قلت علم پر استدلال کرنی اور اہل اسلام کی تکفیر پر کمر باندھنی سوائے متبعان تقویۃ الایمان کے کسی دین دار ذی علم کا کام نہیں۔

علم غیب مخصوص بذاتِ حق

(1) تاکہ بخش دے تجھ کو خدا تیرے اگلے اور پچھلے گناہ۔ ۱۲ منہ

[پارہ:۲٦، الفتح۴۸، آیت:۲]

(2) پارہ:۲۹، الجن:۷۲، آیت:۲٦

پوشیدہ نہ رہے کہ علم غیب مخصوص بذات پاک پروردگار وہ علم ذاتی استقلالی ہے۔
اور یہی معنی ہیں اُن آیات قرآنی کے جن میں نص ہے کہ سوائے خدا کے کوئی غیب نہیں جانتا، اور باعلام واطلاع علام الغیوب بعض غیب خاص پر اطلاع اور استیلا سرور عالم ﷺ کا بہت سی آیات بینات سے ثابت ہے، جیسا کہ: "خدا تم سب کو غیب پر مطلع نہیں کرتا، لیکن چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جس کو چاہتا ہے۔" (1)
اور تعلیم کیا تجھ کو جو تو نہیں جانتا تھا۔ (2)
"اور یہ اخبار غیب سے ہے، جو وحی کرتے ہیں ہم تیری طرف۔" (3)
اور "خدا غیب دان ہے، پس اپنے غیب پر مطلع نہیں کرتا کسی کو مگر رسول پسندیدہ کو۔" (4) آخر سب آیتوں تک۔

وسعتِ علوم رسالت مآب پر دلائل

اب سنو دلائل قطعیہ وسعت علم عالم علوم الاولین والآخرین ﷺ کی۔
من جملہ اس آیت "فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی"(5)
اس آیت سے وسعت علم کا ذکر تفاسیر معتبرہ اور کتب سیر میں درج ہے۔
اور آیت: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (6) میں جو ابہام ہے، وہ بھی نہایت کثرت پر اعلام ہے۔

(1) "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ" الآية (پارہ:٤، اٰلِ عمران:٣، آیت:١٧٩)
(2) "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" الآية (پارہ:٥، النساء:٤، آیت:١١٣)
(3) "ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ" (پارہ:٣، اٰلِ عمران:٣، آیت:٤٤)
(4) "عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ" الآية (پارہ:٢٩، الجن:٧٢، آیت:٢٦)
(5) پس پیغام بھیجا اپنے بندہ کی طرف جو پیغام بھیجنا تھا۔ (پارہ:٢٧، النجم:٥٣، آیت:١٠)
(6) پارہ:٥، النساء:٤، آیت:١١٣

بحر الحقائق کے حوالہ سے تفسیر حسینی وغیرہ میں ہے کہ:

"وہ علم ہے ہر چیز کا جو ہوئی تھی اور ہوگی، یہ معراج کی رات میں حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا، جیسا کہ معراج کی حدیثوں میں وارد ہے۔" اھ (1)

اور شیخ عبد الحق دہلوی مدارج النبوۃ کے باب معراج میں لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مجھے علم اولین وآخرین کا دیا گیا۔ ایک قسم وہ علم تھا کہ جس کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا گیا کہ کسی کو اس کے تحمل کی طاقت نہیں ہے، دوسرا قسم وہ علم ہے جس میں مجھ کو اختیار دیا گیا جسے لائق دیکھوں اسے تعلیم کروں۔ تیسرا قسم علم کا ہر خاص وعام امت کو تبلیغ احکام کا۔

پھر وصل بیان عقل کامل وعلم شامل آپ کے میں لکھا ہے:

"جو کوئی آپ کے احوال شریف کو اول سے آخر تک مطالعہ کرے اور دیکھے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو کیا تعلیم فرمائی، اور علوم واسرار "مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ" بخشے ہیں تو اس کو آپ کی نبوت پر بے شبہ یقین حاصل ہوتا ہے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے، اور تعلیم کیا تجھ کو جو تجھے معلوم نہ تھا اور خدا کا فضل تجھ پر عظیم ہے۔ خدا کا درود آپ اور آپ کی آل پر موافق آپ کے علم و کمال کے ہو۔" (2)

یہ ترجمہ ہے عبارت مدارج کا۔

اب سنو احادیث صحیحہ کا ثمہ صحیح بخاری کے باب بدء الخلق میں بروایت حضرت عمر

(1) عبارت تفسیر حسینی: "کہ آں علم ماکان ومایکون ست کہ حق تعالیٰ در شبِ اسریٰ بداں حضرت ﷺ عطا فرمودہ چناں چہ در احادیث معراجیہ آمدہ است۔" ۱۲ منہ

[تفسیر حسینی، ج:۱، ص:۱۷۹]

(2) عبارت مدارج النبوۃ: "وہرکہ مطالعہ کند احوال شریف او را از ابتدا تا انتہا و بیند کہ چہ تعلیم کردہ است او را پروردگار وافاضہ کردہ است بروے علوم واسرار ماکان ومایکون بضرورت حاصل شود او را علم بہ نبوت او بے شک وشکوک و کان فضل اللّٰہ علیك عظیما صلی اللّٰہ علیه و اٰله حسب حلمه و کماله۔" انتہیٰ [مدارج النبوۃ، ج:۱، ص:۳۵]

رضی اللہ عنہ سے موی ہے کہ:

"انھوں نے کہا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک ایسے مقام میں کھڑے ہوئے کہ ابتداے پیدائش سے بہشتیوں کے بہشت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک ہم کو خبردار کردیا۔"(1)

مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۴۵۳ر میں دیکھو۔

اور اس کے حاشیہ پر کرمانی اور خبر جاری سے لکھا ہے کہ:

"الغرض آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبدء اور آخرت اور دنیا سب کی خبر دے دی، طیبی نے کہا کہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ آپ نے جمیع احوال مخلوقات سے خبر دے دی تھی"۔(2)　　یہ ترجمہ ہے عبارت حاشیہ بخاری کا۔

اور شیخ محدث دہلوی اِس حدیث کے نیچے ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

"یعنی احوال مبدء اور معاد اول سے آخر تک سب بیان فرمادیا۔(3) اھ مترجماً۔

اور بخاری و مسلم وغیرہما میں بروایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ:

"آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر ایک خطبہ پڑھا جس میں قیامت تک سب کچھ ذکر کر دیا۔ جس نے سیکھا سیکھا، جس نے بھلایا بھلایا، میں کسی چیز کو دیکھ لیتا ہوں کہ بھولی ہوئی یاد

(1) عبارت حدیث: "قال قام فینا النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم مقاماً فأخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل أهل الجنة منازلهم و أهل النار منازلهم." الحدیث.[صحیح البخاري، کتاب: بدء الخلق، باب: ماجاء في قول اللّٰہ وهو الذي" الآیة، ج:۱، ص:۴۵۳]

(2) عبارت حاشیہ حدیث: "قوله : فأخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل الخ غایته الإخبار عن دخول أهل الجنة. والغرض أنه علیه السلام أخبر عن المبدء والمعاد والمعاش جمیعًا. قال الطیبي: دل ذٰلك أنه صلی اللّٰہ علیه وسلم أخبر عن جمیع أحوال المخلوقات." إنتهی۱۲

[صحیح البخاري، ج:۱، ص:۴۵۳، متعلقه حدیث حاشیه نمبر:۱]

(3) عبارت محدث دہلوی: "یعنی احوال مبدأ و معاد از اول تا آخر ہمہ را بیان کرد۔ ۱۲ منہ

[اشعۃ اللمعات، ج:۴، کتاب الفتن، باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام، ص:۴۴۴]

آگئی ہے، جیسا کوئی غائب ہوئی چیز کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے۔" (1)

اس حدیث کے حاشیہ صفحہ ۹۷۷ / شرح عینی سے لکھا ہے کہ امور مقدرہ کائنات کے بیان سے کچھ نہ چھوڑا۔ اھ (2)

صحیح مسلم کے کتاب الفتن و اشراط الساعۃ میں انہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خبر دار کر دیا جو کچھ قیامت تک ہوگا۔" (3)

اور نیز صحیح مسلم میں روایت عمرو بن اخطب سے حدیث ہے، کہ آپ نے فجر سے پیچھے ظہر تک پھر عصر تک پھر مغرب تک خطبہ پڑھا۔ پس ہم کو خبر دار کر دیا اس پر جو کچھ ہوا، اور ہوگا۔ پس ہم سے بہت حافظہ والا بہت علم والا ہے۔" (4)

عالم مَاكَانَ وَمَا يَكُون

اب یہ آیات و احادیث صاف بتا رہی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع موجودات کے احوال اور امور مقدرہ کائنات اور جو ہوا اور ہوگا سب پر مطلع تھے اور ان کی خبر بھی دی، اسی

(1) عبارت حدیث: "قال لقد خطبنا النبي صلى الله عليه وسلم خطبة ما ترك فيها شيئا إلى قيام الساعة إلا ذكره، علمه من علمه وجهله من جهله إن كنت لأري الشئ قد نسيت فأعرف ما يعرف الرجل إذا غاب عنه فرأه فعرفه."١٢

[صحيح البخاري، كتاب القدر، ج:٢، باب، وكان أمر الله قدراً مقدوراً.ص:٩٧٧]

(2) حاشیہ حدیث: "قوله: ماترك فيها شيئًا أي من الأمور المقدرة من الكائنات."١٢[جز:٣٣، ص:٤٢٦]

(3) عبارت حدیث: "أنه قال أخبرني رسول الله صلى الله عليه وسلم بما هو كائن إلى أن تقوم الساعة" [صحيح المسلم، كتاب الفتن واشرط اساعة، ج:٢، ص:٣٩٠]

(4) عبارت حدیث: "قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتى حضرت الظهر فنزل فصلي ثم صعد المنبر فخطبنا حتى حضرت العصر ثم نزل فصلى ثم صعد المنبر فخطبنا حتى غربت الشمس فأخبرنا بما كان وبما هو كائن فاعلمنا احفظنا."[صحيح مسلم، كتاب الفتن و اشراط الساعة، ج:٢، ص:٣٩٠]

واسطے اکابر اہل سنت نے مان لیا ہے کہ سرور عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم "مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنَ" کے عالم ہیں، اور یہ مسئلہ اپنی دینی کتابوں میں مثل شفائی حقوق المصطفیٰ و مواہب لدنیہ، وروضۃ الاحباب و مدارج النبوۃ اور معارج النبوۃ وغیرہ میں لکھ دیا۔

اب براہین قاطعہ کا مؤلف اور اس کا مقرظ مصحح غور کرے کہ آپ کا یہ علم "مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنَ" کا حضرت ملک الموت اور شیطان کے علم سے کم ہے یا بہت؟ خدا ہی ہادی اور توفیق کرنے کرنے والا ہے۔

ہر چند یہی دلائل قطعیہ عالم علوم الاولین والآخرین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسعت علم کے اثبات میں کافی ووافی ہیں، مگر بنا بر زیادت تحقیق تھوڑا سا اور بھی لکھ دیتا ہوں۔

علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں: "طبرانی نے حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت کی ہے کہ سرور عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میری طرف اٹھائی ہے، پس میں اس کو دیکھ رہا ہوں، گویا کہ میں اپنی اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔" (1)

پھر صاحب مواہب لدنیہ نے صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد کی حدیثیں نقل کر کے اخیر باب میں لکھا ہے، کہ "اللہ تعالیٰ نے بیشک آپ کو یارسول اللہ اس سے بھی زیادہ پر خبردار کیا ہے، اور آپ کو اولین وآخرین کے علم عطا فرمائے ہیں۔" (2)

یہ ترجمہ ہے عبارت مواہب کا۔

اور مشکاۃ کے باب المساجد کے تیسرے فصل میں حدیث ہے جس میں دیدار الٰہی اور دونوں شانوں میں کف کو رکھنے اور پستانوں میں سردی کے پہنچنے کا ذکر ہے، تو اِس پر آں

(1) عبارت: "عن ابن عمر — رضی اللّٰه عنهما - قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم إن اللّٰه قد رفع لي الدنیا فأنا أنظر إلیها و إلی ماهو كائن فیها إلی یوم القیامة كأنما أنظر إلی كفي هٰذه."
[مواهب اللدنیه، مقصد ثامن فصل ثالث، ج:۳، ص:۵۵۹]

(2) عبارت: "قال ولا شك أن اللّٰه تعالیٰ قد اطلعك علی أزید من ذٰلك وألقي علیك علم الأولین والاٰخرین." ۱۲[مجمع الزواید، ج:۸، ص:۲۴۱]

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''پس ظاہر ہوئی میرے لیے ہر شے اور میں نے پہچان لیا۔'' (1)

محدث دہلوی اِس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

''مجھ کو سارے علم روشن ہوئے اور سب کو میں نے پہچان لیا۔'' اھ (2)

اور اسی باب کے دوسرے فصل مشکوٰۃ میں حدیث دارمی اور جامع ترمذی کی اسی مضمون میں وارد ہے، جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ''میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے معلوم کر لیا۔'' (3)

محدث دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

''یہ آپ کا فرمانا تمام علوم جزوی و کلی کے حاصل ہونے اور اس کے احاطہ سے مراد ہے۔'' (4)

اور مظاہر حق میں لکھا ہے:

''پس جب یہ فیض قلب شریف میں پہنچا تو حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ:

''جان لی میں نے ہر چیز کہ آسمان اور زمین میں ہے۔'' اھ بلفظہٖ

اور مولانا قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''پس میں نے معلوم کر لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرشتوں اور درختوں وغیرہما کا جو کچھ ان میں ہے علم بخش دیا اور یہ مراد ہے آپ کی وسعت علم

(1) عبارت: ''فقال علیه السلام بعد ذٰلك فتجلی لي كل شيئ وعرفت.'' ۱۲
[مشكاة، كتاب المساجد، باب مساجد و مواضع، الصلاة، ص:۷۲]

(2) عبارت: ''پس ظاہر شد و روشن شد مرا ہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را۔'' ۱۲
[اشعة اللمعات، ج:۱، ص:۳٤۲]

(3) عبارت: ''فعلمت ما فی السمٰوات والأرض.'' [سنن الترمذي، سوره ص]

(4) عبارت: ''پس دانستم ہر چہ در آسماں ہا و ہر در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی واحاطہ آں۔'' ۱۲ [اشعة اللمعات، ج:۱، ص:۳۳۳]

سے جو حق تعالیٰ نے آپ کو علم کھول دیا۔"(1)

اور ابن حجر نے کہا: "مراد تمام موجودات خدا کی ہے، جو آسمانوں میں ہے، بلکہ اس سے بھی اوپر جیساکہ قصہ معراج سے ثابت ہے، اور جو کچھ ساتوں زمینوں، بلکہ اس کے نیچے تک ہے، جیساکہ آپ نے فرمایا قصہ بیل اور مچھلی کا جن پر ساری زمینیں ہیں۔ اور ممکن ہے کہ آسمانوں کے اوپر کی طرف اور زمین سے نیچے کی طرف مراد ہوتا کہ ہر چیز کو شامل ہو جائے، لیکن وہ قید جو ہم نے ذکر کی ہے ضروری ہے، اس لیے اطلاق سب کا غیر صحیح ہے۔ اھ اور قید جبریل کی حدیث کے اخیر مذکور ہے آیت کہ "خدا علیم خبیر" ہے کے نیچے اور کوئی جگہ قرآن شریف سے نکلتا ہے کہ قیامت کے وقت کا علم خدا کے لیے ہی خاص ہے۔" (2)

یہ ترجمہ ہے عبارت مقاۃ کا۔

اور فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ جب شرعًا ثابت ہے کہ آپ کو لوح محفوظ کا علم دیا گیا ہے،

(1) عبارت : "فعلمت ما في السموات والأرض يعني ما أعلمه الله تعالى مما فيهما من الملائكة والأشجار وغيرهما وهو عبارة عن سعة ما علّمه تعالىٰ الذي فتح الله عليه."١٢[مرقاة، باب المساجد و مواضع الصلاة، ج:٣، ص:٢٠٩]

(2) عبارت : "أي جميع الكائنات التي في السموات، بل وما فوقها كما يستفاد من قصة المعراج، والأرض هي بمعنى الجنس أي وجميع ما في الأرضين السبع، بل وما تحتها كما أفاده إخباره صلى الله عليه وسلم عن الثور والحوت اللذين عليهما الأرضون كلها . ويمكن أن يراد بالسموات الجهة العليا وبالأرض الجهة السفلى فيشتمل الجميع، لكن لا بد من التقييد الذي ذكرناه إذ لا يصح إطلاق الجميع كما هو الظاهر انتهىٰ.

[مرقاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، ج:٣، ص:٢٠٩]

والتقييد هو المذكور في اٰخر حديث جبريل تحت اٰية "إن الله عليم خبير" وقد أخبر مواضع كتابه أن علم الساعة مما استاثره الله تعالىٰ به." انتهىٰ

تواِس قید کواس پرمحمول کیاجائے کہ آپ کوقیامت کاعلم ہونا ممکن ہے، مگراس کے چھپانے کے مامور تھے، جیسا کہ آپ کے علموں سے ایک علم کا چھپانا بھی مذکور ہوچکا ہے۔

امام الائمہ جلال الدین سیوطی کی خصائص کبریٰ میں لکھا ہے: یہ باب ہے اس میں کہ بعض علما کا مذہب ہے کہ آں حضرت ﷺ کو پانچ چیزوں کاعلم دیا گیا تھا۔ اور وقت قیامت اور روح کاعلم دیا گیا تھا۔ اور آپ اس کے چھپانے پر مامور تھے۔ اھ"[1] مترجماً۔

حاصل الکلام یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ کی وسعت علم کے قطعی دلائل بہت سے ہیں، جتنے اوپر لکھے گئے ہیں یہ مؤلف براہین کے انکار کے جواب میں کافی ہیں۔

رہا یہ کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کاعلم بحکم قرآن اور فرشتوں سے بدرجہا بڑھ کر ہے، اور تفسیر عزیزی میں آں حضرت ﷺ کاعلم اتنا بلکہ اس سے زائد لکھا ہے، جن سے دین داروں کو یقین آجاتا ہے کہ آپ اعلم المخلوقات ہیں، آپ سے بڑھ کر خدا کاعلم ہے۔

غور کرو کہ ملک الموت اور شیطان کے علم محیط زمین کو مان لینا اور موجب شرک نہ جاننا اور آں حضرت ﷺ کے علم محیط زمین کو شرک بتا کر اس کے قائل اہل سنت کو مشرکین لکھ دینا علاوہ سخت توہین سید المرسلین ﷺ کے سوائے مؤلف براہین قاطعہ کے کسی دین دار ذی علم کا کام نہیں، واللّٰه هو الهادي.

چوتھا اعتراض تمام ہوا۔ اب جواب الجواب صاحب براہین مع حواریین کونقل کرکے اس کا ابطال اور تردید کرتا ہوں۔ بعون اللہ تعالیٰ اور وہ اچھا مولیٰ اور معین ہے۔

(1) عبارت خصائص کبریٰ: "ذهب بعضهم إلى أنه صلى اللّٰه عليه وسلم أوتى علم الخمس أيضاً. وعلم وقت الساعة والروح. وأنه صلى اللّٰه عليه وسلم أمر بكتم ذٰلك."۱۲[الخصائص الكبرىٰ، جز:۲، ص:۲۹۲]

اعتراض پنجم

انبیاواولیا کا علم معلوماتی ہے، جو انھیں برگزیدہ بناتا ہے

(دیوبندی مکتب فکر)

جواب تفصیلی میں لکھا ہے:

طرزِ تحریر سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض نے نہ صاحب براہین کا مطلب سمجھا ہے، نہ آیات واحادیث واقوال مشائخ جن سے آپ کی اعلمیت نکلتی ہے، ان کے معنی سمجھے ہیں، نہ نصوص صریحہ واحادیث نبویہ واقوال علماے سلف جن سے انبیا کے علم غیب کی نفی ہوتی ہے ان کی مراد معلوم کی ہے، اور یہ بھی معلوم نہیں کیا کہ اس قسم کے مطلب عالی دلائل قطعیہ اور توجیہات صحیحہ سے ہی ثابت ہوتے ہیں، اس لیے مناسب ہے کہ ہم مسئلہ اعلمیت انبیا کی اول تحقیق کریں، پھر توجیہات رکیکہ اور روایت ضعیفہ جو معترض کی غلطی کا منشا ہیں ان کا جواب لکھیں، اور خدا سے توفیق ہے اور اُسی پر توکل ہے۔

پس بطور تمہید اول عرض کیا جاتا ہے کہ ”انبیاواولیا کی افضلیت بوجہ علم ہے۔“ حضرت آدم کو بوجہ علم ملائکہ پر شرف حاصل ہوا۔ علم میں بذاتہ شرافت ودیانت نہیں، بلکہ معلومات سے علم کا اعلیٰ وادنیٰ ہونا ثابت ہوتا ہے، اور معلومات یا واجب یعنی ذات وصفات سبحانہ یا ممکنات باقسامہا کو پایا۔ پس غایت سعی بزرگان دین کی یہ ہے کہ علم یعنی انکشاف ذات وصفات جو اعلیٰ و افضل ہے حسب طاقت بشریہ حاصل فرماویں۔ تمام انبیا علیہم السلام یا بعض اولیاے کرام کو یہ علم بحکم: ”اَللّٰهُ يَجْتَبِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ“(1) بطور اجتبیٰ حاصل ہوا جس کو سیر محبوبی و مرادی

(1) پارہ:۲۵، الشوریٰ: ۴۲، آیت:۱۳۔

کہتے ہیں، اس میں مجاہدات وریاضات شاقہ کی ضرورت نہیں، البتہ اکثر اولیا نے حسب آیت: ''وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ''(1) کے مجاہدات وریاضات شاقہ اِس راہ کو طے فرمایا ہے، اِس کو سیر محبی و مریدی کہتے ہیں۔

اِس مضمون کو شیخ الشیوخ سہروردی نے عوارف میں اور حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں بہت جگہ ذکر فرمایا ہے۔

اصل مقصود اس علم شریف سے یہ ہے کہ شریعت یعنی عقائد متعلقہ ذات وصفات ومبدا و معاد و اعمال قلوب وجوارح جو شارع علیہ السلام سے بالاجمال تقلیداً حاصل کیے تھے، تحقیقی بدیہی مفصل بن جاویں، جیساکہ تیسیویں مکتوب حضرت مجدد اور کلام ابن عربی وغیرہما سے ثابت ہے۔

اور مشائخ طریقت کی کلام کے تتبع سے دریافت ہوا ہے کہ اِس علم شریف کے حاصل کرنے میں کشف عالم خلق وامور کونیہ کی کچھ حاجت نہیں ہے، اور نہ خوارق وتصرفات کا ظہور اس کے لیے شرط ہے، جیساکہ ملفوظات مظہریہ ومکتوبات مجددیہ میں درج ہے، بلکہ بعض کو کشف وکرامات سے آفت عُجب حاصل ہوتی ہے، پس طالب صادق کا طریق استقامت شریعت ہے، جیساکہ اولیاے کبار نے اپنی کتابوں میں ایسا لکھا ہے۔

الحاصل انبیا واولیا جو افضل واعلم خلق شمار کیے جاتے ہیں ان کی نبوت اور ولایت کے واسطے کشف امور کونیہ وجزئیہ عالم خلق کی کچھ ضرورت نہیں، بلکہ یہ کبھی باعث ضرر کا دین میں ہوتا ہے جیساکہ اوپر گزرا ہے۔

پس مؤلف انوار ساطعہ نے جو حضرت ملک الموت اور شیطان لعین کے کشف امور کونیہ سے آں حضرت کی اعلمیت اور افضلیت کے سبب آپ کے واسطے بھی کشف امور کونیہ ثابت کیا ہے، یہ اس کی سخت جہالت ہے، پھر مولوی قصوری نے جو اس کی تائید اور امر حق کی

(1) پارہ:۲۵، الشوریٰ :۴۲، آیت:۱۳.

تردید کی ہے، یہ قصور فہمید سے ہے، کیوں کہ ”انبیا کی افضلیت علم معاملہ سے ہے نہ علم مکاشفہ سے“ جیسا کہ اوپر گزرا ہے۔

اور اسی بہتر علم سے انسان ملائکہ پر فضیلت دیا گیا ہے جو آیت: ”وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ“(1) میں ہے، اور علم محیط اور تصرف تام اور قدرت کاملہ باری تعالیٰ میں سب موجود ہیں، مگر عجز اور یہی مخلوقات سے مقصود لذاتہٖ ہے جو عبودیت ہے، اور یہ افضل مقامات عبد سے ہے، اس لیے آپ کے حق میں وارد ہوا: ”سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ“ الآیۃ(2)

یعنی پاک ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے کو تھوڑی سی رات میں سیر کرائی۔ اور لفظ عبدہ کا رسولہ پر مقدم کیا۔ اور اس مقام عجیب کے حاصل ہونے میں اجمالی علم ہی کافی ہے، اور علم محیط اور قدرت کاملہ خدا کے واسطے ہی حاصل ہے، جس پر علما اور اولیا نے تصریح کی ہے۔

اور اگر اقوال علما کے ظاہر سے علم محیط اور قدرت کا انبیا کے واسطے ثابت ہو تو اس کی تاویل واجب ہے، ورنہ ضعیف اور غلط ہوگا اس آیت کے حکم سے:

”تو کہہ میں اپنے نفس کے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جو خدا چاہے اور اگر میں غیب جانتا تو بہت نیکی حاصل کر لیتا۔ اور مجھے کوئی بدی نہ پہنچتی، تو میں ڈرانے والا ہی ہوں اور خوشی سنانے والا ہی ہوں قوم ایمان دار کو۔“ (3)

پس یہی آیت ہمارے مدعا کے اثبات کے لیے کافی ہے، اور اگر تفصیل کی حاجت ہو، تو صحیح حدیثیں اس کی مؤید ہیں، جیسا کہ تہمت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قصہ، اور باب سہو میں ذو

(1) پارہ:۱۵، بني اسرائيل:۱۷، آيت:۷۰.

(2) پارہ:۱۵، بني اسرائيل:۱۷، آيت:۱

(3) آیت: ”قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۠“

[پارہ:۹، الأعراف:۷، آيت:۱۸۸]

الیدین رضی اللہ عنہ کا قصہ اور ازواج مطہرات سے کھانے کے سوال کا قصہ اور آیت: ''وَاِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا''(1)
کے نزول کا قصہ اور حال جنابت کے بھولنے کا قصہ اور ''اِستقبلتَ من امری ما استدبرت'' وغیرہا قصہ جن سے ثابت ہے، کہ ''آپ لاکھا امور کونیہ پر واقف نہ تھے۔''

پس اعتقاد کشف امور کونیہ کا آپ کے لیے جیسا کہ انوار ساطعہ کے مؤلف اور اس کے مؤید قصوری کا ہے، آیات وحدیث سے مخالف ہے۔

اور مواہب لدنیہ سے آپ کے واسطے کل اشیا کا علم محیط ثابت نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس میں ذکر بعض امور غیبیہ کی اطلاق کا ہے، البتہ اس میں جو ذکر بعض روایت ضعیفہ کا ہے جن سے بظاہر وہم کشف جمیع امور کونیہ کا ہوتا ہے۔

سو ہم **اول** ان کی تاویل کرتے ہیں علم اجمالی سے جو متعلق ہے غرض ثبوت اشیاے آسمانی یا زمینی سے، پس ان سے علم محیط ایسی حیثیت سے کہ جس سے کوئی ادنیٰ چیز بھی غائب نہ ہو ثابت نہیں ہوتا۔

دوم ہم ان روایات کو بوجہ عدم صحت کے ترک کرتے ہیں، خصوص باب عقائد میں جب ہماری تقریر سابق سے ظاہر ہو گیا کہ معنی اعلم مخلوقات اور وسعت علم اور آپ کی افضلیت میں علم مکاشفہ عالم خلق کو کچھ دخل نہیں ہے، ''پس اگر شیطان یا کسی اور کو علم مکاشفہ انبیا و اولیا سے زائد حاصل ہو جائے'' تو اس سے شیطان کی افضلیت یا اعلمیت ثابت نہیں ہوتی ہے، اور نہ انبیا کے وسعت علم کا انکار اور نہ ہرگز سید المرسلین کی توہین لازم آتی ہے، اور جس نے ایسا سمجھا تو اس کا قصور فہم اور انبیا و اولیا کے علوم سے بے علمی ہے۔''

یہ خلاصہ ہے مقدمہ جواب تفصیلی کا۔ اب اس کا رد حق تعالیٰ کی مدد سے سنو۔

(1) پارہ:٢٦، الحجرات: ٤٩، آیت:٦

علم بذاتہٖ دلیل شرافت ہے
(علمائے اہل سنت)

جان لو کہ یہ دعویٰ صاحب براہین مع حواریین کا کہ علم کا بذاتہٖ شرافت نہیں، بلکہ معلومات سے شرافت ہے اور علم اجمالی انبیا کا ان کی اعلمیت کا موجب ہے سوائے تفصیلی کے کہ وہ خاص ہے، باری تعالیٰ سے دونوں جز سے باطل ہے اور کسی ایک دلیل سے بھی مدلل نہیں، جیساکہ اس کی تطویل بے ہودہ کو بغور مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے، بلکہ اس کی کلام ہی اس کے دعویٰ کو باطل کرتی ہے۔

دانش مند پر پوشیدہ نہیں کہ علم کی ذات میں شرافت ہے جیسکہ جہل لعینہٖ نقص ہے، پس اگر معلوم بھی شریف ہو تو یہ علم کی شرافت پر شرافت ہے۔

اب اس مدعا پر ہم کو دلیل بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ جب خود جواب تفصیلی میں لکھا ہے کہ:

"حضرت آدم کو بوجہ علم ملائکہ پر شرف حاصل ہوا۔" انتہیٰ بلفظہٖ۔

پس باوجودِ اس اقرار کے علم کی شرافت لذاتہٖ کا انکار کرنا۔ مکذبین کی کلام ہی متناقض ہے۔

کیا معنی کہ اسمائے اشیا کا علم جیسے اونٹ، گھوڑا، پیالہ وغیرہ جب موجب شرف حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا فرشتوں پر ہو گیا۔ حالاں کہ اس میں معلومات کا شرف کچھ بھی نہ تھا، پس شرافت ذاتی علم کی ثابت ہو گئی۔

امام نسفی تفسیر مدارک میں آیت: "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ" کے نیچے لکھتے ہیں، کہ اس آیت سے مستفاد ہے کہ علم اسمائے اشیا کا رتبہ عبادت سے اونچا ہے، پس چہ جا کہ علم شریعت۔ اھ(1)

(1) عبارت: "وأفادتنا الأية أن علم الأسماء فوق التخلي للعبادة فكيف العلم بالشريعة." ١٢[مدارك التنزيل، ج:١، ص:٤١]

تفسیر بیضاوی میں ہے:

"جان لو کہ یہ آیتیں آدمی کی شرافت اور عبادت پر علم کی مزیت اور فضل پر دلالت کرتی ہیں۔" اھ(1)

شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھتے ہیں:

"دوسرا حکم علم کی مزیت اور فضل عبادت پر ہے، اور وجہ دلالت آیت اس پر یہ ہے کہ فرشتوں کی عبادت بہت ہے، ان کے حق میں خدا کا فرمان ہے کہ رات دن خدا کی تسبیح میں سستی نہیں کرتے۔ اور باوجود اس کے وہ خلافت کے لائق نہ ہوئے، اور حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام باوصف یہ کہ عبادت میں ان سے کم تھے مستحق خلافت ہوگئے، بسبب صفت علم کے۔" اھ(2)

اور شہاب بیضاوی میں ہے "کہ حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کو خلیفہ کرنے میں تقدیم کی وجہ علم تھا۔" اھ(3)

(1) عبارت: "وأعلم أن هذه الاٰيات تدل على شرف الإنسان و مزية العلم و فضله على العبادة."١٢[تفسير بيضاوي، ج:١، ص:٢٩١]

(2) عبارت: "والحكم الثاني مزية العلم و فضله على العبادة، ووجه الدلالة عليها أن الملائكة أكثر عبادة لقوله تعالىٰ في حقهم يسبحون الليل والنهار لا يفترون. ولم يكونوا بسبب ذٰلك أحقاء بالخلافة وأن اٰدم عليه السلام مع كونه أقل عبادة منهم قد استحق الخلافة باتصافه بالعلم." ١٢

[شيخ زاده، ج:١، ص:٢٥٤]

(3) عبارت: "لأنه قدم عليهم في الاستخلاف وبين أن وجه تقديمه له علمه."

[عنايت القاضي، ج:٢، ص:١٩٩]

"اور تفسیر خازن میں ہے "کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی فضیلت فرشتوں پر علم کے ساتھ ظاہر فرمائی ہے، اور اس میں دلیل ہے اہل سنت کے مذہب پر کہ انبیا فرشتوں سے افضل ہیں۔" اھ (1)

"اور تفسیر معالم التنزیل میں بھی ایسا ہی ہے۔" اھ

امام رازی کا استدلال

امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں، کہ "آیت علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے؛ کیوں کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کے پیدا کرنے میں کسی کمال حکمت کو ظاہر نہیں کیا، مگر ان کا علم۔ پس اگر کوئی اور چیز علم سے اشرف ہوتی تو واجب تھا کہ اس کے ساتھ ان کی فضیلت ظاہر کرتے نہ علم سے، اور جان لو کہ اس سے علم کتاب و سنت و معقول سب کی فضیلت پر دلالت ہے۔" اھ (2)

امام رازی نے بعد اس کے بہت سی آیات اور احادیث اور آثار علم کی فضیلت میں ذکر کیے ہیں بہت بسط کے ساتھ۔

ان کو ہم ذکر نہیں کرتے کہ منکرین سے اس کو علم شریعت پر حمل کر لینے کا احتمال ہے، بلکہ

(1) عبارت: "فأظهر اللّٰه تعالیٰ فضل اٰدم علیهم بالعلم وفیه دلیل لمذهب أهل السنة أن الأنبیاء أفضل من الملائکة."١٢

[لباب التاویل في معاني التنزیل، ج:١، ص:٣٦]

(2) عبارت: "هذه الآیة دالة علی فضل العلم فإنه سبحانه وتعالیٰ شانه ما أظهر کمال حکمته في خلقه آدم علیه السلام إلا بأن أظهر علمه فلو کان في الإمکان وجود شيء أشرف من العلم لکان من الواجب إظهار فضله بذلك الشيء لا بالعلم. واعلم أنه یدل علی فضیلة العلم الکتاب والسنة والمنقول."١٢[تفسیر کبیر، ج:١، ص:١٦٤]

اس سے پچھلی تقریر تفسیر کبیر کی منقول ہوتی ہے، اور وہ یہ ہے:

لیکن شواہد عقل علم کی فضیلت میں، پس ہم کہتے ہیں جان لو کہ علم کا صفت کمال وشرف ہونا اور جہل کا نقص ہونا دانش مندوں کے نزدیک امر یقینی ہے، اس لیے اگر دانش مند کو کوئی جاہل کہہ دے تو اس کو رنج آتا ہے اگرچہ یہ بات جھوٹ ہے، اور اگر جاہل کو کوئی عالم کہہ دے تو وہ شخص خوش ہوجاتا ہے، ہر چند وہ جانتا ہے کہ میں عالم نہیں ہوں، اور یہ دلیل ہے اس پر کہ علم میں شرافت لذاتہٖ ہے، اور وہ محبوب لذاتہٖ ہے، اور جہل نقص لذاتہٖ ہے، پس علم جہاں پر ہوگا اس کا صاحب باحرمت وعزت ہوگا۔" الخ (1)

پھر اس کو امام رازی نے بہت بسط کے ساتھ بیان کرکے لکھا ہے:

"پھر جب حق تعالیٰ نے حضرت آدم کا علم ظاہر فرمایا تو ان کو مسجود ملائکہ اور خلیفہ عالم سفلی بنایا۔ اور اس میں دلیل ہے کہ حضرت آدم علم کے سبب مستحق خلافت کے ہوئے تھے۔" (2)

(1) عبارت: ''أما الشواهد العقلية في فضيلة العلم فنقول : إعلم أن كون العلم صفة شرف وكمال وكون الجهل صفة نقصان أمر معلوم للعقلاء بالضرورة، ولذلك لو قيل للرجل العالم يا جاهل فأنه يتأذى بذلك وإن كان يعلم كذب ذلك. ولو قيل للرجل الجاهل يا عالم فإنه يفرح بذلك وإن كان يعلم أنه ليس كذلك. وكل ذلك دليل على أن العلم شريف لذاته ومحبوب لذاته والجهل نقصان لذاته. وأيضاً فالعلم أينما وجد كان صاحبه محترماً ومعظماً.''۱۲[تفسیر کبیر، جز:۱، ص:۱۸۲]

(2) عبارت: '' ثم إنه سبحانه لما أظهر علمه جعله مسجود الملائكة و خليفة العالم السفلى وذٰلك يدل على أن تلك المنقبة إنما استحقها اٰدم عليه السلام بالعلم.''۱۲[تفسیر کبیر، سورة البقرة، جز:۲، ص:۱۸۳]

بقدر حاجت امام کی کلام کا ترجمہ ہے۔

پھر امام نے اپنی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کا سات نبیوں کو سات قسم کے علم تعلیم کرنے اور ان کے ثمرات کا ظہور جو لکھا ہے تو اس کا ترجمہ تفسیر فتح العزیز سے نقل کرتا ہوں، کہ یہ منکر لوگ حضرت تفسیر فتح العزیز کے مؤلف کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، تاکہ شاید کچھ ملزم ہو کر ہدایت پالیں۔

حضرت شاہ عبد العزیز اپنی تفسیر میں بذیل قصہ تعلیم اسماے اشیا لکھتے ہیں: کہ بعضے حکیموں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سات چیز کو فرمایا ہے کہ برابر نہیں، بلکہ ایک دوسرے سے بہتر ہے۔ (1)

اول: کیا علم والے اور بے علم برابر برابر ہیں۔ (2)

دوم: پاک اور ناپاک برابر نہیں۔ (3)

تیسرا: دوزخی اور جنتی برابر نہیں۔ (4)

چوتھا، پانچواں، چھٹا، ساتواں: اندھا اور بینا اندھیرا اور نور سایہ اور دھوپ زندے

(1) عبارت تفسیر عزیزی: "وبعضے از حکما گفتہ اند در قرآن مجید حق تعالیٰ ہفت چیز را فرمودہ است کہ باہم برابر نیستند، بلکہ یکے از دیگرے بہتر است۔" [تفسیر عزیزی، سورۃ البقرۃ، ص:۱۷۲]

(2) آیت یہ ہے: اول "هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ" [پ:۲۳، الزمر:۳۹، آیت:۹]

(3) آیت یہ ہے: دوم "قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ" [پ:۷، المائدۃ:۵، آیت:۱۰۰]

(4) آیت یہ ہے: سوم "لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ" [پ:۲۸، الحشر:۵۹، آیت:۲۰]

اور مردے برابر نہیں۔ (1)

اور ان سات چیزوں کی تفضیل کا رجوع عالم کی فضیلت ہے جاہل پر، جس سے معلوم ہوا کہ جو تفضیل کی ہے رجوع اس کا تفضیل عالم کی جاہل پر ہے، اس لیے حدیث شریف میں عالم کو عابد پر بار بار مختلف عبارتوں سے ترجیح دی ہے۔

اور نیز حق تعالیٰ نے بعضے انبیا کی تفضیل میں بعضوں پر نھیں صفتوں اور ان کے شعبوں سے ترجیح فرمائی ہے، خاص کر کے سات نبیوں کو سات قسم کے علم سے صریح تفضیل دی ہے۔ (2)

حضرت آدم علیہ السلام کو علم لغت سے کہ ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا''. (4)

اور حضرت خضر علیہ السلام کو علم فراست سے کہ ''وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا''. (5)

اور حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر سے کہ ''وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ''. (6)

(1) آیات یہ ہیں ''وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ''

[پ:۲۲، فاطر:۳۵، آیت:۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲]

(2) ومرجع ایں تفضیل دریں اشیاے ہفتگانہ تفضیل عالم بر جاہل است ازیں جا معلوم شد کہ ہر تفضیلی کہ ہست راجع بر تفصیل عالم بر جاہل است۔ ولہٰذا در حدیث شریف عالم را بر عابد بار بار بعبارات مختلفہ ترجیح دادہ اند۔

ونیز حق تعالیٰ در مقام تفضیل انبیاے بعض ایشاں بر بعض ہمیں صفت و شعبہ ہاے ایں صفت ترجیح فرمودہ۔ خصوصاً ہفت کس را از انبیا بہفت علم صراحۃً تفضیل دادہ۔

(4) حضرت آدم را بعلم لغت کہ ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا'' [پارہ:۱، البقرۃ:۲، آیت:۳۱]

(5) و حضرت خضر را بعلم فراست کہ ''وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا'' [پارہ:۱۵، الکهف: ۱۸، آیت:۶۵]

(6) وحضرت یوسف را بعلم تعبیر کہ ''وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ'' [پارہ:۱۳، یوسف:۱۲، آیت:۱۰۱]

اور حضرت داؤد علیہ السلام کو علم صنعت سے کہ ''وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ''.(1)

اور حضرت سلیمان کو جانوروں کی زبان کا علم کہ ''عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ''.(2)

اور حضرت عیسیٰ کو توریت وانجیل کہ ''وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ''.(3)

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وآلہ وسلم کو علم اسرار کہ ''وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ''.(4)

علما نے کہا ہے کہ ان سات علموں نے ان سات پیغمبروں کے حق میں عجیب ثمرے ظاہر کیے ہیں، حضرت آدم کو ان کے علم نے فرشتوں کا موجود بنایا۔ اور حضرت خضر کو ان کے علم نے حضرت موسیٰ جیسے پیغمبر کی استاذی عنایت کی۔(5)

اور حضرت یوسف کو ان کے علم نے مصر کی بادشاہی تک پہنچایا۔ اور حضرت سلیمان کو ان کے علم نے بلقیس جیسی عورت صاحب دولت وحشمت دلوائی۔ اور حضرت داؤد کو ان کے علم نے بادشاہت تک پہنچایا۔ اور حضرت عیسیٰ کو ان کا علم ان کی والدہ کی تہمت کے زوال کا موجب ہوا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وعترتہ وسلم کو ان کے علم نے

(1) وحضرت داؤد را بعلم صنعت کہ ''وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ'' [پارہ:١٧، الأنبیا:٢١، آیت:٨٠]

(2) وحضرت سلیمان را بدانستن زبانِ جانوراں کہ ''عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ'' [پارہ:١٩، النمل:٢٧، آیت:١٦]

(3) وحضرت عیسیٰ را بعلم توریت وانجیل کہ ''وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ'' [پارہ:٣، آل عمران:٣، آیت:٤٨]

(4) وحضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وآلہ وسلم را علم اسرار کہ ''وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ'' [پارہ:٥، النساء:٤، آیت:١١٣]

(5) گفتہ اند کہ ایں ہفت علم درحق ایں ہفت پیغمبر ثمرات عجیب ظاہر نمود: حضرت آدم را علم ایشاں مسجود ملائکہ ساخت۔ وحضرت خضر را علم ایشاں، استاذی مثل حضرت موسیٰ عنایت فرمود۔

خلافتِ عظمیٰ اور شفاعت کبریٰ پر سرفراز کیا۔ (1)

نکتہ شناسوں سے منقول ہے، کہ حضرت آدم کو مخلوقات کے نام کے علم نے فرشتوں کا مسجود بنایا، تو اللہ تعالیٰ کے اسما و صفات کا علم کس حد تک پہنچائے گا۔ اور حضرت خضر کو علم فراست نے حضرت موسیٰ کی صحبت سے مشرف کیا۔ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وعزتہ وسلم کی امت کو حقیقت، شریعت، طریقت کا علم اگر انبیا کی صحبت تک پہنچا دے تو کیا عجب ہے۔ قرآن میں ہے کہ وہ لوگ خدا کے منعم علیہ نبیوں کے ساتھ ہیں۔

اور حضرت یوسف کو علم تاویل خواب نے دنیا کے بندی خانہ سے نجات بخشی تو اس امت کے مفسرین کو قرآن مجید کے معنیٰ شبہات اور قیامت کے زندان سے نجات بخش دے، تو کیا تعجب ہے۔"(2)

یہ تفسیر عزیزی میں تفسیر کبیر کی عبارت کا ترجمہ لکھا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا استدلال

اور نیز فتح العزیز میں آیت تعلیم اسما کے نیچے لکھا ہے کہ:

(1) حضرت یوسف را علم ایشاں بہ پادشاہی زمین مصر رسانید و حضرت سلیمان را علم ایشاں زنے مانند بلقیس باآں دولت و جاہ و ملک وحشم و مال بخشید و حضرت داؤد علم ایشاں بر ریاست و پادشاہت رسانید۔ و حضرت عیسیٰ را علم ایشاں موجب زوال تہمت از مادر ایشاں شد۔ و حضرت محمد رسول را صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین علم ایشاں بخلافت کبریٰ و شفاعت عظمیٰ سرفراز ساخت۔

(2) اہلِ نکات گفتہ اند کہ حضرت آدم را دانستن نام ہائے مخلوقات مسجود ملائکہ گردانید، دانستن نام ہائے پروردگار و صفات او بچہ حد خواہد رسانید۔ و حضرت خضر را علم فراست بہ صحبت حضرت موسیٰ مشرف ساخت، امت محمد صلی اللہ علیہ واخوانہ وآلہ وسلم را علم حقیقت و شریعت و طریقت اگر بہ صحبت انبیار ساند چہ بعید ست۔ "فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ" و حضرت یوسف را دانستن تاویل خواب از زندان دنیا نجات بخشد اگر مفسرانِ امت را تاویل کتاب اللہ از زندانِ شبہات و از زندان آخرت نجات بخشد چہ استبعاد۔" [تفسیر عزیزی، سورۃ البقرۃ، ص:۲،۱۷۲، ۱۷۳]

(1)حضرت آدم علیہ السلام کا امتیاز دووجہ سے ہے:

اول: یہ کہ حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے فرشتوں کو ہر چیز کے ناموں کا علم نہ تھا، بلکہ انہیں چیزوں کے نام اور حقائق کا علم تھا جو ان کی خدمت کے متعلق تھے، دوسرے حقائق واسما سے نہ ان کو کچھ تعلق تھا اور نہ ان پر مطلع تھے، برخلاف حضرت آدم کے کہ ان کو بسبب خلیفہ بنانے کے عام تعلیم حاصل ہوئی تھی، تاکہ ہر حقیقت کے نفع ونقصان سے خبر دار ہوجائیں، جیسا کہ حاکم اور ابن عساکر نے مرفوع روایت کی ہے، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وعترتہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو تعلیم اسماء کے ضمن میں ہزار حرفت ہر قسم کے پیشوں سے تعلیم فرمائی اور حکم کیا کہ اپنی اولاد کو کہہ دو، کہ اگر تم صبر نہ کرسکو دنیا سے، تو ان حرفتوں سے دنیا طلب کر لینا اور دین سے طلب نہ کرنا کہ دین خالص میرے یعنی خدا کے واسطے ہے۔

سخت افسوس ہے اس پر جو دنیا کو دین کے ساتھ طلب کرتا ہے۔

اور دیلمی نے ابو رافع سے روایت کی ہے، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی تصویریں پانی اور مٹی سے بنا کر مجھے دکھلائی گئی ہیں، اور مجھے سب چیزوں کے نام سکھلائے گئے، جیسے کہ حضرت آدم کو سکھلائے گئے تھے اھ مترجماً۔

(1) عبارت: "بلکہ امتیاز حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام از فرشتگاں بدووجہ است۔ **اول:** آں کہ قبل از خلقت حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام فرشتگاں را علم بہ اسماے ہر ہر چیز حاصل نبود، بلکہ علم ایشاں منحصر بود دراں حقائق واسماء کہ تعلق بکار وخدمت ایشاں داشتہ باشد۔ وبادیگر حقائق واسماء آنہا کارے نداشتند و اطلاع برآنہا ایشاں را حاصل نبود بخلاف حضرت آدم علیہ السلام کہ ایشاں را بجہت استخلاف تعلیم عام واقع شد تا از منفعت ہر حقیقت ومضرت آں آگاہ شوند چناں چہ حاکم وابن عساکر مرفوعاً روایت کردہ اندکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اندکہ حق تعالیٰ آدم را در ضمن تعلیم اسماے ہزار حرفت را از حرفت ہاے گوناگوں تعلیم فرمودہ وارشاد کردکہ اولاد و ذریت خود را بگواے آدم کہ اگر شمار صبر نتوانید کرد از دنیا پس دنیا را بایں حرفت ہاے طلب کنید، ودنیا را بدین طلب نکنید زیرکہ دین خالص براے من است۔ واے بر کسے کہ دنیا را بدیں طلب نماید۔ ودیلمی از ابو نافع روایت می کندکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند "مثلت لي امتي في الماء والطين" یعنی

امام رازی تفسیر کبیر میں تعلیم اسما میں لکھتے ہیں کہ:
"اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کی صفتیں اور خواص تعلیم کر دیے تھے، اھ"(1)

تفسیر عزیزی میں بھی لکھا ہے، کہ "حضرت آدم کو تعلیم اسما اس لیے ہوئی تھی، کہ نام ایک لفظ ہے جو حقیقت پر دلالت کرتا ہے، اور ان کو علم حقائق کا دینا منظور تھا تاکہ خلافت کو سرانجام دے سکیں، اور نام ادنیٰ چیز ہے کہ جس کے سبب حقیقتوں میں امتیاز ہوتا ہے، اور یہ بھی منظور تھا کہ ان کو تمام چیزوں کے خواص اور منافع و نقصان سکھلائے جائیں، اور ان کے استعمال کا طریقہ بھی اھ" مترجماً۔(2)

پس ان سب منقولات معتبرہ سے جو مکذبین کی کلام کی (کہ حضرت آدم کو بوجہ علم ملائکہ پر شرف حاصل ہوا) تفصیل ہے، بخوبی ثابت ہوگیا کہ علم کی ذات کو فضیلت و شرافت ہے، اور حضرت آدم و حضور فخر اولاد آدم صلی اللہ علیہما وسلم کو علم تفصیلی سے ساری مخلوقات پر فضیلت ہے۔

پس مکذبین کا یہ قول کہ شیطان یا کسی اور کو نبیوں سے زیادہ علم مکاشفہ حاصل ہے سخت

تصویرات امت من در آب وگل ساختہ بمن نمودند و علمت الاسماء كلها كما علّم اٰدم الاسماء كلها".

[تفسیر عزیزی، سورۃ البقرۃ، ص:۱۶۷]

(1) عبارت: "أي علمه صفات الأشياء ونعوتها و خواصها.

[تفسير كبير، جز:۲، ص:۱۶۲]

وفي الخازن: والمعالم فسمي كل شئ باسمه وذكر وجه الحكمة التي خلق لها."۱۲

(2) "تعلیم نام ہاے براے آں واقع شد کہ نام عبارت از لفظے است کہ دلالت کند بر حقیقتے و منظور افادۂ علم بہ حقائق بود تا کار خلافت سرانجام تواند کرد و نام اقل آں چیز است کہ بہ سبب آں امتیاز در میان حقائق می شود و نیز منظور آں بود کہ خواص جمیع اشیا و منافع و مضار آں او را تعلیم کردہ می شود و طریق استعمال آں خواص نیز۔" الخ [تفسیر عزیزی، سورۃ البقرۃ، ص:۱۶۶]

عذاب کا موجب ہے، اگر وہ اس ضد اور نفسانیت سے باز نہ آئے، ترقی کے بعد تنزل سے پناہ بخدا۔

اور آیت: ''قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ''(1) سے استدلال بھی مکذبین کو کچھ بھی مفید نہیں ہے، اور یقیناً ہمارے مدعا کے بر خلاف نہیں ہے، کیوں کہ ہم قدرت مستقل اور علم ذاتی سوائے باری تعالیٰ کے کسی کے واسطے بھی قائل نہیں ہیں، بلکہ یہ اعتقاد ہے کہ جس قدر قادر مطلق نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قدرت بخشی ہے اتنی حاصل ہے، جیسا کہ ان کی اسی آیت استدلال والی سے ثابت ہے۔

معالم التنزیل میں ہے ''تو کہہ میں اپنے نفس کے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جتنا خدا نے چاہا ہے میرا مالک ہونا'' اھ مترجماً۔(2)

اور آیت: ''وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ''(3) بھی اطلاعِ الٰہی سے علم غیب حاصل ہونے کو منافی نہیں ہے، جیسا کہ آیت ''اَعْلَمُ الْغَيْبَ '' سے صاف ثابت ہے۔

تفسیر حسینی میں آیت: ''وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ'' کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ اگر میں بے تعلیم حق غیب جان لیتا اھ۔(4)

پس علم ذاتی استقلالی کی نفی اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے غیب پر اطلاع ثابت ہوگئی، اور یہی مطلوب تھا۔ اور آیات میں تطبیق بھی ہوگئی جس پر خدا کا شکر ہے۔

لیکن قصہ بہتان وغیرہ سے استدلال بھی ہمارے مدعا کے منافی نہیں ہے، کیوں کہ ہم

(1) پ:۱۱، یونس: ۱۰، آیت:۴۹

(2) عبارت:''قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا، إلا ماشاء اللّٰه أن املكه.'' ۱۲ [تفسير معالم التنزيل، سورة يونس، آيت:۴۹، ص:۶۰۲]

(3) پاره:۹، الاعراف:۸، آيت:۱۸۸

(4) عبارت تفسیر حسینی: ''وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ واگر بودمن کہ بے تعلیم حق دانستم غیب را۔'' انتہیٰ بلفظہ[تفسیر حسینی، ج:۱، ص:۳۲۴، اردو]

اس کے قائل تو نہیں ہیں کہ آپ اپنے آپ غیب دان ہیں، جیسا کہ اوپر گزرا ہے، اور نہ ہم اس کے قائل ہیں کہ آپ کو ابتدائے نبوت سے سارے علم حاصل تھے، بلکہ جس جس چیز کی آپ کو حاجت ہوتی گئی اس کا علم آپ کو دیا گیا۔ چناں چہ قرآن مجید بھی آپ پر آیت آیت کر کے اترا۔ پس ابتدا میں علم کا نہ ہونا اور انتہا میں حاصل ہو جانا دانش مندوں کے نزدیک ثابت ہے، اور آگے عنقریب اس کا ذکر ہو گا۔

پس اِن قصوں کا حوالہ دے کر مکذبین نے جو یہ نتیجہ نکالا ہے کہ لاکھا امور کونیہ پر آپ کو اطلاع نہ تھی، یہ نرا ان کا ہذیان اور بکواس ہے، کیوں کہ جب ثابت ہو گیا کہ ان سب پر بہ تعلیم الٰہی آپ کو اطلاع ہو گئی تھی، تو پھر ان کو ہمارے مقابلہ میں دلیل بنا کر پیش کرنا نری جہالت ہے۔

اور مواہب لدنیہ کی حدیثوں میں جو مجملاً کلام کی ہے اس کا جواب باصواب آگے موقع تفصیل میں بخوبی دیا جاوے گا۔ جواب تفصیلی کے مقدمہ کی بہ واقعی تردید پر خدا کا شکر ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے:

”جب ہم مسئلہ اعلمیت و افضلیت فی العلم کو حسب تصریحات ائمہ عقائد و مشائخ طریقت مفصل بیان کر کے قصور فہم قصوری صاحب کا ثابت کر چکے، تو اب ہمارے دلائل مذکورہ براہین کی نسبت جو معترض نے اعتراض کیے ہیں ان کی تفصیل جوابات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پھر ان کی روایات کی تعیین مصداق و بیان مجمل میں گفتگو کریں گے۔

پہلی حدیث: ”واللّٰہ ما اَدْرِیْ مَا یُفْعَل بی وَلَا بکم“

کہ بخدا میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اس پر دو اعتراض کیے ہیں:

پہلا: یہ کہ یہ حدیث مثل آیت: ”مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ “[1] کہ میں نہیں جانتا کہ مجھ سے اور تم سے کیا کیا جائے گا منسوخ ہے، آیت: ”لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ“.[2]

یعنی تاکہ بخش دے خدا تیری اگلی پچھلی تقصیریں، اور سوائے اس کے اور آیتوں سے جیسا کہ تفسیر کبیر و معالم وابوالسعود وغیرہا میں لکھا ہے۔

تواس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں پر نسخ کا حکم دلیل ناواقفیت کی ہے، اطفال مدرسہ بھی جانتے ہیں کہ نسخ احکام میں ہوتا ہے، نہ اخبار میں۔

اگر ہم نسخ کی بات تسلیم کرلیں تاہم ثابت ہے کہ ”وقت اِس اخبار کے آپ کو کچھ معلوم نہ تھا۔“ پھر وقت نزول مغفرت کے آپ مطلع ہوگئے۔

اس سے ہمارا مدعا بخوبی حاصل ہے، علاوہ قول ضعیف، مرجوح، بلکہ غلط کو خصم کے مقابلہ میں پیش کرنا قصوری صاحب کے قصور علم و دیانت کی دلیل ہے، جس کو ہم عبارت مرقاۃ وتفسیر کبیر سے رد کرتے ہیں۔

طیبی نے حاشیہ مشکوۃ پر مرقات سے لکھا ہے:

دوسرا: کہ یہ منسوخ ہے آیت مغفرت سے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ خلل ہے کہ ناسخ کے مؤخر ہونے کی صورتوں میں نسخ احکام میں ہوتا ہے، نہ اخبار میں اھ۔[3]

اور تفسیر کبیر سورہ احقاف میں ہے کہ:

”جو لوگ اِس آیت کو احوال آخرت پر حمل کرتے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

(1) پارہ:۲٦، الأحقاف: ٤٦، آیت:۹

(2) پارہ:۲٦، الفتح: ٤٨، آیت:۲

(3) عبارت مرقاۃ: ” وثانيها أن يكون هذا منسوخا بقوله تعالى ”ليغفر لك اللّٰه ما تقدم من ذنبك وما تأخر“ قلت: وفيه أن النسخ على تقدير صحة تأخير الناسخ إنما يكون في الأحكام لا في الأخبار“ [**مرقاة باب البكا والخوف، جز:١٥، ص:٢٦٦**]

ہے کہ جب یہ آیت: ''مَآ اَدْرِیْ'' کی اتری تو مشرکین اور منافق اور یہود خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم کیسے پیروی کریں ایسے نبی کی جس کو یہ معلوم نہیں کہ اس سے اور ہم سے کیا ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ''اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ الی قولہ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ'' (1) تک نازل فرمائی، جس میں بیان کر دیا جو آپ سے اور آپ کے اتباع سے ہونا ہے، اور وہ آیت منسوخ ہوگئی منافقوں اور مشرکین کو خدا نے نگوں سار کیا۔ اور اکثر محققین نے اس قول کو بعید جان کر ضعیف بتایا ہے، کئی وجہ سے اس کی دلیل بیان کی ہے۔'' (2)

اب قصوری صاحب سے پوچھیے کہ نسخ کا لفظ تو دیکھ لیا مگر یہ نہ دیکھا کہ یہ قول قابل اعتبار ہے یا نہیں، یہ نسخ کی بابت جواب تفصیلی نے رَدّ کیا ہے۔

حدیث ''مَا اَدری'' کی وضاحت

اب اس کے جواب میں **فقیر کان اللہ لہ** عرض کرتا ہے: کہ کئی وجہ سے یہ جواب غیر صواب ہے۔

اول: تو یہ کہ مرقات کی عبارت حاشیہ مشکوٰۃ سے نقل کی ہے، اہل علم جانتے ہیں کہ حاشیہ

(1) پارہ:۲٦، الفتح ٤٨، آیت:۱ تا ٥

(2) عبارت تفسیر کبیر: ''أما الذين حملوا هذه الآية على أحوال الآخرة ، فروي عن ابن عباس أنه قال : لما نزلت هذه الآية فرح المشركون والمنافقون واليهود وقالوا: كيف نتبع نبياً لا يدري ما يفعل به وبنا فأنزل اللّٰه تعالى : "إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُّبِيناً .إلى قوله : وَكَانَ ذَلِكَ عِندَ اللّٰه فَوْزاً عَظِيماً ." فبيّن تعالى بالفعل به وبمن أتبعه ونسخت هذه الآية ، وأرغم اللّٰه أنف المنافقين والمشركين . وأكثر المحققين استبعدوا هذا القول واحتجوا عليه بوجوه إلى أن قال فثبت أن هذا القول ضعيف.'' انتھیٰ[تفسیر کبیر، جز:۲۸، ص:۸]

کی عبارت اصل کے برابر معتبر نہیں ہوتی۔

دوسری: وجہ ناسخ کی تاخیر کی صحت کو فرض کرنا قرآن مجید سے سخت غفلت ہے، اس لیے کہ سب پر روشن ہے کہ سورۂ احقاف مکی ہے، اور سورۂ فتح مدنی ہے جو ہجرت کے بعد سالہا سال نازل ہوئی، اب عجب یہ ہے کہ مولانا قاری نے ایسا کیوں کر لکھا ہوگا۔ علاوہ صاحب براہین بھی حافظ قرآن کہلاتا ہے، اور اس اخیر عمر میں بھی اس کو تمیز نہیں سورہ مکی یا مدنی میں۔

تیسری: وجہ یہ حکم "نسخ احکام میں ہی ہوتا ہے نہ اخبار میں" غیر صحیح ہے، اس لیے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، اکثر علما کے نزدیک ان دونوں میں نسخ جاری ہے حدیث صحیح کی دلیل سے، جیسا کہ تفسیر "لباب التاویل فی معانی التنزیل" میں آیت: "وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ"(1) کے نیچے لکھا ہے کہ:

پھر علما کا اختلاف ہے، ایک گروہ نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے، اس سے پچھلی آیت سے۔

دلیل اس کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے، کہا انھوں نے: جب یہ آیت اتری تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر شاق گزری (اس قول تک) جب انھوں نے ایسا کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر کے آیت: "لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا"(2) نازل فرمائی، یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے، اور مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی مانند روایت کی ہے۔

اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں، اس لیے کہ نسخ احکام اور مناہی میں ہوتی ہے اخبار میں نہیں ہوتی۔(3)

(1) پارہ:۲، البقرۃ:۲، آیت:۲۸۴

(2) پارہ:۲، البقرۃ:۲، آیت:۲۸۶

(3) عبارت تفسیر لباب التاویل: " ثم اختلفوا فقال قوم: هي منسوخة بالآية التي بعدها. ويدل عليه ما روي عن أبي هريرة قال: لما نزلت على رسول الله ﷺ "و إن تبدوا ما في أنفسكم أو تخفوه " الآية" اشتد

یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کا۔
اور جلالین میں ہے کہ جب یہ آیت پہلے اتری، تو مسلمانوں نے وسواسوں کی شکایت کی اور اس پر محاسبہ ہونا ان پر شاق گزرا تب آیت ''لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ'' نازل ہوئی۔ اھ (1)

تفسیر مدارک میں ہے کہ اکثر تفاسیر میں ایسا ہی ہے جس سے نسخ ثابت ہو گیا۔
فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ آیت: ''اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ'' کو پچھلی آیت نے منسوخ کر دیا ہے اھ (2)
پس جب صحیح حدیثوں کی سند اور معتبر تفسیروں کی شہادت سے اخبار میں نسخ ثابت ہو گئی تو صاحب براہین اور اس کے حواریین کا یہ بکنا کہ اخبار کی نسخ اطفال مدرسہ کے نزدیک بھی غلط

ذٰلك على أصحاب رسول اللّٰه ﷺ (إلى قوله) فلما فعلوا ذٰلك نسخها اللّٰه عز و جل فأنزل اللّٰه عز و جل: لا يكلف اللّٰه نفساً إلا وسعها (إلى قوله) أخرجه مسلم وله عن ابن عباس نحوه. وقال قوم أن الاٰية غير منسوخة لأن النسخ لا يرد إلا على الأوامر والنواهي ولا يرد على الأخبار.'' ١٢

[لباب التاويل، سورة بقرة، جز:١، ص:٣١]

(1) *عبارت جلالین:* ''ولما نزلت الاٰية التي قبلها شكي المؤمنون الوسوسة وشق عليهم المحاسبة بها فنزل لا يكلف اللّٰه نفسًا إلا وسعها.'' ١٢

[تفسير جلالين، ج:١، ص:٤٩]

(2) *حدیث بخاری:* ''عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما. ان تبدوا ما في انفسكم او تخفوه قال نسختها الاٰية التي بعدها.''١٢[صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قوله امن الرسول بما انزل إليه من ربه، ج:٢، ص:٦٥٢]

ہے، فقیر قصوری کی تغلیط نہیں بلکہ صحیح حدیثوں اور حبر امت وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تغلیط ہے، اس کو یاد رکھ کر آگے سنیے کہ صحیح بخاری کے حاشیہ سندی میں آیت: "مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ" کے نیچے لکھا ہے کہ:

"علما نے کہا ہے کہ یہ آیت: "لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہ" کے پہلے کا معاملہ ہے کہ آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو معلوم نہیں کرایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ کے معلوم کرا دینے سے معلوم ہو گیا۔ اور یہی معنی ہیں اس قول کے کہ یہ منسوخ ہے، اور حاصل اس کا یہ ہے کہ یہ خبر دینی ہے ایک چیز کے جو زائل ہو گئی۔

اور یہ اعتراض کہ خبر منسوخ نہیں ہوتی، ہیچ پوچ ہے، علاوہ یہ خبر اس قبیل سے ہے جس سے حکم متعلق ہے کہ اس سے پہلے امر "قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ"(1) یعنی (تو کہہ دے کہ میں نیا رسولوں سے نہیں ہوں) واقع ہے، پس تعلق نسخ کا اس حکم کی وجہ سے جائز ہے۔ بغور اس کے سمجھ لے۔(2)

مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۴۹ر میں دیکھو۔

(1) پارہ:۲٦، الأحقاف:٤٦، آیت:۹

(2) حاشیہ حدیث: "ثم قالوا هذا كان قبل نزول قوله تعالىٰ ليغفرلك اللّٰه ما تقدم الأية : وكان أولا لا يدري لأن اللّٰه تعالىٰ لم يعلمه ثم ادري بعد أن أعلمه اللّٰه تعالىٰ. وهذا معنىٰ ما قيل : إنه منسوخ وحاصله أنه خبر عن شئ قد زال ، فما قيل عليه: إن الخبر لا يدخله النسخ ليس بشئ على أن هذا الخبر مما تعلق به الأمر في قوله تعالىٰ: قل ما كنت بدعًا من الرسل وما ادري الأية فيجوز تعلق النسخ به بالنظر إلى ذٰلك الأمر. فافهم."١٢

[حاشية سندي على صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب في الجنائز، ومن كان آخر كلامه لا إلٰه إلا اللّٰه ، جز:١، ص:١٨٥]

چوتھی وجہ یہ ہے کہ تفسیر کبیر کی عبارت سے صریح ثابت ہے، کہ نسخ اخبار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے اور دوسری معتبر تفسیروں سے ثابت ہے کہ یہی مذہب بعینہ حضرت انس اور قتادہ اور عکرمہ اور حسن اور ضحاک رضی اللہ عنہم کا ہے، جیسا کہ جلالین کے حاشیہ جمل میں تفسیر قرطبی سے نقل کرکے، لکھتے ہیں کہ:

''مَآ اَدۡرِیۡ مَا یُفۡعَلُ بِیۡ وَلَا بِکُمۡ ''[1] کا معاملہ قیامت کا ہے، جب یہ آیت اتری تو مشرکین، یہود، منافق سب خوش ہوئے، اور بولے ہم ایسے نبی کی ابتاع کیا کریں جس کو یہ معلوم نہیں کہ اس سے اور ہم سے کیا کیا جائے گا، اور بے شک اس کو ہم پر کچھ فضیلت نہیں ہے، اور اگر یہ خدا کی طرف سے نبی ہوتا تو خدا اس کو خبر دیتا جو اس سے ہونا تھا۔ تب آیت: ''لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہ'' نازل ہوئی اور وہ آیت منسوخ ہوگئی اور کافر نگونسار ہوئے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک ہو جو کچھ آپ سے ہونا تھا وہ تو خدا نے بیان کر دیا۔ کاش ہمیں بھی معلوم ہو جائے کہ ہم سے کیا ہوگا۔ پس یہ آیت کہ اللہ تعالیٰ مومن مرد عورتوں کو بہشتوں میں داخل کر دے گا، جن کے درختوں کے تلے نہریں جاری ہیں، اور یہ آیت کہ خوش خبری دے مومنوں کو کہ ان کے لیے خدا کی طرف سے بڑا فضل ہے، نازل ہوئی، یہ حضرت انس اور ابن عباس اور قتادہ اور حسن اور عکرمہ اور ضحاک کا قول ہے۔[2]

(1) پارہ:٢٦، الأحقاف: ٤٦، آیت:٩

(2) عبارت تفسیر قرطبی: " وما أدري ما يفعل بي ولا بكم يريد يوم القيامة.ولما نزلت فرح المشركون واليهود والمنافقون وقالوا: كيف نتبع نبيا لا يدري ما يفعل به ولا بنا، وأنه لا فضل له علينا، ولو لا أنه ابتدع الذي يقوله من تلقاء نفسه لأخبره الذي بعثه بما يفعل به، فنزلت ''ليغفر لك اللّٰه ما تقدم. الآية'' فنسخت هذه الآية، وأرغم اللّٰه أنف الكفار. وقالت الصحابة: هنيئا لك يا رسول اللّٰه، لقد بين اللّٰه لك ما يفعل بك فليت شعرنا ما هو فاعل بنا ؟ فنزلت ''ليدخل المؤمنين

یہ ترجمہ ہے عبارت جمل کا مطبوعہ مصر کے چوتھے جلد کے صفحہ ۱۳۸ر سے۔
اب تفسیر قرطبی کی تعریف کشف الظنون سے سنیئے کہ یہ تفسیر حدیث اور آیات قرآنی پر مشتمل ہے، شیخ امام ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر فرح انصاری خزرجی قرطبی مالکی متوفی ۶۸۱ کی ہے، اور یہ کتاب معتبر تفسیر قرطبی سے مشہور ہے کئی جلدوں میں اھ۔ (1)
علامہ خطیب شربینی کی تفسیر میں ہے کہ قول نسخ کا حضرت ابن عباس اور انس اور حسن اور عکرمہ سے مروی ہے۔ (2)
چوتھے جلد کے صفحہ ۶ر میں دیکھو۔
امام جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں کہ روایت کی ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے آیت کہ:
''میں نیا رسولوں سے نہیں اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے اور تم سے کیا کیا جائے گا۔''
تو اللہ تعالیٰ نے بعد اس کے آیت مغفرت نازل فرمائی، اور نیز یہ آیت:
''تاکہ داخل کردے گا خدا مومن مردوں اور عورتوں کو بہشتوں میں اخیر آیت تک،

والمؤمنات، الآية'' ونزلت ''وبشر المؤمنين بأن لهم من الله فضلا كبيرا.'' قاله أنس وابن عباس وقتادة والحسن وعكرمة والضحاك.'' ١٢
[تفسير قرطبي، ج:١٦، ص:١٨٠]

(1) فائدہ: قال في كشف الظنون جامع أحكام القرآن والمبين لما تضمن من السنة و أي الفرقان للشيخ الإمام أبي عبد الله محمد بن أحمد أبي بكر فرح الأنصاري الخزرجي القرطبي المالكي المتوفى ٦٨١ھ وهو كتاب كبير مشهور بتفسير القرطبي في مجلدات. إنتهىٰ
[كشف الظنون، ج:١، ص:٥٣٤]

(2) عبارت : " إن قول النسخ مروي عن ابن عباس وبه قال أنس والحسن و عكرمه.'' ١٢[تفسير شربيني، ج:٣، ص:٧١٨]

پس حق تعالیٰ نے جو کچھ اپنے نبی اور مومنوں سے کرنا تھا معلوم کرادیا۔" (1)

اور ابوداؤد نے ناسخ میں طریقہ عکرمہ ابن عباس سے سورۂ احقاف میں روایت کی ہے کہ آیت "وماادری" کو آیت مغفرت سورہ فتح نے منسوخ کردیا، تب آپ نے لوگوں کو سنایا کہ میرے خدا نے سب کچھ بخش دیا، تو ایک مسلمان نے عرض کی، مبارک ہو آپ کو یارسول اللہ آپ کا حال تو اب ہم کو معلوم ہوگیا۔ پس ہم سے کیا کیا جائے گا؟ تب حق تعالیٰ نے سورۂ احزاب میں کی آیت اتاری کہ خوش خبری دے مومنوں کو کہ بے شک ان کے لیے خدا سے بہت فضل ہے، اور نیز یہ آیت کہ اللہ تعالیٰ داخل کرے گا مومن مرد اور عورتوں کو بہشتوں میں جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور خدا ان کے سب گناہ بخش دے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ سے اور مومنوں سے جو ہونا تھا سو بیان فرمادیا۔ (2)

اور روایت کی عبد بن حمید نے حسن سے کہا جب اتری آیت: "وَمَاۤ اَدۡرِیۡ" تو آں حضرت ﷺ کچھ زمانہ خوف میں رہے، پس جب آیت: "اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا

(1) عبارت:"ما كنت بدعاً من الرسل" يقول لست بأول الرسل "وما أدري ما يفعل بي ولا بكم" فأنزل اللّٰه تعالىٰ بعد ذٰلك "ليغفر لك اللّٰه ما تقدم " الآية. وقوله "ليدخل المؤمنين والمؤمنات" الاٰية، فأعلم اللّٰه سبحانه و تعالىٰ نبيه ما يفعل به وبالمؤمنين جميعاً."١٢
[الدر المنثور في تفسير الماثور، ج:٧، ص:٤٣٥]

(2) عبارت: " ما يفعل بي ولا بكم نسختها هذه الاٰية التي في الفتح فخرج إلى الناس فبشرهم بالذى غفرله ما تقدم من ذنبه وما تاخر، فقال رجل من المؤمنين: هنيئًا لك يا رسول اللّٰه قد علمنا الاٰن ما يفعل بك فماذا يفعل بنا؟ فأنزل اللّٰه تعالىٰ في سورة الأحزاب وبشر المؤمنين بأن لهم من اللّٰه فضلاً كبيراً. وقال: "ليدخل المؤمنين والمؤمنات الاٰية فبين اللّٰه تعالىٰ ما يفعل به وبهم."[الدر المنثور في تفسير الماثور،ج:٧، ص:٤٣٦]

مُّبِيْنًا''مغفرت کے حال کی اتری تب بھی آپ عبادت میں کوشش کرتے رہے،کسی نے عرض کی کہ آپ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالتے ہیں،حالاں کہ خدا نے آپ کا سب کچھ بخش دیا ہے،تو آپ نے جواب دیا،کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (1)

اور ابن جریر نے قتادہ سے روایت کی کہ اول آپ کو معلوم نہ تھا پھر خدا نے آپ سے جو کچھ کرنا تھا معلوم کرا دیا۔ سورۂ فتح کی آیات بخشش اول آخر سے،یہ ترجمہ ہے بقدر حاجت روایات تفسیر درمنثور کا۔ (2)

ابن جریر رضی اللہ عنہ کی وضاحت

اب تفسیر ابن جریر کی تعریف سنو کہ اتقان فی علوم القرآن میں مفسرین طبقہ تابعین اور ان سے پچھلوں کا لکھتے ہیں۔ابن جریر طبری اور اس کی کتاب بزرگ ترین اور معظم ترین تفاسیر سے ہے،پھر کہا اگر تو کہے کہ کون سی تفسیر کی طرف آپ ہمیں ہدایت کرتے ہیں،اور حکم کرتے ہیں کہ اس پر اعتبار کیا جائے،میں کہتا ہوں تفسیر امام ابو جعفر ابن جریر طبری کی وہ ہے جس پر علما معتبر کا اتفاق ہے کہ اس کی مانند کوئی تفسیر نہیں بنی۔

امام نووی نے کہا:

(1) عبارت: ''لما نزلت هذه الأية ''وما ادري ما يفعل بي ولا بكم'' عمل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في الخوف زماناً فلما نزلت ''إنا فتحنا لك فتحا مبينا'' الآية. إجتهد, فقيل له: تجتهد نفسك وقد غفرلك اللّٰه ما تقدم من ذنبك وما تأخر. قال: أفلا أكون عبداً شكوراً.

[الدر المنثور في تفسير الماثور,ج:٧، ص:٤٣٦]

(2) عبارت:''وما ادري ما يفعل بي ولا بكم'' قال ثم درى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بعد ذٰلك ما يفعل به لقوله''إنا فتحنا لك فتحا مبينا'' الآية. ١٢

[الدر المنثور في تفسير الماثور,ج:٧، ص:٤٣٧]

ابن جریر کی کتاب تفسیر میں کسی نے اس کی مانند تصنیف نہیں کی ہے۔ (1)

یہ ترجمہ ہے تفسیر اتقان کی عبارت کا۔

پس اب جواب تفصیلی والے غور کریں کہ جو قول صحیح حدیثوں سے مستند ہو، اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سے جو اکابر مفسرین تھے ان کا مختار ہو، اور نہایت معتبر تفسیروں میں اس پر بہت اعتماد کیا گیا ہو تو ایسا قول تفسیر کبیر کے ضعیف کر دینے سے کیوں کر ضعیف ہو سکتا ہے، جس کے حق میں جو اتقان میں لکھا ہے وہ علما کو معلوم ہے۔

پس یہ قول ہرگز ضعیف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تفسیر تو نام ہے اسی قول کا جو مستند صحیح حدیثوں اور صریح روایتوں سے ہو، اور اس کے مخالف قول کا تو کچھ اعتبار ہی نہیں دانش مندوں کے نزدیک۔

پس اب صاحب براہین اور اس کے حواریین سے پوچھنا چاہیے کہ آپ کی دیانت یہی ہے کہ جو بات صحیح حدیثوں اور اقوال ثقات سے ثابت ہو اس کی تغلیط کرنی۔ مگر ان سے پوچھنے کی کیا حاجت ہے کہ یہ تو حق تعالیٰ کے امکان کذب اور آں حضرت ﷺ سے برابری اور برادری کے مدعی اور آپ کے علم کو شیطان لعین کے علم سے کم جانتے ہیں، خدا ہی ان سے پناہ دے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

(1) عبارت: ''ابن جرير الطبري وكتابه أجل التفاسير و أعظمها، ثم قال: فإن قلت فأي التفاسير ترشد إليه وتامُرُ الناظر أن يعول عليه. قلت: تفسير الإمام أبي جعفر ابن جرير الطبري الذي أجمع العلماء المعتبرون على أنه لم يؤلف في التفسير مثله . قال النووي كتاب ابن جرير في التفسير لم يصنف احدٌ مثله. '' إنتهى١٢[الاتقان في علوم القرآن، النوع الثانی معرفة الخصوص والسفری، جز:١، ص:٤٥٥]

پانچویں وجہ: صاحب تفسیر کبیر نے جو وجوہ ضعیف نسخ کے لکھے ہیں وہ۔

''پہلی وجہ یہ ہے: کہ پیغمبر علیہ السلام کا ضروری ہے کہ اس کو اپنے نبی ہونے کا یقین ہو، اور جب اس کو اپنی نبوت کا یقین ہوا تو وہ جان لے گا کہ مجھ سے کبیرہ گناہ صادر ہوں گے اور میں مغفور ہوں، پس اس حالت میں منع ہے کہ وہ اپنے مغفور ہونے میں شک کرے۔

دوسری وجہ: بے شک انبیا اولیا سے بہت اونچے حال ہیں، پس جب ولیوں کے حق میں قرآن کا فرمان ہے کہ بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، تو ان پر نہ خوف ہے، اور نہ وہ اندیشہ ناک ہوں گے۔ پس کیوں کر متصور ہو سکے کہ ایسا رسول جو متقیوں کا سردار اور نبیوں کا پیشوا ہے اس کو شک ہو کہ میں مغفور ہوں یا معذوب۔

تیسری وجہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ خدا خوب جانتا ہے جگہ رکھنے پیغمبری کو۔ اور مراد اس سے کمال حال نبی کا اور اس کا قرب ہے، درگاہِ الٰہی میں اور جو ایسا شخص ہو تو کب لائق ہے کہ وہ شک کرے کہ میں معذبین سے ہوں، یا مغفورین سے۔ (1)

(1) عبارت: ''**الأول** : أن النبي صلى الله عليه وسلم لا بد وأن يعلم من نفسه كونه نبياً. ومتى علم كونه نبياً علم أنه لا تصدر عنه الكبائر وأنه مغفور له. وإذا كان كذلك امتنع كونه شاكاً في أنه هل هو مغفور له أم لا. و **الثاني** : لا شك أن الأنبياء أرفع حالاً من الأولياء. فلما قال في هذا ''إِنَّ الذين قَالُواْ الله رَبُّنَا إلى قوله وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ .[پارہ:۲۶، الاحقاف:۴۶، آیت:۱۳] فكيف يعقل أن يبقى الرسول الذي هو رئيس الأتقياء وقدوة الأنبياء والأولياء شاكاً في أنه هل هو من المغفورين أو من المعذبين. **الثالث** : أنه قال تعالى: ''الله أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ''[پ:۸، الانعام:۷، آیت: ۱۲۴] والمراد منه كمال حاله ونهاية قربه من حضرة الله تعالى ، ومن هذا حاله كيف يليق به أن يبقى شاكاً في

یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا۔

اب یہ تینوں وجہ ہمارے مدعا کی مؤید ہیں کہ آں حضرت ﷺ کو اپنا حسن خاتمہ معلوم ہے، اور آپ کو اپنی بخشش یا عذاب میں کوئی شک نہیں ہے، بلکہ آپ اپنی بخشش اور اپنی امت کی نجات میں یقین پر ہیں، اس لیے جواب تفصیلی والوں نے یہ وجوہ نقل نہیں کیے، تاکہ ان کی دلیل سے ان کا قول باطل نہ ہوجائے۔

مگر اِن وجوہ سے نفی منسوخیت مستفاد نہیں ہوتی ہے، اس لیے آں حضرت ﷺ فی الحقیقت شک میں نہ تھے، بلکہ آپ کو اپنی پیغمبری اور عصمت اور بخشش اور امت مرحومہ کی نجات پر یقین تھا۔

پس جب یہ آیت اتری کہ "تو کہہ دے کہ میں نہیں جانتا کہ مجھ سے اور تم سے کیا کیا جائے گا۔" جس سے خود بخود معلوم کرنے کی نفی اور منصب نبوت کا اثبات تھا۔ اور طعن کرنے والوں نے اس پر زبان درازی کی کہ ایسے نبی کی ہم کیا اتباع کریں۔ الخ تو ان کے زعم پر یہ جواب کافی نہ تھا کہ میں ضرور نبی اور معصوم اور مغفور ہوں، کیوں کہ وہ آپ کی نبوت پر باور نہیں کرتے تھے، بلکہ یہ کہتے تھے کہ اگر یہ اپنی طرف سے مدعی نبوت نہیں تو اس کو نبی بنانے والا مطلع کردے گا جو اس سے کرنا ہے، پس اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرمادیا کہ تمھارا سب کچھ مغفور ہے، پس اس میں کیا قباحت ہے، بلکہ یہ کلام تو مقتضا مقام پر صادر ہوئی ہے، جو اصل مقصود میں غور کرے گا وہ اس کو ضعیف نہ کہے گا، اور خدا ہی مالک الہام کا ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے: کہ حدیث: "بخدا میں نہیں جانتا، کہ میرے ساتھ اور تمھارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔"

صاحب مشکوٰۃ نے اس کو ام العلا انصاریہ سے روایت کرکے اس کے پیچھے لکھا ہے کہ

أنه من المعذبين أو من المغفورين؟" انتهىٰ بلفظه [تفسير كبير، ج:١٤، ص:٨]

یہ بخاری نے روایت کی ہے۔

پھر صحیح بخاری میں کئی جگہ یہ حدیث ہے۔ پہلے باب داخل ہونے کے میت پر مرنے کے بعد جب کفن میں درج کی جائے اور اس میں ام العلا کا عثمان ابن مظعون کو کہنا ہے کہ میری شہادت تیرے حق میں ہے کہ بیشک خدا نے تیری تعظیم کی۔

تو اس پر آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ اور تجھ کو کیوں کر معلوم ہوا کہ تحقیق خدا نے اس کی تعظیم کی۔

میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! پس خدا کس کا اکرام کرے گا۔ تو آپ نے فرمایا: لیکن وہ اس کو یقین آگیا اور میں اس کے لیے امید نیکی کی کرتا ہوں، بخدا میں نہیں جانتا حالاں کہ میں رسولِ خدا ہوں، میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور یہ روایت یحییٰ بن بکیر کی ہے لیث سے۔

اور نافع کی روایت یزید بن عقیل سے یہ ہے کہ اس کے ساتھ یعنی عثمان کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔(1)

اور شعیب اور عمرو بن دینار اور معمر نے بھی ایسا ہی کہا ہے، یہ ترجمہ ہے عبارت بخاری کا۔

دوسری کتاب شہادات باب قرعہ مشکلات میں یوں روایت ہے کہ "میں اس کے واسطے امید نیکی کی کرتا ہوں، اور بخدا میں نہیں جانتا، حالاں کہ میں رسولِ خدا ہوں کہ اس کے

(1) عبارت: "قول أم العلاء لعثمان بن مظعون : فشهادتي عليك لقد أكرمك اللّٰه فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وما يدريك أن اللّٰه أكرمه. فقلت: بأبي أنت يا رسول اللّٰه فمن يكرمه اللّٰه. فقال عليه السلام: أما هو فقد جاء اليقين واللّٰه إني لأرجو له الخير. و اللّٰه ما أدري وأنا رسول اللّٰه ما يفعل بي ."١٢[صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب: الدخول على الميت بعد الموت، ج:١، ص:١٦٦]

ساتھ کیا کیا جائے گا۔"(1)

اور اس کے حاشیہ پر بعلامت عینی درج ہے کہ مراد عثمان ہے، کیوں کہ آپ نہیں جانتے اس سے مگر جو وحی آپ کی طرف ہو۔(2)

تیسری کتاب الہجرۃ باب مقدم النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں یوں روایت ہے: "بخدا میں اس کے لیے امید نیکی کی کرتا ہوں، اور میں نہیں جانتا حالاں کہ میں رسول خدا ہوں کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور ایک نسخہ میں میرے ساتھ، اور اس کے حاشیہ پر لکھا ہے، کہ عینی داؤدی سے نقل کرتا ہے کہ میرے ساتھ کیے جانے کا لفظ وہم ہے، اور صواب جو کیا جائے گا عثمان سے، کیوں کہ آپ نہیں جانتے مگر وحی سے آپ کی طرف۔(3)

یہ مطبوعہ دہلی میں ہے، پھر فقیر نے اصل شرح عینی سے جو مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی مکہ معظّمہ کے کتاب خانہ میں ہے، یہ عبارت دیکھی۔

چوتھے باب رؤیا النساء میں حدیث سعید کی لیث سے کہ بخدا میں نہیں جانتا حالاں کہ میں رسول خدا ہوں، کہ مجھ سے کیا کیا جائے گا۔ اور حدیث ابی الیمان شعیب سے ہے کہ آپ

(1) عبارت: "وإني لأرجو له الخير واللّٰه ما أدري وأنا رسول اللّٰه ما ذا يفعل بی."[المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب الجنائز، ص:٥٣٤]

(2) عبارت: "أي بعثمان ؛ لأنه لا يعلم من ذٰلك إلا مايوحى إليه."١٢ [عمدة القاري، جز:١٢، ص:١٤٧]

(3) عبارت: "و اللّٰه إني لأرجو له الخير وما أدري وأنا رسول اللّٰه ما يفعل به و في نسخة: بي[صحيح البخاري، كتاب بنيان الكعبة، باب مقدم النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، ص:٥٥٩]

وكتب علىٰ حاشيته : قال العيني قال الداؤدي : ما يفعل بي وهم والصواب ما يفعل به أي بعثمان ؛ لأنه لا يعلم من ذٰلك إلا بالوحي إليه."١٢[حاشيه صحيح البخاري، ج:١، حاشيه نمبر:٧، ص:٥٥٩]

نے فرمایا، کہ میں نہیں جانتا کہ اس سے کیا کیا جائے گا۔ یہ عبارت بخاری کا ترجمہ ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بخاری نے اس تعلیق سے اشارہ کیا ہے کہ محفوظ روایت لیث سے یہ ہے کہ کیا کیا جائے گا عثمان سے سوائے اس کے کہ کیا کیا جائے گا، مجھ سے (1)

یہ شرح علامہ عینی کی دستخطی سے منقول ہے۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ یہ جو بعض محققین نے لفظ " بی " کو وہم اور غیر صواب کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کو اپنی رسالت پر یقین ہو وہ یقیناً جانتا ہے کہ اس سے نیکی کی جائے گی، جیسا کہ قرآن مجید اس پر ناطق ہے، اور فرقان حمید میں جو "ما یفعل بی" اِس کی وجہ اوپر گزر چکی ہے، کہ یہ فرمانا مومنوں کی دل خوشی اور کافروں و منافقوں کی شرمندگی کا سبب ہوا تھا۔

پس ثابت ہوا کہ وہ حدیث صاحب براہین اور اس کے پیشوا تقویۃ الایمان والے کے مستند لفظوں سے ہرگز صحیح بخاری میں نہیں، اور مشکوٰۃ میں سہو قلم ہو گیا ہے۔

پس ایسی حدیث سے جس کے لفظوں میں تغیر واقع ہو، اور معنیً منسوخ ہو آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علم کی نفی پر دلیل پکڑنی اور کافروں و منافقوں کی طرح خوش ہونا جیسا کہ معتبر تفسیروں سے اوپر لکھا گیا ہے، یہ سوائے وہابیوں کے کسی اور کا کام نہیں ہے، پناہ بخدائے لایزال۔

جواب تفصیلی میں لکھا ہے:

"دوسرا اعتراض کہ اس حدیث کو شُرّاح نے حقیقت پر محمول نہیں کیا ہے۔ آپ نے ایک عورت کی زجر کے واسطے فرمایا تھا جس نے حضرت عثمان بن مظعون کے حق میں بہشت

(1) عبارت: "و اللّٰہ ما أدري وأنا رسول اللّٰہ ماذا یفعل بي. وفي حدیث أبي الیمان عن شعیب قال: ما أدري ما یفعل بہ إنتھیٰ. من عینہ. قال العلامۃ العیني : أشار بھذا التعلیق إلی أن المحفوظ في روایۃ اللیث ما یفعل بہ. وقد مر أنہ ھو الصواب دون قولہ ما یفعل بي."
[صحیح البخاري، ج:۲، ص:۱۰۳۷]

کی شہادت دی تھی، چناں چہ مجمع البحار اور ترجمہ مشکوٰۃ وغیرہما میں ہے۔"

اِس کا جواب سنیے کہ اس کی بھی شراح نے تغلیط کی ہے، علی قاری لکھتے ہیں:

"مایفعل بي ولابکم" میں طیبی نے کہا:

اس میں چند توجیہیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ یہ ارشاد ایک عورت کی بے ادبی پر زجر کے لیے فرمایا تھا، کہ اس نے عثمان بن مظعون کے جنتی ہونے کا حکم کیا جو غیب پر حکم ہے۔(1)

میں کہتا ہوں مخفی نہیں کہ یہ حدیث کے ورود کا سبب ہے اس کو اشکال کے رفع ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کو موقع رفع اعتراض میں ذکر کرنا بڑی غلطی ہے۔

شاید قصوری صاحب کی عادت ہے کہ قول ضعیف و مرجوح و غلط کو ہی اختیار فرمایا کرتے ہیں، اس میں جو توجیہات قوی تھیں آپ نے ان کا نام تک نہ لیا، چناں چہ مرقاۃ میں ہے:

تیسری توجیہ یہ ہے کہ نفی درایت تفصیل کی نہ مجمل کی۔ میں کہتا ہوں کہ یہی صحیح ہے، جملہ ہذا ہوالصحیح حصر کو مقتضی ہے، اور صحیح کا مقابلہ غلط ہوتا ہے۔ انتہی بلفظہٖ (2)

فقیر قصوری کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ صاحب براہین مع حواریین نے اتنا تو مان لیا ہے کہ وہ وجہ فقیر نے مجمع البحار اور ترجمہ مشکوٰۃ سے نقل کی ہے، لیکن چوں کہ فقیر نے اختصار کی وجہ سے ان کی عبارتیں جو نقل نہیں کی تھیں، اس سے مکذّبین کو موقع غلط بنانے کا مل گیا، اب ان

(1) عبارت جواب تفصیلی والے کی:" قال القاري في المرقاة: مايفعل بي ولا بكم. قال الطيبي: فيه وجوه أحدها أن هذا القول منه حين قالت امرءة لعثمان بن مظعون لما توفىٰ هنيئًا لك الجنة زجراً لها علىٰ سوء الأدب بالحكم على الغيب."۱۲[مرقاة ،باب البكاءوالخوف، جز:۱۵، ص:۲٦٦]

(2) بقیہ عبارت جواب تفصیلی والے کی:"وثالثها: أن يكون نفياً للدراية المفصلة دون المجماته. قلت: هذا هو الصحيح. الخ."

کی عبارتیں نقل کرکے ان کی تغلیط کو غلط کردیتا ہوں۔

مجمع بحار الانوار میں طیبی سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کو دینی کاموں سے خاص کرنا اس کے مورد کے بر خلاف ہے، پھر توجیہ اخیر یوں لکھی ہے کہ "یا یہ زجر ہے عثمان کے جنتی ہونے کی شہادت دینے والی عورت کو، کہ اس نے غیب کا حکم دیا تھا۔" اھ (1)

اور محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حقیقت پر محمول نہیں ہے اور سب نبیوں سے عموماً اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وعترتہ وسلم سے خصوصاً یہ امر منفی ہے، کیوں کہ دلائل قطعیہ سے ان کا حسن خاتمہ یقینی۔ اور آپ نے صرف ایک عورت کے جھڑکنے کو ایسا فرمایا تھا جس نے بہشتی اور عاقبت بخیر ہونے عثمان بن مظعون کے آپ کے روبرو شہادت دی تھی، پس اس غیبی بات کی تصریح پر آپ ناراض ہوئے اور ایسا فرمایا۔ اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث آیت مغفرت کے پہلے کی ہے، اور اس کے نزول کے بعد کوئی ابہام نہ رہا۔ اور خوبی عاقبت کا یقین ہو گیا اھ۔ (2)

(1) عبارت: ''إن تخصيص هذا الحديث بالأمور الدينية يخالف مورده ثم ذكر التوجيه الأخير بقوله: أوزجر لقائلة عثمان "هنيئاً لك الجنة" لحكمها بالغيب.'' انتهىٰ۱۲

(2) عبارت: ''إن هذا الحديث غير محمول على الحقيقة و منفي في حق سائر الأنبياء عموماً و سيد الأنبياء خصوصاً صلوات اللّٰه أجمعين؛ لأن الدلائل القطعية تنطق بحسن خاتمتهم باليقين. وإنما قاله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم لزجر امرأة شهدت بالجنة والعاقبة بالخير في حق عثمان بن مظعون في حضوره صلى اللّٰه عليه وسلم وقال هذا. والحق أن هذا الحديث قاله عليه السلام قبل نزول اٰية "ليغفر لك اللّٰه ما تقدم" فبعد نزولها ما بقي ابهام وحصل اليقين بخير العاقبة . انتهىٰ مترجماً۱۲

[اشعة اللمعات ، ج:٤، ص:٢٥٣، ٢٥٤، ملخصاً]

اور شیخ الاسلام عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ تو وحی سے ہی فرماتے تھے، پس ام العلا کے قطعی بہشتی ہونے عثمان کی شہادت پر آپ نے انکار فرمایا، اس لیے کہ اس کو کچھ بھی خبر نہ تھی اس کے حال سے۔ (1)

یہ مصنف کی شرح مخطی شرح موجودہ کتب خانہ مکہ معظّمہ سے منقول ہے، اور او پر بھی اسی شرح سے بنقل بعضے محققین لکھا گیا ہے کہ لفظ "ما یفعل بی" وہم ہے، اور "ما یفعل به" صواب ہے۔

پس بے شک مقصود اس کلام سے ام العلا کی شہادت قطعیت پر زجر تھی کہ وہ شہادت وحی سے ہوتی ہے، اور صاحب وحی ﷺ کی طرف اِس کے بارہ میں کوئی وحی نہیں آئی تھی، پس اس توجیہ صحیح کا انکار کرنا اور اس کو غلط مرجوح بنانا صاحب براہین اور اس کے حواریین کا ہی کام ہے، حدیث اور محدثین معتبرین پر طعن ہے اور تغلیط ہے۔

رہا وہ جو مقاۃ سے لکھا ہے کہ تحقیق صحیح رفع اشکال حدیث میں درایت مفصل کی نفی ہے سوائے مجمل کے، اس میں یہ خلل ہے کہ علامہ قسطلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ "اصل اکرام تو یقینی ہے۔ برماوی نے کہا ہے اور بہت سی تفاصیل بھی معلوم تھیں بعض تفاصیل پوشیدہ تھیں۔ (2)

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ اس نفی کو درایت مستقلہ کی نفی پر حمل کرنے سے اشکال بالکل رفع ہو جاتا ہے، پس صاحب براہین کا وجہ مختار محدثین کی تغلیط کرنی قطعاً غلط ہے، اور خدا

(1) عبارت: "لأنه عليه السلام لا ينطق عن الهوىٰ فأنكر على أم العلاء قطعها على عثمان اذ لم تعلم هي من أمره شيئاً." انتهىٰ۱۲
[عمدة القاري، جز:۱۲، ص:۱٤۷]

(2) عبارت: " فأصل الإكرام معلوم . قال البر ماوي: وكثير من التفاصيل: أي: معلوم أيضاً . فالخفي بعض التفاصيل إنتهىٰ." ۱۲[ارشاد الساري، كتاب الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الصوت، ج:۳، ص:۳۱۱]

ہی منتقم کافی ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے:

”روایت تکفیر ناکح بشہادت اللہ و رسول سے جو کتب فقہیہ میں مُصرَّح ہے، اس پر قصوری صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ ہر چند اس میں بہت سی گفتگو ہے، مگر اس جگہ اتنا ہی جواب میں کافی ہے ردالمختار و طحطاوی وغیرہما میں معتبرات کی سند سے تصریح کی ہے کہ یہ روایت تکفیر غیر صحیح ہے، کیوں کہ آں حضرت ﷺ پر اشیا عرض ہوتے ہیں اور آپ باعلام الٰہی بعض غیب جانتے ہیں۔ الخ

اس کا جواب سنیے کہ قصوری صاحب کا روایت تکفیر ناکح بشہادۃ اللہ ورسولہ کو غیر صحیح کہنا غلط اور ناواقفیت کی دلیل ہے۔ جب اس کو متقدمین و متاخرین فقہا نے قبول کیا ہے تو اس کی تغلیط جمہور فقہا کی تغلیط ہے۔

علی قاری اپنے شرح فقہ اکبر میں لکھتا ہے:

پھر جان لو کہ انبیا غیب کی چیزیں نہیں جانتے مگر جو خدا ان کو کبھی کبھی جتلا دے، اور حنفیوں نے اس اعتقاد کی کہ نبی ﷺ غیب جانتا ہے تکفیر پر تصریح کی ہے، کہ یہ آیت کہ تو کہہ دے آسمان اور زمین میں سوائے خدا کے کوئی غیب نہیں جانتا ہے مقابل ہے، ایسا ہی مسایرۃ میں ہے۔(1)

(1) عبارت: ”ثم إعلم أن الأنبياء لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلا ما أعلمهم اللّٰه تعالىٰ أحياناً. وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يعلم الغيب بمعارضة قوله تعالى: ”قل لا يعلم من في السمٰوات والأرض الغيب إلا اللّٰه“ كذا في المسائرة.“ انتهىٰ.

[شرح فقه اكبر، ص:٤٢٢] (یہ دلیل جواب تفصیلی والے کی ہے)

اور بحر الرائق کا مسئلہ معلوم ہو چکا ہے جو عامہ کتب فقہ در مختار وفتاویٰ عالم گیریہ اور فتاویٰ قاضی خاں وغیر ہا میں ہے، "الغرض تمام فقہا متفق ہیں کہ جو معتقد آپ کے علم غیب کا ہو وہ کافر ہے۔" لیکن خاص جزئی نا کح بشہادۃ اللہ ورسولہ کی بابت بعضے فقہاے متاخرین نے بنظر احتیاط کلام کی ہے۔

اگر بالفرض ہم ان فقہاے متاخرین کے قول کو بمقابلہ جمہور فقہا کے وقعت کی نگاہ سے دیکھیں تاہم اس کی بنیاد اس پر ہے جو فقہا نے لکھا ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں بہت سے وجوہ قویہ تکفیر کی ہوں، اور ایک وجہ ضعیف عدم تکفیر کی ہو، تاہم ترجیح عدم تکفیر کو ہے، اس لیے اس مسئلہ میں تکفیر سے احتراز کیا گیا۔ ورنہ مسئلۂ تکفیر معتقد علم غیب غیر اللہ متفق علیہ ہے۔

پس اگر یہ روایت غلط بھی ہو تاہم قصوری صاحب کو کچھ مفید نہیں، بلکہ ان کے قصور فہم پر دال ہے۔ خود روایت ردالمحتار سے جس کا ترجمہ قصوری صاحب نے نقل کیا ہے ہمارے مدعا کی مثبت ہے، یعنی آپ پر اشیا عرض ہوتے ہیں، اور آپ باعلام الٰہی بعض غیب جانتے ہیں۔

اس قدر تو ہم بھی متفق ہیں، لیکن اس سے مطلق عالم غیب بعلم محیط ہونا جیسا قصوری صاحب کا اعتقاد ہے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بعلم محیط عالم غیب ہیں، پس ایسے خرافات سے اپنے مدعا پر استدلال لانا سوائے متبعان فضل رسول کے کسی دین دار ذی علم کا کام نہیں ہے، انتہیٰ بلفظہٖ

فقیر قصوری کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ روایت تکفیر نا کح بشہادت خدا اور رسول علیہ السلام کی عدم صحت فقہا ہی کی تصحیح سے ہے، کہ رسول بعض غیب جانتا ہے باعلام الٰہی اور نیز مجموعہ خانی میں فتاویٰ حجت سے درج ہے، کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ اعمال امت آپ پر عرض ہوتے ہیں۔ اھ (1)

(1) عبارت: "والصحيح أنه لايكفر ؛ لأن أعمال الأمة يعرض على النبي صلى الله عليه وسلم." انتهىٰ ١٢[مجموعه خاني]

پس ثابت ہوا کہ روایت تکفیر کی غیر صحیح۔ اور یہ دعویٰ کہ روایت تکفیر کو متقدمین اور متاخرین نے قبول کیا ہے، بلا دلیل ہے۔

اور علیٰ ہذا قاری سے جو حنفیوں کی تصریح نقل کی ہے اس پر کہ "معتقدِ علمِ غیبِ نبی کافر ہے۔" تو اُس کو اس روایت سے کوئی تعلق نہیں۔

اور بے شک جو یہ اعتقاد کرے کہ نبی علیہ السلام خود بخود غیب جانتے ہیں وہ کافر ہے، اس لیے کہ قاری کا یہ لکھنا "مگر جو خدا ان کو بھی معلوم کرا دے" صریح ہے اس میں کہ مراد علم غیب خود بخود اور مستقل کی ہے۔

علاوہ ازیں یہ عبارت علامہ قاری کی سب انبیا کے حق میں عموماً ہے، اور ہماری کلام آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم میں ہے، خصوصاً اور ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ آپ کو علم ساری مخلوقات سے زائد دیا گیا ہے چہ جائے کہ شیطان مردود۔

اور آپ کا وہ علم جو "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنَ" سے تعبیر کیا گیا ہے ہر چند اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے، جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔ لیکن ہم اس جگہ علامہ قاری کی ہی کلام سے ثابت کر دکھاتے ہیں تاکہ مکذبین کا قصور فہم اور تعصب ظاہر ہو جائے۔

یہی علامہ قاری شرح شفا میں لکھتے ہیں کہ: "آپ کے معلومات بے نہایت اور لاغایت تھے، اور آپ کو علم اس کا جو چیز ہوئی ہے اور ہوگی سعادت و شقاوت سے سب کی اطلاع دی گئی ہے بدلیل آیت: "اور تعلیم کیا تجھ کو جو تو نہیں جانتا تھا، اور خدا کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔ اھ"(1)

اور نیز یہی علامہ قاری شرح قصیدہ بردہ میں لکھتے ہیں، اس کے نیچے کہ آپ کی بعض بخشش دنیا

(1) عبارت: "وكانت معارفه صلى الله عليه وسلم في نهاية لا ترام وغاية لاتسام (إلى قوله) وأطلعه عليه من علم ما كان في عالم الشهادة وما يكون في الغيب من السعادة والشقاوة (إلى قوله) لقوله تعالىٰ و علمك مالم تكن تعلم. وكان فضل الله عليك عظيماً." ۱۲

اور آخرت ہے، اور بعض علوم آپ کے سے علم لوح وقلم ہے، کہ علم لوح وقلم کا آپ کے علوم کا بعض اس وجہ سے ہے کہ آپ کے علوم کلیات اور جزئیات اور حقائق ودقائق اور عوارف ومعارف متعلق ذات وصفات کی طرف قسم پذیر ہیں، اور علم لوح وقلم کا آپ کے علموں سے ایک سطر اور آپ کے علموں کے دریاؤں سے ایک نہر ہے۔ اھ" (1)

اور نیز یہی قاری مرقات میں حدیث کہ "تم مجھ پر درود بھیجا کرو، تمہارا درود مجھ کو ضرور پہنچتا ہے جہاں سے تم بھیجو گے۔"

قاضی نے کہا ہے: اور یہ اس لیے کہ پاک نفس جب بدنی علائق سے خالی ہوکر اونچے جاتے اور ملاء اعلیٰ سے متّصل ہوتے ہیں اور کوئی پردہ نہیں رہتا ہے تو سب کو دیکھتے ہیں، جیسا کوئی خود دیکھ رہا ہے، یا فرشتہ کی خبر دینے سے ان کو اور اس میں بھید ہے، مطلع ہوتا ہے اس پر جس پر آسان ہو۔ (2)

اور یہ دعویٰ کہ بعض متاخرین نے جو روایت تکفیر نکلے بشہادۃ اللہ ورسولہ میں گفتگو کی

(1) عبارت: "قوله : فإن من جودك الخ وكون علومها من علومه صلى الله عليه وسلم أن علومه تتنوع إلى الكليات والجزئيات وحقائق ودقائق وعوارف و معارف يتعلق بالذات والصفات وعلمها يكون سطراً من سطور علمه و نهراً من بحور علمه صلى الله عليه وسلم."١٢

[الزبدة العمده في شرح البرده، ص:١١٧]

(2) عبارت:حديث-"صلوا على فإن صلوٰتكم تبلغني حيث كنتم. قال القاضي : وذٰلك أن النفوس الزكية القدسية إذا تجردت عن العلائق البدنية عرجت واتصلت بالملأ الأعلىٰ ولم يبق لها حجاب فترىٰ الكل كالمشاهد بنفسها، أو باخبار الملك لها وفيها سر يطلع عليه من تيسر له." انتهىٰ١٢

[الشفاء، ج:٢، ص:٨]

ہے۔اس کی بنیاد اس پر ہے کہ جب ایک مسئلہ میں کئی وجوہ قوی تکفیر کے ہوں اور ایک وجہ ضعیف عدم تکفیر کی ہو، تو رجحان عدم تکفیر کو ہوگا، محض کذب ہے، کیوں کہ اس مسئلہ میں تو کوئی ایک وجہ بھی تکفیر کی نہیں ہے چہ جائے کہ بہت وجوہ تکفیر کی ہوں، اس لیے کہ یہ مخالف ہے آیت کے کہ "خدا غیب داں ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسول پسندیدہ کو" جیسا کہ معتبر فقہا کے اس پر تصریح ہوئی ہے۔

اور یہ جو کہا ہے کہ "اس میں ہم متفق ہیں کہ آپ پر اشیا عرض ہوتے ہیں، اور آپ بعض غیب بہ اعلام الٰہی جانتے ہیں لیکن اس سے مطلق علم غیب محیط کا ثبوت نہیں ہوتا ہے۔"

پس اگر اس سے مراد نفی علم غیب مطلق اور احاطہ اشیا مانند علم اور احاطہ باری تعالیٰ کی ہے، تو ہم بھی اس کی نفی کے قائل ہیں۔اور اگر یہ مراد ہے کہ آں حضرت ﷺ کو علم محیط زمین کا نہیں ہے اور یہ احاطہ شیطان لعین کے واسطے نص سے ثابت ہے اور پہلا نص سے ثابت نہیں جیسا کہ جواب تفصیلی والوں کا قول ہے تو یہ بالکل اور صریح جھوٹ ہے، کیوں کہ جن کو علم "مَا كَانَ وَمَا يَكُونَ" کا دیا گیا ہے ان کا علم شیطان کے علم سے کیوں کر ناقص ہوگا۔ اور قریب ہی اس کا بخوبی رد مذکور ہوگا۔ اور سب کاموں میں خدا ہی مددگار ہے اور اس پر توکل ہے۔

علم غیب کے خلاف دلائل

جواب تفصیلی میں ہے:

"بعد اس کے مولوی قصوری بہ تقلید مولوی فضل رسول کے مدعی ہوئے کہ علم غیب مخصوص بذات پاک باری تعالیٰ وہ علم ذاتی استقلالی ہے، اور یہی معنیٰ ہیں ان آیات وحدیث کے جن میں سوائے حق تعالیٰ کے غیب کی نفی مخصوص ہے۔"

میں کہتا ہوں یہ دونوں مولوی غلط سمجھے۔ اختصاص کچھ صرف ذاتی میں ہی منحصر نہیں بلکہ محیط ہونا اور قدیم ہونا بھی مختص باری تعالیٰ سے ہے۔ اور اگر مدار اختصاص کا صرف ذاتی

ہونے پر ہو، تو اول تو الوہیت میں بھی ملحوظ ہو، حالاں کہ تمام کفار عرب اپنے اللہ کو اللہ بالذات نہیں اعتقاد کرتے تھے، اور ان کا کفر بہ نص قرآنی ثابت ہے۔

دوسرے غیر خدا کے واسطے علم غیب کی مثبت کی تکفیر جائز نہ ہوتی، حالاں کہ کتب معتبرہ فقہیہ میں اس کی تکفیر مصرح ہے، اور اگر غور سے دیکھا جائے تو مطلق علم ذاتی استقلالی خواہ غیب ہو یا شہادت مختص بالذات پاک حق تعالیٰ ہی ہے.

معلوم ہوتا ہے کہ قصوری صاحب علم غیب ذاتی اور استقلالی کو مخصوص بالذات باری تعالیٰ اعتقاد کرتے ہیں، اور علم شہادت کو مخصوص بالذات باری تعالیٰ نہیں کرتے ہیں، یہ ان کی کمال ایمان داری ہے، اھ انتہیٰ بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ اوپر سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ صاحب براہین مع حواریین جب کوئی مسئلہ لیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تب بھی بے راہ ہی جاتے ہیں اپنے قصور فہم یا تعصب سے، پس جب اپنی عقل سے کچھ کہیں گے تو وہ بالکل ہی باطل ہوگا۔

غیب کے معنیٰ اور اقسام

جان لو! کہ غیب نام ہے اس چیز کا جو حواس ظاہرہ و باطنہ سے غائب ہو، تا کہ مشاہدہ اور وجدان سے معلوم نہ ہو سکے، اور اس کے اسباب و علامات بھی عقل و فکر میں نہ آویں، تا کہ بداہت اور استدلال سے معلوم ہو سکے۔

اور یہ قسم غیب کا کسی کے نزدیک غیب ہے اور کسی کے نزدیک ظاہر ہے، پس اندھے کے واسطے رنگ غیب ہے، اور آواز شہادت ہیں، اور جماع کی لذت نامرد کے واسطے غیب ہے، اور بھوک پیاس فرشتوں کے واسطے غیب ہے، اور بہشت و دوزخ شہادت ہے اور اس غیب کو غیب اضافی کہتے ہیں۔

اور جو چیز سب مخلوقات کی بہ نسبت غیب ہے، وہ غیب مطلق اور مخصوص بذات باری تعالیٰ ہے۔

یہ تفسیر فتح العزیز کی عبارت ضروری کا ترجمہ ہے، اور باقی بھی اپنے موقع پر مذکور ہوگا۔ اور ایسا ہی دوسری تفسیروں میں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ غیب کے بھی دونوں قسم حق تعالیٰ سے خاص نہیں ہیں، تو علم شہادت کو خدائے پاک سے مخصوص بنانا کسی دانش مند کا قول نہیں ہے، اس لیے کہ خاصہ نام ہے اس کا جو اپنے مخصوص میں موجود ہو، اور دوسرے میں نہ ہو۔

پھر تفسیر مدارک میں آیت: ''وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ'' کے نیچے لکھتے ہیں۔ ''اور ہر کسی کو تم سے غیب کے علم نہیں دیے گئے، پس جب رسول کسی کے نفاق یا ایمان کی خبر دے تو یہ وہم نہ کرنا کہ وہ خدا کی طرح دلوں کی باتوں پر مطلع ہے، پس ان کے کفر اور ایمان سے خبر دیتا ہے: ''وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ'' یعنی ولیکن خدا وحی کے ذریعہ سے رسول کو خبردار کرتا ہے کہ فلانے کے دل میں نفاق ہے اور فلانے کے دل میں اخلاص، پس رسول اللہ تعالیٰ کے خبردار کرنے سے جانتا ہے، نہ خود بخود۔'' (1)

اور تفسیر بیضاوی میں ہے کہ ہر کوئی تمھارا علم غیب نہیں دیا جاتا تاکہ دلوں کے ایمان اور کفر سے مطلع ہوں لیکن حق تعالیٰ اپنی رسالت کے واسطے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے، پس اس کی

(1) عبارت : ''وما كان اللّٰه ليطلعكم على الغيب (اٰلِ عمران ٣، آيت: ١٧٩) وما كان ليؤتي أحد امنكم على الغيوب فلا تتوهموا عند إخبار الرسول بنفاق الرجل وإخلاص الاٰخر أنه يطلع على ما في القلوب اطلاع اللّٰه تعالىٰ فيخبر عن كفرها وإيمانها ''ولٰكنّ اللّٰه يجتبي من رسله من يشآء'' [پاره: ٤، اٰلِ عمران: ٣، آيت: ١٧٩] أي ولكن اللّٰه يرسل الرسول فيوحي إليه ويخبره بأن في الغيب كذا وأن فلانا في قلبه الإخلاص وفلانًا في قلبه النفاق فيعلم ذلك من جهة إخبار اللّٰه تعالىٰ لامن جهة نفسه.'' انتهىٰ. [تفسير مدارك، جز:١، ص:١٩٣]

طرف وحی کرتا ہے اور غیبوں کے علم کی اس کو خبر دیتا ہے۔" اھ [1]

پس اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب ذاتی استقلالی ہی کا خدا کے ساتھ مخصوص ہونا آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے، اور اسی کا قائل حق روشن پر ہے۔

اور جب سرور عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات اور صفات حادث ہیں قدیم نہیں تو علم قدیم کو آپ کے علم سے خارج کرنے کی کیا حاجت ہے، اور جو زمین بلکہ آسمان کی چیزوں کے احاطہ کو خدا پاک سے مخصوص کرتا اور انبیا سے اس کی نفی کرتا ہے، وہ قرآن و حدیث کے مخالف ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

"اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان اور زمین کی اور تاکہ اس کو یقین آوے۔" [2]

اور صحیح حدیث میں ہے:

"پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔"

جس کا مفصل ذکر عن قریب آتا ہے۔

اور جب وجوب وجود اور الوہیت بہر وجہ حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے تو ان کو ذاتی سے مخصوص کرنا علم غیب پر قیاس فرمانا قیاس مع الفارق ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے۔

اور نیز تفسیر مدارک میں آیت: "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" [3] کے نیچے لکھتے ہیں کہ "یہ آیت فرقہ باطنیہ پر حجت ہے کہ وہ اپنے امام کے لیے یہ علم ثابت کرتے ہیں،

(1) عبارت: "وما كان ليؤتي احدكم علم الغيب فيطلع علىٰ ما في القلوب من كفر و ايمان ولٰكن اللّٰه يجتبي لرسالته من يشاء فيوحي إليه ويخبره ببعض المغيبات." انتهىٰ[تفسير بيضاوى، ج:٢، ص:١٢١]

(2) آیت یہ ہے: "وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ" الخ. (پاره:٧، الانعام:٦، آيت:٧٥)

(3) (پاره:٤، اٰلِ عمران:٣، آيت:١٧٩)

پس اگر امام کے لیے نبوت ثابت نہ کریں تو نص کے مخالف ہوکر غیر رسول کے واسطے علم غیب ثابت کرتے ہیں، اور اگر نبوت ثابت کریں تو آیت ختم نبوت کے مخالف ہوتی ہے۔" (1)

اور مسئلہ تکفیر معتقد علم غیب نبی علیہ السلام میں اوپر کلام ہو چکی ہے اس کو یاد کرلو۔

جواب تفصیلی میں ہے:

"اور باعلام باری تعالیٰ بعض غیب پر مستولی ہونا سرور عالم صلعم۔" (2) کا جس کو بہت سی آیات قرآنی کا "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ" الآیۃ(3) اور "عَلَّمَ كَمَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ"(4) اور "ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ" الآیۃ(5) اور "تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ"(6) اور "عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ"(7)

قصوری صاحب ارشاد فرماتے ہیں، ہم کو انکار نہیں یہ ہمارا عین عقیدہ ہے، لیکن اس سے علم محیط کا ثبوت جو معتقد علیہ قصوری صاحب کا ہے اور جس کو ہم شرک کہتے ہیں محال

(1) عبارت تفسیر مدارک "والاٰية حجة على الباطنية فإنهم يَدَّعُون ذٰلك العلم لإمامهم فإن لم يثبتوا النبوة له صاروا مخالفين للنص حيث أثبتوا علم الغيب لغير الرسول وإن أثبتوا النبوة له صاروا مخالفين لنص اٰخر وهو قوله "وخاتم النبيين." انتهىٰ ۱۲[تفسير مدارك، جز:۱، ص:۱۹۳]

(2) مکذبین نے اختصار سے صرف صلعم لکھا ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

(3) پارہ:٤، اٰلِ عمران: ٣، آیت:٧٩

(4) یہ آیت اسی طور سے مکذبین نے لکھی ہے، جب کہ قرآن میں اِس طرح ہے "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ" [پارہ:٥، النساء:٤، آیت:١١٣]

(5) پارہ:١٣، یوسف:١٢، آیت:١٠٢

(6) پارہ:١٢، ھود:١١، آیت:٤٩

(7) پارہ:٢٩، الجن:٧٢، آیت:٢٦

ہے۔" انتہی بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ فقیر کا مدعا صاحب براہین کے اس قول کی "کہ شیطان کی وسعت علم اور احاطہ نص سے ثابت ہے، اور آں حضرت علیہ السلام کی وسعت علم ثابت نہیں، اور وہ شرک ہے، جیسا کہ اعتراض سے اہل علم پر روشن ہے" تردید ہے، چناں چہ اس کا قصور فہم اور تعصب ظاہر کیا کہ حدیث محرف اور منسوخ یا غیر محمول معنی حقیقی پر اور روایت ضعیف ان دو دلیل سے آپ کے علم کی قلت ثابت کی ہے، اور فقیر نے پانچ آیتیں ذکر کی ہیں، جن سے بتعلیم الٰہی آپ کے واسطے حصول علم غیب متحقق ہے جس کو جواب تفصیلی والوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور فقیر کا اعتقاد حسب اعتقاد اہل سنت یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ کا علم تمام مخلوقات کے علم سے وسیع ہے، چہ جائے کہ علم شیطان مردود، چناں چہ قرآن و حدیث سے اس کے دلائل قائم کیے گئے ہیں، اور صاحب براہین مع حواریین نے جن پر دلائل اعتراض کیے ہیں ان کا رد اور احاطہ کے معنی بھی اپنے موقع پر مبین ہوتے ہیں۔

جواب تفصیلی میں ہے:

"اس کے بعد وسعت علم فخر عالم صلعم (1) کے آیت "ما اوحی الی عبدہ مَا اَوْحٰی"(2) اور آیت "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ"(3) اور بحر الرائق سے بحوالہ تفسیر حسینی اور مدارج النبوۃ سے بیان کیے۔ بے شک حضرت فخر عالم (4) کے وسعت علم پر بھی ایمان و ایمان و اعتقاد ہے، لیکن اس سے قصوری صاحب کا احاطہ علمی سمجھنا غلطی ہے۔

(1) مکذبین نے ایسا ہی لکھا ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

(2) اس آیت کو مکذبین نے ایسا ہی لکھا ہے۔ جب کہ قرآن پاک میں ہے: "فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی"(پارہ:۲۷، النجم:۵۳، آیت:۱۰)

(3) پارہ:۵، النساء:٤، آیت:۱۱۳

(4) مکذبین نے درود ترک کیا ہے۔ ۱۲

قطع نظر اس سے تفسیر کبیر میں ذیل تفسیر "فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى"(1) دو توجیہیں لکھیں:

ایک یہ کہ محمد کی طرف وحی کی جو جبریل کو وحی کی۔ **دوسری** جبریل کی طرف وحی کی جو محمد کی طرف وحی کی، اس پر ما مصدر یہ ہوا۔(2)

یہ خلاصہ ہے تفسیر کبیر کا، پس اس سے اپنے استدلال کی حقیقت سمجھ لیجیے۔

اور آیت: "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ"(3) کی بھی امام رازی نے دو توجیہیں لکھی ہیں:

ایک: یہ کہ اس سے مراد وہ ہے، جو متعلق دین کے ہے، جیسا کہ فرمایا کہ "تو نہیں جانتا تھا کہ کیا کتاب ہے، اور نہ ایمان۔"

"اور اس وجہ پر تقدیر آیت کی یہ ہے کہ خدا نے تجھ پر کتاب اور حکمت اتاری اور ان کے اسرار پر تجھ کو مطلع کیا اور ان کے حقائق پر تجھے وقوف دیا باوصف یہ کہ تو پہلے دونوں کو کچھ نہیں جانتا تھا، پس ایسا ہی آئندہ تجھ سے معاملہ ہوگا۔"

دوسری وجہ: مراد اس آیت سے یہ ہے کہ تعلیم کیا تجھ کو جو تو نہیں جانتا تھا پہلے لوگوں کی خبریں، پس ایسا ہی تجھے تعلیم کر دے گا منافقوں کے حیلے اور مکر جس سے تو ان کے مکر اور حیلہ سے بچنے پر قادر ہو جائے گا۔"(4)

(1) پارہ:۲۷، النجم:۵۳، آیت:۱۰

(2) عبارت: "أحدهما: أوحى إلى محمد ما أوحاه إلى جبرئيل. وثانيهما: أوحى إلى جبرئيل ما أوحى إلى محمد. فعلي هٰذا ما مصدرية." انتهىٰ ملخصًا. [تفسير كبير، جز:۱٤، ص:۲٤۹]

(3) پارہ:۵، النساء :٤، آیت:۱۱۳

(4) عبارت: "أحدهما أن يكون المراد ما يتعلق بالدين كما قال: "ما كنت تدري ما الكتب ولا الإيمان" وعلىٰ هذا الوجه تقدير الأية أنزل اللّٰه عليك الكتٰب والحكمة وأطلعك علىٰ أسرارهما وأوقفك على حقائقهما

یہ خلاصہ تفسیر کبیر کا ہے۔

''شاید اس موقع سے قصوری صاحب نے تفسیر کبیر کو ملاحظہ نہیں کیا ورنہ اس آیت کو ہمارے مقابلہ میں پیش نہ کرتے، یا ملاحظہ کیا ہوگا مگر اس کی ترک کی دیانت نے اجازت نہ دی ہوگی۔ اور اگر ابہام کو ہر جگہ مفید کثرت مانیں تو ''وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ'' کی دلیل سے ہر ایک بشر کو عالم ''مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ'' اعتقاد کرلیں، رہا اعتقادیات کے ثبوت میں بحر الحقائق و تفسیر حسینی و مدارج کے ذکر سے قصوری صاحب کیوں نہیں شرماتے۔'' انتہیٰ

معاندین کی لغزشیں

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ اس تحریر میں صاحب براہین مع حواریین ایسے سراسیمہ ہوئے کہ آیت: ''فَاَوْحٰی'' کو ''ما اوحی'' لکھ دیا۔ اور ایک جگہ درود بصورت صلعم مختصر کرکے پھر کئی جگہ بالکل چھوڑ دیا۔ اور حسب اپنی اصلی عادت کے تفسیر کبیر کی عبارت نقل کرنے میں بھی خیانت فاحش کی، کہ پچھلی دو توجیہیں نقل کیں اور پہلی عمدہ توجیہہ ترک کر دی۔ جس کو امام رازی لکھتے ہیں کہ:

''دوسری وجہ عبدہٗ میں ہمارے قول پر کہ وحی کرنے والا حق تعالیٰ ہے، اور بندہ محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم معنی یہ ہوئے کہ خدا نے وحی کی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف جو وحی کرنی تھی، اِس کو بزرگی اور تعظیم کے واسطے مبہم رکھا۔ اور یہ وجہ تفسیر کی نہایت حسن ترتیب پر واقع ہوئی ہے، بدیں وجہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا میں مراتب انسان کے اعلیٰ مراتب میں حاصل ہوئی، اور وہ نبوت ہے، پھر مرتبۂ نبوت میں آپ جبرئیل کے قریب ہوئے اور رسول بنے، پس برابر اور کامل ہوئی اور لطف سے امت کے نزدیک ہو کر ان سے ملائم باتیں کیں، اور امت اور رب کے درمیان

مع أنك ما كنت قبل ذٰلك عالمًا بشيء منهما فكذلك يفعل بك في مستأنف أيامك. الوجه الثاني أن يكون المراد وعلمك مالم تكن تعلم من أخبار والأولين فكذٰلك يعلمك من حيل المنافقين ووجوه كيدهم وما تقدر به على الاحتراز عن وجوه كيدهم ومكرهم.'' انتهىٰ ملخصًا [تفسير كبير، جز:۱۱، ص:۳۲]

آمد و رفت شروع فرمائی، پس خدا نے آپ کی طرف بلا واسطہ جبرئیل وحی کی، جو وحی کرنی تھی۔" (1) یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا۔

اب ملاحظہ کرو! کہ امام رازی نے کیسا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے علم وسیع ثابت کیا ہے۔

اور علیٰ ہذا دوسری آیت میں کہ: "اور تعلیم کیا تجھ کو جو تو نہیں جانتا تھا اور خدا کا فضل تجھ پر بہت ہے یہی اول عبارت منقولہ میں خیانت کر کے دو جگہ اپنے زعم کے مخالف کو چھوڑ دیا ہے، پہلے آئندہ کے معاملہ کے بعد یہ عبارت کہ "کوئی منافقوں سے آپ کے گمراہ کرنے اور لغزش دینے پر قادر نہ ہوگا۔" (2) چھوڑ دی۔

دوسری وہ عبارت جو آپ کے وسیع علم پر نص تھی وہ سب کی سب خورد برد کر گئے، اور وہ "وَ كَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا" کے آخر سے یعنی "اور یہ بزرگ تر دلائل سے ہے علم کے اشراف فضائل اور مناقب ہونے پر، بدیں وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تھوڑا سا ہی علم دیا ہے، جیسا کہ فرمایا کہ: "نہیں دیے گئے تم علم سے مگر تھوڑا سا۔" اور ایک شخص کو ساری مخلوق کے

(1) عبارت: "الوجه الثاني في عبده على قولنا: الموحي هو الله، و عبده محمد صلى الله عليه وسلم، معناه: أوحى الله إلى محمد ما أوحى إليه للتفخيم والتعظيم وهذا على ما ذكرنا من التفسير ورد على ترتيب فى غاية الحسن. وذلك لأن محمدًا صلى الله عليه وسلم فى الاول حصل فى الأفق الأعلىٰ من مراتب الإنسان وهو النبوة، ثم دنا من جبرئيل وهو فى مرتبة النبوة فصار رسولاً فاستوىٰ وتكامل و دنىٰ من الأمة باللطف وتدلي إليهم بالقول الرفيق وجعل يتردد مرارًا بين أمته وربه فأوحى الله إليه من غير واسطة جبرئيل ما أوحى."[تفسير كبير، ج:١٤، ص:٢٤٨]

(2) عبارت: "لا يقدر أحد من المنافقين على إضلالك وإزلالك."١٢ [تفسير كبير، جز:١١، ص:٣٢]

علموں سے جو حصہ ملا تو وہ بھی تھوڑا ہی ہے، پھر اس تھوڑے کو اللہ تعالیٰ نے بہت فرمایا آیت: ''وَ كَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا''میں۔ اور ساری دنیا کا نام بھی خدا نے تھوڑا رکھا ہے، جو فرمایا ''کہ دے سامان دنیا تھوڑا ہے۔'' اور یہ بات علم کی نہایت درجہ کی فضیلت پر دلیل ہے۔''(1) یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا۔

اب صاحبان انصاف غور سے دیکھیں کہ امام رازی نے کیا عمدہ اس آیت سے اثبات کیا ہے، کہ آں حضرت ﷺ ساری مخلوقات کا علم دیے گئے ہیں، ہر چند یہ علم بہ نسبت علم الٰہی کے قلیل ہے مگر اپنی ذات میں اس کو حق تعالیٰ نے بزرگ بہت تعبیر کیا ہے۔

پس مکذبین کا یہ کہنا کہ: ''بے شک فخر عالم کی وسعت علم پر بھی ایمان واعتقاد ہے۔'' ارکانِ ریاست اسلامیہ سے تقیہ ہے۔ اور اس عبارت دلیل وسعت علم کو چھوڑ دینا اور دوسرے وجوہ تردید قول وسعت علم کا اختیار کرنا منافقوں کا طور نہیں تو اور کیا ہے۔

جب امام رازی کے بیان سے مکذبین کی نگوں ساری کے طور پر کیسی قدر وسعت علم سرور عالم ﷺ کا ذکر ہو چکا ہے، تو اب اہل ایمان کی دل خوشی کی غرض سے کچھ تھوڑا سا دوسری تفسیروں سے بھی مذکور ہوتا ہے۔

آیت: فَاَوۡحٰۤى مختلف مفسرین کی نظر میں

تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے کہ آیت: ''فَاَوۡحٰۤى اِلٰى عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰى''، میں عظمت

(1) عبارت: ''وهذا من أعظم الدلائل علىٰ أن العلم أشرف الفضائل والمناقب؛ وذٰلك لأن اللّٰه تعالىٰ ما أعطى الخلق من العلم إلا القليل، كما قال: ''وما اوتيتم من العلم الا قليلاً.'' ونصيب الشخص الواحد من علوم جميع الخلق يكون قليلاً، ثم أنه سمّى ذلك القليل عظيمًا حيث قال: (وما أوتيتم من العلم إلا قليلا). وسمّى جميع الدنيا قليلاً حيث قال: ''قل متاع الدنيا قليل.'' وذٰلك يدُلّ على غاية شرف العلم.'' انتهىٰ بلفظه [تفسیر کبیر، ج:٦، ص:٣٢]

شان وحی کا بیان ہے۔ ایک قول ہے کہ نمازوں کی وحی تھی۔ بعضے کہتے ہیں کہ یہ وحی تھی کہ بہشت نبیوں پر حرام ہیں جب تک آپ ان میں داخل نہ ہوں، اور امتوں پر بھی جب تک آپ کی امت داخل نہ ہو، اور ظاہر یہ ہے کہ وحی بھید اور معارف اور حقیقتیں تھیں، جن کو سوائے خدا اور اس کے رسول کے کوئی نہیں جانتا۔ اور آیت: ''وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا'' میں ظاہر دلیل ہے علم کی شرافت پر کہ خدا نے اس کو بزرگ فرمایا اور ساری دنیا کو قلیل یعنی تھوڑا سا نام رکھا۔''(1)

یہ تفسیر نیشاپوری کا ترجمہ ہے۔

اور تفسیر مدارک میں ہے کہ آیت: ''فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی'' میں عظمت شان وحی کا بیان ہے، جو آپ کی طرف ہوئی تھی۔ الخ(2)

تفسیر جلالین میں ہے کہ آیت: ''فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی'' میں وحی کا ذکر نہ کیا۔ اس کی عظمت شان کے واسطے، اھ۔(3)

حاشیۂ جمل میں ہے کہ اکثر مفسرین اس پر ہیں کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ پس وحی کی حق

(1) عبارت قوله تعالىٰ: ''فأوحى إلى عبده ما أوحىٰ'' وفيه تفخيمٌ لشان الوحي. فقيل: أوحى اللّٰه الصلوٰة. وقيل: أوحى إليه أن الجنة محرمة على الأنبياء حتى تدخلها، وعلىٰ الأمم حتى يدخلها أمتك والظاهر أنها أسرار و حقائق ومعارف لايعلمها إلااللّٰه ورسوله. [تفسير نيشاپوري، باب:١، جز:٧، ص:٧٦]

وكان فضل اللّٰه عليك عظيمًا. فيه دليل ظاهر على شرف العلم حيث سمّاه عظيما و سمى متاع الدنيا بأسرها قليلاً.'' انتهىٰ١٢ [تفسير نيشاپوري، باب:١٢، جز:٣، ص:٧٥]

(2) عبارت: ''تفخيم للوحي الذي أوحى إليه.'' الخ١٢ [تفسير مدارك، ج:٢، ص:١٩٥]

(3) عبارت: ''ولم يذكر الوحي تفخيمًا لشانه.'' انتهىٰ.١٢ [تفسير جلالين، ص:٥٤٦]

تعالیٰ نے اپنے بندے محمد (ﷺ) کی طرف جو وحی کرنی تھی ۔اھ کرخی ،اور عظمت شان سے عموم وحی کی طرف اشارہ ہے،اور وہ تمام شرع کے احکام تھے۔اھ

خطیب اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ ایک قول ہے کہ یہ وحی مبہم تھی جس پر ہم مطلع نہیں،اور تمام پر ہمارا ایمان ہے، یا وہ وحی معلوم تفسیر کی گئی تھی دو قول ہیں الخ۔ (1)

یہ حاشیۂ جمل کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

تفسیر خازن میں ہے، آیت: ''وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ''کی مراد احکام شرع امور دین لکھے ہیں اور ایک قول ہے کہ تعلیم کیا آپ کو علم غیب سے جو تجھے معلوم نہ تھا۔اور ایک قول ہے کہ سکھلائیں آپ کو پوشیدہ باتیں اور دلوں کے بھیدوں پر آپ کو اطلاع دی، اور منافقوں کے حال اور مکر جو تجھے معلوم نہ تھے تعلیم کر دیے،اور خدا کا فضل آپ پر بزرگ ہے یعنی ہمیشہ سے یا رسول اللہ آپ پر خدا کا فضل عظیم ہے،اھ۔ (2)

اور تفسیر مدارک میں ہے:

(1) عبارت:"والأكثر على أن المعنى فأوحى اللّٰه تعالىٰ إلى عبده محمد ماأوحى اھ كرخي. قوله: تفخيمًا لشانه أي: وإشارة إلى عمومه وهو جميع أحكام الشريعة اھ. خطيب. وفي القرطبي ثم قيل: هذا الوحي هل هو مبهم لانطلع عليه وتعبدنا بالإيمان له على الجملة، أو هو معلوم مفسّر: قولان ۔"الخ. انتهىٰ.[تفسير جمل، جز:۷، ص:۳۱٦]

(2) عبارت: ''وعلمك مالم تكن تعلم يعني من أحكام الشرع وأمور الدين. وقيل: علمك من الغيب مالم تكن تعلم .وقيل: معناه وعلمك من خفيات الأمور وأطلعك على ضمائر القلوب وعلمك من أحوال المنافقين وكيدهم مالم تكن تعلم وكان فضل اللّٰه عليك عظيمًا يعني ولم يزل فضل اللّٰه عليك يا محمد عظيمًا.''[تفسير خازن، جز:۱، ص:٤٢٦]

اور تعلیم کیں آپ کو جو معلوم نہ تھا امور دین اور شرائع یا پوشیدہ کاموں اور دلوں کے بھیدوں سے، اور خدا کا فضل آپ پر بزرگ ہے جو کچھ آپ کو تعلیم کیا اور جو آپ پر نعمت دی۔ اھ(1)

اور جلالین میں ہے:

اور تعلیم کیا جو آپ کو معلوم نہ تھا احکام اور علم غیب سے، اور خدا کا فضل آپ پر بزرگ ہے، اس تعلیم وغیرہ سے۔ اھ(2)

اور تفسیر زاہدی میں ہے کہ آیت:

''فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی'' کے معنٰی یہ ہیں کہ خدا نے اپنے بندہ سے کلام کی جو کلام کرنی تھی، اول سے آخر تک سارے نبی اور رسول اور تمام مخلوقات اس کے جاننے سے عاجز ہیں، خدا تعالیٰ جانتا ہے یا اس کا رسول مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ اھ(3)

اور تفسیر روح البیان میں ہے کہ: آپ کا علم جمیع معلومات غیبیہ ملکوتیہ کو محیط ہو گیا، جیسا کہ حدیث بحث ملائکہ میں آیا ہے، کہ آپ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنا کف میرے شانوں میں رکھا، پس اس کی سردی میرے پستانوں میں پہنچی، پس جان لیا میں نے علم اولین و

(1) عبارت: ''وعلمك مالم تكن تعلم من أمور الدين والشرائع أو من خفيات الأمور وضمائر القلوب وكان فضل الله عليك عظيمًا فيما علمك وأنعم عليك.''[مدارك التنزيل، جز:۱، ص:۳۲۵]

(2) عبارت: ''وعلمك مالم تكن تعلم من الأحكام والغيب وكان فضل الله عليك عظيمًا.''[جلالين، ص:۸۷]

(3) عبارت: ''فأوحیٰ إلیٰ عبده ما أوحیٰ أي تكلم مع عبده ماتكلم بگفت با بندۂ خود آنچہ گفت از ابتدا تا انتہا ہمہ انبیا و رسل با ہمہ خلائق عاجزہ آیند از دانستن تفسیر ایں؛ خداوند عزوجل و رسول وے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم.''

آخرین کا۔ اور ایک روایت میں ہے علم اس چیز کا جو ہوئی اور وہ چیز جو ہوگی۔ (1)

اور یہ چھٹی جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۴ر میں ہے۔

اور محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ پر جو کچھ جبروت اور لاہوت سے کشف کیا گیا اور عجائبِ ملکوت سے آپ نے مشاہدہ فرمایا جو بیان نہیں کیا جاسکتا، اور اس کے ادنیٰ حصہ کے سننے کا تحمل عقل اور فہم میں نہیں ہے، اس لیے رمز اور اشارہ اور کنایہ سے جو دلیل تعظیم کی ہے بیان فرمایا کہ ''فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى'' اھ (2)

پس قرآن مجید اور معتبر تفسیروں سے سرور عالم ﷺ کا کثرت علم بہ نسبت جمیع مخلوقات کے متحقق ہوا اور پایۂ ثبوت کو پہنچا کہ مکذبین کا انکار واہی اور خرافات ہے۔ اور یہ ان کا خام خیال کہ فخر عالم علیہ السلام کے علم محیط زمین کے تسلیم کرنے سے شرک لازم آتا ہے، اور شیطان لعین کے علم محیط کے ماننے سے کوئی شرک کا خوف نہیں ہے۔ یہ آں حضرت ﷺ سے عناد نہیں تو اور کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علموں سے بھی جہالت ہے۔

بیضاوی کے حاشیہ شہاب میں آیت: ''وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ

(1) عبارت: "وكذا صار علمه محيطًا لِجميع المعلومات الغيبة الملكوتية كما جاء في حديث اختصام الملائكة أنه قال: فوضع كفه علىٰ كتفى فوجدت بردها بين ثديي فعلمت علم الأولين والاٰخرين. وفي رواية: علم ما كان وما سيكون."[تفسير روح البيان، ج:۹، ص:۱۱۰]

(2) عبارت: "وآنچہ کشف کردہ شد بروے ﷺ از جبروت ولاہوت ومشاہدہ کرد از عجائب ملکوت کہ محیط نمی تواند شد بآں عبارات، وطاقت ندارد سماع ادنیٰ آن فہوم وعقول، ولہذا اشارت کرد برمز وایماو کنایت دال بر تعظیم بقول خود فَاَوْحٰى الى عبده ما اوحٰى."

[مدارج النبوة، ج:۱، ص:٦٩]

تَكْتُمُوْنَ "(1) کے نیچے طیبی سے نقل کر کے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معلومات بے نہایت یعنی وراء الوراہیں، اور آسمانوں اور زمینوں کے غیب اور جو چیز فرشتے ظاہر کرتے اور چھپاتے ہیں خدا کے علموں سے ایک قطرہ ہے۔ اھ (2)

پھر مکذبین کا یہ تفوہ کہ اب ہر جگہ ابہام کو مفید تعظیم ماننے سے ہر شخص کو عالم "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ" ماننا لازم آجائے گا، بدلیل آیت: "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ "(3) کے بھی ہذیان اور جنون ہے دو وجہ سے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ گفتگو سرور عالم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی وسعت علم میں ہے اور یہ اس آیت سے بھی ثابت ہے جس سے منکرین کی کمال ہی نگوں ساری ہوگی۔ اس لیے کہ امام ابو منصور ماتریدی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آیت: "عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ "(4) سے آں حضرت صلى الله عليه وآله وسلم مراد ہو سکتے ہیں بدلیل آیت: "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ "(5) اور آیت: " مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا "(6) الخ (7)

(1) پارہ:۱، البقرة :۲، آیت:۳۳

(2) عبارت:"لأن معلوماته تعالیٰ لا نهاية لها وغيب السمٰوات والأرض ومايبدونه وما يكتمونه قطرة منه."[حاشية الشهاب، ج:۲، ص:۱۹۹]

(3) پارہ:۳۰، العلق:۹۶، آیت:۵

(4) پارہ:۳۰، العلق:۹۶، آیت:۵

(5) پارہ:۵، النساء:٤، آیت:۱۱۳

(6) پارہ:۱۲، هود:۱۱، آیت:٤۹

(7) عبارت: "ثم قوله علّم الإنسان مالم يعلم يحتمل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كقوله: وعلمك مالم تكن تعلم. وكقوله ماكنت تعلمها أنت ولا قومك من قبل هذا."[تاويلات أهل السنة، ج:۵، ص: ٤۹۱ ملخصاً]

اور **دوسری وجہ** یہ ہے کہ تمام موقعوں میں ابہام کو مفید تعظیم تفخیم کسی نے بھی تسلیم نہیں کیا ہے، پس ان دونوں آیتوں میں بھی ابہام تعظیم کے لیے نہ جاننا سراسر غلط اور دھوکہ دیہی ہے، تفسیر بیضاوی میں آیت: ''وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ''میں بہت عمدہ بیان ہے آیت: ''مَا لَمْ يَعْلَمُ'' سے اس لیے کہ معنی ''مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ'' کے یہ ہیں کہ تجھے تعلیم کیں وہ باتیں جن کے جاننے کی تجھ میں قابلیت نہ تھی، اس واسطے اس کی تفسیر میں تعظیم مذکور ہوئی ہے جس کی تحقیق گزر چکی ہے۔ اھ(1)

پھر مکذبین کا یہ استبعاد کہ بحر الحقائق حسینی و مدارج النبوۃ سے عقائد کا اثبات ہو رہا ہے، گو عقل سے بعید ہے، تاہم بالکل باطل ہے، کیوں کہ جمیع مخلوقات سے آپ کی وسعت علم کا عقیدہ تفسیر کبیر سے جو مکذبین کی عمدہ معتمدات سے ہے اور نیز دوسری تصریحات مفسرین و محدثین سے بھی ثابت کیا گیا ہے جس پر خدا کے لیے حمد ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے:

اس کے بعد قصوری صاحب نے احادیث سے استدلال کیا۔ ان کے جواب سے پہلے اس قدر جاننا ضروری ہے کہ جب دلائل قطعیہ کتاب و سنت و اجماع علما سے مختص ہونا علم کا بجناب باری تعالیٰ ثابت ہو چکا جو سابق سے واضح ہے، اور صاحب تفسیر نیشا پوری لکھتے ہیں کہ: حق تعالیٰ نے اپنے نبی کو ذل عبودیت ظاہر کرنے کا امر فرمایا ہے، تاکہ آپ کی طرف نقص منسوب نہ ہو اور علم غیب کے نہ ہونے سے آپ کو بٹہ نہ لگے، پس فرمایا:

(1) عبارت: ''وعلمك مالم تكن تعلم من خفيات الأمور أو من أمور الدين والأحكام انتهىٰ. قوله: وعلمك مالم تكن تعلم. قيل: هذه الاٰية أبلغ من قوله في سورة أخرىٰ مالم يعلم، لأن معناها مالم يكن فيك قابلية لعلمه ولذا فسره بما ذكر وقد مر تحقيقه انتهىٰ ما في الشهاب حاشية البيضاوي.''[حاشية الشهاب، ج:٣، ص:٣٣٩]

"کہہ دو کہ میں اپنے نفس کے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جتنا خدا چاہے۔"
اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی قدرت قاصر اور علم قلیل ہے، اور جو بندہ ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے اور کامل قدرت اور محیط علم خدا کے واسطے ہی ہے۔ اھ[1]

تو اس کے مخالف کسی کا قول قابل قبول نہ ہوگا۔ اور جو حجت اس کے معارض ہوگی یا مؤل ومصروف عن الظاہر ہوگی، ورنہ مردود ہوگی۔

ہاں جن امور کا علم حق تعالیٰ نے فخر عالم صلعم[2] کو عطا فرمایا علی الخصوص جو متعلق مبدء ومعاد واحکام وتشریحات کے ہے اس کا کسی مسلم کو انکار نہیں ہوسکتا لیکن جن علوم کو خدا نے اپنے واسطے خاص کر رکھا ہے جن میں مفاتیح غیب داخل ہیں، جن کی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صراحۃً فرمایا ہے کہ "جو کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی کو جانتے تھے تو اس نے خدا تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان و افترا کیا۔"[3] البتہ وہ مخصوص بذات پاک باری تعالیٰ ہے، اس کا اثبات دوسروں کے لیے سراسر خلاف کتاب وسنت واجماع امت ہوگا۔ انتہیٰ بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ صاحب تفسیر نیشاپوری کی مراد نفی علم غیب سے علم غیب استقلالی کی نفی ہے، جیسا کہ وہی صاحب تفسیر نیشاپوری آیت: "قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ

(1) عبارت دلیل تفصیلی والے کی: ثم أمر نبيه بإظهار ذل العبودية حتى لا ينسب إليه نقص ولا يعاب من قبل عدم علم الغيب. فقال: قل لا أملك لنفسي نفعًا ولا ضرًا إلا ماشاء اللّٰه. وفيه أن قدرته قاصرة وعلمه قليل وكل من كان عبدًا كان كذٰلك، والقدرة الكاملة والعلم المحيط ليس إلا للّٰه تعالىٰ."

(2) یہ اختصار بے سعادتی ہے۔ ۱۲ رحمہ اللہ تعالیٰ

(3) عبارت دلیل تفصیلی والے کی: "من قال: إن محمدًا صلى اللّٰه عليه وسلم يعلم من ذٰلك شيئًا فقد افترىٰ على اللّٰه افتراءً عظيما".

خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ''[1] کے نیچے لکھتے ہیں کہ:

[2]''پھر باری تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو حکم کیا کہ اپنی ذات سے تین کام کی نفی کر دیں، اور کہیں کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں، جمع خزانہ، وہ مکان ہے جس میں کچھ چھپا رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں: چھپا رکھا چیز کو اِس وجہ سے کہ اس کو ہاتھ نہیں پہنچتا ہے۔ اور میں غیب نہیں جانتا۔ صاحب کشاف نے کہا ہے کہ محل نصب میں ہے عطف ہے محل: '' عِنْدِىْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ '' پر کہ وہ جملہ مقولہ قول سے ہے، یعنی میں نہ وہ کہتا نہ یہ کہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ '' لَآ اَقُوْلُ '' پر عطف کا بھی احتمال ہے، یعنی کہہ دو کہ میں غیب نہیں جانتا۔ اس میں دلالت ہے اس پر کہ غیب بالاستقلال خدا ہی جانتا ہے بر خلاف اس کے کہ خدا کے خزانے آپ کے پاس ہوں اور آپ فرشتہ ہوں، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان دونوں مقاموں کے ہونے کا احتمال ہے، لیکن آپ ان کو ظاہر نہ کریں، اور ان کاموں کی نفی کرنے کے فائدہ میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔

بعضوں نے کہا کہ مراد اظہار تواضع اور خضوع خدا کے لیے ہے، اور اپنی عبودیت کا اقرار، تاکہ آپ کے حق میں کوئی ایسا اعتقاد نہ کرے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت مسیح علیٰ

(1) پارہ:۷، الانعام:٦، آیت: ٥

(2) ''ثم أمر نبيه صلى اللّٰه عليه وسلم أن ينفي عن نفسه أمورًا ثلٰثة فقال: "قل لا اقول لكم عندي خزائن اللّٰه. هي جمع خزانة : المكان الذي يخزن فيه الشيء ،وخزن الشيء احرازه بحيث لا تناله الأيدي. "ولا أعلم الغيب." قالً في الكشافَ: محله النصب عطفًا على محل قوله ''عندي خزائن اللّٰه'' لأنه من جملة المقول أي :لا أقول لكم ذاك ولا هذا. قلت: ويحتمل أن يكون عطفًا على "لا أقول" أي قل لا أعلم الغيب فيكون فيه دلالة على أن الغيب بالإستقلال لا يعلمه إلا اللّٰه بخلاف كون خزائن اللّٰه عنده و كونه ملكًا فإن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يحتمل أن يكون له هذاه ن المقامان ولٰكن لايظهرهما. واختلف المفسرون في فائدة نفي هذا الامور.فقيل:

نبیناوعلیہ السلام کے بارہ میں اعتقاد کیا تھا۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ مقصود اپنی عاجزی اور ضعف سے خبر دینی ہے، اور یہ کہ اپنے آپ معجزہ نہیں دکھا سکتے جو کافر آپ سے مانگتے ہیں، جیسا کہ ان کا یہ قول کہ ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لاویں گے تاکہ تو ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری نہ کرے، الیٰ قولہ میں نہیں ہوں مگر آدمی رسول۔

اور بعضے کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ میں نبوت اور رسالت کے سوا کسی چیز کا مدعی نہیں ہوں، اور خدائی دعویٰ اور فرشتہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔

یہ تفسیر نیشاپوری کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

جلالین کے حاشیہ جمل میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے نفس شریف سے ان چیزوں کی نفی فرمائی ہے تو یہ حق تعالیٰ سے تواضع ہے، اور اپنی عبودیت کا اقرار ہے، اور اس لیے کہ کافر آپ سے معجزات مقترحہ طلب نہ کریں جو مجھے وحی ہوتی ہے میں اس کا تابع ہوں، یعنی خدا کی طرف سے جو مجھے وحی ہوتی ہے اس کی خبر دیتا ہوں۔"(2)

پھر جمل میں لکھا ہے اگر تو کہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی خبریں غیب کی دی

المراد إظهار التواضع والخضوع لله تعالىٰ والاعتراف بعبوديته, حتى لا يعتقد فيه مثل اعتقاد اليهود والنصارىٰ في المسيح عليٰ نبينا و عليه السلام. وقيل: المقصود إنباءالعجز والضعف وأنه لايستقل بايجاد المعجزات التي كانوا يقترحونها كقولهم: لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الأرض ينبوعًا (الیٰ قوله) هل كنت إلا بشرًا رسولاً." وقيل: لا ادعي سوى النبوة والرسالة ولا ادعي الإلٰهية ولا الملكية." [تفسير نيشاپوري، جز:٣،باب:٣٨، ص:٢٧٣]

(2) عبارت: "وإنما نفي عن نفسه الشريعة هذه الأشياء تواضعا لله تعالىٰ واعترافا بالعبودية وأن لا يقترحوا عليه الاٰيات العظام إن أتبع إلّا ما يوحٰى إلي. يعني ما أخبركم إلا مايوحٰى من الله انزله."[تفسير جمل، ج:٣، ص:١٥٣]

ہیں اور صحیح حدیثوں سے وہ ثابت ہے، اور وہ آپ کے بڑے معجزات سے ہے تو اس میں اور آپ کی نفی علم غیب قرآنی میں جمع اور تطبیق کیوں کر ہو۔

میں کہتا ہوں کہ (یعنی جواب میں) کہ یہ نفی آپ نے بطریق تواضع اور ادب کے کی ہو اور معنیٰ آیت کے یہ ہیں کہ میں خود غیب نہیں جانتا مگر حق تعالیٰ مجھے غیب پر اطلاع دیتا ہے اور اس پر قادر کرتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے قبل از اطلاع علم غیب وہ نفی فرمائی ہو، پھر جب غیب پر مطلع ہوئے تو اس کی خبر دے دی جیسا کہ منصوص قرآن ہے کہ خدا اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا مگر رسول پسندیدہ کو یا وہ نفی لوگوں کے سوال کے جواب میں فرمائی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت سی غیب کی باتیں ظاہر فرمائیں، تب آپ نے ان کی خبریں دیں تا کہ وہ آپ کا معجزہ اور صدق نبوت کی دلیل ہو۔ اھ(1)

خازن یہ حاشیۂ جمل کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

(1) عبارت: ''فإن قلت: قد أخبر صلی اللّٰہ علیه وسلم عن المغیبات وقد جاءت أحادیث في الصحیح بذٰلك، وھو من أعظم معجزاته صلی اللّٰہ علیه وسلم فکیف الجمع بینه وبین قوله ''ولو کنت أعلم الغیب لاستکثرت من الخیر'' قلت: یحتمل أن یکون قاله علیٰ سبیل التواضع والأدب، والمعنی: لا أعلم الغیب إلا أن یطلعني اللّٰہ علیه ویقدّرہ لي، ویحتمل أن یکون قاله ذلك قبل أن یطلعه اللّٰہ عزوجل علی علم الغیب، فلما أطلعه اللّٰہ أخبرہ به کما قال: ''فلا یظھر علی غیبه أحدًا إلا من ارتضیٰ من رسول'' أو یکون خرج ھذا الکلام مخرج الجواب عن سؤالھم، ثم بعد ذلك أظھرہ اللّٰہ تعالیٰ علیٰ اشیاء من المغیبات، فأخبر عنھا لیکون ذٰلك معجزۃ له ودلالة علیٰ صحة نبوته صلی اللّٰہ علیه وسلم. اھ خازن: انتھیٰ من الجمل.''۱۲[تفسیر جمل، جز:۳، ص:۱۵۳]

اور آیت ''قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ''(1) کے نیچے تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کو فرمایا کہ کافروں سے ان کی عقل کے موافق باتیں کریں (الی قولہ) اور میں خود بخود غیب نہیں جانتا کیوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اعلام سے ماضی اور آئندہ کی خبر دیتے تھے، اور شب معراج کے واقعہ میں واقعی آپ نے فرمایا ہے کہ میرے حلق میں ایک قطرہ چکا، جس سے میں نے جو ہوا اور جو ہونا ہے اور ہو گا سب معلوم کرلیا۔ پس جو کوئی کہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے، بیشک وہ راہِ راست بھولا۔(2) یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر روح البیان کا۔

اب ان منقولات معتبرات سے بخوبی ثابت ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اعلام سے بیشک غیب جانتے ہیں، اور نفی اس کی تواضع کے طور پر اور دعویٰ خدائی کے اعتقاد کے دفع کے واسطے ہے۔

پس آیات نفی علم غیب اور آیات واحادیث مثبت علم غیب میں ہرگز تناقض نہیں ہے، اور نہ اس میں کوئی شائبہ شرک کا ہے جیسا کہ وہابی لوگ زعم کرتے ہیں۔

اور نیز مفاتیح غیب کے علم کی نفی جو آپ سے کی گئی ہے تو اس سے بھی علم استقلالی کی نفی مراد ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اخیر میں فرمایا ہے کہ تحقیق خدا علیم خبیر ہے۔

(1) پارہ:۷، الانعام:۶، آیت: ۵

(2) عبارت: ''والإشارة أن اللّٰه تعالیٰ أمر نبيه عليه السلام أن يكلم الكفار على قدر عقولهم (الى قوله) ولا أعلم الغيب فإنه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يخبر عما مضى وعما سيكون بإعلام الحق وقد قال عليه السلام ليلة المعراج قطرت في حلقي قطرة علمت ما كان وما سيكون. فمن قال: إن نبي اللّٰه عليه السلام لا يعلم الغيب فقد أخطأ فيما أصاب.''۱۲

[تفسیر روح البیان، ج:۳، ص:۳۵]

مرقات میں ہے کہ ”خدا ان چیزوں کے باطن پر خبردار ہے جیسا کہ ان کے ظاہر کو جانتا ہے، یا معنیٰ خبیر کے مخبر کے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ بعضے ان کے جزئیات پر اپنے بعضے خاص بندوں کو خبردار کر دیتا ہے، اور قرآن مجید کی بہت آیات نے مجھے خبردار کیا ہے کہ علم وقت قیامت حق تعالیٰ کو ہی ہے۔“(1) یہ ترجمہ ہے عبارت مرقاۃ کا۔

اور خصائص کبریٰ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہو چکا ہے کہ بعضوں کے نزدیک آپ کو وقت قیامت کا علم بھی تھا، مگر اس کے چھپانے پر معمور تھے۔(2)

اور امام ابو منصور ماتریدی کی تفسیر میں جو بنام ”تاویلات ابی منصور“ مشہور ہے، لکھا ہے کہ خدا کے نزدیک علم قیامت کا ہے۔(3) ”بعض حدیثوں میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مفاتیح غیب پانچ چیزیں ہیں ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے (پھر اور حدیثیں ذکر کر کے کہا) کہ اگر یہ حدیثیں ثابت ہیں تو مراد ان سے یہ ہے کہ ان کی حقیقت پر کسی کو خود بخود وقوف نہیں ہے، ورنہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ بعض یہ

(1) عبارت: ”خبير أي بباطنها كما أنه عالم بظاهرها، أو معناه مخبر ببعضها من جزئياتها لبعض عباده المخصوصين. وقد أخبر في مواضع كتابه أن علم الساعة مما استاثره اللّٰه تعالىٰ به.“

[مرقاة ، باب: كتاب الإيمان، جز:١، ص:١٦٦]

(2) عبارت: ”إن مذهب البعض أنه عليه السلام قد أوتي علم الساعة وأمر بكتمانه.“ [الخصائص الكبرىٰ، جز:٢، ص:٢٩٢]

(3) عبارت: ”ذكر في بعض الأخبار عن عبد اللّٰه ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ”مفاتيح الغيب خمس لايعلمها الا اللّٰه “(ثم بعد ذكر الأحاديث قال) فإن ثبت هذا فهو ما ذكر، ويرجع ذٰلك إلى معرفة حقيقة ماذكر وإلا فجائز أن يقال: إنه يعلم بعض

چیزیں معلوم ہوتی ہیں جیسے کہ نجومی حساب سے معلوم کرلیتا ہے، اور خدا کے معلوم کرانے سے سچی خبریں ظاہر ہوتی ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام نے تاروں کو دیکھ کر اپنے بیمار ہونے کی خبر دے دی تھی، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ مجھے القا ہوا کہ خارجہ کے پیٹ میں لڑکی ہے، تو لڑکی ہی ہوئی تھی، اور یہ بات ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے القا سے معلوم فرمائی تھی، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اِس کا علم تھا۔ مگر علم وقت قیامت کہ اس پر کوئی مطلع نہیں ہے، مگر یوں کہا جائے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں کلام کرنے کا اذن نہ تھا، اور نہ کسی شے میں کہنے کا مگر آسمان کی وحی سے۔

یہ ترجمہ ہے عبارت تاویلات امام ابو منصور کا جو کتب خانہ مکہ معظّمہ میں قلمی موجود ہے۔

تفسیر روح البیان میں آیت: ''مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ'' کے نیچے لکھا ہے کہ ''معلوم ہوا کہ علم غیب حق تعالیٰ سے خاص ہے، اور جو انبیا اور اولیا سے غیب کی خبریں دینی مروی ہیں، پس وہ خدا کی تعلیم سے ہے، یا بطریق وحی، یا بطور الہام اور کشف کے، پس جس علم پر سوائے انبیاو

هذه الأشياء بإعلامٍ من نحو ما يعلمه المنجم ذلك بالحساب، وبإعلام اللّٰه يخرج ذلك علىٰ الصدق مما أخبروا ألاترىٰ أن إبراهيم علي نبينا و عليه السلام قال: إنّي سقيم لما نظر في النجوم أي ما سأسقم. وروي أن أبابكر رضي اللّٰه عنه قال: إني ألقي إلي أن ذابطن خارجة جارية وكان كما ذكر. ويحتمل أن يكون أبوبكر رضي اللّٰه عنه يعلم ذلك لِمَا ألقي إليه و رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يعلم ذلك إلا في حق الساعة فانه لايطلع عليها أحد، إلا أن يقال بأن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لم يؤذن له بالتكلم ولا القول في شيءٍ إلا من جهة الوحي من السماء.''۱۲

[تاويلات اهل السنة، ج:٤، ص:٧٩، ٨٠]

اولیاو ملائکہ کے کوئی مطلع نہیں ہوتا وہ حق تعالیٰ سے ہی خاص ہوا جیسا کہ آیت: ''عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ'' (1) کا مضمون ہے۔(2) یہ بعینہ اس کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں آیت: ''اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ''(3) یعنی خدا کے ہی نزدیک قیامت کا علم ہے اور خدا ہی مینھ برساتا ہے آخر آیت تک کے نیچے لکھتے ہیں کہ ''مراد اِس سے یہ ہے کہ خدا کی تعلیم کے سوا عقل کے حساب سے کوئی نہیں جانتا ہے مگر کہ حق تعالیٰ اپنے پاس سے کسی کو بتلادے وحی اور الہام سے۔''(4)

اب ان معقولات کی رو سے یہ دعویٰ مکذبین کا کہ (یہ پانچوں علم مفاتیح غیب خدا سے خاص ہیں، ان میں سے کسی کا غیراللہ کے واسطے ثابت کرنا قرآن وحدیث واجماع امت کے بر خلاف ہے۔ اھ) بالکل باطل ہوگیا۔ اور نیز یہ قول ان کا کہ (اس قول کے مخالف اور معارض یا مؤول ہوگا یا مصروف عن الظاہر ورنہ مردود ہوگا۔ تفسیر نیشاپوری وغیرہ کی سند سے ہی مردود ہوگیا۔)

(1) پارہ:۲۹، الجن:۷۲، آیت:۲۶-۲۷

(2) عبارت: ''فعلم أن الغيب مختص بالله تعالىٰ وما روي عن الأنبياء والأولياء من الأخبار عن الغيوب فبتعليم الله تعالىٰ إما بطريق الوحي أو بطريق الإلهام والكشف فلا ينافي ذلك اختصاص علم الغيب مما لايطلع عليه إلا الأنبياء والأولياء والملائكة كما أشار إليه بقوله عٰلم الغيب الآية.''۱۲ [تفسیر روح البیان، سورۃ لقمان، جز:۷، ص:۷۹]

(3) پارہ:۲۱، لقمٰن:۳۱، آیت:۳۴

(4) عبارت: ''ومراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچ کس اینہا راندانند وآنہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آں راندانند مگر آں کہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بداناند بوحی والہام۔''
[اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، فصل اول، ص:۴۵]

اور بخوبی متحقق ہوا کہ آیات و احادیث جن سے علم غیب کا حق تعالیٰ سے مخصوص ہونا ثابت ہوتا ہے سب حق ہیں، مراد ان سے علم استقلالی ہے، اور وہ آیات و احادیث جن سے ثابت ہورہا ہے کہ حق تعالیٰ نے آں حضرت ﷺ کو علم غیب جن میں مفاتیح غیب وغیرہا سب داخل ہیں ان کی تعلیم فرمائی ہے، وہ بھی سب حق اور بے شک ہیں۔ مراد ان سے اطلاع اور غیب پر غلبہ ہے حق تعالیٰ کی تعلیم سے نہ یہ کہ خود بخود آپ غیب دان ہیں، اب اس میں کوئی بھی تناقص نہیں ہے، اور خدا ہی حق کو حق کرنے والا ہے اور سیدھی راہ کا راہ نما ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے کہ:

مولوی صاحب قصوری نے پہلی حدیث بخاری باب بدء الخلق سے لکھی ہے کہ ہمارے درمیان آں حضرت ﷺ کھڑے ہوئے، پس ہم کو خبر دی آخر حدیث تک، اس پر کرمانی اور خیر جاری سے لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ابتدا اور آخرت اور دنیا کی، سب کی خبر دے دی تھی، اور طیبی سے اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ آپ نے جمیع احوال مخلوقات کی خبر دے دی تھی۔ اور طیبی اور محدث دہلوی سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔

دوسری روایت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی صحیحین سے نقل کی کہ کہا کہ خطبہ پڑھا ہم پر نبی ﷺ نے ایسا خطبہ جس میں قیامت تک کے احوال کا ذکر کیا آخر حدیث تک، اس پر عینی سے لکھا کہ تمام امور مقدرہ کائنات کے بیان کیے۔

تیسری حدیث بھی صحیح مسلم سے نقل کی کہ "آپ نے قیامت تک جو ہونا تھا اُس کی خبر دے دی۔"

چوتھی روایت عمرو بن اخطب کی مسلم سے نقل کی "کہ ہم سے بہت علم والا بہت حافظہ والا ہے۔"(1)

بعد اس کے لکھتے ہیں کہ آیات و احادیث نصوص صریحہ ہیں اس میں کہ سرور عالم ﷺ

(1) "اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ہم کو جو ہوا اور جو ہوگا اس کی خبر دے دی۔ اس کو جواب تفصیلی میں چھوڑ دیا۔" ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

نے جمیع احوال موجودات اور امور مقدرہ کائنات اور ''مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ'' پر اطلاع پاکر ان سب کی خبریں دی ہیں، جس سے اکابر اہل سنت نے آپ کو عالم ''مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ'' مان لیا۔ اورکتب دینیہ وعلم سیر میں مثل شفا و مواہب لدنیہ و روضۃ الاحباب و مدارج وغیرہا سب میں ایسا لکھ دیا۔

اِن سب کا جواب یہ ہے کہ اولاً یہ روایات مفید ثبوت اعتقادیات نہیں ہوسکیں، ثبوت عقائد کے واسطے ضرور ہے کہ دلائل قطعیہ یقینیہ ہوں، اور یہ دلائل محض ظنی ہیں، انتہیٰ بلفظہٖ

علماے ربانی اور علماے دیوبند کا طرزِ فکر

فقیر قصوری کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ دلائل یقینیہ وظنیہ میں ہر چند کلام دراز ہے، لیکن اِن کے جواب میں اتنا ہی کافی ہے کہ علماے راسخین نے انبیا کے واسطے بعض علم غیب کا اعتقاد نہیں دلائل مذکورہ صدر سے ثابت کیا ہے، جن کو یہ لوگ ظنی بنا رہے ہیں۔

سید احمد طحطاوی در مختار کے حاشیہ میں بنقل شیخی زادہ ناقلاً تاتارخانیہ سے لکھتے ہیں: کہ بعض اشیا آپ کے روح مبارک پر عرض کی جاتی ہیں، اور آپ بعض غیب جانتے ہیں بدلیل آیت: '' عٰلِمُ الْغَیْبِ ''یعنی خدا غیب دان ہے، پس اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا ہے مگر رسول پسندیدہ کو اھ۔[1] یہ ترجمہ ہے عبارت طحطاوی کا۔

اور سید ابن عابدین ردالمحتار حاشیہ در مختار میں بنقل تاتارخانیہ ناقلا فتاویٰ حجۃ سے بنقل ملتقط فرماتے ہیں: کہ آں حضرت ﷺ کے روحِ مبارک پر چیزیں عرض کی جاتی ہیں، اور خود رسول بعض غیب جانتے ہیں بدلیل آیت مذکورہ صدر. اھ[2]

(1) عبارت: "لأن بعض الاشياء تعرض على روحه صلى الله عليه وسلم فيعرف بعض الغيب قال الله تعالىٰ: عٰلم الغيب." الاٰية.١٢
(2) عبارت: "لأن الأشياء تعرض على روح النبي صلى الله عليه وسلم

یہ ردالمختار کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

اور مؤلف براہین نے شرح فقہ اکبر سے براہین میں اور نیز جواب تفصیلی میں یوں لکھا ہے "پھر جان لو کہ انبیا غیب کی چیزیں نہیں جانتے، مگر جو حق تعالیٰ اُن کو گاہے گاہے تعلیم کرتا ہے۔" اھ(1)

اور نیز یہی علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں کہ اولیا سے غیب کی خبریں دینی مشہور ہیں، جیسا کہ شیخ کبیر ابو عبد اللہ اپنی کتاب عقائد میں فرماتے ہیں کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ بندہ حالات میں انتقال کر کے نعت روحانی تک پہنچ جاتا ہے، پس وہ غیب جانتا ہے اور زمین اس کے لیے لپیٹی جاتی ہے، اور وہ پانی پر چلتا ہے اور آنکھوں سے غائب ہو جاتا ہے۔(2)

یہ ترجمہ ہے عبارت مرقات کا عقائد کی معتبر کتاب کی نقل سے۔

اور ردالمختار میں ہے بلکہ کتب عقائد میں مذکور ہے کہ من جملہ کرامات اولیا کے بعض غیبوں پر اطلاع ہے الخ۔(3)

وأن الرسل يعرفون بعض الغيب قال اللّٰه تعالىٰ عالم الغيب." الأية.
[رد المحتار، على الدر المختار، جز:٣، ص:٢٧]

(1) عبارت: "ثم اعلم أن الأنبياء لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلا ما أعلمهم اللّٰه تعالىٰ احيانًا."١٢[شرح الفقه الأكبر، مسائل ملحقه بشرح الفقه اكبر، ص:٤٢٢]

(2) عبارت: "اشتهر عن العرفاء من الأخبار الغيبية كما قال الشيخ الكبير أبو عبد اللّٰه في معتقده. ونعتقد أن العبد ينتقل في الأحوال حتى يصير إلى نعت الروحانية فيعلم الغيب، وتطوي له الأرض ويمشي على الماء، ويغيب عن الأبصار."١٢ [مرقاة ، باب: كتاب الإيمان، جز:١، ص:١٥٤]

(3) عبارت:"إن من جملة كرامات الأولياء الاطلاع على بعض المغيبات." الخ. [رد المحتار على الدر المختار، باب: فروع قال ذوجنى ابنتك ، ج:٩، ص:٢٥٣]

اگر یہ اعتراض کریں کہ اِن روایت کتب عقائد وفقہ سے نبیوں اور ولیوں کا بعض غیب پر مطلع ہونا اور بہ تعلیم الٰہی اس کو جاننا جو مذکور ہوا ہے، یہ صاحب براہین وغیرہ اس کے حوار یین کو بھی کسی قدر اس کی تسلیم ہے، مگر آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب زمین وآسمان کے حالات اور جو ہوا اور ہوگا اُن پر اطلاع اِن روایات سے تو ثابت نہیں ہوتی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ علمائے دین نے جو انبیا اور اولیا کی اطلاع بعض غیب پر لکھی ہے تو وہ بہ نسبت علم الٰہی کے ہے، ورنہ حضرات انبیا خصوصًا سرورِ عالم علیہم السلام والثنا کا علم اپنی ذات میں تو بہت سے بہت ہے۔

قرآن مجید میں فرمان ہے کہ ”حق تعالیٰ علم نافع باعمل دینے والا ہے جس کو چاہتا ہے، اور جس کو یہ علم دیا گیا پس تحقیق بہت نیکی دیا گیا کہ اس کا انجام ابدی نیکی کی طرف ہے“۔ (1) یہ تفسیر جلالین میں ہے۔

اور تفسیر مدارک میں لکھا ہے ”حیی ابن اخطب نے کہا کہ تمھارے قرآن میں ہے کہ جو علم نافع دیا گیا وہ بتحقیق بہت سی نیکی دیا گیا۔ پھر تم اُسی قرآن سے پڑھتے ہو کہ تم تھوڑا سا علم دیے گئے ہو۔ تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ تو کہہ دے، اگر سمندر خدا کی باتوں کے لیے سیاہی ہوتا اخیر آیت تک، یعنی علم نافع بہت سی نیکی ہے، مگر حق تعالیٰ کے علموں کی نسبت ایک قطرہ سمندر سے ہے۔“ اھ مترجمًا (2)

(1) عبارت: ”قال اللّٰہ تعالیٰ. ”یؤتي الحکمۃ“ أي العلم النافع المؤدي إلی العمل من یشآء ومن یؤتي الحکمۃ فقد أوتي خیرًا کثیرًا بصیر إلی السعادۃ الأبدیتہ.“[تفسیر جلالین، ص:٤٥]

(2) عبارت: ”قال حیي ابن أخطب: في کتابکم ومن یؤتي الحکمۃ فقد أوتي خیرًا کثیرًا ثم تقرؤن وما أوتیتم من العلم إلا قلیلا فنزلت: ”قل لو کان البحر مدادًا لِّکلمٰتِ ربي“ الأیۃ یعني إن ذلک خیر کثیر ولکنہ قطرۃ من بحر کلمالت اللّٰہ.“ [مدارک التنزیل، ج:٣، ص:٢٧]

اور تفسیر خازن میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہود نے کہا یا محمد! آپ خیال کرتے ہو کہ ہم علم نافع دیے گئے ہیں۔

اور تمھاری کتاب میں ہے کہ "جس کو علم نافع ملا وہ بہت سی نیکی دیا گیا۔"

پھر آپ کہتے ہو کہ "لوگ تھوڑا سا علم دیے گئے ہیں۔"

تب حق تعالیٰ نے یہ آیت اتاری، تو کہہ دے، اگر سمندر سیاہی ہوتا کہ لکھے میرے رب کی باتیں، بے شک دریا خرچ ہو چکتے پہلے اس سے کہ میرے رب کی باتیں تمام ہوں یعنی علم اور حکم خدا کا اھ۔ مترجماً(1)

اور ایسا ہی تمام تفسیروں میں ہے، اور حاشیہ شہاب بیضاوی سے بنقل طیبی اوپر لکھا گیا کہ آسمان اور زمینوں کی غیب اللہ تعالیٰ کی معلومات کی بہ نسبت ایک قطرہ ہے دریاؤں سے۔

اور صحیح مسلم وغیرہ کی حدیثوں سے اوپر لکھا گیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ قیامت تک ہونا تھا خبر دے دی۔ اور عمرو بن اخطب کی روایت میں ہے کہ آپ نے ہم کو جو کچھ ہوا اور ہو گا سب پر خبر دار کر دیا۔

پس صاحب براہین مع حواریین اِن صحیح حدیثوں اور قرآنی آیات پر معترض ہیں کہ ظنی دلائل ہیں، اِن سے علم محیط زمین کا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ثابت نہیں ہوتا ہے، جو اس کا قائل ہے اُس نے خدا سے شرک کیا۔

اور مشکوٰۃ کی روایت (2) حضرت جابر سے جو شیطان کی لوگوں کے حال پر اطلاع اپنی

(1) عبارت: "قال ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قالت اليهود: يا محمد! تزعم: إننا قد أوتينا الحكمة. وفي كتابك "ومن يؤتي الحكمة فقد أوتي خيرًا كثيرًا" ثم تقول: وما أوتيتم من العلم إلا قليلا. فانزل اللّٰه هذا الأية. قل: لو كان البحر الى كلمٰت ربي أي علمه وحكمه."

[تفسير خازن، ج:٤، باب ١٠٦، سورة الكهف، آيت:١٠٦ — ١١٠]

(2) عبارت: " عن جابر رضي اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلي اللّٰه

فوج کے وسیلہ سے وارد ہوئی ہے، اس کو صاحب براہین مع حواریین تسلیم کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس نص قطعی سے شیطان کا علم محیط ثابت ہے اور آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا علم ایسا نہیں ہے تو یہ آپ کی صریح اہانت اور آپ سے کمال عناد اور شیطان رجیم کی نہایت تعظیم نہیں تو اور کیا ہے؟ حق تعالیٰ پناہ دے۔

جواب تفصیلی میں ہے:

اور ثانیاً جب دلائل ظنیہ معارض دلائل قطعیہ کے ہوں تو اگر گنجائش تاویل ہو تو قطعیات کو معمول اور ظنیات کو مؤوّل و مصروف عن الظاہر کریں گے، ورنہ قطعاً دلائل ظنیہ کو ترک کیا جائے گا۔"

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ اوپر مسطور ہو چکا ہے کہ علمائے ربانیین نے ان دلائل وسعت علم سرور عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو قطعی جان کر ان کے مضمون کے معتقد ہو گئے ہیں، اور دلائل میں یوں تطبیق دی ہے کہ مطلع علم غیب حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کہ اپنی ذات سے وہ غیب دان

عليه وسلم إن إبليس يضع عرشه على الماء ثم يبعث سراياه يفتنون الناس فأدناهم منه منزلة أعظمهم فتنة .

[تفسير خازن ج:٤، باب ٤٩، سورة الكهف، آيت:٤٩]

الحديث. وما في الدر المختار من أن إبليس مع ابن اٰدم بالنهار وولده بالليل فعلى تقدير صحته لايفيد سعة علم الشيطان بجميع أفعال الإنسان ليلاً ونهارًا بل نهارًا فقط، فلم يثبت له الإحاطة بجميع الأمور الأرضية أصلاً. ١٢ منه رحمه اللّٰه تعالىٰ

(ترجمہ دونوں عبارتوں کا): حدیث مشکوٰۃ اور روایت درمختار یعنی کہ شیطان ابن اٰدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے، اور رات کو اُس کی اولاد۔ پس اگر یہ روایت صحیح ہو جائے تو شیطان کی وسعت علم بجمیع حالات انسان کے ہرگز مفید نہیں ہے، بلکہ دن کے حالات کی اطلاع کی مثبت ہے، اس کو تسلیم کرنا اور آپ کے منصوص کا انکار کرنا کیا دین ہے؟ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

ہے اور کسی کی تعلیم کی اس کو حاجت نہیں ہے کہ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے، اور انبیا صرف حق تعالیٰ کی تعلیم سے غیب جانتے ہیں نہ خود بخود، پس ہرگز تعارض نہیں ہے۔

پھر شیطان لعین کے علم محیط زمین کے دلائل کو یقینی بنا کر قبول کر لینا اور حبیب رب العالمین کی وسعت علم دلائل کو ظنی کہہ کر اگر ممکن ہو تو تاویل کرنا ورنہ ترک کر دینا حضرت خلیل احمد اور رشید احمد اور ان کے معاونین کی فقاہت اور ثقاہت کی قوی دلیل ہے۔ خدا کے غضب اور اس کے بندوں کی شرارت سے پناہ ہی بکار ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے:

"ثالثاً ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اِن مواقع میں جو لفظ عموم کے ہیں اُن میں ایسا عموم ہے جس میں سے کوئی چیز خارج نہ ہو۔

مولانا قصوری نے یہ قاعدہ اصولی نہیں پڑھا کہ ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے، الواح توریت کی نسبت قرآن میں ہے "اور ہم نے لکھ دیا اس کے واسطے الواح میں ہر شے نصیحت اور تفصیل ہر شے کی۔ (1)

پھر قصوں کی بابت ارشاد ہے: "البتہ پیغمبروں کے قصوں میں نصیحت ہے عقل مندوں کے لیے، قرآن بات بنائی ہوئی نہیں، لیکن موافق اس کی کلام کے جو اس سے پہلے ہے، اور تفصیل ہر چیز کی، اخیر آیت تک۔ (2)

اور قرآن کے بارہ میں ارشاد ہے: "ہم نے تجھ پر کتاب اُتاری، بیان واسطے ہر شے کے۔" (3)

(1) آیت: "وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" [پارہ:۹، الاعراف:۷، آیت:۱۴۵]

(2) آیت: "لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ" [پارہ:۳، یوسف:۱۲، آیت:۱۱۱]

(3) آیت: "وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" [پارہ:۱۴، النحل:۱۶، آیت:۸۹]

اِن سب قضایا کلیہ پر موجبہ کلیہ کی سور لفظ ''کل'' واقع ہے، تو چاہیے کہ حسب مذاق مولانا قصوری الواح توریت اور قرآن مجید تمام کلیات اور جزئیات عالم کی تفسیر اور تبیان ہو، اور ہر ایک چیز اس میں مبین اور مفصّل ہو، تو اس صورت میں اس میں یہ بھی ہو کہ آج قصوری صاحب نے کتنا کھایا اور کیا کیا۔ کیا معاذ اللہ کوئی متدین عاقل ایسا کہہ سکتا ہے؟

تو جب اِن نصوص اور آیات میں عموم ہے، اپنی حقیقت پر نہیں رہا تو اِن احادیث میں جن کی تخصیص دلائل قطعیہ سے موجود ہے، عموم کیوں کر اپنی حقیقت پر رہ سکتا ہے۔

آیت: ''اور خدا کے پاس مفاتیح غیب ہیں اُن کو وہی جانتا ہے، اور جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں ہے، اور پتہ نہیں گرتا مگر اس کو خدا جانتا ہے، اور نہ دانہ اندھیری زمین میں اور نہ تر وخشک مگر لوح محفوظ میں ہے۔ (1)

اور نیز ارشاد ہے کہ خدا کے نزدیک علم قیامت کا ہے، اور وہ مینھ برساتا ہے، اور جو رحموں میں ہے جانتا ہے آخر آیت تک۔ (2)

یہ آیتیں نص صریح ہیں اس پر کہ بعض امور کا علم مخصوص بذات پاک حق جل مجدہٗ ہے۔ انتہیٰ بلفظہٖ۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: بخدا میں اِن مکذبین کی بکواس کو بالاجمال رد کر رہا ہوں، ورنہ اِن کی تردید میں دفتروں کے دفتر مرتب ہو جاویں، پہلے بھی لکھا گیا ہے اور اب پھر ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارا مدعا یہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ ساری مخلوقات سے بہت عالم ہیں۔

(1) آیت: ''وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ '' [پارہ:۷، الانعام:۶، آیت:۵۹]

(2) آیت: ''اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ '' [پارہ:۲۱، لقمٰن:۳۱، آیت:۳۴]

جو آپ کے علم کو شیطان کے علم سے کم کہتا ہے وہ بہت جھوٹا اور بدترین خلائق ہے، کیوں نہ ہو کہ آپ کے علم کو آیات سے خاص کرتا اور شیطان لعین کے علم میں تخصیص نہیں کرتا، ابلیس کے علم کو محیط زمین اعتقاد رکھتا ہے اور عین ایمان جانتا ہے، اور آپ کے علم محیط کو شرک و کفر مانتا ہے۔

اور یہ تو ہرگز مراد نہیں ہے کہ آپ کا علم ایسا عام ہے جس سے کوئی چیز بھی معلومات سے خارج نہیں ہے، مثل علم باری تعالیٰ کے اور اعتراض میں صاف مقوم ہو چکا ہے کہ آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مخلوقات سے اعلم ہیں اور حق تعالیٰ کا علم آپ سے بڑھ کر ہے۔ اھ

پس اس قاعدہ اصولیہ سے کہ ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے ہمارے مدعا پر کوئی بھی اعتراض نہیں وارد ہوتا ہے، پس اس تیسری وجہ میں ہر چند ہم کو کچھ حاجت کلام کی نہیں، مگر تاہم اظہار حق کی غرض سے اس قدر لکھا جاتا ہے کہ یہ قاعدہ بھی کلی نہیں بلکہ مخصوص البعض ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر علیم و محیط ہونا عام غیر مخصوص البعض ہے۔

اور ایسا ہی آیت: ''وَ نَزَّلْنَا'' یعنی اور ہم نے تجھ پر قرآن اتارا جو بیان ہے ہر شے محتاج الیہ کا امر شریعت سے۔(1) یہ جلالین میں ہے۔

اور حاشیہ جمل میں لکھتے ہیں کہ قرآن کا محتاج الیہ چیزوں کا تبیان ہونا یا تو نفس قرآن سے ہے، یا حدیث کے اشتمال سے بدلیل آیت: ''وَمَآ اٰتٰكُمُ'' الخ یعنی اور جو رسول فرماوے اس پر عمل کرو، اور جس سے منع کرے اُس سے باز آجاؤ یا اجماع کے مشتمل ہونے سے بدلیل آیت: ''وَيَتَّبِعْ'' الخ یعنی اتباع سبیل مومنین بھی مامور قرآن مبین ہے، یا قیاس کی تضمین سے بحکم آیت: ''فَاعْتَبِرُوْا'' یعنی نظر اور استدلال جن سے قیاس نکلتا ہے وہ بھی قرآن سے ثابت ہے، پس یہ چار راہ قرآن کے بیان کے ہیں، جن

(1) آیت: "وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ: القرآن تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ "يحتاج إليه الناس من أمر الشريعة."[تفسير جلالين، سورة النحل، ص:٢٢٤]

سے کوئی حکم شرع خارج نہیں ہے، اور یہ سب قرآن میں مذکور ہیں، پس قرآن ہر شی کا تبیان ہوگیا۔ اور باطل ہوا یہ اعتراض کہ حق تعالیٰ نے قرآن کو ہر شے کا تبیان کیوں کر فرمایا حالاں کہ ہم بہت سے احکامِ شرعیہ ایسے پاتے ہیں جو قرآن سے معلوم نہیں ہوتے، چناں چہ تعداد رکعات نماز اور مدّت مسح حیض و قدر حد شرب خمر و سرقہ وغیر ذلک، اور اس لیے ائمہ مجتہدین کا بہت سے حکموں میں اختلاف ہے اھ کرخی۔ (1)

یہ حاشیۂ جمل کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

تفسیر مدارک میں ہے: آیت '' وَ نَزَّلْنَا ''، یعنی اتارا ہم نے تجھ پر قرآن جس میں سب دینی کاموں کا عمدہ بیان ہے۔

احکام منصوصہ میں تو ظاہر ہے، اور ایسا ہی جو بات حدیث اور اجماع اور قول صحابی اور قیاس سے ثابت ہو، کیوں کہ سب کا مرجع قرآن کی طرف ہی ہے کہ ہم اس کے رسول مقبول کی اتباع واطاعت پر مامور ہیں بحکم آیت: '' اَطِیْعُوْا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ ''

(1) عبارت: ''قوله: لكل شيئ يحتاج الناس إليه من أمر الشريعة. إما بتبينيه في نفس الكتٰب، أو باحالته على السنة لقوله تعالىٰ ''وما اٰتٰكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا'' أو باحالته على الإجماع كما قال تعالىٰ: ''ويتبع غير سبيل المؤمنين'' الاٰية. أو على القياس كما قال: ''فاعتبروا يٰاولي الأبصار.'' والاعتبار النظر والاستدلال اللذان يحصل بهما القياس فهذه أربعة طرق لا يخرج شيئ من أحكام الشريعة عنها كلها مذكورة في القراٰن مكان تبياناً لكل شيئ. فاندفع ماقيل: كيف قال اللّٰه تعالىٰ: ''ونزلنا عليك الكتٰب تبياناً لكل شيئٍ.'' ونحن نجد كثيرًا من أحكام الشريعة لم يعلم من القراٰن نصًا كعدد ركعات الصلوٰة ومدة المسح والحيض ومقدار حدّ الشرب ونصاب السرقة وغير ذلك. ومن ثم اختلف الأئمة في كثير من الأحكام'' اھ. كرخي انتهىٰ ما في الجمل.[تفسير جمل، ج:٤، ص:٢٦١]

کے۔اور اجماع پر بھی قرآن سے برانگیخت ہو رہی ہے۔بدلیل آیت: ''وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ ''(1) سے اور آں حضرت ﷺ نے امت کے لیے اپنے صحابہ کی اتباع پسند فرمایا ہے، بسند حدیث ''اصحابی'' الخ یعنی میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں، جس کی تم پیروی کروگے راہِ راست پاؤگے۔اور صحابہ نے بتحقیق اجتہاد کیا اور قیاس فرمایا، اور اجتہاد و قیاس کا راستہ پامال کیا۔ اور ہم بھی اس پر مامور ہیں بدلیل آیت: ''فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ''(2) کے پس حدیث و اجماع و قول صحابی و قیاس سب قرآن کا ہی بیان ہیں۔جس سے قرآن کا تبیان ہر شے کا ہونا متحقق ہو گیا۔ مترجماً(3)

یہ مدارک کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

اور تفسیر خازن میں ہے: اہل معانی نے ہر شے کے تبیان کا یوں بیان کیا ہے کہ امورِ دین یا تو منصوص قرآن ہیں یا اس میں حوالہ ہے آں حضرت ﷺ کے فرمانے کی طرف؛

(1) پارہ:٥، النساء: ٤، آیت:١١٥

(2) پارہ:٢٨، الحشر: ٥٩، آیت:٢

(3) عبارت'' ونزلنا عليك الكتٰب تبياناً بليغاً لكل شيء من أمور الدين. أما في الأحكام المنصوصة فظاهر وكذا في ما ثبت بالسنة أو بالاجماع أو بقول الصحابة أو بالقياس، لأن مرجع الكل إلى الكتاب حيث أمرنا فيه باتباع رسوله عليه السلام و إطاعته بقوله: ''أطيعوا الله و أطيعوا الرسول'' وحثّ على الإجماع فيه بقوله: ''ويتبع غير سبيل المؤمنين.'' وقد رضي رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لأمته باتباع أصحابه بقوله ''أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم'' وقد اجتهدو اوقاسوا ووطئوا طرق الاجتهاد والقياس مع أنه أمرنا به بقوله ''فاعتبروا يأولى الأبصار'' فكانت السنة والإجماع و قول الصحابي والقياس مستندة إلى تبيان الكتاب فتبين أنه كان تبياناً لكل شيء.''[تفسير مدارك، ج:٢، ص:٢٩٧]

اس لیے کہ آپ نے قرآن مجید کے احکام اور حدود اور حلال وحرام وتمام مامورات ومنہیات کا بیان فرمایا ہے، اور اجماع امت کی طرف کہ وہ بھی اصل اور کلید ہے علوم دین کے لیے۔ اھ(1)

اور ایسا ہی تمام بڑی تفسیروں میں درج ہے۔

یعنی بتحقیق متحقق ہوا کہ قرآن مجید کے تبیان کے عموم سے انکار کرنا تمام کلیات وجزئیات جہاں(2) پر حمل کر کے اس غرض سے کہ کسی طرح آں حضرت ﷺ کے علم شریف کی وسعت منتفی ہو جائے سوائے صاحب براہین اور اس کے حواریین کے کسی دانش مند دین دار کا کام نہیں ہے۔

اور یہ جو مکذبین نے آیت: ''وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ''(3) سے استدلال کی ہے۔ اس کا جواب اوپر بارہا لکھا گیا ہے کہ حق تعالیٰ کے واسطے یہ علم ذاتی اور استقلالی ہے اور اس سے اپنے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی باری تعالیٰ نے بخشا ہے، بدلیل آیت: ''عٰلِمُ

(1) عبارت: وقال: أهل المعاني تبيانا لكل شيء يعني من أمور الدين إما بالنص عليه أو بالإحالة على مايوجب العلم به من بيان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم لأن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بين مافي القرآن من الأحكام والحدود، والحلال، والحرام، وجميع المامورات والمنهيات، وإجماع الأمة فهو أيضاً أصل ومفتاح لعلوم الدين.''[تفسير خازن، ج:٣، ص:٩٤]

(2) فقیر نے دینی کتابوں سے کسی میں دیکھا ہے کہ ایک کافر کی ریش بکری کی طرح تھی، اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے میری ریش کا ذکر کہاں آیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ آیت: ''كشجرة خبيثة'' میں اس پر کافر مبہوت ہوا۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ علیہ

(3) پارہ:٧، الانعام:٦، آیت:٥٩

الْغَيْبِ‘‘(1)یعنی خدا غیب دان ہے اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا ہے مگر رسول پسندیدہ کو آخر آیت تک۔

اور اسی آیت مبارکہ کے اخیر سے جو یہ ثابت ہوا کہ جنگل اور دریا وغیرہما اقسام علم کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں ہیں، جیسا کہ تفسیر جلالین وزاہدی وکبیر ونیشاپوری وغیرہ بہت سی تفسیروں میں اس پر نص ہے، اور بیضاوی وغیرہ نے جو اس سے علم الٰہی مراد رکھا ہے، تو وہ استعارہ حقیقی معنی کے معارض نہیں ہوسکتا ہے، تو اسی آیۃ مبارکہ سے ہمارا مدعا ثابت ہوگیا۔ اور مکذبین کا دعویٰ جھوٹا نکلا۔ کیوں کہ لوح محفوظ کا علم آں حضرت ﷺ کے علم وسیع کا بعض ہے جو علامہ قاری کے قول شرح قصیدہ بردہ سے اُوپر منقول ہوچکا ہے۔

ملا علی قاری کا استدلال

مولانا قاری مرقات شرح مشکوٰۃ حدیث جبرئیل علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی ذیل میں لکھتے ہیں:

”اور لواحق پس وہ ہیں جو حق تعالیٰ نے اپنے بعض دوستوں پر لوح علم کو ظاہر کردیا ہے، اور وہ غیب مطلق نہیں رہی، اور غیب اضافی ہوگئی الخ۔“(2)

اور ان مکذبین کے پردادا استاد تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ بعض پہلے مفسرین اہل سنت نے کہا ہے کہ مراد غیب سے آیت: ”عٰلِمُ الْغَيْبِ“ میں لوح محفوظ ہے جس پر سوائے انبیا کے کوئی مطلع نہیں ہوتا ہے، تو یہ بات کئی وجہ سے مردود ہے۔

من جملہ اُس کے یہ ہے کہ مراد لوح کی اطلاع سے موجودات نفس الامری پر ہے، کہ ان

(1) پارہ:۲۹، الجن:۷۲، آیت: ۷۶

(2) عبارت: ”وأما اللواحق فهو ما أظهره اللّٰه سبحانه علىٰ بعض أحبائه لوحة علمه وخرج ذلك عن الغيب المطلق وصار غيبًا إضافيا .“الخ [مرقاة ، ج:۱، ص:۱۲۳]

کے دنیا میں ظہور سے پہلے حاصل ہو، خواہ اُس لوح کے حروف کے مطالعہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو۔ اس لیے کہ کتاب پر اطلاع سے مراد یہی ہوتی ہے کہ اس کے مضامین مندرجہ پر اطلاع ہو، اور یہ اطلاع لوحِ محفوظ کی ولیوں کو بھی حاصل ہوتی ہے۔

اور من جملہ اس کے یہ ہے کہ لوح پر اطلاع جو اس کے نقوش کا مطالعہ اور دیکھنا مراد ہوتا ہم اس امر کا بعض اولیا کے لیے حاصل ہونا متواتر منقول ہے، پس انبیا سے اس کا اختصاص نہ رہا۔ یہ ترجمہ ہے ضروری عبارت تفسیر عزیزی کا۔

جب اولیاے امت کے علم کی وسعت متحقق ہوگئی، تو آں حضرت ﷺ کے علم شریف کی وسعت سے انکار تو بالکل باطل ہوا۔

اور آیت: ''اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ''(1) کے متعلق کلام اوپر گزر چکی ہے، اور علماے راسخین کی تصریح سے ثابت ہوا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم استقلالی حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اور بہ تعلیم الٰہی ان چیزوں پر اطلاع انبیا اور بعض اولیا کے واسطے شرعًا ثابت ہے، جس کی تفصیل ضروری ہی مذکور ہوئی ہے، اور آگے بھی آتی ہے، اور یہ بات بھی یاد رہے کہ رسول اکرم ﷺ کا علم حق تعالیٰ کے علم سے کم اور ساری مخلوقات کے علم سے زیادہ ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے:

''رابعًا جب کوئی دلیل عقلی قطعی کسی نص کی مخصص ہو تو وہ نص عام اپنے عموم پر باقی نہیں رہ سکتی، آیت: ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ''(2) سے بدلیل عقلی ذات وصفات واجب تعالیٰ کو خارج کیا جاتا ہے۔

''مَا نَحۡنُ فِیۡہِ'' میں خیال کر لیا چاہیے کہ تھوڑے سے وقت دو چار گھنٹہ میں تمام معلومات کا بیان کر دینا اور بعضے صحابہ کا اس کو یاد کر لینا ایسا امر ہے، جس کو بداہت عقل جائز

(1) پارہ:۲۱، لقمٰن:۳۱، آیت:۳٤

(2) پارہ: ۱، البقر:۲، آیت:۲۰

نہیں سمجھتی، اور اس کو کسی نے معجزہ پر بھی محمول نہیں کیا، تو بداہت عقل دال ہے کہ یہ عموم و کلیہ مخصوص بعض اُن معلومات کے ساتھ ہے جن پر حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو مطلع کرنا چاہا۔ نہ جمیع معلومات باری تعالیٰ پر۔ چناں چہ ارشاد ہے: ”اور احاطہ نہیں کرتی کسی چیز پر اس کے علم سے مگر جتنا وہ چاہے۔“ (1)

علی قاری لکھتے ہیں، ”پھر جان لے کہ انبیا غیب کی چیزوں کو نہیں جانتے مگر جتنا اللہ تعالیٰ ان کو جنواتا ہے کبھی الخ انتہیٰ بلفظہٖ“

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ اوپر بارہا گزرا ہے کہ آں حضرت ﷺ کی وسعت علم بہ نسبت جمیع مخلوقات کے بارہ میں گفتگو ہے، تردید میں اُس کے جو آپ کے علم کو شیطان کے معلومات سے کم بتاتا ہے۔ اور یہ دعویٰ نہیں کہ آپ کے علم نے جمیع معلومات الٰہی کو احاطہ کر لیا ہے، اور یہ بھی بکرات مرات گزرا ہے کہ آپ کے معلومات گو کثیر بلکہ اکثر ہیں، مگر حق تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں بعض سے تعبیر کیے جاتے ہیں۔

اور علی قاری علیہ رحمۃ الباری سے منقول ہو چکا ہے کہ لوح محفوظ کا علم آپ کے علم کا بعض ہے، اور آپ کو باتفاق علمائے کرام ”مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ“ کا علم دیا گیا ہے۔

پھر ایک دن (2) میں جو آپ نے ساری مخلوقات کا حال بیان فرما دیا، اور بعض صحابہ نے اُس کو یاد کر لیا تو اس کو بداہت عقل کے بر خلاف کہہ کر دلیل قطعی تخصیص احادیث کی بیان جن کو شارحین نے مخصوص نہیں کیا، اور غرض اِس سے عالم علوم الاولین والآخرین کے علم کو شیطان لعین کے علم سے کم بتانا ایسا امر ہے جیسا کہ ملحد فلاسفہ نے آسمان وغیرہ کی خرق والتیام کو اور آپ کے تھوڑے سے وقت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرنے کو مستبعد جانا

(1) آیت یہ ہے: ”وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ“

[پارہ:۳، البقرۃ:۲، آیت:۲۵۵]

(2) حدیث صحیح میں ایک دن وارد ہے، اور مکذبین نے اُس کو دو چار گھنٹوں سے تحریف کر دیا ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

ہے۔

اور جیسا نیچریوں نے جو اپنے آپ کو کامل موحدین سے جانتے ہیں، وجود ملائکہ وجن اور دوزخ و بہشت وغیرہا سے انکار کیا جن کا فقیر کان اللہ لہ نے رسالہ موسومہ ''جواہر مضیہ ردنیچریہ'' میں رد بلیغ لکھا ہے۔ والحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذلک۔

پھر مکذبین کا یہ دعویٰ کہ ''اُس کو کسی نے معجزہ پر محمول نہیں کیا'' بے دیکھے بکواس کرنی اور حدیث کی کتابوں سے جہالت ہے، اس لیے کہ مشکاۃ المصابیح میں یہی حدیث بعینہٖ باب معجزات کے تیسرے فصل میں درج ہے، اور نیز اسی حدیث کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے کتاب خصائص کبریٰ میں معجزات کے ذکر میں لکھا ہے، من جملہ ان کے جو آپ نے موجودات کی خبریں دیں، پھر ویسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

اور صحیح مسلم کے اسی باب میں جس میں یہ حدیث مروی ہے بروایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ بے شک زمین میرے لیے لپیٹی گئی، حتیٰ کہ میں نے اس کی مشرقین اور مغربین دیکھ لیں۔(1)

اس حدیث پر امام نووی نے کہا ہے کہ اس میں معجزات روشن ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ پھر اخیر میں امام نووی لکھتے ہیں: اور خدا کا درود و سلام اُس کے سچے رسول پر ہو جو ہوائے نفسانی سے نہیں کہتا ہے اس کا فرمانا وحی ہی ہوتا ہے۔(2) یہ ترجمہ ہے کلامِ امام نووی کا۔

(1) عبارت: عن ثوبان رضي اللّٰه عنه أن نبي اللّٰه ﷺ قال: قد روي لي الأرض حتي رأيت مشارقها ومغاربها الحديث.[صحيح مسلم، كتاب الفتن، ج:٢، ص:٣٩٠]

(2) عبارت: في الحديث: فيه معجزات ظاهرة وبفضله سبحانه وقع كما قال (ثم قال في انتهاء المرام) وصلوات اللّٰه وسلامه عليٰ رسوله الصّادق الذي لاينطق عن الهويٰ إن هو إلا وحي يوحيٰ.
[حاشيه صحيح مسلم للنووي، كتاب الفتن، ج:٢، ص:٣٩٠]

جوابِ تفصیلی میں لکھا ہے:

"خامسًا خود شراح احادیث نے تصریح کی ہے کہ یہ **عمومات مخصوص بمعلومات خاصہ** ہیں، چناں چہ حدیث حذیفہ کی شرح میں شیخ عبد الحق لمعات میں فرماتے ہیں کہ آپ نے خطبہ پڑھا اور وعظ کیا۔ اور جو فتنے ظاہر ہونے تھے، اُن کی خبر دی۔ (1)

اور زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں ہے کہ آپ نے خبر دی اُن کے وجود سے جو آپ کے پیچھے پیدا ہونا تھا، مسلمانوں کے اصول مہمات سے اور جو اُن پر آپ کے بعد مالک ہوں گے، اور جو آپ کے بعد فتنے اور جنگ ہوں گے، انتہیٰ۔ (2)

اور حاشیہ بخاری پر مرقات سے یہ عبارت منقول ہے: "اے وہ چیز جو حادث ہوگی، اور آپ نے خبر دی فتنوں سے جو اس وقت سے قیامت تک ظاہر ہونے تھے۔"(3) جب تصریحات شُرّاح سے تخصیص ثابت ہوگئی تو شُرّاح کا بطور ترجمہ عموم لکھنا مصروف عن الظاہر ہوگا۔ اور جو تاویل احادیث میں کی جاوے گی وہی تاویل اقوال شُرّاح میں بھی جاری ہوگی، ورنہ وہ قول جو مخالف دلائل شرعیہ کے ہوگا قابل رد سمجھا جاوے گا۔ انتہیٰ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ بعضے شارحین نے اگر حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ فتنوں کی خبر سے تخصیص کر دی، تو اس سے حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں جو باب بدء الخلق صحیح بخاری سے مروی ہے ہرگز تخصیص لازم نہیں آتی ہے، جس کے نیچے شارحین نے لکھا ہے کہ آپ نے جمیع مخلوقات کے احوال سے خبر دی۔

(1) عبارت: (تفصیلی والے کی دلیل) أي خطب ووعظ وأخبر بما يظهر من الفتن.

(2) عبارت: أي لوجود مايحدث بعده مهم أصول المسلمين ومن يتولى أمورهم بعده ويكون بعده من الفتن والحروب.

(3) عبارت: (دلیل تفصیلی والے کی): أي شيئا يحدث فيه وينبغي أن يخبر ممّا يظهر الفتن من ذلك الوقت إلى قيام الساعة.

[مرقاة ، كتاب الفتن، جز:١٥، ص:٣٣١]

اور یہی شیخ عبدالحق اس کے ذیل میں لکھتے ہیں، یعنی احوال مبدؑ ومعاد اول سے آخر تک سب کا بیان کردیا انتہیٰ مترجماً۔(1)جس کی اصل عبارت بھی منقول ہوچکی ہے۔

پس اس حدیث میں بھی مکذبین کا دعوی تخصیص اور اقوال شارحین میں بھی محض جھوٹ اورصریح تحریف ہے، اور ایسا ادعا مکذبین کا کہ "ورنہ وہ قول جو مخالف دلائل شرعیہ کے ہوگا قابل رد سمجھا جاوے گا" اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ جو مشکوٰۃ میں ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ شیطان اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر اپنی فوج کو لوگوں کے فتنہ میں ڈالنے کے لیے بھیجتا ہے، پس جس نے ان سے لوگوں کو سخت فتنہ میں ڈالا وہ اس کا بہت مقرب ہوتا ہے۔

ایک اُس کی فوج سے آکر کہتا ہے کہ میں ایسا ایسا کیا، اس کے جواب میں شیطان کہتا ہے تم نے کچھ نہیں کیا۔ فرمایا پھر اور آکر کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص کو نہ چھوڑا جب تک اس میں اور اس کی جورو میں جدائی نہ کردی۔ فرمایا: پس شیطان اس کو اپنا مقرب بنالیتا ہے، اور کہتا ہے تو اچھا ہے۔ راوی کہتا ہے مجھے گمان ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شیطان اس کو اپنے گلے لگالیتا ہے۔(2)

یہ ترجمہ ہے حدیث مشکاۃ کا۔ جس سے ثابت ہوا کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ

(1) عبارت: یعنی احوال مبدؑ ومعاد اول تا آخر ہمہ را بیان کرد.
[اشعۃ اللمعات، کتاب الفتن، باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیہم السلام، :ص۴۴۴]

(2) عبارت: عن جابر رضي اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن إبليس يضع عرشه على الماء ثم يبعث سراياه يفتنون الناس فأدناهم منه منزلة أعظمهم فتنته يجئ أحدهم فيقول فعلت كذاوكذا. فيقول: ما صنعت شيئًا. قال ثم يجئ أحدكم فيقول ما تركته حتىٰ فرقت بينه و بين امرأته. قال: فيدفيده منه فيقول نعم أنت. قال الأعمش أراه قال فيلتزمه انتهيٰ. [صحيح مسلم، كتاب صفة المنافقين و أحكامهم، باب: تحريش الشيطان و بعثه سراياه لفتنة الناس و ان مع كل انسان قرين، ج:۲، ص:۳۷۶]

نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کی بدعملی پر اس کو بذریعہ فوج اپنی کے علم حاصل ہوتا ہے۔

اور در مختار میں ہے کہ شیطان دن کو آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور رات کو اس کے فرزند اھ[1] مترجماً۔

پس بنی آدم کے جمیع افعال پر دن اور رات میں علم شیطان کی وسعت ثابت نہ ہوئی، بلکہ فقط دن میں اور تمام زمین کے امور پر احاطہ ہرگز ثابت نہ ہوا۔

شیطان کا علم محیط زمین مسلّم ہے

(دیوبندی مکتبِ فکر)

اب غور کرو ! کہ اِس دلیل سے خلیل احمد مرید اور حضرت رشید احمد مرشد اور ان کے معاونین نے شیطان کے واسطے علم محیط زمین کا تسلیم کر لیا ہے، زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق ہے کہ یہ علم ضرور دلائل یقینیہ سے ثابت ہے۔ اور جو کچھ اوپر قرآن و صحیح حدیثوں سے اور اکابر علمائے اہل سنت کی تصریحات سے آں حضرت ﷺ کے علم کی وسعت مذکور ہوئی ہے۔

اور نیز شُرّاح بخاری کرمانی وغیرہ سے ابن مبارک کی روایت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ہر روز نبی ﷺ پر صبح و شام اعمال امت عرض کیے جاتے ہیں، پس آپ اُن کی شکل اور اعمال سے ان کو پہچانتے ہیں، اسی واسطے ان کی شہادت دیں گے۔[2]

اور ایسا ہی مواہب لدنیہ و مدارج النبوۃ وغیرہما میں درج ہے۔

(1) عبارت: إن إبليس مع ابن اٰدم بالنهار وولده بالليل.
[الدر المختار، فصل اذ اراد الشروع في الصلاة، ج:۱، ص:۵۲۹]

(2) عبارت: ليس من يوم إلاو يعرض على النبي ﷺ أعمال أمته غدوة و عشيته فيعرفهم بسيماهم وأعمالهم ولذلك يشهد عليهم.

اور نیز مشکاۃ میں صحیح مسلم سے بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ اور سنن ابوداؤد و جامع ترمذی سے بروایت انس رضی اللہ عنہ وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ساری امت کے احوال خیر و شر عرض کیے جاتے ہیں۔[1]

اور کنزالعمال میں طبرانی اور ضیا سے بروایت حذیفہ بن اسید آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت آج اس حجرہ کے نزدیک مجھ پر عرض کی گئی، تم جو اپنے رفیق کو پہچانتے ہو، میں اپنی امت کے شخص کو اُس سے زیادہ شناخت کرتا ہوں، اھ۔[2] مترجماً

پس اِن تمام منقولات کا مکذبین انکار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ دلائل قطعیہ سے ثابت نہیں، قابل تاویل اور ظاہر سے مصروف ہے، ورنہ مردود ہے، اب دانش منداِس میں غور کریں، اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھیں۔ ایسی بکواس کا خدا ہی کافی منتقم ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے:

سادساً اگر یہ عمومات احادیث اپنے ظاہر پر رہیں جیسا کہ قصوری صاحب کا مدعا ہے، تو لازم آتا ہے کہ بعض وہ صحابہ جنھوں نے اِن کو یاد رکھا وہ بھی عالم الغیب ہوں، اور نیز مؤلف تحفہ رسولیہ کے اعتقاد کے موافق ہر پیر عالم الغیب بعلم محیط ہو کہ تحفہ رسولیہ میں ہے:

پیر بود راہ نمائندہ　　　　راز نہانی ہمہ دانندہ

کہ پیر راہ نما اور تمام راز پوشیدہ جانتا ہے، تو اب مؤلف تحفہ رسولیہ اور تحفہ دست گیریہ[3] غور فرماویں کہ ہر پیر عالم مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنَ نہ ہوگا، اور ملک الموت اور شیطان سے اعلم نہ ہوگا۔ تو فی الجملہ پیر اپنے مریدوں کا اور مؤلف تحفہ دست گیریہ و تحفہ رسولیہ

(1) عبارت: عرض جميع أحوال الأمة خيرها وشرها.

(2) عبارت: عرضت عَلَيَّ أمتي البارحة لدى هذه الحجرة حتى لأنا أعرف بالرجل منهم من أحدكم بصاحبه، صوروإلي في الطين.

[كنز العمال، الفصل الثالث في فضائل المتفرقة، ج:١١، ص:٤٠٨]

(3) ''تحفہ دست گیریہ جواب اثنا عشریہ'' تالیف ہے حضرت مؤلف رسالہ ہذا کی.

بھی اعلم من الشیطان وعالم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ ہو گا۔ انتہیٰ بلفظہٖ

علم غیب پر شاہ عبدالعزیز کا استدلال

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ ان مکذبین کے دادا مرشد تفسیر عزیزی میں آیت: ''عٰلِمُ الْغَیْبِ'' کے نیچے لکھتے ہیں کہ غیب خاص یعنی مطلق پر غلبہ رسول ملکی اور رسول بشری کے حق میں خاص ہے، لیکن وہ مکلف جن کو رسول نے غیب پر مطلع کیا ہے پس اس سبب سے کہ وہ معجزہ کی تصدیق کرتے ہیں، اُن کا وحی سے علم استدلالی ہے۔ اس کو اطلاع غیب پر نہیں کہا جا سکتا۔ (1)

یہ بقدر الحاجت ان کی کلام کا ترجمہ ہے، اور نیز اوپر کتب فقہ وعقائد سے مرقوم ہو چکا ہے کہ من جملہ کرامات اولیا بعض غیب پر اطلاع ہے۔

بالجملہ یہ فقیر اور حضرت مؤلف تحفہ رسولیہ میرے قبلہ وپیر قدس سرہٗ اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اوّلین وآخرین کا علم اور ''مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ'' کا علم عطا کیا گیا ہے، اور آپ کی امت کے بعض اکمل اولیا کو بھی آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علوم کے انوار کے حاصل کرنے کی برکت سے لوح محفوظ پر اطلاع حاصل ہو جاتی ہے، چناں چہ علمائے راسخین کا اعتقاد یہی ہے، جو تفسیر عزیزی وغیرہ سے اوپر منقول ہو چکا ہے۔

لیکن صاحب براہین اور اس کے مرشد حضرت گنگوہی براہین کے صفحہ ۷۴ر میں لکھتے ہیں کہ:

''مؤلف انوار ساطعہ نے جو اولیا کے کشف کی حکایات لکھی ہیں۔

اول: تو ان کا یہ جواب ہے کہ وہ حجت شرعی نہیں۔

(1) عبارت یہ ہے: ''اظہار بر غیب خاص درحق رسول ملکی و رسول بشر نسبت اما عامہ مکلفین پس بہ سبب تصدیق معجزۂ علم ایشاں بوحی استدلالی می شود نہ از قبیل اطلاع بر غیب۔''

[تفسیر عزیزی، سورۂ جن، آیت علم الغیب۔ ص:۱۵۶، ۱۵۷]

دوم: ان اولیا کے لیے حق تعالیٰ نے کشف حالات فرمایا۔ جس سے ان کو علم حضوری حاصل ہوا۔ اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول علیہ السلام کو ہزار گنا اس سے زیادہ دے دے، مگر اس کا ثبوت فعلی کسی نص سے نہیں کہ اس پر عقیدہ کیا جائے۔" اھ

بقدر الحاجت تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو شیطان لعین کے علم سے کم بناتا ہے اگر اولیاے امت کے علم سے بھی آپ کے علم کو کم کہ دے تو کیا عجب ہے۔ دیوانوں کی کلام کا کیا اعتبار ہے، اور منتقم خداے قہار ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے:

"اس کے بعد قصوری صاحب نے بنا بر زیادت تحقیق مواہب لدنیہ سے طبرانی کی روایت لکھی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول صلعم (1) نے کہا کہ حق تعالیٰ نے میرے لیے دنیا اٹھائی پس میں دیکھ رہا ہوں جو اس میں ہونا ہے قیامت تک، گویا کہ میں اس اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ (2) اور بعد اس کے مشکاۃ کی روایت لکھی ہے جس کے یہ الفاظ نقل کیے "فتجلى لي كل شيئ" یعنی ظاہر ہوئی میرے واسطے ہر شے۔

اول قصوری صاحب تصحیح روایت کریں بعد اس کے اس سے استدلال کریں۔ اور بغرض صحت اِس میں وہی کلام ہے جو احادیث سابقہ میں ہو چکا ہے۔ اور مشکاۃ کی روایت میں لفظ "کُل شئٍ" واقع ہے، اس میں ابحاث سابقہ جاری ہیں، علاوہ ازیں مجموع عالم کی تجلی بنظر اجمالی ہے نہ بنظر تفصیلی۔

غرض کہ یہ انکشاف ایک آن میں بقدر مرضی الٰہی۔ نہ احاطہ علمی کو مستلزم ہے نہ ثبوت علم

(1) یہ اختصار مکذبین نے کیا ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(2) عبارت: عن ابن عمر رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان اللّٰه قد رفع لي الدنیا فأنا أنظر إلیها و إلیٰ ما هو کائن فیها إلیٰ یوم القیٰمة کأنما أنظر إلی کفي هٰذا.

[کنز العمال، الفصل الثالث، في فضائل المتفرقة، ج:۱۱، ص:۴۲۰]

غیب کو، پس ان سے استدلال قانون دانش مندی سے سراسر خارج ہے اور نہ بعد حصولِ دوام وبقا کو متضمن، جس سے مدعا مولوی قصوری اور عبدالسمیع کا ہو سکے، کہ ہر مجلس مولود میں آپ کی روح مبارک حاضر اور ہر ایک مولودیوں کی ناظر ہے۔" انتہیٰ بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ اس جگہ مکذبین سخت غیظ میں آئے اور بے راہ ہوئے، چناں چہ حضرت ابن عمر کے پیچھے ترضیہ میں عنہما کی جگہ عنہ لکھ دیا۔ اور درود کو مختصر بصورت صلعم لکھا، اور حدیث سے لفظ "إليها" کو مع حروف واو کے دور کر دیا جو علمائے دین سے مخفی نہیں ہے۔

سید احمد طحطاوی در مختار کے حاشیہ میں ممانعت اختصار درود پر تصریح کرتے ہیں اور مولوی احمد علی سہارن پوری امام نووی کی سند سے ایسے شخص کے محروم ہونے کی مقدمۂ صحیح مسلم میں شہادت دیتے ہیں، اور حدیث کے لفظوں کو خورد برد کرنے کی قباحت خود ظاہر ہے۔

پھر حدیث مواہب لدنیہ و مشکاۃ کی تصحیح طلب کرنی اور ان کی صحت کو فرضی کہنا اِن دونوں حدیثوں سے عناد پر دلیل ہے، اور مواہب لدنیہ کے مطالعہ کرنے والوں پر ظاہر ہے کہ علامہ قسطلانی جو جلیل القدر محدثین میں سے ہیں، اس کتاب مواہب میں کسی حدیث مجروح کو جرح کیے بغیر نہیں چھوڑتے ہیں، پس اس حدیث پر جرح نہ کرنی اور آپ کی وسعت اخبار غیب پر اس سے دلیل لانی اس کی صحت کی دلیل ہے۔

پھر شارحین حدیث کا وظیفہ ہے کہ وہ حدیث مجروح پر جرح کرتے ہیں، سو کسی شارح نے بھی اِس حدیث پر کوئی جرح نہیں کی۔

اب فقیر اس حدیث کے متعلق شرح مواہب لدنیہ تالیف امام زرقانی کی عبارت نقل کرتا ہے، جس سے مکذبین نے بھی مسئلہ تخصیص خیالی میں سند لی تھی، مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں لکھتے ہیں:

"دوسرا قسم اِن بہت چیزوں کے بیان میں جن کی آپ نے سوائے قرآن کے غیبی باتوں کی خبر دی، اور آپ کے خبر دینے کے بعد وہ چیزیں آپ کی خبر کے موافق موجود ہوئیں، بعضے

آپ کی حیات میں اور بعضے بعد وفات کے موافق آپ کے فرمانے کے واقع ہوئیں۔ طبرانی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لایا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بے شک حق تعالیٰ نے مجھ پر دنیا ظاہر کی اِس وجہ سے کہ میں نے ساری دنیا کی چیزوں پر احاطہ کر لیا۔ پس میں دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہو رہا ہے دیکھ رہا ہوں، گویا میں اس ہتھیلی اپنی کو دیکھ رہا ہوں، اس میں اشارہ ہے کہ حقیقی دیکھنا مراد ہے علم مراد نہیں۔

اور کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ یہ آنکھ سے دیکھنا غیب کی خبر کیوں کر ہوئی، اس لیے کہ یہ آپ کی خبر دینی لوگوں سے غیب ہے۔ پھر آپ کے صدق کے اعتبار اور آپ کے فرمودہ پر اعتقاد کے وجوب سے معلوم ہوا کہ آپ کے پیچھے جو کچھ لوگوں کو معلوم ہوا ہے وہ من جملہ اس کے ہے جو آپ نے دیکھا تھا۔ جب دنیا آپ پر کشف اور ظاہر کی گئی تھی۔"(1) ساتویں جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۳۴ر کا ترجمہ ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث ثابت ہے، اور اِس سے آں حضرت ﷺ کے واسطے ساری دنیا کی چیزوں پر احاطہ علمی بھی بخوبی ثابت ہو گیا۔ اور حدیث مشکاۃ کی صحت طلب کرنی نرا جنون اور صاف غضب ہے، اس لیے کہ جس حدیث میں ہر شے کا ظاہر ہونا

(1) **اصل عبارت:** القسم الثاني في بيان ما أي شيئ كثيرا أخبر به عليه الصلوٰة والسلام من الغيوب سوى ما في القراٰن العزيز الغالبً علي غيره فكان فوجد بعد إخباره كما أخبر أى على الوجه الذي أخبر به. بعضه وقع في حياته و بعضه وقع بعد مماته على ما قال. أخرج الطبراني عن ابن عمر رضى اللّٰه عنهما قال قال رسول اللّٰه ﷺ: إن اللّٰه قد رفع أي أظهر وكشف لي الدنيا بحيث أحطتُ بجميع ما فيها فأنا أنظر إليها وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيٰمة كأنما أنظر إلى كفيّ هذه، إشارة إلى أنه نظر حقيقة، دفع به احتمال أنه أريد بالنظر العلم. ولا يرد أنه إخبار عن مشاهدة فلا يلاقي الترجمة لأن إخباره بذلك إخبار عن غيب عن الناس ثم يعلم باعتبار صدقه ووجوب اعتقاد ما يقول إن كلّ علمه الناس بعده من جملة ماراٰه حين رفعت له الدنيا ﷺ .

اور پہچاننا مذکور ہے، تو مؤلف مشکاۃ نے اس کے اخیر میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا، اور ترمذی نے اِس کو حسن صحیح کہا ہے اور کہا ہے کہ میں نے محمد بن اسماعیل یعنی بخاری سے اس حدیث کا حال پوچھا۔ تو اس نے کہا ہے کہ صحیح ہے۔ اھ

اور جس حدیث میں ہے کہ میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے معلوم کر لیا اس کے اخیر میں صاحب مشکاۃ کہتا ہے کہ اس کو دارمی اور ترمذی نے تین اصحاب سے روایت کیا ہے۔ اھ مترجماً۔

پھر مکذبین کا یہ قول کہ ''مجموعہ عالم کی تجلی نظر اجمالی سے ہے نہ تفصیلی سے، اور یہ ایک آن میں انکشاف ہونا احاطہ علمی اور ثبوت علم غیب کو مستلزم نہیں۔'' بالکل جھوٹ ہے۔

اول: اس لیے کہ الفاظ حدیث ہی اس کو سخت رد کر رہے ہیں، چناں چہ ہر شے کے ظہور کے بعد پہچاننا یعنی علم واقع ہوا ہے، اور ایسا ہی بقیہ حدیث کا جس میں سوال مباحثہ ملأالاعلی کا اور جواب آپ کا کہ وہ کفارات اور درجات میں گفتگو کر رہے ہیں، پھر ان کی تفصیل جمیل کرنی اور فقرہ کہ ''میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا معلوم کر لیا'' بہت اونچے آواز سے بتا رہے ہیں کہ آپ کو سب آسمانوں اور زمین کی چیزوں پر احاطہ علمی حاصل ہے۔

اور ایسا ہی بحث ملأالاعلی میں شافی جواب دینا صاف فرما رہا ہے کہ آپ کو سب آسمان و زمین کی چیزوں پر علم تفصیلی حاصل ہے، جیسا کہ دانش مندوں پر مخفی نہیں ہے۔

دوم: شیخ عبد الحق محدث دہلوی ترجمہ مشکاۃ میں لکھتے ہیں ''فوجدت بَرَدھَا بَیْنَ ثدییَّ '' پس میں نے مولیٰ پاک کے یدِ مبارک کی سردی اپنے دونوں پستانوں میں پائی، مراد فیض کے اثر دل شریف میں پہنچنے کی ہے، جب اس اثر کا حاصل ہونا موجب حصول علم اور وسعت فیض کا تھا تو آپ نے فرمایا، پس جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا جان لیا۔ مراد ہے تمام تھوڑے بہت علموں کے حاصل ہونے اور اس پر احاطہ کرنے کی، اور آپ نے مناسب اس حال کے اور بقصد شہادت اس کے کہ یہ امر ممکن ہے، یہ آیت تلاوت فرمائی، ''یعنی اور ایسا ہی ہم دکھلاتے ہیں ابراہیم کو بادشاہت آسمانوں اور زمینوں کی، اور تاکہ یقین

کرنے والوں سے ہو وجود ذات وصفات وتوحید پر۔"

اور محققین نے فرمایا ہے: کہ اِن دونوں کے دیکھنے میں فرق ہے اس لیے کہ حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ السلام نے ملک آسمان و زمین کو دیکھا، اور حبیب خدا ﷺ نے جو کچھ زمین اور آسمانوں میں تھا ذات اور صفات اور ظواہر وبواطن سب کچھ دیکھا۔

اور حضرت خلیل کو ذات اور وحدت حق ملکوت آسمان وزمین کے دیکھنے سے بعد یقین حاصل ہوا جیسا کہ اہل استدلال وارباب سلوک ومحبوں وطالبوں کا حال ہوتا ہے، اور حضور حبیب کو یقین اور وصول الی اللہ پہلے حاصل ہوا، پیچھے اِس سے جہان اور اُس کے حقائق کو جان لیا۔ چناں چہ مجذوبوں اور مطلوبوں کا حال ہے۔(1)

اور مرقات سے اوپر منقول ہوا تھا اِسی حدیث مشکاۃ میں یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں کے فرشتوں اور زمین کے درختوں وغیرہما کا علم دیا ہے، مراد اِس سے وسعت علم کی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کیا ہے۔

اور ابن حجر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب مخلوقاتِ الٰہی کا جو آسمانوں میں اور

(1) عبارت: پس یافتم من سردی دست مولیٰ تعالیٰ را در میان دو پستان خود کنایت است از وصول اثر فیض بقلب شریف وحصول برد یقین، وچوں حصول ایں اثر موجب حصول علوم واتساع فیض آن بود فرمود "علمت ما فی السموات والارض" پس دانستم ہرچہ در آسمان ہا وہرچہ در زمین بود عبارت ست از حصولِ تمام علوی جزوی وکلی واحاطۂ آن وتلاء وخواند آں حضرت مناسب ایں حال وبقصد استشہاد برامکان آں ایں آیت راکہ وکذلك نری ابراهیم تا من الموقنین. وتا آں گہ دو ابراہیم از یقین کنندگان بوجود ذات وصفات وتوحید. واہل تحقیق گفتہ انکہ تفاوت ست در میان ایں دو روایت زیرا کہ خلیل علی نبینا وعلیہ السلام ملک آسمان وزمین را دید وحبیب ہرچہ در زمین وآسمان بود از ذات وصفات وظواہر وبواطن ہمارا دید وخلیل (علیہ السلام) حاصل شد مراد را یقین بوجود ذاتی ووحدت حق بعد از دیدن ملکوت آسمان وزمین، چناں کہ حال اہل استدلال وارباب سلوک ومحبان وطالبان می باشد وحبیب (ﷺ) حاصل شد مراد را یقین ووصول الی اللہ اول پس از آں دانست عالم را وحقائق آں را چناں کہ شان مجذوبان محبوباں ومطلوبان ست.

[اشعة اللمعات، ج:۱، ص:۳۳۳]

ان کے اوپر ہے علم دیا ہے جیسکہ قصہ معراج سے ثابت ہے، اور ساتوں زمینوں کے درمیان جو کچھ ہے اور ان کے نیچے بھی سب کا علم بخشا ہے، چناں چہ حدیث بیل و مچھلی جن پر سب زمینیں ہیں اس کی دلیل ہے اور ممکن ہے کہ آسمانوں سے مراد اوپر کی جہت ہو اور زمینوں سے نیچے کی طرف پر ساری مخلوقات کو شامل ہوگئی۔ (1)

یہ بقدر ضرورت عبارت مرقاۃ کا ترجمہ ہے، اور باقی بھی عن قریب مذکور ہوگی۔

اور ہم اس کے معتقد نہیں کہ (تمام مولود کی مجلسوں میں سرور عالم ﷺ کا روح پر فتوح تشریف لاتا ہے) بلکہ ہم اس کے قائل ہیں کہ جو مجلس کمال اخلاص و محبت سے منعقد ہو اس میں اگر آپ کا روح مبارک شامل ہو جائے تو کوئی ممانعت نہیں ہے، جیسا کہ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے بعضے رسالوں میں اس پر تصریح کی ہے، جو اس کو شرک کہتا ہے وہ دین میں اپنی طرف بناوٹ بناتا ہے، اور مسلمانوں کی راہ سے الگ جاتا ہے، اور خدا ہی سیدھا راہ دکھا دے۔

جواب تفصیلی میں ہے:

(1) عبارت: فعلمت ما في السمٰوات والارض يعني ما أعلمه اللّٰه تعالیٰ مما فيهما من الملٰئكة والأشجار وغيرهما وهو عبارة عن سعة ما علمه اللّٰه تعالیٰ الذي فتح اللّٰه عليه. وقال ابن حجر أي جميع كائناة اللّٰهِ التي في السمٰواتِ بل وما فوقها كما يستفاد من قصة المعراج. والأرض هي بمعني الجنس أي وجميع مافي الأرضين السبع بل وما تحتها كما أفاده إخباره صلى اللّٰه عليه وسلم عن الثور والحوت الذين عليهما الأرضون كلها انتهیٰ. ويمكن أن يراد بالسمٰوٰت الجهة العليا وبالأرض الجهة السفلى فيشمل الجميع. ١٢ انتهیٰ . [مرقاة، ج:٢، ص:٤٠٠] [بقدر الحاجة والباقي سيجئى نقله عن قريب.]

''پھر طرفہ ماجرا یہ ہے کہ علی قاری نے جو حضرت کے علم سے قیامت خارج کیا، تو اس میں بھی قصوری صاحب کلام کرتے ہیں۔ چہ خوش قصوری صاحب علی قاری کی اس توجیہہ وتحقیق میں جو موافق کتاب وسنت کے ہے کلام کرتے ہیں، اگر غور کیجیے تو یہ طعن کچھ علی قاری ہی پر نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ اور رسول اور عائشہ رضی اللہ عنہا پر اور مفسرین ومحدثین وفقہا پر واقع ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''سوال کرتے ہیں تجھ سے قیامت سے کہ کب ہے وقت قائم ہونے اس کے کا، بیچ کس بات کے ہے تو یاد اس کی سے، تیرے رب کی طرف ہے انتہیٰ اس کا۔''

امام رازی لکھتے ہیں کہ انتہائے علم قیامت کا کسی کو علم نہیں دیا گیا۔ (1)

اور ابوالسعود میں ہے تو قیامت کے ذکر کرنے اور وقت بیان کرنے میں نہیں کیوں کہ یہ تیرے علم کی فرع ہے، اور یہ تیرے لیے نہیں ہے، اس کا علم علام الغیوب کو ہے، اور لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف قیامت کے علم کا منتہا ہے، یعنی اس کی کنہ کا علم اور تفاصیل اور وقت وقوع اس کا خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ (2)

پھر آیت: ''يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا'' کے ذیل میں امام رازی اور ابوالسعود نے بصراحت تمام بیان کیا ہے، اور اس کے سوا بہت سے مواقع میں ہے۔ ''اور کس نے تجھے بتایا ہے کہ شاید قیامت قریب ہے، اور کس نے تجھے بتایا ہے کہ قیامت کیا ہے۔

(1) عبارت: (دلیل تفصیلی والے کی) أي منتهیٰ علمها لم يؤته أحد من خلقه. [تفسیر کبیر، ج:١٦، ص:٤٨]

(2) عبارت: أي ما أنت من ذكرها لهم وتبين وقتهالهم في شيئٍ لأن ذلك فرع علمك به، وأنى لك ذلك وهو مما استاثر بعلمه علام الغيوب إليه تعاليٰ يرجع منتهى علمها أي علمها بكنهها وتفاصيل أمرها ووقت وقوعها لا إلى أحد غيره. ملخصًا [تفسیر أبو السعود، ج:٤، ص:١٠٥]

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جو کہے کہ حضرت کو علم قیامت کا تھا۔ تو اُس نے بڑا افترا کیا۔(1)

توجب آپ کے طعن سے خدا اور رسول وصحابہ ومفسرین وفقہا ومحدثین تک بھی نہ بچے تو پھر آپ کسی کی توہین کی شکایت نہ کریں۔" انتہیٰ بلفظہٖ

فقیر قصوری کان اللہ لہ: کہتا ہے کہ حق تعالیٰ پر امکان کذب کا طعن اور آں حضرت ﷺ سے بشریت میں برابری وبرادری جمیع بنی آدم کی، اور آپ کے علم کا شیطان کے علم سے کم ہونے کا طعن، اور صحابہ وتابعین کے اقوال کو غلط بتانا، جس کا اوپر بخوبی ذکر آچکا ہے، اور علمائے ربانیین پر یہ طعن کہ علامہ سیوطی وعلی قاری وغیرہما کے رسائل جواز مجلس مولود بدعتیوں کے رسالے ہیں، جن سے صاحب انوار ساطعہ مغرور ہوا ہے، جیسا کہ دوسرے صفحہ براہین کی سطر ۱۳ و ۱۴ر میں ہے، یہ حضرات خلیل ورشید اور ان کے حواریین کی ہی عادت سے ہے۔

اور فقیر قصوری تو ابتدائے شعور وتمیز سے ہمہ تن دین متین کے مخالفین کی تردید میں مصروف ہے، چناں چہ پادریوں، رافضیوں، خارجیوں، وہابیوں، غیر مقلدوں، نیچریوں، آریوں اور امکان کذب کے معتقدوں سب کے رد میں رسالے لکھے اور چھپوائے، اور بفضلہٖ تعالیٰ وہ رسائل مقبول علمائے عرب وعجم ہوئے، جس پر خدائے کریم کا شکر ہے، اور یہ سب کچھ اُس مولیٰ پاک کی طلب رضا کے واسطے کیا ہے۔

اور معلوم رہے کہ مولانا قاری نے حدیث مشکاۃ جس میں آپ کے عالم "مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کا ذکر ہے، آپ کے بیان وسعت علم تحت الثریٰ سے اعلیٰ العلیٰ تک جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اس کے بعد لکھا ہے کہ اس قید سے جو ہم نے ذکر کی ناچاری ہے اس لیے

(1) عبارت: من قال بأنه صلى الله عليه وسلم يعلم بوقت فقد افترى افتراءً عظيما. [صحيح مسلم ، ج:۱، ص:۹۸] اسی مفہوم کی حدیث موجود ہے۔

کہ اطلاق جمیع کا غیر صحیح ہے، چناں چہ ظاہر ہے۔ (1)

پھر یہ قید حدیث جبریل کی اخیر مذکور ہے، آیت: ''اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ''(2) کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ باطن پر خبردار ہے، جیسا کہ ظاہر پر، یا معنی یہ ہوں کہ حق تعالیٰ بعض جزئیات ان پانچ علموں پر اپنے بعض مخلص بندوں کو خبردار کر دیتا ہے، اور قرآن مجید کی کئی مقاموں نے مجھے خبر دی ہے کہ علم قیامت کا ان چیزوں سے ہے جو خدا سے خاص ہیں۔ اھ (3)

تو اس کی فقیر نے یوں تاویل کی کہ آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قیامت کے بیان کرنے سے منع کیے گئے تھے، تو یہ علم حق تعالیٰ سے مخصوص ہو گیا۔ اور اس کی دلیل فقیر کے دل میں یہ القا ہوئی کہ سورۂ جن میں آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قرب بعد قیامت کے معلوم نہ ہونے کے بعد فرمایا کہ خدا غیب دان ہے، پس اپنے غیب خاص پر کسی کو غالب نہیں کرتا مگر رسول پسندیدہ کو، تو مراد غیب سے غیب مطلق مخصوص باری تعالیٰ ہے جس میں علم قیامت بھی درج ہے، پس جب رسول پسندیدہ مستثنیٰ ہوئے، اور غیب مخصوص پر ان کا غلبہ منصوص قرآن ہو گیا۔

(1) عبارت: لكن لابد من التقييد الذي ذكرناه إذ لايصح إطلاق الجميع كما هو ظاهر انتهىٰ وذلك التقييد في ابتداء الكلام. يعني ما أعلمه اللّٰه مما فيه من الملائكة والأشجار وغيرهما. الخ [مرقاة ، ج:۲، ص:۴۰۰]

(2) پارہ:۲۱، لقمٰن:۳۱، آیت:۳۴

(3) عبارت: (ثم رأيت مفاد هذا التقييد في اٰخر حديث جبرئيل من قوله في شرح إن اللّٰه عليم خبير) أي بباطنها كما أنه عالم بظاهرها أومعناه يخبر ببعضها من جزئياتها لبعض عباده المخلصين وقد أخبرفي مواضع كتابه أن علم الساعة مما استاثره اللّٰه تعالىٰ به.[مرقاة ،ج:۱، ص:۱۳۰]

تواس سے متحقق ہوا کہ آپ کو علم قیامت بھی دیا گیا ہے۔

صحیح بخاری مطبوعہ احمدی دہلی کے صفحہ ۶۸۱/ میں ہے کہ قیامت کا وقت سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا ہے۔(1)

اور اس کے نیچے شرح قسطلانی سے لکھا ہے، مگر رسول پسندیدہ پس وہ مطلع ہوتا ہے غیب پر جس قدر خدا چاہتا ہے، اور ولی تابع رسول، رسول سے لیتا ہے۔ اھ مترجماً۔(2)

اور محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ سے اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ آپ کو ایک قسم کا علم دیا گیا ہے، اور اس کے چھپانے پر آپ مامور تھے، اور اوپر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول میں لکھا ہے کہ ان پانچ چیزوں کو جو کوئی سوا خدا کے نہیں جانتا تو مراد اِس سے علم استقلالی کی نفی ہے، اس لیے کہ بے شک اِن پانچ چیزوں اور دوسری غیب کی باتوں کو خود بخود کوئی نہیں جانتا ہے، ورنہ بتعلیم الٰہی بنیوں اور ولیوں کو غیب پر اطلاع قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے، پس اس صورت میں مکذبین کا یہ قول کہ فقیر خدا اور رسول اور صحابہ و مفسرین و فقہا و محدثین پر طعن کرتا ہے، یہ انصاف کی رو سے صرف افترا ہی ہے۔

پھر جب فقیر شعبان ۱۳۰۷ھ میں مکہ معظّمہ میں بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوا، اور پادشاہی کتب خانہ سے امام ابو منصور ماتریدی کی تاویلات کو مطالعہ کیا، تو آیت مفاتیح الغیب کے نیچے لکھا پایا کہ آں حضرت ﷺ ان کو جانتے ہیں، مگر علم قیامت کا کہ اس پر کوئی مطلع نہیں ہے۔ مگر یوں کہا جائے کہ آں حضرت ﷺ کو اس میں بیان کرنے کا

(1) عبارت: ولا يعلم متى تقوم الساعة إلا اللّٰه.

[صحيح البخاری، کتاب التفسير، باب: سوره رعد ،ج:۲، ص:۶۸۱]

(2) عبارت: حاشيه قسطلانی: إلا من ارتضیٰ من رسول فإنه يطلعه على ما يشاء من غيبه والولي التابع له يأخذ عنه. انتهیٰ

[ارشاد الساري، ج:۱۰، سوره رعد، ص:۳۲۲]

اذن نہ تھا۔ اور نہ کوئی بات بیان کرتے تھے مگر وحی سے۔ (1)

یہ ترجمہ ہے عبارت تاویلات کا جو مع کلام ابتدا کے اوپر منقول ہو چکی ہے۔

اور کشف الظنون میں ہے کہ تاویلات اہل السنۃ امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی جن کی وفات ۳۳۳ھ میں ہوئی۔ (2)

شیخ عبدالقادر جواہر مضیہ میں کہتے ہیں کہ یہ کتاب ایسی ہے، جس کے برابر بلکہ اس کے قریب پہلے مصنفات اس فن میں سے نہیں ہے۔ انتہیٰ اھ. (3)

اور شرح مقاصد میں درج ہے کہ ابو منصور ماتریدی شاگرد ابو نصر عیاض کا وہ شاگرد ابوبکر جرجانی دوست ابی سلیمان جرجانی کا۔ وہ شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت کرے۔ (4)

پھر فقیر نے اسی شاہی کتب خانے میں امام المحدثین خاتمۃ المجتہدین عبدالرحمٰن ابوالفضل

(1) عبارت: ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یعلم ذلك إلا في حق السّاعة فإنه لا يطلع عليها أحد إلا أن يقال بأن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لم يؤذن له بالتكلم ولا القول في شئ إلا من جهة الوحي من السماء.

(2) عبارت: تأويلات أهل السنة للإمام أبي منصور محمد بن محمد الماتريدي الحنفي المتوفیٰ ۳۳۳ھ ثلٰث وثلٰثين وثلثمائة.
[كشف الظنون، جز:۱، ص:۳۳۵]

(3) عبارت: وهو كتاب لايوازيه فيه كتاب بل لا يدانيه شيٌ من تصانيف من سبقه في ذلك الفن. [كشف الظنون بحواله جواهر مضيه، جز:۱، ص:۳۳۵]

(4) عبارت: أبو منصور الماتريدي تلميذ أبی بكر الجرجاني صاحب أبي سليمان الجرجاني تلميذ محمد بن الحسن شيباني رحمهم اللّٰہ تعالیٰ.
[شرح مقاصد، جز:۲، ص:۲۷۱]

جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا رسالہ "انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب" دیکھا، اور اس کے پہلے فصل باب اول میں یہ مسئلہ پایا کہ:
(1)آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہر چیز کا علم دیے گئے ہیں، مگر پانچ چیزیں جو آیت: ''اِنَّ اللہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃَ'' میں ہیں۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم بھی دیا گیا ہے، اور آپ اس کے چھپانے پر مامور تھے، اور ویسا ہی روح میں اختلاف ہے، اور آپ کے واسطے امر دجّال میں ایسا بیان کیا گیا ہے جو کسی کے واسطے بیان نہیں کیا گیا۔ اور آپ کی حیات مبارکہ میں وعدہ بخشش کا ہو چکا تھا۔

ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی مخلوق سے نڈر نہیں کیا ہے، مگر محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جو آپ کے حق میں فرمایا کہ آپ کا اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بخش دیا ہے۔

اور فرشتوں کو فرمایا اور جو کہے گا ان سے کہ میں خدا ہوں اللہ کے سوا، پس وہ شخص ہم بدلہ دیں گے اس کو دوزخ۔

اور عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے کہا کہ بخدا کوئی نہیں جانتا کہ اس سے کیا ہوگا، مگر آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جن کا حال ہم کو بھی ظاہر ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اگلی پچھلی لغزشیں بخش دی ہیں، اِس حدیث کو حاکم نے اخراج کیا ہے، اور آپ کا ذکر خیر اونچا کیا ہے، پس حق تعالیٰ کا ذکر اذان و

(1) عبارت: وأوتي صلى اللّٰه عليه وسلم علم كل شيئ إلا الخمس التي في اٰيته ان اللّٰه عنده علم الساعة و قيل: أنه أوتيها أيضًا وأمر بكتمها .والخلاف جار في الروح أيضًا. وبين له في أمر الدجّال مالم يبين لأحد ووعد بالمغفرة وهو يمشي حياء صحيحًا. قال ابن عباس رضي اللّٰه عنهما. ما أمّن اللّٰه أحدًا من خلقه إلا محمدًا صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ليغفر لك اللّٰه ماتقدم من ذنبك وما تأخر. وقال للملٰئكة: ومن يقل منهم إنّي إلٰه من دونه فذلك نجزيه جهنم وقال عمر بن الخطاب رضى اللّٰه عنه:

خطبہ وتشہد میں جو آتا ہے تو آپ بھی وہاں مذکور☆ ہوتے ہیں، اور آپ پر آپ کی ساری امت عرض کی گئی، تاآں کہ آپ نے ان کو دیکھ لیا، اور قیامت تک آپ کی امت میں جو ہونا تھا وہ بھی آپ پر ظاہر کیا گیا۔

اسفرائنی نے کہا اور آپ پر ساری مخلوقات ظاہر کی گئی، حضرت آدم کے وقت سے پیچھے تک، اور آپ علم دیئے گئے، جیسا کہ حضرت آدم کو ہر چیز کے ناموں کا علم دیا گیا تھا، حالاں کہ آپ حضرت آدم کے سردار اور ساری مخلوقات سے خدا کے نزدیک بہت بزرگ ہیں۔ پس آپ رسولوں اور مقرب فرشتوں سے افضل ہیں، اور تمام جہانوں سے فراست میں زائد ہیں، ابن سراقہ نے یہ خصائص ذکر کیے ہیں۔

یہ ترجمہ ہے عبارت انموذج کا۔

اور اسی کتاب کے اخیر میں لکھا ہے کہ یہ ۹۸۸ھ میں نسخہ داودی شاگرد امام سیوطی سے جو مؤلف کے خط سے منقول ہے لکھی گئی، اور اس میں ایک ہزار ایک سو بارہ خصائص ہیں۔

واللّٰہ ماتدری نفس ماذا مفعول بها ليس هذا الرجل الذي قد بين لنا إن اللّٰه قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر صلى اللّٰه عليه وسلم. أخرجه الحاكم ورفع ذكره فلا يذكر اللّٰه جل في اذان ولا خطبة ولا تشهد إلا ذكر معه وعرضت عليه أمته بأسرهم حتىٰ راٰهم وعرض عليه ماهو كائن في أمته حتى تقوم الساعة: قال الاسفرائني: وعرض عليه الخلق كلهم من لدن اٰدم فمن بعده وعلم كما علم اٰدم أسماء كل شيئٍ وهو سيّد اٰدم و أكرم الخلق على اللّٰه فهو أفضل من سائر المرسلين وجميع الملائكة المقربين و كان أفرس العٰلمين. عدّ هذه ابن سراقة . وكتب في اٰخرها إنها نقلت سنة ۹۸۸ھ من نسخة الداؤدي التي نقلها من خط المؤلف وهو تلميذه رحمهما اللّٰه والخصائص فيها ألف ومائة واثنا عشر.

☆اذانوں میں داخل ہے نام آپ کا نمازوں میں شامل سلام آپ کا

اور صاحب کشف الظنون لکھتا ہے:

خصائص نبویہ شیخ جلال الدین سیوطی عبد الرحمٰن بن ابوبکر سیوطی متوفیٰ ۹۱۱ھ کی تالیف ہے، جس کے ابتدا میں یہ ہے کہ "سب تعریف خدا کے لیے ہے جس نے آسمان نبوت میں چڑھایا۔" الخ، مؤلف نے اس میں ذکر کیا ہے کہ اِن خصائص کی بیس برس تک جستجو کے ایک ہزار سے زائد ہو گئے ہیں پھر اس کا اختصار کر کے "انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب" نام رکھا۔

روایت ہے کہ اِن کے بعض ہم عصروں نے اِس کتاب کو لے کر اپنی طرف منسوب کر دیا۔ تو امام سیوطی نے ایک رسالہ بنام "فارق بين المصنف والسارق" لکھا، پھر شیخ عبد الوہاب بن احمد شعرانی نے جس کی وفات ۹۷۲ھ میں ہوئی، اس انموذج کا اختصار کیا۔ اور انموذج کی دو شرحیں ہیں، بڑی اور چھوٹی۔ تصنیف عبد الرحمٰن مناوی کی جس کا اوپر ذکر گزرا ہے۔[1] یہ ترجمہ ہے عبارت کشف الظنون کا صفحہ ۳۵۵ سے۔

پس فقیر کا یہ قول آیت شریف سورہ جن اور صحیح حدیثوں اور دوسری روایات کتب دینیہ

(1) عبارت: (الخصائص النبوية) للشيخ جلال الدين عبد الرحمٰن بن أبى بكر السيُوطى المتوفىٰ ۹۱۱ھ إحدى عشر وتسع مائة وهو مجلد أوله الحمد للّٰه الذي اطلع في سماء النبوة الخ. ذكر فيه أنه تتبع هذه الخصائص عشرين سنة إلى أن زادت على الألف ثم اختصره وسماه انموذج اللبيب في خصائص الحبيب. روي أنه أخذه بعض معاصريه وأسنة إلى نفسه فكتب السيُوطى فيه مقامة تسمى الفارق بين المصنف والسارق. واختصره أيضًا الشيخ عبد الوهاب بن أحمد شعراني المتوفى ۹۷۲ھ اثنين وسبعين وتسع مائة. وعلىٰ الانموذج المذكور شرحان كبير وصغير لبعد الرؤف المناوي المار ذكره. (مصنف اور چور میں فرق کرنے والا۔)

[كشف الظنون، باب الخصائص النبوية، جز:۱، ص:۷۰۵]

کی دلیل سے ثابت ہے، جو آپ کے عموم علم پر دال ہیں۔ اور ان دونوں اماموں کی تصریح سے پہلا ان کا امام ہے جمیع اہل سنت حنفیوں کا علم عقائد اسلامیہ میں، اور علم فقہ میں استاذوں کا استاذ ہے۔ دوسرا وہ ہے جس کو علامہ قاری مرقات وغیرہ میں بارہا شیخ المشائخ وغیرہ القاب سے تصریح کر رہے ہیں۔

رہی وہ آیات مستند مکذبین کی جن کا ابتدا ''یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ''[1] اور ''وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةِ''[2] اور ''وَمَا اَدْرٰكَ مَاالْحَاقَةُ''[3] اور ''وَمَا اَدْرٰكَ مَاالْقَارِعَةُ''[4] ہے اور امام رازی اور مفتی ابوالسعود کا قول کہ قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا گیا ہے۔

تو ان کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام آیات مکہ معظّمہ میں سورۂ جن کے نزول سے پہلے کی اتری ہوئی ہیں۔ اور سورۂ جن گیارہویں برس کے اخیر اتری ہے، جیسا کہ تفسیر عزیزی میں اس پر تصریح ہے۔ اسی واسطے جلالین حاشیہ جمل میں لکھا ہے:

''اور ممکن ہے کہ نفی علم غیب کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب پر مطلع کرنے سے پہلے کی ہو، پس جب حق تعالیٰ نے آپ کو غیب پر مطلع کر دیا تو آپ نے اس کی خبر دے دی۔ چناں چہ قرآن مجید میں ہے، پس خدا کسی کو اپنے غیب پر غالب نہیں کرتا مگر رسول پسندیدہ کو۔'' اھ[5]

جیسا کہ اوپر یہ عبارت مع بقیہ عبارت کے ترجمہ کی گئی ہے، اور ایسا ہی تفسیر روح البیان وغیرہ میں ہے۔

(1) پارہ:۹، الاعراف:۷، آیت:۱۸۷
(2) پارہ:۲۲، الاحزاب:۳۳، آیت:۶۳
(3) پارہ:۲۹، الحاقۃ:۶۹، آیت:۳
(4) پارہ:۳۰، القارعۃ:۱۰۱، آیت:۳
(5) عبارت: ویحتمل أن یکون قال ذٰلك قبل أن یطلعه اللّٰه عزوجل علی علم الغیب فلما أطلعه اللّٰه أخبر به کما قال: فلا یظهر علیٰ غیبه أحدًا إلا من ارتضیٰ من رسول.[تفسیر خازن، سورۃ الأعراف، باب:۱۸۸، جز:۳، ص:۱۴۲]

اس کو یاد رکھ کر سنیئے! کہ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ قیامت کا علم حق تعالیٰ کے مخصوص علموں سے ہے کسی کو دیا نہیں گیا۔ جیسا کہ مفسرین کی ایک جماعت کی کلام سے ظاہر ہے، تاہم ہمارے مدعا کے بر خلاف نہیں ہے، کیوں کہ کل سے بعض کا نکل جانا منافی کلیت نہیں ہے، اور اکثر کو حکم کل ہوتا ہے پس اسی صورت میں بھی آں حضرت ﷺ کی وسعت علم اور کثرت معلومات بہ نسبت شیطان مردود کے ضرور ہی ثابت ہوگی، بفضلہٖ تعالیٰ ہمارا مدعا ثابت ہوگیا۔

جواب تفصیلی میں ہے:

''اور یہ جو قصوری صاحب لکھتے ہیں کہ اکابر اہل سنت نے آپ کو عالم ''مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ'' مان لیا ہے، اِس سے اگر یہ مراد ہے کہ آپ عالم الغیب والشہادۃ لجمیع الجزئیات والکلیات ہیں جیسا قصوری صاحب کی تحریرات مختلفہ سے ثابت ہوتا ہے، تو سراسر غلط و کذب ہے۔ اکابر اہل سنت نے کسی کو عالم ''مَاکَانَ وَمَایَکُوْنَ'' تسلیم نہیں کیا، البتہ یہ شیعہ کا مذہب ہے کہ وہ حضرت صلعم اور ائمہ کے بارہ میں اِس قسم کے روایات کرتے ہیں۔

اور اگر یہ مراد ہے کہ حضرت فخر عالم کو احوال ماضیہ و مستقبلہ از قسم مبدأ و معاد و قصص سابقین و احکام و حروب و فتن وغیرہ کا عطا کیا گیا تو یہ مسلّم ہے، اس کا کسی کو انکار نہیں، اور نہ یہ احاطہ علمی و عالم الغیب ہونے پر مستلزم ہے۔

پس معلوم ہوا کہ دعویٰ حضرت قصوری صاحب کا محض خیالی ہے، چناں چہ اپنے مدعا کے ثبوت میں روضۃ الاحباب، مدارج النبوۃ، معارج النبوۃ شفا وغیرہ کا حوالہ دیتے ہیں جو ثبوت عقائد کے واسطے سراسر ناکافی ہیں، اور حضرت قصوری صاحب کے کمال علمی ثبوت کے لیے دلیل کافی و شافی ہے۔

بالجملہ یہ اعتراض براہین کی عبارت پر محض تعصب اور نفسانیت سے پیدا ہوا ہے، کیوں کہ اس دلیل کا صغریٰ و کبریٰ دونوں غلط ہیں۔

صغریٰ دلیل کا یہ تھا کہ ملک الموت و ابلیس اعلم ہیں۔ اِس میں معترض سے یہ غلطی

ہوئی کہ اعلمیت کو مطلق سمجھ لیا۔ براہین کے مؤلف کا یہ مدعا ہرگز نہ تھا، بلکہ مدعا مؤلف براہین کا یہ ہے کہ ممکن ہے کہ معلومات کونیہ کا علم حضرت ملک الموت اور ابلیس کو ہو جوان کا وظیفہ ہے، اور رسول اللہ ﷺ کو نہ ہو، اگرچہ حضرت کا علم جو متعلق مبدأ و معاد احوال عالم و تشریعات وغیرہ کے ہو، وہ بدرجہا اُس سے افضل واکمل ہوگا۔

پھر اس کا کبریٰ کہ ہر اعلم افضل ہے، کلیت کبریٰ غلط اور غیر مسلّم ہے، کیوں کہ اعلمیت بعلم دون علم یا بعلم ذلیل و خسیس ہرگز مستلزم افضلیت کو نہیں، پس براہین قاطعہ میں نہ شیطان کے علم کو حضرت کے علم سے زیادتی ثابت کی ہے نہ فضیلت، یہ محض قصوری صاحب کا خیالی پلاؤ ہے جو ان کے دیگ سینہ عناد آتش سے پختہ ہو رہا ہے۔

لیکن یہ سمجھنا کہ علم محیط آپ کو ''مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ'' حاصل ہو گیا ہے سراسر غلط ہے، اور مخالف جمہور محققین اہل سنت ہے، اِس پر معتقد ہونا سوائے مولوی قصوری صاحب اور آپ کے ہم مشربوں کے کسی دین دار ذی علم کا کام نہیں، فقط۔ انتہیٰ بلفظہٖ چوتھا جواب تفصیلی تمام ہوا۔

علم ''مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ''

فقیر قصوری کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ بارہا تصریح ہو چکی ہے کہ آں حضرت ﷺ کا علم مخلوقات سے زائد ہے، اور حق تعالیٰ سے بہت کم ہے، اور آپ کا احاطہ علمی باری تعالیٰ کے احاطہ کی طرح نہیں ہے، اور آپ کے لیے ''مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ'' کے علم کا اعتقاد علمائے ربانیین نے قرآن و صحیح حدیثوں سے استنباط کیا ہے۔

پھر روضۃ الاحباب و شفا وغیرہما کا حوالہ آں حضرت ﷺ کے عموم علم و وفور معلومات کے اثبات کے لیے غیر کافی ہونا، اور شرح مواقف کی روایت شاذ اور زعمی استنباط کا عقیدہ امکان کذب باری تعالیٰ کے لیے، اور کلام محمول تواضع کا عقیدہ اثبات مساوات جمیع بنی آدم

سرور ﷺ کے واسطے، اور احاطہ علمی شیطان کے لیے ایسی روایات جن میں اس پر دلالت ہی نہیں ہے، کافی ہونا اور اس کو نص سے ثابت کہنا، اور آپ کی وسعت علم غیر ثابت نص سے بیان کرنا سوائے وہابیوں کے کسی مسلمان کا قول نہیں ہے۔

اور اوپر گزر چکا ہے کہ تقویۃ الایمان میں جاہل کا لفظ انبیا پر اطلاق کیا ہے اور صاحب براہین اور اس کے حواریین نے جواب تفصیلی میں اُس کو پسند کر کے مان لیا ہے۔

اور نیز براہین میں آپ کے علم کو شیطان لعین کے علم سے کم لکھا ہے، جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔

اور اب جواب تفصیلی اس تحریر اخیر میں صاف لکھا ہے کہ معلومات کونیہ کا علم ابلیس کا وظیفہ ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا وظیفہ نہیں، تو یہ صریح آپ کے وفور علم میں نقصان اور آپ کے رتبہ عالی کا پست کرنا اور شیطان کے علم کا رجحان ہے۔

یہاں پر "شفائی حقوق المصطفیٰ" اور اس کی شرح علامہ قاری [1] کی عبارت نقل کرتا ہوں:

(1) وقال القاري بعد ختم هذا الشرح ومن أحسن ما نظم في تحسين هٰذا الكتب ما قاله بعض أولى الألباب من الأصحاب:

شفى داء النفوس لنا الشفاء　　أضاء النور منه والسناء
ونال محبه كل الأمانى　　وزال به عن القلب الصّداع
تلا لؤ نوره أبدًا علينا　　ظلام الليل عادلنا ضياؤ
جواهر نظمه درود أبهىٰ　　من الياقوت حقًا لامراؤ.

(1)"جو شخص آں حضرت ﷺ کو عمداً برا کہے اور تحقیر کرے اور عیب لگائے کسی وجہ سے، یعنی ممکن الوجود ہو یا ممتنع الشہود تو وہ واجب القتل ہے، اور یہ امر ظاہر ہے اس میں کوئی شبہہ اور توقف نہیں کہ ایسا کرنے والا قتل کیا جائے۔"

اب اس وجہ پہلی کے ساتھ ایک دوسری وجہ بھی ملحق ہے، جو وہ بھی ظاہر ہے اور مخفی نہیں اور وہ یہ ہے کہ کسی نے آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کچھ کہا، در حال یہ کہ اس کا قصد بدگوئی و تحقیر و سبکی و مسخری کا نہ تھا، اور نہ وہ اس کلام کے مضمون کا معتقد ہے، ولیکن اُس نے آپ کی نسبت ایسا الفاظ بولا جس سے کافر ہو جاتا ہے۔ آپ کے لعن کرنے اور برا کہنے

(1) عبارت: فصل. قال القاضي: تقدم الكلام في قتل القاصد لسبه أي المعتمد في شتمه والإزراء به وفي نسخته والإزدراء وهو بمعنى الاحتقار وغمصه بمعجمة ومهملة بينهما ميم ساكنة أي عيبه بأي وجهٍ كان من ممكن وجوده أو محال بضم الميم أي ممتنع شهوده. فهذا وجهٌ بيّن أي ظاهر مكشوف لا إشكال فيه ولا توقف في قتل متعاطيه.

الوجه الثانى لاحق به أي ملحق بالوجه الأول في البيان والجلاء أي في الظهور وعدم الخفاء. وهو أن يكون القائل لما قال من الكلام في جهته عليه الصلوٰة والسلام غير قاصد للسب أي للشتم على وجه الجفاء والازراء. وفي نسخة الاذدراء أي الإستحقار بالاستخفاف والإستهزاء ولا معتقد بالجرو في نسخة ولا معتقداً له أي لمضمون كلامه ولكنه تكلم في جهته عليه الصلاة والسلام بكلمة الكفر، وفي نسخة بكلمة من الكفر أي من ألفاظه كما بينه لقوله من لعنه أو سبّه أو تكذيبه أو إضافه مالا يجوز عليه أي نسبته إليه.

سے، یا جھٹلانے سے، یا آپ کی طرف ایسی نسبت کرنے سے جو آپ پر ناروا ہو۔

یا جس چیز کا آپ کے لیے ثبوت واجب ہے اس کی نفی کرنی جس سے آپ کی شان والا کو بٹہ لگے اور آپ کی مذمت ہو، جیسے کہ کبیرہ گناہ کے صدور کو قول ہو یا فعل آپ کی طرف منسوب کرنا۔

یا احکامِ رسالت کے پہنچانے میں آپ کی مداہنت کا قائل ہونا، جس کو اللہ تعالیٰ نے آیت: "فَلَعَلَّكَ الخ" یعنی پس شاید کہ تو چھوڑ دینے والا ہے بعضے وہ چیز کہ وحی کی جاتی ہے طرف تیری، اور تنگ ہوجاتا ہے سینہ تیرا اس واسطے کہ کہیں وہ کہ کیوں نہ اتارا گیا اوپر اس کے خزانہ، یا کیوں نہ آیا ساتھ اس کے فرشتہ میں نفی فرمایا ہے۔

یا لوگوں کے معاملات کے حکم میں سستی کرنی جس کو باری تعالیٰ نے آیت: "اِنَّآ اَنْزَلْنَا" [نساء:۴، آیت:۱۰۵] (یعنی تحقیق ہم نے اتاری تیری طرف کتاب سچ کے ساتھ، تاکہ تو لوگوں میں حکم کرے موافق دکھلانے خدا کے) میں منفی کیا ہے۔"

یا آپ کے عالی مرتبہ یا شرف نسب آبا و اجداد میں جو تمام عرفی عیبوں سے بری

أو نفي ما يجب أي ثبوته له مما هو في حقه عليه الصلوٰة والسلام نقيصة أي منقصة و مذمة مثل أن ينسب إليه إتيان كبيرة أي صدورها من قول أو فعل. أو مداهنة في تبليغ الرسالة كما نفاه اللّٰه تعالىٰ عنه بقوله فلعلك تارك بعض ما يوحىٰ إليك وضائق به صدرك أن يقولوا لا أنزل عليه كنز أو جاء معه ملك.

أو مسامحة أو مساهلة في حكم بين الناس كما نفاها عنه في قوله تعالىٰ: إنّا نزلنا إليك الكتٰب بالحق لتحكم بين الناس بما أراك الله.

أو يغضّ أي يخفض وينقص من مرتبة العلية أو شرف نسبه إلىٰ اٰبائه وأجداده الجليّة من العيوب العرفية أو وفور علمه أي كثرته أو زهده من غير ضرورته أو يكذب بما اشتهر به من أمور أخبر بها

تھے، پست کرنا اور نقصان لگانا، یا آپ کے وفورعلم کثرت معلومات و زہد میں نقص لگانا، یا جن چیزوں کی خبر دینی آپ سے مشہور اور متواتر ہوان کو جھٹلانا اس کے خبر کے رو کے ارادہ پر کیوں کہ اگر خبر متواتر کا انکار کرے تو کفر ہے، بخلاف انکار حدیث احاد کے کہ اس کا انکار گناہ ہے، مگر اگر خبر احاد کا انکار بھی بوجہ سبکی وتحقیر کے کرے تب کفر ہے۔

یا آں حضرت ﷺ کی نسبت سفاہت عبارت میں یا قبیح کلام سے خواہ اشارۃً ہو اور کوئی قسم دشنام کا اور وہ لفظ جس میں تھوڑا ادب ہو استعمال کرے اگر چہ قائل کے حال کی دلیل سے ظاہر ہو کہ اس نے آپ کی مذمت کا اپنی کلام میں ارادہ نہیں کیا ہے، اور آپ کی دشنام اس کا مقصود نہیں، کیوں کہ وہ آپ کے کمال کا معتقد ہے، لیکن یہ اس کی گفتگو یا تو بسبب قائل کی نادانی کے آپ کے نعوت جمال سے یا بسبب اضطراب اثر غم کے جو اس کو پہنچا ہے، یا بہ سبب کسی گناہ کے جو اس نے کیا ہے، یا اس کی زبان نے آپ کی شان میں محافظت اور ضبط

عليه الصلوٰة

والسلام ومتواتراً الخبر بها عنه عن قصد لرد خبره إذ لو أنكر خبرًا متواتراً كفر بخلاف ما إذا أنكر حديثًا أحادًا فإن إنكره فسق إلا إذا كان علىٰ وجه الاستخفاف والاستحقار. أو ياتى بسفه من القول أي بسفاهة في عبارة أو بقبيح من الكلام ولو بإشارة ونوع من السب وما فيه من قلة الأدب في جهت عليه الصلوٰة والسلام. وإن ظهر بدليل حاله أي حال قائله أنه لم يعمد أي لم يرد ذمه أنه عليه الصلوٰة والسلام في مقاله ولم يقصد سبّه لاعتقاده كما له لكن صدر عنه مقاله اما لجهالة بنعوت جماله حملته على ما قاله أو لضجر بفتحتين أي قلق من أثر غم ناله أو منكر محرم أو غيره أو قلة مراقبته في شانه وضبط أي وقلة ضبط لسانه وعجرفة أي مجازفة وقلة مبالاة في بيانه وتهور في كلامه أي سرعة في خلقه وجرأة في نطقه.

نہیں کیا، یا اس کے بیان میں پروا کم ہے، یا اس کی کلام میں جلدی اور بولنے میں جرأت سے صادر ہوئی ہے۔

(1)پس اس دوسری وجہ کا حکم وہی پہلی وجہ کا حکم ہے، اور وہ قتل بالاتفاق ہے سوائے اسکے کہ اس قائل کے بارہ میں توقف کیا جائے اس لیے کہ کفر میں بہ سبب جہالت یعنی دانائی کے کوئی معذور متصور نہیں ہوسکتا۔ اس واسطے کہ معرفت ذات وصفات الٰہی اور وہ بات جو انبیا علیہم السلام سے متعلق ہے مجملاً فرض عین ہے مقام اجمال میں اور مفصلاً موقع اکمال میں۔ اور نہ کوئی معذور ہوسکتا ہے دعویٰ لغزش زبان [یعنی معرفت ذات وصفات اور امر متعلق انبیا ہیں] سے اس میں بدیں وجہ کہ خطاو نسیان اور جس پر آدمی اکراہ کیا جائے معرض بیان میں عذر ہے، اور نہ کسی اور چیز سے جو ہم نے ذکر کی ہیں کہ وہ عذر متصور ہوسکتے ہیں جب وہ قائل اصل پیدائش میں سلیم ہو، کہ دیوانہ اور سبک عقل سقیم نہ ہو مگر وہ معذور ہے جس پر اکراہ کیا جائے، اور اس کا دل ایمان میں اطمینان پر ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔

اب معلوم ہوگیا کہ انبیا پر لفظ نادان کے بولنے والے اور اس کو پسند کرنے والے اور آں حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علم کو شیطان کے علم سے کم کہنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے، اور اس پر

(۱) فحكم هذا الوجه الثاني حكم الوجه الأوّل وهو القتل أي قولاً واحدًا دون تلعثم أي توقف في بابه إذ لا يعذر أحد في الكفر بالجهالة إذ معرفة ذات اللّٰه تعالىٰ وصفاته وما يتعلق بأنبيائه فرض عين مجملاً في مقام الإجمال ومفصلاً في مقام الإكمال ولا بدعوى زلل اللسان فيه أن الخطاء والنسيان. وما استكره عليه الإنسان عذر في معرض البيان ولا بشيئ مما ذكرناه مما يظعن أنه يكون عذرًا إذ كان عقله في فطرته أي خلقته وجبلته سليما بأن لا يكون مجنوناً ولا خرفا سقيما إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان كما هو مبين في القرآن. [نسيم الرياض، ج:٤، ص:٣٨٧ — ٣٨٩ ملتقطاً]

اصرار کرنے والے اور مسئلہ وفورعلم اور کثرت معلومات آں حضرت ﷺ کا یہ تکملہ ہے جو شفا میں لکھا ہے کہ: اور حق تعالیٰ نے آں حضرت ﷺ کو تمام مصالح دین و دنیا پر اطلاع دینے سے مخصوص کیا ہے۔

علامہ قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں: کہ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے اہل مدینہ کو خرمانر کے شگوفہ میں داخل کرتے ہوئے دیکھ کر منع کیا، تو انھوں نے چھوڑ دیا، تو پھل نہ دیا، یا کم دیا۔ تو اس پر آپ نے فرمایا کہ تم اپنے دنیا کے کاموں میں داناتر ہو، اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ آپ نے گمان کیا تھا، وحی نہ تھی۔

اور شیخ سید محمد سنوسی نے کہا ہے: کہ آپ کا ارادہ تھا کہ ان کو اس سے روک کر خدا پر توکل کی طرف کامل کر دیں۔ پس انھوں نے ایسا نہ کیا تو آپ نے فرمایا، کہ تم اپنی دنیا کے کام اچھی طرح پہچانتے ہو، اور اگر وہ لوگ ویسا ہی کرتے اور ایک دو سال کے نقصان کی برداشت اٹھاتے تو اس محنت سے چھوٹ جاتے۔ انتہیٰ[1] اور یہ نہایت ہی باریک بات ہے۔

شہاب خفاجی شرح شفا میں سید سنوسی کی نقل کے بعد لکھتے ہیں، کہ غور کرنے والوں کو یہ بات نہایت پسند آتی ہے، انتہیٰ۔[2]

(1) عبارت شفا: وخصه من الإطلاع علىٰ جميع مصالح الدنيا والدين. وقال القارى في شرحه: واستشكل بأنه صلى اللّٰه عليه وسلم وجد الأنصار يلقحون النخل. فقال: لو تركتموه، فتركوه فلم يخرج شيئًا أو أخرج شيصًا فقال أنتم أعلم بأمر دنياكم. وأجيب بأنه كان ظنًا منه لاوحيًا. وقال الشيخ سيدي محمد السنوسي: أراد أنه يحملهم على خرق العوائد في ذلك إلىٰ باب التوكل وما هنالك فلم يتمثلوا فقال: أنتم أعرف بدنياكم، ولو امتثلوا و تحملوا في سنة أو سنتين لكفوا أمر هذه المحنة. انتهىٰ. وهو في غاية من اللطافة. [شرح الشفاء، ج:٣، ص:٢٢٣]

(2) عبارت: وهو في غاية الحسن لمن تأمّله.

[نسيم الرياض، ج:٣، ص:٣٢٣]

اور شیخ محدث دہلوی ترجمہ مشکاۃ میں لکھتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ سب سے تمام کاموں میں داناتر ہیں۔

اور علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ: آں حضرت ﷺ کی وفات اور حیات میں کچھ فرق نہیں ہے، کہ آپ اپنی امت کو دیکھتے ہیں، اور ان کے حالات اور نیتوں اور ارادوں اور خطروں کو پہچانتے ہیں، اور یہ بات آپ پر روشن ہے اس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔ انتہیٰ۔[1]

اور تفسیر عزیزی میں "وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا."[2] کے نیچے لکھا ہے کہ: رسول نور نبوت سے اپنے دین کے ہر دین دار کے مرتبہ پر مطلع ہے کہ وہ کس مرتبہ کو پہنچا ہے، اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کس حجاب سے ترقی سے محجوب ہے۔

پس رسول ﷺ اپنے امتیوں کے گناہوں کو اور درجات ایمان کو اور اعمال نیک وبد اور اخلاص ومنافقی سب کو پہچانتا ہے، اس لیے اس کی شہادت امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔ اھ مترجماً۔

اب معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کے عالم "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ" کے اعتقاد کے انکار پر سوائے وہابیوں[3] کے کوئی مسلمان اصرار نہیں کرسکتا ہے، پس ظالموں کی جڑھ کاٹی گئی، اور خدا رب العالمین کے لیے سب تعریفیں ہیں۔

چوتھے اعتراض کا جواب الجواب پورا ہوکر اعتراض ثابت نکلا۔ اب پانچواں اعتراض شروع ہوتا ہے، براہین قاطعہ کے صفحہ ۱۴۸ میں مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ دربارہ حرام ہونے تعظیم مجلس مولود کے نقل کیا ہے، جس کی عبارت بقدر حاجت نقل کرتا ہوں۔

(1) عبارت: إذ لافرق بين موته و حياته في مشاهدته لأمته ومعرفته بأحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم وذلك عنده جلي لاخفاء به.

(2) پارہ:۲، البقرۃ:۲، آیت:۱۴۳

(3) متبعان عبدالوہاب نجدی. ۱۲

مجلس مولود پر مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

قولہ: ”یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام کی جو عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی اس کی تعظیم کو قیام ہے، تو یہ بھی محض حماقت ہے، کیوں کہ اس وجہ میں قیام کرنا وقتِ وقوعِ ولادت شریفہ ہونا چاہیے۔ اب ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے؟ پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں، یا مثل روافض کے کہ نقل شہادتِ اہل بیت ہر سال بناتے ہیں۔ معاذاللہ! سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا، اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے۔ بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔ وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں، اِن کے یہاں کوئی قید ہی نہیں، جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں۔“ الخ

اور اس فتویٰ کے اخیر میں یہ تحریر ہے:

”الحاصل یہ قیام صورتِ اولیٰ میں بدعت و منکر اور دوسری صورت میں حرام اور فسق اور تیسری صورت میں کفر و شرک ہے، چوتھی صورت میں اتباع ہوا، وہ کبیرہ ہوتا ہے۔“

پھر اخیر میں لکھا ہے کہ:

”خود یہ مجلسِ میلاد ہمارے زمانہ کی بدعت و منکر ہے، اور شرعاً کوئی صورتِ جواز اس کی نہیں ہو سکتی۔ فقط۔“ (کتبہ: راجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ، ص: ۱۴۲)

جواب اس کا ”انوارِ ساطعہ“ میں یوں دیا گیا:

”اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ ہر سال محفل مولود کرتے ہیں، یہ مشابہت کرتے ہیں کنھیا کے جنم کی، اور نیز اس میں تشبیہ ہے نصاریٰ کے بڑے دن کی۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اگر یہ فعل ہندوستان میں فقط ہوتا تو کہہ سکتے کہ مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھ لیا، ان کی مشابہت کرتے ہیں۔ بلکہ یہ فعل عراق کے شہر موصل میں ایجاد ہوا جو کنھیا کے نام تک سے واقف نہیں، پھر اس جنم کی مشابہت کیوں کر ہوئی؟ بھلا اگر ہندوستان کے مسلمان کنھیا کے جنم کی مشابہت کرتے ہیں، تو روم و شام و حرمین شریفین کے علما جو یہ عمل کرتے

ہیں وہ کس کے جنم کی مشابہت کرتے ہیں؟ نعوذ باللہ منہا۔

پس ہم اس عمل میں تابع ہیں دستور العمل سلاطینِ روم وشام وممالک مغربیہ واندلس ومفتیانِ عرب کے۔ سلمهم الله الیٰ یوم الدین.

"پس جیسا کہ کنھیا کے جنم کی مشابہت نہیں، نصاریٰ کے بڑے دن کی بھی مشابہت نہیں۔" الخ۔

اس کا جواب مولوی خلیل احمد اپنے رسالہ "براہین قاطعہ" کے صفحہ ۱۷۳ میں یوں لکھتا ہے:

اقول: تشبیہ اس بات میں ہے کہ یومِ ولادت کو عید بناویں، اور مثل عید کے معاملہ سرور و شادی کا کریں، جیسا کہ قوم کفار کرتے ہیں۔ سو یہ امر تو مشاہد ومحقق ہے، مگر مؤلف مشابہت ممنوعہ ہونے سے انکار کرتا ہے تین وجہ سے:

ایک یہ کہ کنھیا کو اہل عرب وعراق جانتے بھی نہیں، تو انھوں نے تشبہ کنھیا کا کس طرح کیا؟

سو یہ تقریر مؤلف کی بالکل کم فہمی کی ہے، اس واسطے کہ یہ پہلے محقق ہو چکا ہے کہ تشبہ حرام فقط یہی نہیں کہ کسی قوم خاص کو دیکھ کر اس فعل کا اختیار کرے، نہیں بلکہ عام ہے اس سے، اگر کسی امر کو کرتا ہے اور تشبہ عارض ہو جاوے تو اب بعد علم کے اور عروض کے بھی ترک اس کا لازم ہوگا اگر طبعی و شئی امر نہ ہو اور وہ شعار بھی کفار کا ہو، چناں چہ حدیث [1] میں ہے کہ فخر عالم [2] جب تک مُردہ کو لحد میں نہ رکھتے قبر پر کھڑے رہتے تھے، ایک حبر یہود نے کہا کہ ہم

(1) عبارت: انه عليه السلام يقوم على القبر مالم يوضع الميّت في اللحد. فقال حبرٌ من اليهود: إنا لنفعل هٰكذا. فقال عليه السلام: اجلسوا وخالفو اليهود.۱۲[مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب المشي بالجنازة والصلوٰة عليها، الفصل الثالث، ص:۱۴۷]

(2) درود متروک ہے۔ ۱۲

بھی ایسا ہی کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، اور یہود کی مخالفت کرو۔ اور دست چپ میں خاتم پہننا جائز بالحدیث تھا۔ جب روافض کا شعار ہو گیا تو اب مکروہ ہو گیا۔ حالاں کہ نہ قیام یہود سے دیکھ کر کرتے تھے اور نہ خاتم روافض سے کسی نے دیکھ کر سیکھی تھی الخ۔

پھر کہا یعنی براہین میں:

اور واضح ہو کہ مانعین نہ فرحت ولادت کو برا کہیں اور منع کریں، اور نہ ذکر ولادت کو منع کریں، بلکہ ایسے امر مستحسن میں تشبہ کو جو نص سے ممنوع ہے منع کرتے ہیں، مؤلف مطلب تو سمجھا نہیں تعوّذ پڑھتا ہے۔ الخ۔

اب فقیر کو اس پر یہ اعتراض ہے کہ آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مولود شریف کی مجلس کو جس کا جواز ادلّہ شرعیہ سے مستنبط ہے، اور وہ سب اپنے محل میں مبین ہیں، کنھیا کے جنم کی سانگ اور نصاریٰ کے بڑے دن کی خوشی سے مشابہ کرنا ایسا قبیح مضمون ہے جو غور کرنے والے مسلمانوں کو سخت ناگوار گزرتا ہے، اور در اصل تشبہ بھی مقصود نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

اب اس مقام پر ضروری گفتگو یہ ہے کہ براہین والے کا یہ کلیہ کہ اگر کوئی کسی امر کو کرتا ہے اور تشبہ عارض یا معلوم ہو جاوے تو ترک اس کا لازم ہو گا، دعویٰ بلا دلیلِ شرعی کے ہے۔ اس لیے کہ حدیث یہود جو اس مدعا پر سند لایا ہے وہ ضعیف ہے۔ ''مشکوٰۃ کے باب المشی بالجنازۃ'' کے تیسرے فصل میں دوسرے نمبر پر ہے جو ''جامع ترمذی'' و ''سنن ابوداؤد'' و ''ابن ماجہ'' سے نقل کر کے پیچھے اس کے مؤلف مشکاۃ اس حدیث کا غریب ہونا ترمذی سے حکایت کرتا ہے۔ اور نیز یہ کہ بشر بن رافع راوی قوی نہیں ہے۔[1] یہ ترجمہ ہے عبارتِ ''مشکوٰۃ'' کا۔''

پھر جب اصل اِن تینوں کتابوں کا دیکھا، تو یہ بشر بن رافع راوی تینوں کی سند میں داخل

(1) عبارت: وقال الترمذی: ھٰذا حدیث غریب وبشر بن رافع الراوی لیس بالقوی. وکتب ابوداؤد: أبوالاسباط الحارثی وھو کنیة بشر بن رافع. [مشکاة المصابیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازة والصلوٰة علیھا، الفصل الثالث، ص:۱۴۷]

ہے۔ پہلی اور تیسری میں بشر بن رافع کے نام سے ہے، اور ''سنن ابوداؤد'' میں ابوالاسباط الحارثی لکھا ہے جو کنیت ہے اسی بشر بن رافع کی، جیسا کہ ''تقریب التہذیب'' میں اس پر تصریح ہے، مطبوعہ فاروقی کے صفحہ ۴۳/ و ۲۲۸/ میں دیکھو۔ اور جیسا کہ ترمذی نے اس کو غیر قوی لکھا ہے، ویسا ہی ''تقریب التہذیب'' میں اس کو ضعیف الحدیث لکھا ہے۔ صفحہ ۴۳/ میں دیکھو۔

اب علاوہ اقرار ترمذی وغیرہ کے **فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ:** ان تینوں کتابوں میں بشر بن رافع کا شیخ عبداللہ بن سلیمان بن جنادہ ابن ابی امیہ واقع ہے، جس کو تقریب التہذیب کے صفحہ ۱۳۱/ میں ضعیف لکھا ہے، پس دو ضعیف راویوں سے ضعف اس حدیث کا مضاعف ہوگیا ہے، اور غرابت کا دھبہ علاوہ ہے جس کو اہل علم پہچانتے ہیں۔

اب بعد ثابت ہونے سخت ضعف اس حدیث کے سنیے کہ ''براہین قاطعہ'' کے صفحہ ۱۶۲/ میں امام سیوطی علیہ الرحمہ پر طعن کرنے کے باب میں لکھا ہے:

بہر حال حدیث ضعیف موجب عمل کے نہیں ہوتی۔ پس قیاس اِس سے کرنا بھی لائق اعتماد کے نہ رہا۔ اھ بلفظہ۔

تو اب براہین والے کا اس نہایت ضعیف حدیث پر قیاس کر کے مجلس مولود کو حرام و بدعت و لازم الترک بتانا اور علم حدیث میں اپنا تبحر جتانا ''دیگراں را نصیحت و خود را فضیحت'' نہیں تو اور کیا ہے؟ تو یہ ہرگز لائق اعتماد نہ رہا۔

رہا مسئلہ خاتم کا، سو وہ بھی کسی معتبر فقہ کی کتاب میں منقول نہیں ہے بلکہ ''در مختار'' و ''ردالمحتار'' میں براہین والے کے برخلاف (1) یہ مسئلہ درج ہے۔ صاحب در مختار قہستانی وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ انگوٹھی وست چپ میں پہنے۔ اور بعضوں نے کہا ہے دست راست میں، مگر یہ روافض کا شعار ہے، اِس سے اجتناب واجب ہے۔ پھر صاحب در مختار لکھتے ہیں:

(1) یعنی صاحب براہین نے یوں لکھا ہے: اور دست چپ میں خاتم پہننا جائز بالحدیث تھا۔ جب روافض کا شعار ہوگیا تو اب مکروہ ہوگیا۔ اھ اور کتب فقہ میں ہے کہ دستِ راست میں شعارِ روافض سے ہے ۱۲

میں کہتا ہوں اور امید ہے کہ یہ کبھی آگے ہو چکا ہوگا، پس یاد کرلے اھ مترجماً۔ [1]

اس پر صاحب ردالمحتار لکھتے ہیں: کہ دست چپ کی خنصر میں انگوٹھی چاہیے، نہ دست راست میں۔ قہستانی محیط سے لایا ہے کہ دست راست میں بھی جائز ہے، مگر یہ روافض کا شعار ہے، اور ذخیرہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ تامل کر اور یہ شعار رافضیوں کا اگلے وقتوں میں تھا اِن وقتوں میں نہیں، پس اب منع نہیں خواہ کسی ہاتھ میں ہو۔ "غایۃ البیان" میں ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع الصغیر میں دست چپ و دست راست میں برابر لکھ دیا ہے۔ اور یہی حق ہے، کیوں کہ آں حضرت ﷺ سے اس بارہ میں روایات مختلف ہیں۔ اور بعضوں کا یہ قول کہ دست راست میں باغیوں کی علامت ہے بے اصل بات ہے۔ کیوں کہ آپ سے نقل صحیح اس کی نفی کررہی ہے۔ اھ اور تمام اِس مسئلہ کا غایۃ البیان میں ہے۔

یہ "ردالمحتار کے پانچویں جلد فصل لباس صفحہ ۲۳۳ر مطبوعہ مصر سے ترجمہ کیا ہے، جس کے

(1) عبارت: ويجعله لبطن كفه فى يده اليسرى وقيل: اليمنىٰ إلا انه من شعار الروافض فيجب التحرزعنه.(قهستانى وغيره) قلت: ولعله كان وبان فتبصر انتهىٰ ، وقال صاحب ردالمحتار: قوله فى يده اليسرى وينبغى أن يكون في خنصرها دون سائر أصابعه و دون اليمنىٰ (ذخيره) قوله فيجب التحرز عنه، عبارة القهستانى عن المحيط جاز أن يجعله في اليمنىٰ إلا انه شعار الروافض اه ونحوه فى الذخيرة تامل قوله. "ولعله كان وبان" أى كان ذٰلك من شعارهم فى الزمن السّابق ثم انفصل وانقطع فى هذه الأزمان فلا ينهٰى عنه كيف ماكان وفى غاية البيان قد سَوّٰى الفقيه أبو الليث في شرح الجامع الصغير بين اليمين واليسار وهو الحق لانه قد اختلف الروايات عن رسول اللّٰه ﷺ فى ذلك. وقول بعضهم إنه في اليمين من علامات أهل البغى ليس بشئٍ، لان النقل الصحيح عن رسول اللّٰه ﷺ ينفى ذلك اه (تمامه فيه)[رد المحتار، باب فصل اللبس۔ جز:٢٦، ص:٣٦٧]

اخیر تتمہ میں علامہ عبدالبر بن شحنہ سے مذکور ہے کہ اس کے والد نے یہ شعر کہا ہے:

تختم كيف شئت و لا تبال

بخنصرك اليمين أو الشمال

اور صحاح ستہ کی حدیثوں سے بھی دونوں ہاتھوں میں آپ کا انگوٹھی پہننا ثابت ہے، اگر خوفِ طوالت نہ ہوتا تو وہ حدیثیں بھی منقول ہوتیں، جس سے براہین والوں کی حدیث دانی ظاہر ہوجاتی۔

اب غور کرو! کہ کیسی قدر آں حضرت ﷺ سے عداوت ہے کہ بناوٹی اور خود اپنے نزدیک بھی غیر صحیح دلیل سے مجلس مولود کو بدعت وغیرہ لکھ رہے ہیں۔ البتہ جب باری تعالیٰ کے امکان کذب سے نہ ڈرے، اور سرور عالم ﷺ کی توہین سے کچھ ہراس نہ کیا، تو اہل اسلام کے مشرک، بدعتی کہہ دینے سے کیا خوف ہے؟ ترقی کے پیچھے تنزل سے پناہ بخدا۔ پھر جب تشبہ کی رو سے ممانعت مجلس مولود کی تھی جیسا کہ براہین سے منقول ہوا ہے، تو اب منفی ہونے دلائل تشبہ کے وہ ممانعت بھی معدوم ہوگئی۔ وللہ الحمد

اب جواب تفصیلی کی عبارت منقول ہوتی ہے۔

"مجلس مولود کو کنھیا کے جنم سے تشبہ کا جواب"

صاحب براہین مع حواریین لکھتے ہیں:

"الحاصل اس اعتراض کا صرف تین امر ہیں: ایک تو یہ کہ مجلس مولود کو کنھیا کے جنم کے ساتھ مشابہت دینا قبیح ہے، دوسرا در حقیقت تشبہ ہی نہیں، تیسرا یہ کلیہ غلط ہے کہ بعد کرنے کسی امر کے اگر تشبہ عارض یا معلوم ہوجاوے، تو ترک اس کا لازم ہوگا۔ کیوں کہ حدیث یہود ضعیف ہے، اور نیز دست چپ میں خاتم کا پہننا جو مکروہ لکھا ہے، اور تشبہ کی سند میں اس کا ذکر کیا ہے، یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ تمام طول لاطائل کا حاصل یہ تین چار سطریں ہیں۔

اس کا جواب ترتیب وار سنیے! مطلق مولود کی مجلس کو جنم کنھیا کے ساتھ تشبیہ نہیں دی،

بلکہ ذکرِ مولود مثل مغازی وبعثت وہجرت ووفات وغیرہ کو مستحب سمجھتے ہیں، اور جس کو مشابہ کیا گیا ہے وہ یہ مولود ہیئت کذائی کے ساتھ جو مرسوم و مروج ہے، جس کا ثبوت ادلّۂ شرعیہ سے ہرگز نہیں ہے، چناں چہ براہین میں نہایت بسط کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ اِس صورت میں مشابہت جو واقعی ہے اُس میں کیا قباحت ہے؟ اس مجلس مولود کا رتبہ آپ کے نزدیک بھی نماز سے کم ہی ہوگا۔ پھر جب کہ حدیثِ صحیح میں نماز کی تشبیہ جو بوقت طلوع یا غروب ہو آفتاب پرستوں کی عبادت کے ساتھ بیان ہے، تو مولودِ محدث مروج کا تشبہ جو واقعی ہے بیان کرنا کیوں قبیح معلوم ہوتا؟ اگر اتباعِ سنت کا خیال ہو تو امرِ محدث کی تشبیہ ہرگز ناگوارِ خاطر نہ ہو۔ اور یہ کہنا کہ مجلس مولود ہیئت کذائی کا جواز ادلّۂ شرعیہ سے ثابت ہو چکا ہے، یہ محض دعویٰ بلا دلیل ہے، اس کے جواز پر کوئی دلیل شئی قائم نہیں ہے۔ اگر آپ کچھ برائے نام بھی بیان کرتے تو اس کا جواب دیا جاتا۔" انتہیٰ بلفظہٖ۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ جب منکرین کا اقرار ہے کہ ذکر مولود کو مثل ذکر مغازی و ذکر مبعث وہجرت وغیرہ کے مستحب مانتے ہیں، تو اب ان کا اذکار کے واسطے جب کوئی مجلس منعقد ہوگی تو ضرور کچھ فرش بچھے گا، اور موقع رات میں حسب ضرورت چراغاں بھی ہوں گے، اور بعد فراغت کے تبرک کے طور پر کچھ تقسیم بھی کریں گے، جیسا کہ لاہور وغیرہ میں جب اپنے گھر یا محلہ کی مسجد میں وعظ کراتے ہیں تو ایسا کرتے ہیں اور اس پر کسی کو انکار نہیں ہے، پس ایسا ہی مولود شریف کی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں۔ تو اصل ذکر مولود کو مستحب کہنا اور انعقاد مجلس کو مکروہ وحرام بنانا ایسی مجالس خیر سے عناد و عداوت نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر اگر واقعی کوئی کام مکروہ ہوتا ہے تو کسی مصلحت دینی کے واسطے وہ کراہت اٹھ جاتی ہے، جیسا کہ معتبراتِ فقہ میں تصریح ہے کہ فتویٰ زمان اور مکان کے بدلنے سے بدل جاتا ہے، اور خود صاحب براہین نے بھی اس کو نقل کیا ہے، اور محدث دہلوی نے "شرح سفر السعادت" میں اور علامہ سید ابن عابدین نے "ردالمحتار" میں اور دوسرے علما نے بھی اِس کی تحقیق فرمائی ہے۔ اور بے شک اکابر علماے اہل سنت نے مثل علامہ عسقلانی اور امام سیوطی اور مولانا قاری

وغیرہم نے جوازمجلس مولود ہیئت کذائی میں رسالے تالیف فرمائے، اور دلائل شرعیہ سے استنباط کر کے بخوبی تحقیق کی۔مگرمنکروں نے نہ مانا، جیسا کہ براہین والے نے بھی ان اکابر پر انکار کیا، اور ان کا رد بسبب رواج دینے مجلس مولود شریف کے لکھا۔[1] پس انکار پر اصرار کرنے کو کچھ نافع نہیں ہر چند اس پر توریت وانجیل پڑھ سنائیں، مگر منصف کو قدرِ قلیل بھی شرعی دلیل سے کافی ہوتا ہے، اور خدا ہی مددگار اور وکیل ہے۔

اور یہ قول کہ وقت طلوع یا غروب کے نماز پڑھنی آفتاب پرستوں کی عبادت سے مشابہ ہے۔

اول: تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، کیوں کہ براہین والے نے کوئی ایسی صحیح حدیث بیان نہیں کی جس نماز کو آفتاب پرستوں کی عبادت سے تشبیہ دی گئی ہو۔

دوم: جب کتب حدیث میں جستجو ہوئی، تو کسی حدیث کے لفظوں میں یہ تشبیہ نہ پائی بلکہ الفاظ حدیثوں کے یہ ہیں کہ:

"نہی کی نماز سے صبح کے پیچھے سورج کے چمکنے تک اور عصر کے پیچھے غروب تک۔ اور وقت طلوع اور غروب سورج کے اپنی نمازوں کی قصد نہ کرو۔ اور کوئی تم سے قصد نہ کرے پس وقت طلوع اور غروب سورج کے نماز پڑھے۔"[2] یہ بخاری کی روایات ہیں۔

"پس جب سورج چڑھے تو بند ہو نماز سے۔ کیوں کہ وہ چڑھتا ہے دو قرن شیطان

(1) اوپر گزرا ہے کہ براہین کے صفحہ ۱۶۲ میں امام سیوطی کے قول کو رد کیا ہے، اور صفحہ ۱۶۴ و ۱۶۵ میں علامہ قسطلانی کا رد لکھا ہے، اور صفحہ ۱۶۶ میں سبط ابن جوزی اور امام سخاوی اور علامہ قاری کا رد کیا ہے، جس کا جی چاہے اس میں دیکھے۔ پس ان اکابر کا رد مردودوں کا کام ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(2) عبارت: نهى عن الصلوٰة بعد الصبح حتى تشرق الشمس وبعد العصر حتى تغرب ولا تتحروا بصلوٰتكم طلوع الشمس ولا غروبها ولا يتحرى أحدكم فيصلى عند طلوع الشمس ولا عند غروبها.

میں۔"(1) یہ مسلم کی روایت ہے، اور ایسا ہی مشکوٰۃ میں ہے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ آپ نے جو فرمایا کہ سورج دو قرن شیطان سے نکلتا ہے، بعضوں نے کہا ہے کہ مراد قرن سے امت اور گروہ شیطان کی ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس کا قرن سر کی طرف ہے، اور یہ ظاہر حدیث کا ہے پس یہی بہتر ہے، اور معنی اس کے یہ ہیں کہ شیطان اپنے سر کو اس وقت سورج کے نزدیک کرتا ہے تاکہ جو کافر اس وقت سورج کو سجدہ کرتے ہیں گویا کہ وہ شیطان کو سجدہ کرتے ہیں، اور اب شیطان اور اس کے گروہ کو غلبہ اور مکنت ہوتا ہے کہ نمازی پر التباس اور اشتباہ کرتا ہے اس کی نماز میں، پس اِس لیے نماز اُس وقت میں مکروہ ہوئی، جیساکہ مکان شیطان میں مکروہ ہے اھ مترجماً۔(2)

اور لمعات وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہے۔

اور قسطلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جب کنارہ سورج کا طلوع کرے تو نماز میں تاخیر کر دو (یعنی وہ نماز جو کسی سبب سے نہیں ہے) جب تک سورج اونچا ہو جائے۔ اور جب کنارہ سورج کا غائب ہو تب بھی نماز سے تاخیر کرو جو کسی سبب سے نہیں ہے جب تک سورج چھپ جائے۔ مؤلف نے "باب بدء الخلق" میں طریق عبدہ

(1) عبارت: فاذا طلعت الشمس فامسك عن الصلوٰۃ فانها تطلع بين قرني الشيطان.[مسلم شريف، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب أوقات الصلوٰۃ الخمس، ج:٢، ص:٢٢٣]

(2) عبارت: قوله ﷺ فإنها تطلع بين قرنى الشيطان. قيل المراد بقرنه امته وشيعته. وقيل: قرنه جانب رأسه. وهٰذا ظاهر الحديث فهو أولىٰ. ومعناه أنه يدنى راسه إلى الشمس فى هذا الوقت ليكون الساجدون للشمس من الكفار فى هذا الوقت كالساجدين له وحينئذ يكون له ولشيعته تسلط وتمكن من أن يلبسوا علىٰ المصلى صلوته فكرهت الصلوٰۃ فى هذا الوقت لهذا المعنى كما كرهت في مأوى الشيطان. [شرح النووي على مسلم، ج:١، ص:٢٢٣]

سے زیادہ کیا ہے کہ وہ سورج دو قرن شیطان میں سے نکلتا ہے۔ اور مسلم کے نزدیک حدیث عمرو بن عنبسہ سے یہ وارد ہے کہ اس وقت سجدہ کرتے ہیں سورج کو کافر اھ مترجماً۔ (1)

اور علامہ عسقلانی شرح بخاری میں کہتے ہیں کہ یہ روایت عبدہ کی مصنف کے نزدیک موصول ہے، اور اس میں یہ زیادتی ہے کہ سورج دو قرن شیطان میں نکلتا ہے، اور اس میں اشارہ ہے اِن دونوں وقتوں میں نماز کے منع ہونے کا۔ اور مسلم نے حدیث عمرو بن عنبسہ میں یہ زیادہ کیا ہے کہ اس وقت سورج کو کافر سجدہ کرتے ہیں، پس نہی کفار کی مشابہت کی ترک کے واسطے ہے۔ (2) یہ ضروری عبارت شرح بخاری کا ترجمہ ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نماز کو حدیث صحیح میں آفتاب پرستوں کی عبادت کے ساتھ ہرگز تشبیہ نہیں دی گئی ہے جیسا کہ مکذبین کی دریدہ دہانی ہے۔ اور نہ ہی نماز کی ترکِ مشابہت کفار کے واسطے جس پر شارحین نے تصریح کی ہے یہ اور چیز ہے اور نماز کو عبادتِ کفار سے تشبیہ دینی اور چیز ہے، جو ادنیٰ دانش مند پر بھی مخفی نہیں ہے۔

(1) عبارت: قال رسول اللّٰہ ﷺ: اذا طلع حاجب الشمس فأخروا الصلوٰة أی التی لا سبب لها حتی أی إلی أن ترتفع الشمس واذا غاب حاجب الشمس فأخروا الصلوٰة التی لا سبب لها حتی تغیب زاد المؤلف فی بدء الخلق من طریق عبدة: فإنها تطلع بین قرنی شیطان.وعند مسلم من حدیث عمرو بن عَبَسة. وحینئذ یسجد لها الکفار.[ارشاد الساري، ج:۲، ص:۲۳۰]

(2) عبارت: و روایة "عبدة" هٰذه موصولة عند المصنف فی بدء الخلق وزاد فیه فانها تطلع بین قرنی شیطان وفیه إشارة إلی علة النهي عن الصلوٰة في الوقتین المذکورین وزاد مسلم من حدیث عمرو بن عبسه: وحینئذ یسجد لها الکفار فالنهی حینئذ لترك مشابهة الکفار.ملخصاً [فتح الباري ، باب الصلوٰة بعد الفجر جز:۲، ص:٦٠]

جواب تفصیلی میں ہے:

''امر دوم یعنی دراصل تشبیہ نہیں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ مؤلف براہین نے بہت عمدہ طور سے تشبیہ کو ثابت کر دیا ہے۔اگر آپ اس میں کچھ قدح کرتے تو اس کا جواب دیا جاتا۔صرف اتنا کہنے سے کہ تشبہ اصل میں نہیں ہے،واقعی تشبہ نہیں اُٹھ سکتا۔'' انتہٰی بلفظہٖ۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ میں نے تشبہ کے قصد کی نفی کی ہے،اور شرعًا وہ ہی منع ہے،کیوں کہ دو چیز میں مشابہت کوئی ضرر نہیں کرتی جب تک تشبہ مقصود نہ ہو اور برے کام میں نہ ہو۔

در مختار میں فرماتے ہیں ''کہ ہر شے میں کفار سے تشبہ مکروہ نہیں ہے،بلکہ بری بات میں اور جس میں تشبہ مقصود ہو،جیسا کہ بحر رائق میں ہے۔''(1) اھ مترجماً۔

سید احمد طحطاوی در مختار کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:بحر رائق میں کہا ہے کہ کفار سے ہر چیز میں تشبہ مکروہ نہیں،کیوں کہ ہم بھی کھاتے پیتے ہیں،جیسے کہ یہ کافر کام کرتے ہیں اھ حرام تشبہ تو وہ ہے جو برے کام میں ہو یا مقصود تشبہ ہو اھ۔(2) خانیہ یہ ترجمہ ہے طحطاوی کی عبارت ضروری کا۔

اور سید ابن عابدین ردالمحتار حاشیہ در مختار میں لکھتے ہیں:

قولہ:اس لیے کہ کفار سے تشبہ ہر چیز میں مکروہ نہیں ہے،پس تحقیق ہم بھی کھاتے پیتے ہیں جیسا کہ کافر کھاتے پیتے ہیں۔بحر رائق میں شرح جامع صغیر قاضی خاں سے یوں لکھا ہے،اور اسی کی تائید ہے جو ذخیرہ میں کتاب تحریر کے پہلے لکھا ہے:ہشام نے کہا:میں نے امام ابو

(1) عبارت: فإن التشبه بهم لايكره فی كل شئ بل فی المذموم وفيما يقصد به التشبه كما في البحر.[در مختار شرح تنوير الأبصار، جز:١، ص:٦٧٢]

(2) عبارت: قال فی البحر لأن التشبه بهم لايكره في كل شئٍ فانا ناكل ونشرب كما يفعلون اه إنما الحرام التشبه فيما كان مذموماً أو فيما يقصد به التشبه اه خانيه. ١٢

یوسف کی نعلین میخ آہنی والی دیکھیں، پس میں نے کہا کہ آپ اس میخ آہنی میں کچھ خوف نہیں دیکھتے؟ امام نے جواب دیا: نہیں۔ میں نے کہا: سفیان اور ثور بن یزید اس کو مکروہ جانتے ہیں کہ اس میں کفار سے تشبہ ہے۔ تو امام نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ نعلین پہنی ہے جس میں بال ہوتے ہیں، اور وہ بھی کفار کے لباس سے ہے، پس تحقیق اس میں اشارہ کیا اس پر کہ صورتاً مشابہت ایسے کام میں جس میں لوگوں کی بھلائی ہو کچھ مضر نہیں ہے، کہ زمین میں قطع مسافت بعیدہ سوائے اس قسم کی نعلین کے ممکن نہیں ہے اھ پس اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ مراد تشبہ اصل کام سے ہے، یعنی صورت مشابہت کی بغیر قصد کے مضر نہیں۔'' اھ (1)

اب اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اہل اسلام جو مولود شریف کی مجالس کرتے ہیں، ان کو ہنود اور نصاریٰ سے ہرگز تشبہ مقصود نہیں ہوتا ہے، تو صورت تشبہ کی ہرگز مضر نہیں ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے:

''تیسرا امر جس کو آپ نے کسی قدر بسط کے ساتھ بیان کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے مؤلف براہین کی کلام کو مطلق نہیں سمجھا۔ اگر سمجھتے تو ایسا نہ فرماتے کہ دعویٰ بلا دلیل

(1) عبارت: قوله لأن التشبه بهم لايكره في كل شئ فإنا ناكل ونشرب كما يفعلون. بحر عن شرح الجامع الصغير لقاضى خان. ويؤيده مافي الذخيرة قبيل كتاب التحري قال هشام: رأيت على أبى يوسف نعلين مخصوفين بمسامير فقلت اترىٰ بهٰذا الحديد باسًاء قال: لا قلت: سفيان وثور بن يزيد كرها ذلك. لان فيه تشبهًا بالرهبان. فقال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يلبس النعال التي لها شعر وإنها من لباس الرّهبان. فقد أشار إلٰى ان صورة المشابهة فيما تعلق به صلاح العباد لايضر، فإن الأرض ممّا لايمكن قطع المسافة البعيدة فيها إلا بهذ النوع اھ وفيه إشارة أيضًا إلى أن المراد بالتشبه اصل الفعل أي صورة المشابهة بلا قصد انتهى.[رد المحتار حاشيه در مختار، باب فروع سمع المصلى اسم اللّٰه تعالىٰ، جز:٢، ص:٤٥٣]

ہے۔جس حدیث کو آپ نے دلیل خیال کیا اور اس کی تضعیف کے بھروسا پر کہا کہ دعویٰ بلا دلیل ہے، وہ حدیث قاعدہ کلیہ کے لیے بطور مثال بیان کی گئی ہے۔چناں چہ براہین میں لفظ "چناں چہ" اس پر شاہد ہے مثال کو دلیل سمجھنا غلط ہے۔پھر تضعیف راویوں کی متفق علیہ نہیں ہے۔ابن حبان نے توثیق کی ہے۔

علاوہ یہ مناقشہ فی المثل ہے جو بالکل داب مناظرہ کے بر خلاف ہے۔قطع نظر اس مثال کے بہت سی مثالیں احادیث صحیحہ سے ہم پیش کر سکتے ہیں، وہ وہی ہیں جن کو آپ نے بھی رسالہ ردنیچریہ میں بڑی شدومد کے ساتھ وارد کیا ہے، مثلاً جناب رسول اللہ ﷺ صوم یوم عاشورہ رکھتے تھے، آپ سے عرض کیا گیا کہ یہود بھی رکھتے ہیں، تو آپ نے ترکِ مشابہت کے لیے فرمایا کہ سال آئندہ اگر میں زندہ رہا تو نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔اول آپ کو تشبہ کا حال معلوم نہ تھا۔صحابہ رضی اللہ عنہ سے جب معلوم ہوا تو ترک تشبہ کو بہ ابلغ وجوہ تعلیم فرمایا۔

آپ اس حدیث کو بھی جس کو اپنے رسالہ میں بیان کر چکے ہیں ضعیف کہہ دیں گے، یا یہ کہیں گے کہ اول سے بوجہ تشبہ اختیار کیا تھا۔اسی طرح سے تغیر شیب اور مشابہت نارو ناقوس اذان کے بارہ میں اس قاعدہ کلیہ کے لیے مثالیں ہیں جو صحاح میں وارد ہیں۔ان سب میں بعد علم تشبہ ترک کیا گیا ہے۔اگر اس پر کفایت نہیں تو عن قریب ہم سوال ہفتم کے جواب میں تشبہ مذکور کو بہت بسط کے ساتھ بیان کریں گے، اور آپ کے اقوال آپ پر ہی حجت ہوں گے۔" انتہیٰ بلفظہٖ۔

فقیر قصوری کان اللہ لہ عرض کرتا ہے: کہ اپنے زعم سے ایک قاعد کلیہ بنا کر اس کی دلیل کو تمثیل نام رکھ کر اگر مکذبین چاہیں کہ شدت ضعیف حدیث سے مخلصی پائیں تو غیر ممکن ہے۔

اور یہ دعویٰ بھی کہ ابن حبان نے اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی ہے، بلا دلیل ہے، کیوں کہ اپنی زبان سے توثیق کا ادعا کرنا ہیچ ہے، جب تک بیانِ شافی سے بحوالہ سند

مبین نہ ہو، جیسا کہ فقیر نے تضعیف کو مستند بیان کیا ہے۔ پھر اس سے درگزر کرنا چاہیے کہ دعویٰ توثیق بالکل جھوٹ اور خلاف ہے، اس لیے کہ "میزان الإعتدال فی نقد الرجال" میں تصریح کی ہے کہ "ابن حبان نے بشر بن رافع کے حق میں لکھا ہے کہ وہ موضوع باتوں کوایسا روایت کرتا ہے جیسا کہ وہ موضوعات اُس کے نزدیک معتمد ہیں۔"(1)

یہ ترجمہ ہے عبارت میزان الاعتدال مطبوعہ انوار محمدی واقعہ لکھنؤ کے صفحہ ۱۲۷ سے۔

پھر مسئلہ شرعیہ کے بیان میں مثال ضعیف اضعف سے تمثیل دینی سخت قبیح ہے۔ اور تمثیل روزۂ عاشورا کی کہ بعد علم کے آپ نے تشبہ کو ترک فرمادیا تھا، یہ بھی کئی وجہ سے مردود ہے۔

اول: یہ کہ خود براہین کے صفحہ ۱۷۹ ر میں صاف لکھا ہے کہ "یوم عاشورا کی شرکت بامر اللہ تعالیٰ تھی، اور ایک روزہ بھی رکھنا مکروہ نہیں ہے۔ ایک ہی روزہ کا استحباب محض تعبد کے لیے ہے نہ رفع تشبہ کے واسطے، اس لیے کہ تشبہ اس سے پہلے بھی نہ تھا۔" اھ۔

پس اب جواب تفصیلی میں یہ کہنا کہ آپ نے ترکِ مشابہت کے لیے یہ فرمایا کہ سال آئندہ اگر میں زندہ رہا تو نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا، مناقض ہے اس حکم کے کہ اول سے تشبیہ نہ تھی۔ اور دو امر متعارض متساقط ہوتے ہیں۔

دوم: یہ دعویٰ کہ اول آپ کو تشبہ کا حال معلوم نہ تھا صریح مخالف ہے صحیح حدیث کے جو صحاح ستہ میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وارد ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رونق افزاے مدینہ منورہ ہوئے تو یہود کو عاشورا کے دن روزہ رکھے ہوئے پایا۔ پس فرمایا کہ یہ کیا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو؟ یہود نے کہا کہ یہ بزرگ دن ہے، خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات بخشی، اور فرعون و فرعونیوں کو غرق کیا۔ پس حضرت موسیٰ نے اُس دن میں شکر کا روزہ رکھا تھا۔ اور ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر آں

(1) عبارت: وقال ابن حبان: يروي أى بشر بن رافع أشياء موضوعة كأنه المعتمد لها.۱۲

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم تمھاری نسبت حضرت موسیٰ سے لائق تر ہیں، پس آپ نے روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔(1) یہ حدیث صحیح کا ترجمہ ہے۔

اور براہین والے نے جو علامہ عسقلانی کی اس حدیث کے استدلال کو صفحہ ۱۶۴/ و۱۶۵/ میں رد کیا ہے، تو یہ اس کی دریدہ دہانی ہے کہ ایسے اکابر علما کے بارہ میں بکواس کرتا ہے، حالاں کہ ان علماے ربانیین کے مقابلہ میں اس کو ایک حرف بھی نہیں آتا۔

اور نیز یہ جو براہین میں آپ کے روزۂ عاشورا کو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی نجات کے شکر کا انکار کرکے ان کی سنت کا اتباع بنادیا ہے، تو یہ حدیث صحیح اور شراح معتبر کی تصریح کے برخلاف ہے۔ آں حضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ ہم تمھاری نسبت حضرت موسیٰ کے احق ہیں صحیح بخاری مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۵۶۲/ پر (حاشیہ درج ہے) کہ یعنی ہم روزہ رکھتے ہیں حضرت موسیٰ کی موافقت کے لیے جیسا کہ انھوں نے روزہ شکر کا رکھا تھا۔(2)

امام طحاوی اس حدیث کے نیچے شرح معانی آثار میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صرف اللہ تعالیٰ کے شکر کے واسطے روزہ رکھا تھا کہ حضرت موسیٰ کو

(1) **عبارت:** عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما، قال: إن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قدم المدینة فوجد الیهود صیامًا یوم عاشوراء، فقال لهم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ما هٰذا الیوم الذی تصومونه. فقالوا: هٰذا یوم عظیم أنجی اللّٰہ فیه موسیٰ وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسیٰ شکرًا فنحن نصومه. فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: فنحن أحق وأدنیٰ بموسیٰ منکم فصامه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وأمر بصیامه.

[صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشورا، ج:۱، ص:۳۵۹]

(2) **عبارت:** نحن نصوم موافقة بموسیٰ حیث صامه شکرًا.

[حاشیه بخاري، ج:۱، ص:۵٦۲]

فرعون پر غالب کردیا تھا۔(1)اھ

علامہ قاری مرقات میں تحریر کرتے ہیں کہ معظم چیز کی تعظیم اس جہت سے نہ تھی کہ آپ نے حضرت موسیٰ کی شریعت کی اتباع فرمائی تھی، بلکہ ان کی شرع سے موافقت کے طور پر یا آں حضرت ﷺ کا روزہ حضرت موسیٰ کی خلاص کے شکر میں تھا۔ جیسا کہ آپ نے سورۂ ص میں حضرت داؤد کی توبہ قبول کے شکر میں سجدہ فرمایا تھا اھ مترجماً۔(2)

سوم: امام علامہ طحاوی شرح معانی آثار میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ بالوں میں سدل کرتے تھے، اور مشرک مانگ نکالتے تھے، اور اہل کتاب بالوں میں سدل کرتے تھے۔ تو آں حضرت ﷺ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے، جب تک کسی بات میں امر الٰہی نہیں ہوتا تھا، پھر آپ نے بھی سر مبارک میں مانگ نکالی۔(3)

(1) عبارت: إن رسول اللّٰه ﷺ إنما صامه شكرًا لِلّٰهِ عزوجل في إظهاره موسىٰ على فرعون. [شرح معاني الآثار، باب صوم يوم عاشورا، جز:٢، ص:٧٥]

(2) عبارت: فتعظيم ما عظمه لم يكن على جهة المتابعة له في شرعه بل على طريقة موافقة شرعه إذا كان صيامه صلى اللّٰه عليه وسلم شكرًا خلاص موسىٰ كما سجد فى سورة ص شكرً اللّٰه على قبول توبة داؤد علىٰ نبينا و عليه السلام.(مفهوم)

[رد المحتار على الدر المختار، باب: صيام التطوع، جز:٦، ص:٣٩٨]

(3) عبارت: عن ابن عباس أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يسدل شعره. وكان المشركون يفرعون رؤسهم، وكان أهل الكتٰب يسدلون رؤسهم. وكان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يحب موافقة أهل الكتٰب فيما لم يؤمر فيه بشيئٍ. ثم فرق رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم رأسه.

[شرح معاني الآثار، باب الجنازة تمر بالقوم أيقومون، جز:١، ص:٤٨٩]

پھر اسی شرح معانی آثار میں اسناد کے ساتھ سلسلہ راویوں کے لکھ کر اخیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موافقت اہل کتاب کی پسند کرتے تھے جب تک ان کے خلاف پر مامور نہ ہوتے تھے۔ اھ مترجماً۔ (1)

اور مجمع بحار انوار میں ہے کہ پہلی حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورا کا روزہ رکھتے ہوئے اور اس کی تعظیم کرتے ہوئے پایا تو آپ نے بھی روزہ رکھا۔ اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے عاشورا کا روزہ رکھنے اور تعظیم کرنے کے مدینہ طیبہ کی رونق افروز ہونے کے پہلے سے جانتے تھے، لیکن آپ تھے کہ ابتدا میں موافقتِ اہلِ کتاب کو پسند کرتے تھے ان کی تالیفِ قلوب اور کشش کے واسطے۔ پھر آپ ان کی مخالفت کو پسند فرمانے لگ گئے تھے جب اسلام غالب ہو گیا تھا۔ پس آپ کے صحابہ نے جب معلوم کیا کہ آپ ان کی مخالفت کو پسند کرتے تھے تو آپ کو خبر دی اس پر تاکہ آپ ان کی مخالفت کریں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم ان کی مخالفت کریں گے سالِ آئندہ میں نویں تاریخ کا روزہ رکھنے سے۔ (2) یہ ترجمہ ہے عبارت بحار انوار کا لفظ

(1) عبارت: فأخبر ابن عباس أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يحب موافقة اهل الكتٰب حتىٰ يؤمر بخلاف ذلك.

[شرح معاني الآثار، جز:۱، ص:۴۸۹]

(2) عبارت: مع أن الأحاديث السابقة دل أنه صلى اللّٰه عليه وسلم لما قدم المدينة وجد اليهود يصومونه ويعظمونه نصامه. ويمكن ان يقال انه صلى اللّٰه عليه وسلم كان عالمًا بتعظيم وصومهم له من أوّل قدومه ولكنه كان في أول أمره يحب موافقة أهل الكتٰب تاليفا بهم واستجلابا لقلوبهم ثم صار يحب مخالفتهم لما ظهر الحق فلما علما أصحابه محبته مخالفتهم أخبروه بتعظيمهم له ليخالفهم فقال نخالفهم بصوم التاسعة في القابلة انتهىٰ من لفظ تسع. وقال في لفظ

تسع کے معنی میں سے۔

اور لفظ وفق میں طیبی سے لکھا ہے کہ آپ اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے جب تک مامور نہیں ہوتے تھے، یہ ابتدا میں تھا ان کی تالیف کے لیے اور بت پرستوں کی نگوں ساری کی غرض سے۔ پھر جب اسلام غالب اور قوی ہو گیا تو آپ نے کئی کاموں میں اہل کتاب سے مخالفت فرمائی، جیسے کہ بالوں کے خضاب وغیرہ میں۔

اور حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نیچے جس کو مکذبین نے سنداً ذکر کیا ہے، شیخ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ: "آپ کا قبر پر بیٹھنے کا حکم دینا ظاہراً وحی سے تھا کیوں کہ آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے جب تک ان کی مخالفت پر مامور نہ ہوتے تھے۔" الخ مترجماً۔

اب ان معتبر سندوں سے معلوم ہو گیا کہ جیسا کہ جواب تفصیلی والوں کا وہ دعویٰ جو دوسری وجہ سے گزرا ہے کہ آپ کو مشابہت کا حال معلوم نہ تھا محض جھوٹا نکلا، ویسا ہی یہ دعویٰ بھی جھوٹا ہے کہ آپ نے اول تشبہ کے لیے روزہ نہیں رکھا تھا۔

چہارم: یہ تمثیل اس قاعدہ کلیہ کے مطابق نہیں، کیوں کہ قاعدہ کلیہ کا مضمون یہ ہے کہ تشبیہ کے عارض ہونے یا معلوم ہونے کے بعد اس کام کا ترک کرنا لازم ہے، اور اس جگہ آں حضرت ﷺ نے روزہ ترک نہیں کیا۔ بلکہ ایک روز اور رکھنے کے قصد سے تشبیہ کو دور کر دیا۔ امام طحاوی شرح معانی آثار میں لکھتے ہیں: "یعنی کہ آپ کی غرض یہ تھی کہ میرا مقصود یہ نہیں کہ ایک عاشورا کے دن معین کا ہی روزہ رکھوں جیسا کہ یہود کرتے ہیں، لیکن میں اس کے ساتھ

وفق ط يحب موافقة أهل الكتٰب فيما لم يؤمر هذا كان أولاً تاليفًا لهم ورغمًا لعبدة الاوثان فلما ظهر الإسلام وقوي خالفهم في أمور كصبغ الشيب وغيره.١٢

[مجمع بحار الأنوار، ج:١، ص:٢٦٥، ج:٥، ص:٩٧، بتغيير يسير]

دوسرا روزہ ملادوں، پس میں نے روزہ رکھ لیا بخلاف روزہ رکھنے یہود کے۔"(1)

علامہ قاری مرقات میں کہتے ہیں: "گر آں حضرت ﷺ یہود کی بالکل مخالفت کا ارادہ کرتے تو اصلاً روزہ کو ترک کر دیتے۔"(2)

پس متحقق ہوا کہ جواب تفصیلی والوں کا وہ قاعدہ جس کو کلیہ بنا رہے ہیں، خدا تعالیٰ کے دین میں اپنی طرف سے بڑھا رہے ہیں، اور شرعاً اس قدر ثابت ہے کہ اگر واقعی مشابہت ہو تو رفع تشبہ کے لیے ادنیٰ تغیر بھی کافی ہے، جیسا کہ عاشورا کے روز کے روزہ کے ساتھ ایک روزہ اور بڑھا دیا گیا۔ پس اگر تسلیم کریں کہ ہندیوں کی مجلس مولود کو کنھیا کی جنم اشٹمی سے مشابہت ہے تو اس میں شک نہیں کہ کافر وہ مجلس سال بھر میں ایک ہی دن کرتے ہیں، اور مسلمان یہ مجلسیں جب چاہیں تب کر لیتے ہیں، جیسا کہ مولوی رشید احمد کے فتویٰ مندرجہ براہین میں اس پر تصریح ہے۔ تو رفع تشبہ ہو گیا۔ ہر چند قصد تشبہ کا بھی نہ تھا۔ خدائے بے ہمتا(3) کا حمد ہے۔

مسئلہ تَخَتُّم

جواب تفصیلی میں ہے:

"رہا مسئلہ تختم دست راست سو اس پر بھی جناب نے بے سمجھے اعتراض کیا ہے۔ وہ قاعدہ مذکور کی اس شق کی مثال ہے کہ تشبہ وعارض ہو جاوے جیسے پہلی مثال بعد میں معلوم ہونے کی تھی۔ آپ نے جو عبارت ذخیرہ کی نقل فرمائی ہے کہ "یہ شعار رافضیوں کا اگلے

(1) عبارت: أى لئلا أقصد بصومى أي يوم عاشوراء بعينه كما يفعل اليهود ولكن أخلطه بغيره فأكون قد صمته بخلاف ماتصومه يهود.
[شرح معاني الآثار، باب صوم يوم عاشوراء، جز:۲، ص:۷۸]

(2) عبارت: ولو أراد ﷺ مخالفتهم بالكلية لترك الصوم مطلقًا. انتهىٰ
[مرقاة شرح مشكاة المصابيح، باب صيام التطوع، جز:٦، ص:٣٦٣]

(3) بے ہمتا: بے مثل، جس کے برابر کوئی نہ ہو۔ محمد ہارون مصباحی

وقتوں میں تھا اب نہیں، پس اب منع نہیں۔" اس سے ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے۔ ہمارا تو یہی مطلب تھا کہ تشبہ عارض کی وجہ سے منع ہوا۔ اور جب عروض تشبہ جاتا رہا منع بھی باقی نہ رہا۔ یہی مطلب اس عبارت کا ہے جو آپ نے نقل کی ہے۔ جب آپ کو سیدھے سیدھے مسائل فقہیہ کے سمجھنے کی بھی رسائی نہیں تو حدیث سے کسی مطلب کا استنباط کرنا اس کے لیے تو فہم اور علم کی ضرورت ہے۔

رہا یہ طعن وتشنیع کہ جب باری تعالیٰ کے امکانِ کذب سے نہ ڈرے اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی توہین سے ہراس نہ کیا۔ یہ عوام کو دھوکہ دینا ہے، ہم تو اس سے بری ہیں، چناں چہ ظاہر ہو چکا اور آگے ظاہر ہو جاوے گا۔ مگر دار عقبیٰ اِس اتہام کا عوض آپ پاویں گے۔ اگر ہم بھی اس کے مقابلہ میں ایسا ہی کریں تو جزاء سیئة سیئة مثلها ہو جاوے، لیکن ہم صبر کرتے ہیں، خدا صابروں کے ساتھ ہے، اور ثواب اُخروی بہتر سمجھتے ہیں۔ فقط۔" انتہیٰ بلفظہٖ۔

فقیر قصوری کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ کیا سچی بات ہے کہ جب تجھے حیا نہ ہو، تو جو جی چاہے کہے جاؤ۔ براہین میں صاف درج ہے کہ دست چپ میں تختم جائز ہے بحکم حدیث، اور جب یہ شعار روافض کا ہوا تو مکروہ ہو گیا۔ جیسا کہ اوپر منقول ہو چکا ہے۔ اور فقہی کتابوں سے ظاہر ہے کہ دستِ راست میں انگوٹھی پہننی اگلے وقتوں میں شعار روافض کی وجہ سے مکروہ تھی، اور اب ان کتابوں کے وقت تالیف میں شعار روافض سے نہیں ہے، تو اب دست راست و چپ دونوں میں انگوٹھی کا پہننا روا ہے۔ تو کیسا صریح ثابت ہے کہ براہین والے کا مسئلہ بالکل غلط ہے کہ وہ دست چپ میں ان وقتوں میں تختم کو شعار روافض کہتا ہے۔ پس باوصف اس فاحش غلطی کے یہ کہے جانا کہ "مسئلہ تختم کا جو کتب فقہ سے منقول کیا ہے، وہ ہمارے مدعا کے مؤید ہے نہ مولوی قصوری کے۔" پس ایسی بے حیائی ان مکذبین پر ہی ختم ہے۔

پھر یہ کہنا کہ "ہم طعن امکان کذب باری تعالیٰ و توہین رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بری

ہیں۔" الخ حالاں کہ ان کی عبارتیں اوپر منقول ہوئی ہیں کہ "قول امکان کذب باری تعالیٰ کمال الوہیت و شعبہ عموم قدرت ہے، اور یہ اہل سنت کا مذہب ہے اور اس عقیدہ کا مخالف دائرہ اہل سنت سے خارج ہے۔" اور ایسے ہی اور ہفوات، اور علیٰ ہذا یہ کہنا کہ سب بنی آدم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بشریت میں برابر ہیں، اور آپ کا علم شیطان لعین کے علم سے کم تر ہے، اور دوسرے ایسے ہذیانات جو ان کے شائع کیے ہوئے اور دستخطی لکھے ہوئے موجود ہیں، پھر یہ کہنا کہ "ہم تو اس سے بری ہیں۔" الخ پس یہ صریح کذب تقیہ نہیں تو اور کیا ہے؟

فاتحہ سوئم رسم ہنود ہے؟

براہین قاطعہ کے صفحہ ۵ و ۵۰ و ۵۹/ وغیرہا میں لکھا ہے، اس طرح وہیئت سے ایصال کو منع کرتے ہیں کہ جس میں تشبہ بکفار لازم آجاوے، اور فاتحہ بھی خلاف سنت ہے، اور سوم بھی، سواس فاتحہ وسوم کی نسبت لکھا ہے کہ رسم ہنود ہے، کیوں کہ تیسرے دن کا اجتماع اور کھانا برہمن کے سامنے رکھ کر اشلوک گوانے ان کا ہی دستور ہے، علیٰ ہذا مولوی رشید احمد صاحب نے جو رسم ہنود کہا ہے تو تعین اجتماع برادری اور سوم کو اور طعام سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھانے کو کہ یہ رسم ہنود ہے۔ انتہیٰ۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ مسلمانوں میں جو دستور ہے کہ کھانا پکا کر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھ پڑھا کر اس کا ثواب ارواح بزرگان کو پہنچاتے ہیں، جب کہ عرب وعجم میں رائج ہے، جس کی تفصیل کسی قدر انوار ساطعہ میں لکھی ہے، تو اس کو مشابہ رسم ہنود کے کہ کھانا برہمن کے سامنے رکھ کر اشلوک گوانے لکھنا یہ بھی ویسا ہی بلا دلیل شرعی مسلمانوں کے نیک معمول کو مشابہ شعار کفار بنانا ہے، جیسا کہ مجلس مولود شریف کو مشابہ شعارِ کفار ایک سخت ضعیف حدیث اور بناوٹی مسئلہ کی دلیل سے لکھ دیا تھا۔ الغرض رسالہ براہین قاطعہ کے جواب جہاں تک دیکھے گئے سخت تعصب اور ضد اور نفسانیت پر مبنی پائے، جیسا کہ ایک رسالہ مستقلہ میں بیان کیے گئے ہیں، اس جگہ بطور مشتے نمونہ خروارے اظہار کیا گیا، محض تائید دین اسلام کی غرض سے تاکہ غیر دین والوں کی مطاعن رفع ہوں، اور خدا بے ہمتا ہی ہادی ہے۔

بقلم فقیر غلام دست گیر قصوری کان اللہ لہ

۲/ شوال ۱۳۰۶ من هجرة سيد الانبياء عليه الصلوٰة والثنا

یہ چھٹا اعتراض ہے، جس کے جواب میں صاحب براہین مع حوار یین جواب تفصیلی میں لکھتے ہیں کہ:

"مردوں کو اِطعامِ طعام اور قراءتِ قرآن وغیرہ عبادات کا ثواب پہنچانا منع نہیں ہے، لیکن جب اس کے ساتھ قیودِ نامشروعہ تخصیص ہیئت وتقییدِ مطلق یا تشبہ بہ کفار لازم آجائے گا تو البتہ مجموعہ پر حکم عدم جواز کا کیا جائے گا۔ چناں چہ اس زمانہ میں جو طریقہ ثواب رسانی کا عوام ہندوستان میں مروّج ہے، اس میں سب خرابیاں موجود ہیں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ سوم کے روز اگر کوئی برادری کو اکٹھا کر کے نخود[1] پر نہ پڑھوائے تو اس کو مطعون کریں گے، اگر چہ وہ اس سے زیادہ خیرات کرے اور بطور خود قرآن اور کلمہ پڑھ کر ثواب پہنچاوے۔ اور اسی طرح اگر روز سوم گزر جائے تو بھی اس کو قابل ملامت سمجھتے ہیں، اور یہی فاتحہ مروّجہ کا حال ہے، حالاں کہ شریعت میں کوئی تخصیص اور تقیید ایصال ثواب کے لیے مقرر نہیں ہوئی۔ پھر اپنی طرف سے کسی ہیئت یا وقت یا مکان یا رجال کے ساتھ خاص کرنا تقییدِ مطلق اور بدعت ضلالت ہے۔ پھر باوجود اِن خرابیوں کے اگر اس میں تشبہ بہ کفار بھی لازم آجائے گا تو اور بھی نامشروعیت بڑھ جائے گی۔ چناں چہ تیجا یعنی سوم اصل رسوم ہنود کی ہے، جس کو وہ پھول کہتے ہیں۔

اور نیز کھانا آگے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بھی مشابہ رسم کفار ہنود ہے، کہ کھانا برہمن کے آگے رکھ کر اشلوک گوانے ان کا ہی دستور ہے۔ حالاں کہ شارع کی طرف سے کوئی تخصیص وتقیید نہ کی گئی تھی، اور اب یہ حال ہے کہ اگر کوئی اِس مروّجہ ہیئت کی مخالفت کا نام لیوے تو عوام جہال بلکہ بعض خواص بھی لڑنے مرنے کو آمادہ ہوجاتے ہیں۔[2]

(1) نخود: چنا: محمد ہارون مصباحی.

(2) **حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے جواز مولود شریف:**

حاجی امداد اللہ صاحب مکذبین کے پیرانِ پیر رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے صفحہ ۴-۳-۲، میں لکھتے ہیں:

اِس پر قصوری صاحب نے اول تو نقل عبارت میں تھوڑی تھوڑی عبارتیں جن سے ایصال ثواب و روح کی ممانعت سمجھی جاتی تھی نقل کی، تاکہ عوام بھڑک اٹھیں۔ اور جن عبارتوں سے ایصال ثواب کا جائز ہونا ثابت ہوتا تھا، ان کا ذکر تک نہ کیا۔ بعد اس کے صرف فاتحہ مروجہ کی ممانعت کی نسبت اعتراض کیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فاتحہ مرّوجہ کو جو مسلمانوں کی نیک رسوم میں سے ہے، اور عرب و عجم سب میں شائع و ذائع ہے رسم ہنود کی مشابہ لکھنا مسلمانوں کی نیک رسموں کو بلا دلیل شرعی کفار کے مشابہ بنانا ہے، جیسا کہ مجلس مولود شریف کو مشابہ کفار لکھ کر سخت ضعیف حدیث اور بناوٹی مسئلہ سے ممنوع لکھا تھا۔

جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ نیک رسم اہل اسلام کی وہ ہے جو قواعد شرع کے

پہلا مسئلہ مولود شریف: اس میں تو کسی کو کلام نہیں نفس ذکر ولادت شریف حضرت فخر آدم سرور عالم ﷺ موجب خیرات و برکات دنیوی و اخروی ہے۔ صرف کلام بعض تعینات و تخصیصات اور تقییدات میں سے جن میں بڑا امر قیام ہے۔ بعض علما ان امور کو منع کرتے ہیں لقولہ علیہ السلام.

"كل بدعة ضلالة" اور اکثر علما اجازت دیتے ہیں لاطلاق دلائل فضيلة الذكر اور انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کر لیا جائے۔ كما يظهر من التامل في قوله عليه السلام: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهورد. الحديث.

پس ان تخصیصات کو کوئی شخص عبادت مقصودہ نہیں سمجھتا بلکہ فی نفسہ مباح جانتا ہے، مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے، اور ہیئت مسبب کو مصلحت سمجھتا ہے تو بدعت نہیں۔ مثلاً قیام کو لذاتہا عبادت نہیں اعتقاد کرتا مگر تعظیم ذکر رسول اللہ ﷺ کو عبادت جانتا ہے، اور کسی مصلحت سے اس کی یہ ہیئت مقرر کر لی۔ اور مثلاً تعظیم ذکر کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے، مگر بہ مصلحت سہولت دوام یا اور کسی مصلحت سے بارہ ربیع الاول مقرر کر لی۔ اور کلام تفصیل مصالح میں از بس طویل ہے، ہر محل میں مصلحت ہے، رسائل موالید میں بعض مصالح مذکور بھی ہیں۔ اگر تفصیلاً کوئی مطلع نہ ہو تو مصلحت اندیشاں پیشین کا اقتدا ہی اس کے نزدیک مصلحت کافی ہے۔ ایسی حالت میں تخصیص مذموم نہیں ہوتی۔ تخصیصات اشغال و مراقبات و تعینات رسوم مدارس و خانقاہ جات اسی قبیل سے ہے۔

موافق ہو۔ اور جو قواعد شرع کے مخالف ہو وہ رسم ہرگز نیک نہیں۔ ارواح بزرگاں کو ثواب پہنچانا بشرطیکہ ممنوعات شرعیہ سے خالی ہو، بے شک نیک رسم ہے، لیکن جب اس میں تخصیص ہیئت اور تقیید مطلق ہوکر تشبہ بکفار بھی ہوجاوے تو شرعاً وہ نیک رسم نہیں ہوسکتی۔ تو جس نے کسی رسم کو جو مسلمانوں میں رائج ہے۔ بوجہ تشبیہ کفار ممنوع کہا۔ اس نے خود مطابق شرع فتویٰ دیا۔ اب اس کو جو شخص بلا دلیل کہتا ہے، وہ خود دلیل شرعی کا منکر ہے، اور ہر شخص جانتا ہے کہ دلیل شرعی کا منکر کون ہوتا ہے۔

اور اگر ان تخصیصات کو قربت مقصود جانتا ہے مثل نماز و روزہ کے تو بے شک اس وقت یہ امور بدعت ہیں، مثلاً یوں اعتقاد کرتا ہے اگر تاریخ معین پر مولود نہ پڑھا گیا۔ یا قیام نہ ہوا یا بخور د شرینی کا انتظام نہ ہوا ثواب ہی نہ ملا تو بے شک یہ اعتقاد مذموم ہے، کیوں کہ حدود شرعیہ سے تجاوز ہے، جیسے عمل مباح کو حرام اور ضلالت سمجھنا مذموم ہے۔ غرض دونوں صورتوں میں تعدیٔ حدود ہے۔

اور اگر ان امور کو ضروری بمعنی واجب شرعی نہیں سمجھتا، بلکہ ضروری بمعنی موقوف علیہ بعض البرکات جانتا ہے، جیسے بعضے اعمال میں تخصیص ہوا کرتی ہے کہ ان کی رعایت نہ کرنے سے وہ اثر خاص مرتب نہیں ہوتا مثلاً بعض عمل کھڑے ہوکر پڑھے جاتے ہیں، اگر بیٹھ کر پڑھیں وہ اثر خاص نہ ہوگا۔ اس اعتبار سے اس قیام کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور دلیل اس توقف کی موجدان اعمال کا تجربہ یا کشف والہام، اسی طرح کوئی عمل مولد کو بہ ہیئت کذائیہ موجب بعض برکات یا آثار کا اپنے تجربہ سے یا کسی صاحب بصیرت کے وثوق پر سمجھے اور اس معنی پر قیام کو ضروری سمجھے کہ یہ اثر خاص بدون قیام نہ ہوگا، اس کی بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔"

پھر صفحہ ۵ر کے اخیر میں فرماتے ہیں:

"رہا یہ اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پر نور ﷺ رونق افروز ہوتے ہیں۔ اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے، کیوں کہ یہ امر ممکن ہے عقلاً و نقلاً۔ بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوا ہے۔ رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا؟ یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے؟ یہ ضعیف شبہ ہے۔ آپ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے، اس کے آگے یہ ایک ادنی سی بات ہے۔ علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اٹھ جائے۔ بہر حال ہر طرح یہ امر ممکن ہے۔ اور اس سے آپ کی نسبت اعتقاد علم غیب

ہاں! اب اس کا ثبوت دینا ضرور ہے کہ تشبیہ کی وجہ سے ممانعت عارض ہوتی ہے۔

اول تو اس کا عمدہ ثبوت ہم خود مولانا قصوری صاحب کی کتاب سے ہی دیتے ہیں، جس میں ان کو اور ان کے اتباع کو چون وچرا کی ذرا بھی گنجائش باقی نہ رہے۔ اصل دلیل اس مدعا کے اثبات کے لیے وہ حدیث ہے جس کی تصحیح و توثیق مولانا قصوری صاحب نے اپنے رسالہ "جواہر مضیہ رد نیچریہ" کے صفحہ ۷۶ میں فرمائی ہے، اور کتب حدیث سے اس کی تخریج کا حال ذکر کیا ہے۔ الفاظ اس کے یہ ہیں:

"من تشبه بقوم فهو منهم" (یعنی جو تشبہ کرتا ہے کسی قوم سے وہ ان سے ہی ہوتا ہے)

اور نیز "ليس منا من تشبه بغيرنا" (یعنی ہم سے نہیں جو تشبہ ہمارے غیر سے کرے)

اس سے یہ مطلب ثابت کیا کہ کفار کے ساتھ ان کے شعار میں تشبہ ممنوع ہے۔ پھر دوسری حدیثوں سے اس کا مورد بیان کیا ہے۔ اور یہ حدیث جو بمنزلہ کلی کے تھے، اس کی جزئیات بتلائیں:

لازم نہیں آتا جو کہ خصائص ذات حق سے ہے، کیوں کہ علم غیب وہ ہے جو مقتضائے ذات کا ہے۔ اور جو باعلام خداوندی ہے وہ ذاتی نہیں، یا سبب ہے وہ مخلوق کے حق میں ممکن بلکہ واقع ہے، اور امر ممکن کا اعتقاد شرک وکفر کیوں کر ہو سکتا ہے؟ البتہ ممکن کے لیے وقوع ضروری نہیں، ایسا اعتقاد کرنا محتاج دلیل ہے، اگر کسی کو دلیل مل جاوے مثلاً خود کشف ہو جائے یا کوئی صاحب کشف خبر دے تو اعتقاد جائز ہے۔ ورنہ بے دلیل ایک غلط خیال ہے غلطی سے رجوع کرنا اس کو ضرور ہے۔ مگر شرک وکفر کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ پس تحقیق مختصر اس مسئلہ میں یہ ہے جو مذکور ہوئی۔

اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات کا سمجھ کر ہر سال کرتا ہوں، اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔" انتهىٰ بكلماته الطيبة ،من مطبوعه مجتبائی دهلی ۱۲

پہلی حدیث صحیحین وغیرہما کہ ”یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے، تم ان کی مخالفت کرو۔“ (1) اور نسائی اور ترمذی سے یہ نقل کی: ”آپ نے فرمایا: بڑھاپے کو بدلو، اور یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔“ (2) حالاں کہ بڑھاپے کے سفید بال خدا کی طرف سے نور تھے، ابوداؤد میں حدیث ہے کہ ”بڑھاپے کو دور نہ کرو، وہ مسلمان کا نور ہے۔“ (3) اور نیز وقار ہے وسنت ابراہیمی، چناں چہ امام مالک نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ”ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے سب سے پہلے سفید بال دیکھ کر عرض کی: خداوندا یہ کیا ہے؟ فرمایا: اے ابراہیم! یہ عزت ہے۔ عرض کی: خداوندا مجھے عزت زیادہ کر۔“ (4) اختصار سے لکھا ہے۔ پھر باوجود اِن سب خوبیوں کے صرف تشبیہ یہود سے حضرت ﷺ نے اس کے بدلنے کا حکم فرمایا۔

دوسری: روایت صحیحین وغیرہما کی: ”مگر دانت اور ناخن لیکن دانت پس وہ کارد حبشہ کی ہے۔“ اخیر حدیث تک۔

(1) حديث: ان اليهود والنصارىٰ لايصبغون فخالفوهم.

[صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب الحضاب، ج:٢، ص:٨٧٥]

(2)وغيروا الشيب ولا تشبهوا باليهود.

[سنن ترمذي، كتاب اللباس، باب ماجاء في الخضاب، ج:١، ص:٢٠٨]

(3)لا تنتفوا الشيب فانه نور مسلم.[الف- سنن أبي داؤد، كتاب الرجل باب في نتف الشيب، ج:٢، ص:٥٧٧/ ب- مسند أحمد، مسند عبد اللّٰه بن عمرو، ج:١٤، ص:٣٦١]

(4)عن سعيد بن مسيب يقول: كان ابراهيم خليل الرحمٰن أول الناس رأى الشيب فقال: يا رب ماهٰذا؟ قال رب تبارك و تعالىٰ: وقار يا إبراهيم. قال: رب زدني وقارًا. [جامع الأصول من أحاديث الرسول، باب مايجوز منه وما لا يجوز، جز:٤، ص:٢٩٣٤]

تیسری روایت صحاح ستہ کی کہ "آئندہ سال نویں تاریخ کا روزہ یعنی عاشورا کے ساتھ رکھوں گا۔" (1)

چوتھی روایت بخاری کی "حضرت ابن عمر کا منع کرنا کہ مسکین بہت کھانے والا پھر میرے پاس نہ لانا۔" (2)

پانچویں روایت "غلام بہت کھانے والا آپ نے خرید کر لوٹا دیا۔"

بعد اس کے مولانا قصوری صاحب نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے متحقق ہو گیا کہ آپ کو اہل کتاب اور دوسرے کفار سے مشابہت اور ان کی صفتوں سے متّصف ہونا ناپسند تھا۔ پھر آگے لکھتے ہیں: جو شخص کافروں اور فاسقوں کے شعار میں ان سے مشابہ بنے، گناہ میں ان کا شریک ہوگا، اور جو نیکوں اور ایمان داروں کی مشابہت پیدا کرے گا، ثواب میں ان کا ساتھی ہوگا۔ (3) كذا في المرقات.

پھر صفحہ ۱۷ پر لکھا کہ حدیث تشبہ کی صحت لفظی و معنوی ثابت ہوگئی، اسی واسطے دینی کتابوں میں کفار اور فجار کی ظاہری مشابہت مکروہ لکھی ہے، اور رضا بالکفر دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتی ہے، اور ردالمحتار سے مجوسیوں اور گناہ گاروں کی وضع پر موزہ اور کپڑا بنانے کی کراہت نقل کی، اور نیز فقہ اکبر سے رافضیوں کی ٹوپی پہننے کو مکروہ تحریمہ لکھا ہے۔

پھر بعد نقل مسائل فقہیہ کے صفحہ ۲۷ و ۲۸ پر لکھا ہے کہ "قرآن و حدیث و اقوالِ

(1) **حدیث:** لئن بقيتُ إلىٰ قابل لأ صومنَّ التاسع.

[صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء، ج:۱، ص:۳۵۹]

(2) منع ابن عمر رضى اللّٰه عنهما من عود المسكين الذى ياكل كثيرًا.

(3) **حديث:** من تشبه بالكفار فى شعارهم كان شريكًا فى الإثم، ومن تشبه بالمؤمنين والمحسنين يكون شريكا فى المحسنات. [مرقاة]

علما سے ثابت ہے کہ کافروں کے شعار میں تشبیہ کرنے سے اور اس کو اپنے لیے پسند کرنے سے کفر کی نیت کا اظہار ہے۔ اور خان صاحب بہادر شریعتِ اسلام کے برخلاف کہتے ہیں کہ کفار کے شعار میں تشبیہ خواہ کسی حد تک ہو کلمہ توحید کے ساتھ غیر مضر ہے۔" الخ۔

پس اگر ہم نے اس حدیث صحیح مسلمہ سے کسی مدعا کے اثبات پر استدلال کیا۔ تو وہ کیوں بے دلیل ہوا؟ نہایت تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ اگر کوئی دوسرا انکار کرے تو وہ دین اسلام سے خارج ہو، اور خود قصوری صاحب اس کا انکار فرماتے ہیں تو وہ مومن کامل بنے رہیں۔ سبحان اللہ! ایک ہی حدیث اگر اس سے مولانا قصوری استدلال فرمائیں تو وہ قطعی اور یقینی ہو جائے اور اس کے منکر کی تکفیر و تضلیل تک نوبت پہنچے۔ اگر مخالف مولانا کے اسی حدیث سے استدلال کریں، اور مولانا منکر ہوں تو پھر وہ حدیث ناقابل اعتماد ہو، اور نہ وہ استدلال لائق تسلیم۔ پس یہ اگر حق پوشی نہیں تو کیا ہے؟

افسوس! یہ بھی مولانا صاحب نہیں سمجھتے کہ رسوم کفار کے مشابہ کس کو کیا ہے اور کس کو نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مطلق ایصال ثواب یا مطلق ذکر میلاد جو امور مستحبہ سے ہیں اس کو کسی نے مشابہ رسوم کفار نہیں بنایا۔ اور جو قبائح اور بدعات امور مستحبہ کے ساتھ مخلوط ہو گئے جن سے تشبہ بہ کفار عارض ہو گیا وہی امور یعنی تشبہ بہ کفار ہیں، وہ نیک رسوم میں سے نہیں۔ پس بلا تامل و تفرقہ یہ کہنا کہ "نیک رسوم مسلمانوں کو مشابہ بہ کفار بنایا ہے۔" ناانصافی ہے۔" انتہیٰ بلفظہٖ۔

ایصالِ ثواب کا جواز

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کہتا ہے: کہ جواب تفصیلی والوں نے تخصیص ہیئت و تقیید مطلق کی کچھ تفصیل نہیں کی کہ اس سے کیا مراد ہے، تو اب اس کا کیا جواب دیا جاوے؟ اور یہ جو کہا ہے کہ ہیئت اور وقت یا مکان یا رجال کے ساتھ خاص کرنا تقیید مطلق اور بدعت اور ضلالت ہے سو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور اس میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی، اس لیے کہ جب کوئی

کام وقوع میں آوے گا تو وہ کسی نہ کسی شکل اور کسی وقت و مکان میں ہوگا۔ اور فاعل کے سوا فعل کا وجود ہی نہیں ہوتا، ایک ہو یا بہت۔ البتہ جو چیز احکام شرع سے نہ ہو اس کو فرض، واجب وغیرہ جان لینا باطل ہے۔ اور مسلمانوں پر بدگمانی ناروا ہے، اور خیر خواہی و نصیحت دین سے ہے۔

اور یہ جو کہا ہے کہ سوم کے روز اگر کوئی برادری کو اکٹھا کر کے نخود نہ پڑھواوے تو اس کو مطعون کریں گے، یہ مخالف ہے اس کے جو ہم پنجاب کے شہروں میں دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان کسی کے اپنوں میں سے فوت ہونے کے بعد ایصال ثواب سے جلد از جلد اس کی مدد کرتے ہیں، اور کوئی تیسرے دن کی تخصیص نہیں ہوتی، قریب یا بعید جمعہ ہو تو اس میں فاتحہ خوانی اور نفع رسانی کرتے ہیں، اور شمار کے واسطے کھجور کی گٹھلیاں ہوتی ہیں۔

مؤلّف براہین کی رسالہ ”ردنیچریہ“ کی عبارت میں ترمیم

اور یہ جو فقیر پر الزام دیا ہے احادیث اور اقوال رسالہ ”جواہر مضیہ ردِّ نیچریہ“ کے بیان سے، حالاں کہ بعضے مضامین مؤلف براہین نے اپنی طرف سے لکھ کر اس رسالہ کی طرف جھوٹا حوالہ کیا ہے کہ بہتان ان کی جبلی عادت ہے، جیسے کہ حدیث ”إن الیھود والنصٰریٰ لا یصبغون فخالفوھم“ کے پیچھے دو حدیث ایک حدیث ابی داؤد کی اور دوسری امام مالک کی درج کر دی ہے، اور اِس دوسری حدیث میں اپنی قلم سے یوں لکھا ہے: ”ابراہیم خلیل الرحمٰن“(1)

پس قطع نظر ایسے کذب اور افترا سے محض تعصب اور ضدیت کو قبلہ بنالیا ہے، اور صریح حق کو پس پشت ڈال دیا ہے، اس لیے کہ جب خان بہادر نیچری نے حدیث ”من تشبہ بقوم فھو منھم“ کا انکار کیا، اور کہا یہ مردود ہے، اور لفظاً معنًی ثابت نہیں اور کافروں کے شعار میں تشبہ کرنے کی ہرگز کچھ قباحت نہیں ہے، چناں چہ اس کی اخبار تہذیب الاخلاق میں

(1) یعنی علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو اختصار کیا ہے، جس کی قباحت بارہا مذکور ہو چکی ہے۔ ۱۲

اس پر تصریح ہے، پھر اپنی تفسیر القرآن میں حج اور روزۂ رمضان اور نماز میں استقبال قبلہ کی عدم فرضیت کا اعلان کیا ہے، اور سود کی حرمت کا انکار کر کے فرشتوں اور جنوں اور دوزخ و بہشت اور انبیا کے معجزات سب کا انکار صاف کر دیا ہے، اور اس میں سخت زبان درازی کی ہے، اس پر فقیر نے اِس رسالہ میں یہ اس کی باتیں نقل کر کے قرآن اور حدیث اور عقلی دلیلوں سے اس کی تردید کی ہے، اور یہ ظاہر کیا ہے کہ کافروں اور گناہ گاروں کے شعار میں قصد تشبہ کا یقیناً منع ہے، اور جو اس کا منکر ہو اور تشبہ کے قصد کو روا جانے اور پسند کرے، اور عوام اہل اسلام کو مطلق العنان کر دے اور اسلام کی تقییدات کو باطل ٹھہراوے، اور قطعی فرضوں کا منکر ہو جائے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، تو اس کی تصدیق میں اکثر علماے ربانیین فقیر سے متفق ہوئے جیسا کہ اخیر اس رسالہ کے چالیس سے زائد علما کی تصحیح موجود ہے، اور صاحب براہین نے بھی اس کی تقریظ میں لکھا ہے کہ خدا جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے۔ اور جس کو چاہے ہدایت فرماتا ہے۔ صفحہ ۶۸ کی سطر ۱۷ میں دیکھو۔ اور اس سے پہلے بہت سے علماے ہندوستان نے بھی رسالہ "امداد الآفاق" میں رئیس نیچری کی تکفیر کی ہے۔(1)

جب معاملہ یوں ہے تو اب کیوں کر لازم آتا ہے کہ حدیث تشبہ کے صحیح ماننے سے ہم تسلیم کر لیں کہ مجلس مولود اور طعام پر فاتحہ کہنا ایصال ثواب کے لیے شعار کفار سے مشابہ ہے۔ نہیں ہر گز نہیں، اس لیے کہ قصد تشبہ، جس پر نہی کا مدار ہے جیسا کہ معتبر کتبِ فقہ سے اوپر متحقق ہو چکا ہے اور قریب پھر آوے گا، اس جگہ موجود نہیں۔ پس یہ تشبہ ظاہری کچھ مضر نہیں۔ باوصف یہ کہ مومنوں اور کافروں کے دلوں میں تغایر ہوتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ کسی قدر تغایر اور فرق سے تشبہ رفع ہو جاتی ہے، جیسا کہ آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اگر ہم آئندہ سال تک زندہ رہے تو ایک روزہ نویں تاریخ کا بھی رکھ لیں گے، یعنی اتنے ہی فرق سے تشبہ رفع ہو گئی، جس کا ذکر بسط مناسب سے اوپر ہو چکا ہے۔ تو اب جواب تفصیلی والوں کی تطویل لاطائل اور

(1) برخلاف معاملہ نیچری کے کہ اس کو قصد تشبہ پر اصرار ہے۔ ۱۲

فقیر پر سخت زبان درازی مکذبین کو کچھ بھی فائدہ مند نہیں ہے۔

تشبیہ مذموم کیا ہے؟

جواب تفصیلی میں ہے:

"اب دل چاہتا ہے کہ بحثِ تشبیہ کو کسی قدر اور بھی وسعت دوں، تاکہ طالب حق کی طمانیت کا باعث ہو۔

مشکوٰۃ میں صحیحین سے روایت ہے، جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے:

"ولا تحينوا بصلوٰتكم طلوع الشمس ولا غروبها فإنها تطلع بين قرني الشيطان"

اس پر علی قاری لکھتے ہیں کہ دو قرن شیطان سے دو جانب اس کے سر کی مراد ہے، کیوں کہ وہ سورج کے طلوع کے وقت اس کے روبرو کھڑا ہوتا ہے، پس سورج کا نکلنا اس کے دو قرنوں میں ہوتا ہے، پس وہ آفتاب پرستوں کا قبلہ بن جاتا ہے، پس اس وقت میں نماز پڑھنے سے منع کی گئی، تاکہ سورج پرستوں کی مشابہت نہ ہو جائے۔(1)

عبادت میں دوسری روایت مشکوٰۃ میں ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکوں کی مخالفت کرو تم اپنی ریش بڑھاؤ، موچھوں کو کتراؤ۔(2) صحیحین

(1) عبارت: قرني الشيطان أي جانبي راسه لأنه ينتصب قائما فى وجه الشمس عند طلوعها ليكون شروقها بين قرنيه فيكون قبلة لمن سجد للشمس فنهى عن الصلوٰة في ذلك الوقت لئلا يتشبه بهم في العبادة.

[مرقاة، كتاب الصلوٰة، باب:أوقات النهي، ج:٣، ص:١١١]

(2) حديث: عن ابن عمر قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: خالفوا المشركين و فّروا اللحىٰ واحفوا الشوارب.

[صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار، ج:٢، ص:٨٧٥]

میں ہے۔

تیسری روایت مشکوٰۃ میں ہے: حجاج بن حسان کہتا ہے کہ ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر داخل ہوئے، پس میری ہم شیرہ مغیرہ نے مجھ سے کہا کہ تو اس وقت لڑکا تھا اور تیرے سر پر دو شاخیں یا دو چوٹیاں تھیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تیرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعاے برکت کی، اور کہا کہ ان دونوں کو یا اس کی دو چوٹیوں کو منڈوا دو کہ اس میں یہود سے مشابہت ہے۔[1] یہ ابوداؤد میں ہے۔

اور چوتھی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کافر ایک بیر کے درخت پر ہتھیار لٹکاتے تھے اور اس کے گرد بیٹھتے تھے، اور اس کو ذات انواط کہتے تھے، تو مسلمانوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے لیے بھی اسی طرح کا درخت مقرر کر دیجیے تاکہ اس پر ہم ہتھیار لٹکائیں اور اس کے گرد بیٹھیں۔ تو آپ نے فرمایا: یہ تو ایسی بات ہے جیسے حضرت موسیٰ[2] کی قوم نے عرض کیا تھا: اجعل لنا الٰهًا كما لهم اٰلهةٌ.[3]

پانچویں مسلم میں مذکور ہے: " تم اس وقت فارسیوں کا کام کرتے ہو۔ وہ اپنے

(1) **عبارت:** عن الحجاج بن حسان. قال: دخلنا على أنس بن مالك فحدثتي أختى المغيرة. قالت: وانت يومئذ غلام ولك قرنان او قصتان فمسح رأسك وبرّك عليك وقال احلقوا هذين اوقصوهما فان هذا زي اليهود.[سنن أبو داؤد،كتاب الترجيل، باب ماجاء فى الرخصة، ج:۲، ص:۵۷۷]

(2) مولوی خلیل احمد نے یہ اپنی قلم سے اختصار کیا ہے، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے درود بالکل ترک کر دیا ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(3) عبارت: ان الكفار كانوا يعلّقون الاسلحة علىٰ شجرة السدرة ويقعدون حولها ويسمونها ذات انواط. فقال المسلمون لرسول اللّٰه أن يعين لهم شجرة يعلقون عليها الاسلحة ويقعدون حولها. فقال: هذا كما سئل موسىٰ عليه السلام قومه اجعل لنا الٰهًا كما لهم اٰلهة. ملخصاً [سنن ترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء لتركبن سنن من كان قبلكم، ج:۲، ص:۴۱]

پادشاہوں پر کھڑے رہتے ہیں، اور پادشاہ بیٹھے رہتے ہیں۔"(1)

یہاں نماز کو جو عمدہ عبادتوں میں سے ہے، کفارِ فارس وروم کے فعل کے ساتھ مشابہ کر دیا۔

ہدایہ میں ہے جب امام قرآن سے یعنی دیکھ کر پڑھے توامام اعظم کے نزدیک اس کی نماز ٹوٹ گئی، اور صاحبین کہتے ہیں نماز تو پوری ہوگئی مگر یہ فعل مکروہ ہے کہ مشابہ اہل کتاب کے ہے۔(2)

نہایہ میں ہے کہ وہ ایسا ہی نماز پڑھتے ہیں پس مکروہ ہے تشبہ کے لیے کیوں کہ ہم ان کی مشابہت سے حتی الامکان منع کیے گئے ہیں۔(3)

اور نیز دوسری جگہ ہدایہ میں ہے: "اور مکروہ ہے کہ امام محراب میں کھڑا ہو کہ یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے۔"(4)

اسی طرح صدہا جزئیات مسئلہ فقہیہ اس قاعدہ مسلمہ پر مترتب ہیں۔ خود مولانا قصوری صاحب نے اپنے رسالہ "جواہر مضیہ" کے صفحہ ۲۶، ۲۷ پر مجوس کی ٹوپی پہننے اور زنار باندھنے اور زرد کپڑا کندھے پر دوخت کرانے اور طوق کاندھے پر رکھنے کو بروایات فقہیہ

(1) عبارت: إن كدتم آنفا تفعلون فعل فارس والروم. يقومون على ملوكهم وهم قعود. [الجمع بين الصحيحين، باب افراد المسلم، جز:۲، ص:۲۹۷، حديث نمبر ۱٦۸٥۱]

(2) عبارت: إذا قرء الإمام من المصحف فسدت صلوٰته عند أبى حنيفة وقالا هي تامة إلا أنه يكره لانه يشبه بصنع أهل الكتٰب. [هدايه اولين، باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها، ص:۱۱٦، حديث نمبر ۱٦۸٥۱]

(3) عبارت: فإنهم يصلون هكذا فيكره للتشبه لأنا نهينا عن التشبه بهم فيما لنا به منه.۱۲

(4) عبارت: ويكره أن يقوم الإمام في الطاق لأنه يشبه صنيعا أهل الكتٰب.

[هداية أولين، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها، ص:۱۲۰]

کفر ثابت کیا ہے۔ الخ۔

اب بعد تامل اختلاف روایات سے بخوبی سمجھ میں آیا ہے کہ کفار کی مشابہت بعض جگہ کفر گنتے ہیں اور بعض جگہ مکروہ الغرض ادنیٰ مرتبہ مشابہت ممنوعہ میں کراہت ہے، جس سے علمائے امت میں کسی کو انکار نہیں۔ اور خود مولانا قصوری صاحب بھی اس کے قائل ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ فاتحہ مروّجہ وغیرہ میں کیا امر پیش آیا کہ باوجود یہ کہ ان کا مذہبی بھائی [1] مولوی عبد السمیع تشبہ کو تسلیم کرتا ہے، اور غالباً آپ بھی تسلیم کرتے ہوں گے، ورنہ عدم تسلیم بوجہ ناواقفیت رسم ہنود کے ہوگی۔ پس واضح ہو گیا کہ ہم نے فاتحہ مروّجہ کی ممانعت ایسی دلیل شرعی سے کی تھی جس پر امت متفق ہے لیکن آپ کی عادت ہے کہ اپنے ہوائے نفسانی کے برخلاف کو خواہ وہ مدلل بدلیل شرعی ہو آپ اس کو ضعیف اور بناوٹی بنایا ہی کرتے ہیں۔" انتہیٰ بلفظہٖ

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کہتا ہے: کہ دانش مندوں پر مخفی نہیں ہے کہ یہ تمام روایات مکذبین کے مدعا کے مفید نہیں ہے، کہ یہ کوئی بھی مجلس مولود اور فاتحہ مروجہ کے منع پر نص نہیں ہے، اور نہ ان میں اس پر دلالت ہے کہ مشابہت ظاہری بھی کفار سے منع ہے۔ اور اوپر بارہا گزر چکا ہے کہ اس جگہ مشابہت ہرگز مقصود نہیں ہے۔ اور اوپر ان مکذبین کے پیران پیر حاجی امداد اللہ صاحب کے رسالہ سے جواز مجلس مولود کی تقریر حاشیہ صفحہ: ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ پر درج ہو چکی ہے۔ اب اس جگہ فاتحہ مروّجہ کے جواز کی تحریر بھی انہیں حضرت کے رسالہ سے حاشیہ پر درج ہوتی ہے۔ خدا کرے کہ ان مکذبین کو کچھ شرم دامن گیر ہو کہ اپنے پیروں کے بدعتی وغیرہ بنانے سے تو باز آئیں۔ [2]

(1) مسلمانوں کو مذہبی بھائی کہنا مکذبین کے سوا کسی اور مسلمان کا کام نہیں ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(2) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مروّجہ فاتحہ کے جواز میں

دوسرا مسئلہ: فاتحہ مروّجہ کا۔ اس میں بھی وہی گفتگو ہے جو مسئلہ مولد میں مذکور ہوئی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نفسِ ایصال ثواب بارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص و تعیین کو

موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب، فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے۔ اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقیید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں، جیسا بہ مصلحت نماز میں سورۂ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے، اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے۔

اور تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلایا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کرلی۔ متأخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب ولسان کے لیے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے، اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جاوے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو، کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے، اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے، اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جاوے گا کہ جمع بین العبادتین ہے۔

چہ خوش بود کہ برائد بیک کرشمہ دو کار

قرآن شریف کی بعض سورتیں جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں اور کسی نے خیال کیا کہ کھانا مسکین کو دیا جاوے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے، پانی پلانا بھی بڑا ثواب ہے، اُس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا۔ پس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہوگئی۔

رہا تعیین تاریخ، یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو اس وقت وہ یاد آجاتا ہے اور وہ ضرور ہو رہتا ہے، اور نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ اس قسم کی مصلحتیں ہر امر میں جس کی تفصیل طویل ہے محض بطور نمونہ تھوڑا سا بیان کیا گیا ذہین آدمی غور کر کے سمجھ سکتا ہے۔ اور قطع نظر مصالح مذکورہ کے ان میں سے بعض اسرار بھی ہیں۔ پس اگر یہی مصالح تخصیص ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ رہا عوام کا غلو، اس کی اصلاح کرنی چاہیے، اس عمل سے کیوں منع کیا جائے؟ ثانیاً ان کا غلو اہل فہم کے فعل میں مؤثر نہیں ہو سکتا. لنا اعمالنا و لکم اعمالکم.

رہا شبہ تشبہ کا، اس میں بحث طویل ہے مختصر اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ تشبہ اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ عادت اس قوم کے ساتھ ایسی مخصوص ہو کہ جو شخص وہ فعل کرے اسی قوم سے سمجھا جاوے، یا اس پر حیرت ہو، اور جب دوسری قوموں میں پھیل کر عام ہو جائے تو وہ تشبہ جاتا رہتا ہے۔ ورنہ اکثر امور متعلقہ عادات و ریاضات جو غیر قوموں سے ماخوذ ہیں مسلمانوں میں اس کثرت سے پھیل گئے کہ کسی عالم درویش کا گھی اس سے خالی نہیں۔ یہ امور مذموم نہیں ہوسکتے۔ فقیہ تطہیر اہل قبا کا اس میں کافی حجت ہے۔ البتہ جو

پھر **پہلی روایت** ان کی جب نص تھی ممانعت نماز پر طلوع اور غروب سورج میں تو فقہا نے ایسے وقت میں نماز کے پڑھنے کو مکروہ لکھ دیا، جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ تو اس روایت پر قیاس کر کے مجلس مولود یا فاتحہ مرّوجہ کو مکروہ بنا دینا مقلدوں کے اختیار سے باہر ہے۔ سید ابن عابدین ردالمحتار حاشیہ در مختار میں سید احمد حموی کے رسالہ "قول بلیغ فی حکم التبلیغ" سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ چوتھی صدی کے پیچھے قیاس منقطع ہو چکا ہے، اب اس کے بعد کسی کو اختیار نہیں کہ ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ پر قیاس کرے۔ کرے، جیسا کہ ابن نجیم نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے۔ اھ (1)

اور یہی حال ہے **دوسری، تیسری** روایت کا کہ ان میں ریش کا بڑھانا اور مونچھوں کا کترانا مشرکین کی مخالفت کے واسطے اور چوٹی کا منڈانا یہودیوں کی مخالفت کے لیے نص ہے۔ پس فاتحہ مرّوجہ اور مجلس مولود کی کراہت پر حکم لگانا ان پر قیاس کر کے ہیچ و پوچ ہے۔

اور **چوتھی حدیث** کا جس کا جواب تفصیلی میں صرف ترجمہ ہی لکھا ہے، کسی حدیث کی

ہیئت عام نہیں وہ موجب تشبہ ہے اور ممنوع. پس یہ ہیئت مروجہ ایصال ثواب کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔

اور گیارہویں حضرت غوث پاک قدس سرہ کی اور دسواں، بیسواں، چہلم، ششماہی، سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حلوائے شب برات اور دیگر طریقہ ایصال ثواب کے اسی قاعدہ پر مبنی ہیں۔ اور مشرب فقیر کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں ہے، مگر کرنے والوں پر انکار نہیں کرتا۔ اور جو عمل در آمد اس مسئلے میں رکھنا چاہیے یعنی دو فریقوں کا باہم مل جل کر رہنا اور مباحثہ اور قیل و قال نہ کرنا اور ایک دوسرے کو بدعتی نہ کہنا اور عوام کو غلو اور جھگڑوں سے منع کرنا، یہ سب بحث مولد میں گزر چکا۔ ۱۲ (رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ مؤلفہ حاجی امداد اللہ صاحب صفحہ ۱۰-۹-۸)

(1) عبارت: على أن القياس بعد الأربع مائة منقطع فليس لأحد بعدها أن يقيس على مسئلة كما ذكره ابن نجيم في رسائله اه انتهى.
[رد المحتار على الدر المختار، باب الامامة، جز:٤، ص:٣٢٨]

کتاب کی طرف اس کو منسوب بھی نہیں کیا ہے، اس کے لفظوں اور معنوں میں بہت خیانت کی ہے، اس لیے کہ وہ سوال نومسلموں کی طرف سے تھا، اور وہ درخت بیری کا مشرکین کا معبد تھا۔ جیسا کہ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی مع تصحیح ترمذی کے کہ حارث بن مالک سے روایت ہے کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حنین کی طرف نکلے۔ اور ہم قریب ہی مسلمان ہوئے، پس ہم آپ کے ساتھ سیر کرتے گئے۔ اور کفار قریش وغیرہ کے لیے ایک بڑا درخت تھا جس کو ذات انواط کہتے تھے۔ کافر ہر سال اس کے پاس آتے اور اپنے ہتھیار اس سے لٹکاتے، اور اس کے پاس ذبح کرتے اور ایک دن وہاں معتکف رہتے تھے۔ پس ہم نے بھی چلتے چلتے ایک اونچا ہرا بیری کا درخت دیکھا، اور راستہ کے کناروں سے آپ کو پکارا کہ اس کو ہمارے لیے ذات انواط بنا دیجیے، جیسے کہ ان کے لیے ذات انواط ہے تو آں حضرت ﷺ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر فرمایا: بخدا تم نے ایسی بات کی جیسے حضرت موسیٰ کی قوم نے کہا تھا: کہ ہمارے واسطے معبود بنا دے، جیسا کہ ان کے لیے معبود ہے۔" تو جواب دیا کہ تم جاہل لوگ ہو، چڑھتے ہو راستہ ان لوگوں کا جو تم سے پہلے تھے۔ (1) یہ ترجمہ ہے شرح مواہب کے

(1) عبارت: روی ابن اسحٰق والترمذی وصححه والنسائی عن الحارث بن مالك، خرجنا مع رسول اللّٰه ﷺ إلى حنين ونحن حديثوا عهد بالجاهلية، فسرنا معه. وكانت لكفار قريش ومن سواهم من العرب شجرة عظيمة يقال له ذات أنواط. ياتونها كل سنة فيعلقون أسلحتهم عليها ويذبحون عندها فيعكفون عليها يومًا. فراينا ونحن نسير سدرة خضراء عظيمة، فتنادينا من جنبات الطريق. يا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إجعل لنا ذات انواط كما لهم ذات انواط. فقال صلى اللّٰه عليه وسلم. اللّٰه أكبر ثلٰثا قلتم والذی نفسی بیده كما قال قوم موسیٰ. یموسیٰ: اجعل لنا الٰها كما لهم اٰلهة. قال: انكم قوم

تیسرے جلد کے صفحہ ۸ر سے۔

اور مجمع بحار الانوار میں ہے: ”ذات انواط نام ہے درخت کا جس سے مشرک اپنے ہتھیار لٹکاتے اور اس کے گرد اعتکاف کرتے تھے۔ پس آپ سے سوال کیا گیا کہ مسلمانوں کے لیے بھی مثل اس کے مقرر کردیں، تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔ اور وہ جمع ہے نوط کی، نام رکھا گیا ہے اس سے منوط کا، انتہیٰ مترجماً۔(1)

پس مکذبین کا اس کفار کے معبد کی مثل پر قیاس کرکے مجلس مولود فاتحہ مروّجہ کی کراہت ثابت کرنی جو کامل مسلمانوں، اولیاے ربانی اور علما سب میں رائج ہے سوائے وہابیوں کے کسی ایمان دار کا کام نہیں ہے، اور خداے پاک ہی اچھا منتقم ہے۔

اور **پانچویں** حدیث جس سے ایک فقرہ نقل کرکے حکم لگادیا کہ نماز کو جو عمدہ عبادتوں میں سے ہے، کفارِ فارس و روم کے فعل کے ساتھ مشابہ کردیا۔ اھ بلفظہٖ۔ تو یہ حکم بھی کئی وجہ سے مخدوش ہے۔

اول: یہ کہ صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا اس نے: بیمار ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، پس ہم نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، اور آپ بیٹھے تھے، اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی تکبیر لوگوں کو سناتے تھے۔ کہا: پس آپ نے ہماری طرف رخ کیا تو ہمیں کھڑا پایا، تو آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا، تو ہم بیٹھ گئے، پس ہم نے آپ کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپ نے سلام پھیرا فرمایا: تم اب نزدیک ہوگئے تھے کہ فارسیوں اور رومیوں کا کام

یجھلون لترکبن سدن من کان قبلکم انتھیٰ (ملتقطاً)

[سنن ترمذي، کتاب الفتن، باب ماجاء لترکبن سنن من کان قبکم، ج:۲، ص:۴۱]

(1) **عبارت:** فيه إجعل لنا ذات أنواط. هى اسم شجر كانت للمشركين. ينوطون بها سلاحهم أي يعلقونه بها ويعكفون حولها. فسئلوه أن يجعل لهم مثلها. فنهاهم عنه. وهو جمع نوط. سمّى به المنوط.[مجمع بحار انوار، باب: نوط، ج:٤، ص:٨٠٠]

کرتے۔ وہ اپنے بادشاہوں پر کھڑے رہتے ہیں، اور وہ بیٹھے رہتے ہیں۔ تم ایسا مت کرو، اپنے اماموں کی پیروی کیا کرو۔ اگر وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے، تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ اھ مترجماً۔ (1)

امام نووی اس کی شرح میں کہتے ہیں: اِس حدیث میں نہی ہے اپنے بادشاہ بیٹھے ہوئے کے سر پر غلاموں اور نوکروں کے بغیر حاجت کھڑے رہنے سے۔ ولیکن کھڑا ہونا کسی اہل فضل اور خیر کے تشریف لانے پر وہ اس نہی میں داخل نہیں، بلکہ روا ہے، بہت حدیثوں میں وارد ہوا ہے، اور سلف اور خلف کا اس پر اتفاق ہے الخ اھ مترجماً۔ (2)

پس معلوم ہوا کہ نماز جو عمدہ عبادات سے ہے، وہ ہرگز کفار کے فعل سے مشابہ نہیں کی گئی، اس لیے کہ کوئی عاقل کھڑے ہونے کو نماز نہیں کہتا ہے، صرف بیٹھنے والے کے سر پر تعظیماً کھڑے ہونے کو فعل کفار سے تشبیہ دی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ ترجمہ باب صحیح مسلم میں ہے:

یہ باب ہے امام معذور کے خلیفہ کرنے کا۔ الیٰ قولہ۔

(1) **عبارت:** عن جابر رضی اللّٰہ عنه قال اشتكى رسول اللّٰه ﷺ فصلينا وراءه وهو قاعد وأبوبكر يسمع الناس تكبيره. قال: فالتفت إلينا فرأٰنا قيامًا. فأشار إلينا فقعدنا فصّلينا بصلوٰته قعودًا. فلما سلم قال: إن كدتم أنفا تفعلون فعل فارس والروم، يقومون على ملوكهم وهم قعود. فلا تفعلوا إئتموا بائمتكم. إن صلىٰ قائمًا فصلوا قياما وان صلّى قاعدًا فصلوا قعودًا.

[صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب ائتمام المأموم بالإمام]

(2) **عبارت:** فيه النهى عن قيام الغلمان والتُبّاع علٰى رأس متبوعهم الجالس لغير حاجة. وأما القيام للداخل إذا كان من أهل الفضل والخير فليس من هذا. بل هو جائز قد جاءت به أحاديث وأطبق عليه السلف والخلف. [شرح النووي على مسلم، باب ائتمام المأموم بالإمام، جز:٢، ص:١٥٠]

اور مقتدی کا بیٹھنا امام بیٹھنے والے کے پیچھے منسوخ ہے، جب وہ کھڑے ہونے پر قادر ہو، اھ مترجماً۔ (1)

امام نووی لکھتے ہیں: باب ہے امام کے خلیفہ بنانے کا جب وہ مرض اور سفر وغیرہ سے معذور ہو، اور امامت کراوے۔ اور جو امام بیٹھنے والے کے پیچھے جو کھڑے ہونے سے عاجز ہے، نماز پڑھے تو اس کو کھڑا ہونا لازم ہے، جب قیام پر قدرت رکھے۔ اور بیٹھنے والے امام کے پیچھے مقتدی کا بیٹھنا جب وہ طاقت قیام رکھتا ہے منسوخ ہو گیا۔ اھ مترجماً۔ (2)

اب یقیناً معلوم ہوا کہ وہ تشبیہ جو امام بیٹھنے والے کے پیچھے کھڑے ہونے کو فعل کفار سے دی گئی تھی، وہ بھی منسوخ ہو گئی۔ پس امر منسوخ کے ساتھ استدلال کرنی مسلمانوں کے نیک کاموں کی حرمت و کراہت پر سوائے وہابیوں کے کسی دوسرے کا کام نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ مکذبین کب قیاس کی لیاقت رکھتے ہیں جن کو کلام کے سمجھنے کا بھی مادہ نہیں ہے، اور بیٹھنے اور کھڑے ہونے میں بھی امتیاز نہیں کر سکتے ہیں۔

رہا یہ جو ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ "جب امام قرآن مجید سے پڑھے، تو اس کی نماز فاسد ہوتی ہے۔" امام صاحب کے نزدیک تو ردالمحتار میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے سبب فساد کی دو وجہ مذکور ہیں: ایک یہ کہ قرآن مجید کا نماز میں اٹھانا اور دیکھنا اور ورقوں کا الٹانا پلٹانا عمل کثیر یعنی مفسد نماز ہے۔ دوسری یہ کہ قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ کسی

(1) عبارت: ونسخ القعود خلف القاعد في حق من قدر على القيام. [شرح النووي على مسلم، باب: استحلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض وسفر وغيرهما، جز:٤، ص:١٣٥]

(2) عبارت: باب: استخلاف الامام اذا عرض له عذر من مرض وسفر وغيرهما من يصلى بالناس. وان من صلّى خلف امام جالس لعجزة عن القيام اذا قدر عليه ونسخ القعود خلف القاعد في حق من قدر على القيام. [شرح النووي على مسلم، باب: استحلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض وسفر وغيرهما، جز:٤، ص:١٣٥]

دوسرے شخص سے پڑھنا۔ انتہیٰ مترجماً۔ (1)

پس اس مسئلہ کو تو مشابہت سے کچھ تعلق ہی نہیں ہے۔

اور وہ جو صاحبین سے کراہت اور اس کی وجہ اہل کتاب سے مشابہت نقل کی ہے، تو اس کا جواب وہ ہے جو اوپر در مختار ور دالمحتار و طحطاوی سے بنقل معتبرات فقہ لکھا گیا ہے کہ تشبہ مکروہ وہ ہے جو برے کام میں ہو، اور تشبہ مقصود ہو نہ مطلقاً۔ (2)

اور یہ بھی اس میں ہے کہ صاحبین کے نزدیک نماز پوری ہوگئی۔ مگر یہ نماز میں مکروہ ہے کہ اس میں اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے، ایسا ہی کہا ہے۔ اور اس میں اعتراض یہ ہے کہ ہر کام میں اہل کتاب سے تشبہ مکروہ نہیں ہے۔ کیوں کہ ہم کھاتے ہیں جیسے وہ کھاتے ہیں اور ہم پیتے ہیں جیسے وہ پیتے ہیں۔ حرام تشبہ وہ ہے جب کسی برے کام میں ہو اور تشبہ مقصود ہو۔ قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں یوں کہا ہے۔ پس اس تقریر پر صاحبین کے نزدیک مکروہ نہ ہوئی، جیسا کہ بحر رائق میں ہے۔ (3)

(1) عبارت: ذكروا لابى حنيفة رضى الله عنه فى علة الفساد وجهين: أحدهما ان حمل المصحف والنظر وتقليب الأوراق عمل كثير والثانى أنه تلقن من المصحف فصار كما إذا تلقن من غيره.

[هدايه اولين، فصل في القراءة، ص:٦٢]

(2) عبارت: بأن التشبه إنما يكره في المذموم وفيما قصد به التشبه لامطلقًا. ونقل من أبي يوسف قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس النعال التى لها شعر وانها من لباس الرهبان. الخ

(3) عبارت: وعندهما صلوٰته تامة إلا أنه يكره في الصلوٰة لما فيه من التشبه بأهل الكتٰب لايكره في كل شيئٍ فإننا ناكل كما ياكلون ونشرب كما يشربون وإنما الحرام التشبه بهم فيما كان مذموماً وما يقصد به التشبه قاله قاضي خان في شرح الجامع الصغير فعلى هٰذا لولم يقصد التشبه لم يكره عندهما كما فى البحر.

اور نیز اوپر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے معتبر نقل سے منقول ہوا ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وہ نعلین پہنی جس پر بال تھے، اور وہ لباس پادریوں کا تھا الخ۔

اور نیز امام طحاوی وغیرہ سے منقول ہو چکا ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے جب تک ان کے خلاف پر مامور نہ ہوتے۔ [1] چناں چہ اوپر لکھا گیا ہے۔

اور پھر جو ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ "امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، کہ یہ اہل کتاب کا کام ہے۔" تو اس کا جواب بھی ردالمحتار میں لکھا ہے کہ لیکن اوپر گزرا ہے کہ تشبہ برے کام میں ہی مکروہ ہے اور جہاں تشبہ مقصود ہو نہ مطلقاً۔ اور شاید یہ برا کام ہو گا اس میں غور کر۔ رملی کے حاشیہ بحر رائق میں ہے کہ وہ بات جو کلام فقہا سے ظاہر ہے یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے غور کر۔ اھ۔ [2] یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمحتار کا۔

پس باوصف اس کے مجلس مولود اور فاتحہ کے مسئلہ کو قرآن کو دیکھ کر امام کے پڑھنے اور محراب میں کھڑے ہونے کے مسئلہ پر قیاس کرنا ان مکذبین کا منصب نہیں ہے۔ پس یہ روایات جن کو مانعین مولود و فاتحہ دلائل قطعیہ کہہ رہے تھے، منصفوں کے نزدیک ہرگز ہرگز ان

[حاشية الطحاوي على المراقي، باب: ما يفسد الصلاة، جز:٢، ص:٣٣٣]

(1) عبارت: إن رسول الله ﷺ كان يحب موافقة اهل الكتٰب حتى يؤمر بخلاف ذلك. (مفهوماً)[بيان مشكل الآثار. الطحاوي، باب بيان مشكل ماروي عن ﷺ الخ. لا ينبغي أو لا يحل حلالاً لرجل يؤمن بالله واليوم الآخر، جز:٩، ص:٤٧]

(2) عبارت: لكن تقدم ان التشبه إنما يكره في المذموم وفيما يقصد به التشبيه لامطلقاً ولعل هذا من المذموم تامل هذا، وفي حاشية البحر للرملى الذى يظهر من كلامهم إنها كراهة تنزيه تامل.[رد المحتار على الدر المختار، باب: فرع لا بأس بتكليم المصلى واجابته، جز:ه، ص:٣٧]

کے منع پر دلالت نہیں کرتے ہیں۔ پس ہر ادنیٰ واعلیٰ پر واضح ہوگیا کہ نہ کوئی دلیل شرعی متفقہ امت مکذبین نے پیش کی اور نہ فقیر نے ہوائے نفسانی سے اس کو ضعیف وغیرہ کہا ہے، اور خدا ہی ہادی اور معین ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے:

"رہا یہ جو تحریر کیا ہے کہ جیسا عرب وعجم کے خواص اور عوام سب میں رائج ہے۔ کیا آپ کو علم غیب کا دعویٰ ہے یا الہام ہوا ہے، جس سے سب جگہ رائج ہونا دریافت ہوا؟ قصوری صاحب تو تمام ہندوستان بلکہ پنجاب بلکہ لاہور بلکہ قصور کی بھی خبر نہیں رکھتے، تو تمام عرب و عجم کی کیا خبر ہوسکتی ہے؟ میں کہتا ہوں کہ یہ رسم اگر تمام عرب وعجم میں شائع ہوگئی ہے، تو اس سے وہ کراہت جو قواعد شرعیہ کے موافق اس میں پائی جاتی ہے کیوں کر مرتفع ہوجائے گی؟ اور عجب نہیں اگر وہاں بھی اہل ہند کی وجہ سے رائج ہوئی ہو۔

پھر اگر لفظ خواص سے موٹے موٹے دولت مند مراد ہیں تو قابل اعتبار نہیں۔ اور اگر علمائے ربانیین مراد ہیں تو خود غلط اور کذب محض ہے۔ علاوہ شرعاً کوئی رسم و رواج سے جائز نہیں ہوسکتی، جب کہ اس میں دلیل ممانعت شرعی موجود ہو۔ نکاح ثانی کی برائی تمام ہندوستان کے اکثر خواص و عوام میں شائع ہے، یہاں تک کہ بعض علما بھی اس بلا میں مبتلا ہیں، تو اس رواج کی وجہ سے یہ فعل جو شرعاً جائز و مستحسن ہے ممنوع نہیں ہوسکتا۔ پس قصوری صاحب کا اس رواج کو جواز کی دلیل قرار دینا دلیل ہے کہ آپ کو دلائل شرعیہ کی مطلق خبر نہیں ہے، اور نیز اس کی دلیل ہے کہ آپ دلیل سے عاجز ہوگئے۔ اور خدا جسے چاہے اپنے راہِ راست کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

الحاصل رسالہ براہین قاطعہ حسب تصحیح و تصدیق علمائے ربانیین ان مسائل حقہ سے جو موافق دلیل شرعیہ کے ہیں مالا مال ہے، اور ان کا منکر مستوجب خسران و نکال ہے۔ جس قدر اس پر اعتراضات ہوتے ہیں مبنی ان کا محض جہل یا تعصب یا ضد ہے۔ بالفعل بسبب عجلت وقت اسی قدر قلیل پر اکتفا کیا گیا، بعد اس کے انشاء اللہ تعالیٰ عن قریب قصوری

صاحب کی اور ان کے اعتراضات بلکہ تمام تالیفات کی قلعی کھول دی جائے گی۔ ''وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ''

(حرّرہٗ خلیل احمد ۱۴/ شوال ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۴/ جون ۱۸۸۹ء یوم جمعہ مقام بھاول پور۔ انتہٰی بلفظہٖ۔)

علمائے عرب وعجم فاتحہ اور مولود کے قائل ہیں

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کہتا ہے: کہ صاحب انوار ساطعہ نے بنقل رسالہ ابن الجوزی وعلامہ حلبی وعلامہ قسطلانی وعلامہ قاری وغیرہم علیہم رحمۃ الباری مفصل لکھا ہے کہ انعقاد مجلس مولود شریف کا تمام ملکوں میں شائع ہے، جیسے حرمین محترمین ومصر واندلس وممالک مغربیہ وروم وعجم وہندوستان وغیرہا جس میں اکابر علماو حضرات صوفیہ شامل ہوتے ہیں۔ اور یہ مستحسن ہے بحکم حدیث "اتّبعوا السواد الأعظم " آخر حدیث تک، اور بفحوائے اس کے کہ جس کو مسلمان مستحسن جانتے ہیں وہ خدا کے نزدیک بھی مستحسن ہے۔[1] اور بے شک ان مجالس مولود میں شیرینی حاضر کرکے اس پر فاتحہ پڑھتے اور بعد فراغ اس کو تقسیم کرتے ہیں۔

اب اس کے اظہار کو ادعائے علم غیب اور الہام نام رکھنا تعصب محض اور سخت ضد نہیں تو اور کیا ہے؟ اور منقولات سابقہ سے بخوبی متحقق ہو چکا ہے کہ مجلس مولود شریف وفاتحہ مرّوجہ کے منع پر کوئی بھی دلیل شرعی قائم نہیں، اور وہ جو براہین وجواب تفصیلی میں تشبہ کی دلیل میں تطویل کی گئی ہے، تو وہ صرف ان کا استنباط ذہنی اور قیاس وہمی ہے عقل سلیم اور قائم صراط مستقیم کے نزدیک۔

اور نیز ان کے جواز کے دلائل علمائے ربانیین کے رسائل میں بسط مناسب کے ساتھ مذکور ہیں، جیسا کہ انوار ساطعہ میں مسطور ہیں۔ اور فقیر بھی اس جگہ ان مکذبین کے استاذوں کے استاذ اور شیخ المشائخ عالم ربانی متقی حقانی حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی ثم المدنی کے

(1) حدیث: ما رآہ المسلمون حسنًا فهو عند اللّٰه حسن الخ. [المقاصد الحسنة للسخاوی ص:۵۸۱، رقم الحدیث:۹۵۹، دارالکتاب العربی بیروت]

"انجاح الحاجه حاشیه ابن ماجه" سے جو حدیث "نحن أحقُّ بموسیٰ منكم" (یعنی ہم لائق تر ہیں ساتھ موسیٰ کے تم سے) کے نیچے افادہ فرماتے ہیں، نقل کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے:

اور اس حدیث سے مستنبط ہے کہ مطلق تشبہ کفار کے ساتھ منع نہیں ہے، بلکہ منع وہ ہے جو ان کے خاص کاموں میں سے ہو، اگر وہ کسی شریعت کے تابع نہیں ہیں جیسا کہ مجوسی اور اہل ہنود۔ لیکن وہ جو اپنے نبی کی شرع کے تابع ہو، اور کوئی نیک کام کرے، اور ہمارے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کام سے ہم کو منع نہ فرمایا ہو تو اس میں ان کی اتباع منع نہیں ہے کہ خود آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے جب تک اس میں مامور نہ ہوں۔ اور نیز اس حدیث سے دنوں کے مقرر کرنے کے جواز پر کسی خاص عبادت کے لیے خاص سبب سے دلیل لی گئی ہے، جیسے ارواح اموات پر ان کی وفات کے دن تصدق کرنا، اس لیے کہ سرور عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عاشورے کے دن کو روزہ کے لیے خاص فرمایا تھا۔ اور ایسا ہی دوشنبہ کے دن کو؛ اس واسطے کہ آپ اس دن پیدا ہوئے تھے، اور اسی دن میں آپ پر وحی اتری تھی۔[1] یہ ترجمہ ہے سنن ابن ماجہ مطبوعہ مطبع عمدۃ المطابق ۱۲۷۳ھ کے صفحہ ۳۰۱ کے

(1) عبارت: ويستنبط من هٰذا الحديث أن مطلق التشبيه بالكفار ليس بممنوع بل الممنوع ماكان من خصوصياتهم إن كانوا غير متبعين بالشريعة كالمجوس والهنود. وأما من كان اتبع شريعة نبيه ففعل فعلا حسنا ولم ينه عنه نبينا صلى اللّٰه عليه وسلم، فاتباعهم ليس بممنوع فى ذلك ، فكان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يحب موافقة أهل الكتٰب مما لم يؤمر به. واستدل بهٰذا الحديث من جوّز تعيين الأيام بعبادة خاصة بسبب خاصٍ كالتصدق على ارواح الاموات يوم وفاتهم. لأن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم خص عاشوراء بالصوم وخص

حاشیہ سے۔

اور **فقیر کان اللہ لہ ظاہر کرتا ہے:** کہ آں حضرت ﷺ کا دوشنبہ کے دن کو روزہ کے واسطے خاص فرمانا صحیح مسلم وغیرہ میں بروایت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ وارد ہے۔

اس نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ دوشنبہ کے دن روزہ رکھنے سے سوال کیے گئے، تو آپ نے فرمایا: میں اس میں پیدا ہوا ہوں، اور اس میں مجھ پر وحی اتری ہے۔ (1)

جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے۔

اور صحیح مسلم کے لفظ کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ دوشنبہ کے روزے پوچھے گئے۔ فرمایا: وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا، اور جس میں میں پیغمبر ہوا یا مجھ پر وحی اتری۔ (2)

اور اس حدیث میں روایت شعبہ میں ہے کہ اس نے کہا: آپ دوشنبہ اور پنج شنبہ کے دن میں روزہ رکھنے سے پوچھے گئے تھے، پس ہم ذکر پنج شنبہ سے خاموش ہوئے کہ اس کو ہم وہم جانتے ہیں۔ اھ مترجماً۔ (3)

امام نووی قاضی عیاض سے لکھتے ہیں کہ پنج شنبہ کو اس لیے چھوڑا اور اس سے خاموش

یوم الإثنين كذٰلك لأنه ولد فيه وفيه أنزل عليه الوحى. انتهٰى [انجاح الحاجة حاشيه ابن ماجه باب صيام يوم عاشوراء]

(1) عبارت: عن أبى قتادة رضى الله عنه قال سئل رسول الله ﷺ عن صوم يوم الإثنين قال: فيه ولدت وفيه أنزل عَلَيَّ.

[صحيح مسلم. باب استحباب صيام ثلاثة، ج:١، ص:٣٦٨]

(2) عبارت: وسئل عليه السلام عن صوم يوم الاثنين قال: ذاك يوم ولدت فيه ويوم بعثت وأنزل عليٰ فيه. [صحيح مسلم، باب استحباب صيام ثلاثه أيّام من كلّ شهر، ج:١، ص:٣٦٧]

(3) عبارت: قال وسئل عن صوم يوم الاثنين والخميس فسكتنا عن ذكر الخميس لما نراه وهمًا. [ايضاً، ص:٣٢٠]

ہوئے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اس میں پیدا ہوا اور پیغمبر ہوا یا مجھ پر وحی اتری۔ اور یہ صرف روز دوشنبہ میں ہوا ہے، چناں چہ باقی تمام روایات میں دوشنبہ کا ہی دن ہے سوائے پنج شنبہ کے۔ چھوڑا اس کو مسلم نے کہ اس کو وہم جانا ہے۔ قاضی نے کہا کہ شعبہ کی روایت کی صحت بھی ہو سکتی ہے کہ پیدا ہونے اور پیغمبر ہونے کے وصف تو دوشنبہ سے متعلق ہو سوائے پنج شنبہ کے اھ مترجماً۔ (1)

اور مرقات میں اس حدیث میں اس حدیث کے نیچے لکھا ہے: پھر سوال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوشنبہ کے دن بہت روزہ رکھنے سے یا مطلق روزہ اور اس کی فضیلت کا دوسرے دنوں میں سے خاص کرنا تو آپ کا جواب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر مجھ پر واجب ہے۔ اور دوشنبہ میں روزہ رکھنا میرے نزدیک یعنی پسندیدہ ہے۔ (2)

طیبی نے کہا: اس میں تمھارے نبی کا وجود ہے، اور تمھاری کتاب کا اترنا۔ اور حدیث میں دلالت ہے اس پر کہ زمانہ شرف حاصل کرتا ہے اس چیز سے جو اس میں واقع ہو، اور ایسا ہی مکان، اور اس لیے کہا گیا ہے کہ شرف مکان کا مکان والے سے ہوتا ہے۔ (3)

(1) عبارت: قال القاضی عیاض رحمه اللّٰه. إنما ترکه وسکت عنه لقوله. فیه ولدت وفیه بعثت أو أنزل علی وھٰذا إنما فی یوم الاثنین دون ذکر الخمیس. ترکه مسلم لأنه رآہ وھمًا. قال القاضی: ویحتمل صحة روایة شعبة ویرجع الوصف بالولادة والانزال الیٰ الاثنین دون الخمیس.

[شرح النووي لمسلم، باب: قال العلما بسبب عضبه ﷺ، ج:٨، ص:٢٥]

(2) عبارت: ثم السوال من کثرة صیامه صلی اللّٰه علیه وسلم فیه أو من مطلق الصیام وخصوص فضله من بین الأیام فیجب شکره تعالیٰ علی والقیام بالصیام لدیّ. [مرقاة، باب: صیام التطوع، ج:٦، ص:٣٧٢]

(3) عبارت: فیه وجود نبیّکم ونزول کتابکم وفی الحدیث دلالة علی أن الزمان قد یتشرف بما یقع فیه وکذا المکان ولذا قیل شرف المکان بالمکین.

اور مجمع بحار الانوار میں ہے: اے! دوشنبہ میں تمھارے نبی کا وجود ہوا ہے، اور تمھاری کتاب یعنی قرآن مجید اترا ہے، پس کون سا دن روزہ رکھنے میں اس سے بہتر ہوگا۔ (1)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اِس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں کہ ممکن ہے سوال دوشنبہ کے دن آپ کے روزہ رکھنے کے سبب سے تھا، یا دوشنبہ میں روزہ کے استحباب سے سوال تھا، اور ہر صورت میں سبب اس کا آپ کے وجود مسعود کی نعمت کے شکریہ کا ادا کرنا تھا۔ اور دین اور شرع کے وجود کا بھی شکریہ تھا۔ اھ مترجماً۔

پس اس حدیث صحیح میں بموجب تصریح شرّاح کے براہین والے کے قول کی تردید بخوبی ہوگئی کہ ادائے شکر ولادت کے دن میں تھا۔ نہ ہر دن میں، اور نیز اس کے اس زعم کی کہ "تخصیص ہیئت وتقیید مطلق منع ہے۔" اور کسی مصلحت کے واسطے دن مقرر کرنے کا اصل ثابت ہوگیا۔ پس یہ دونوں حدیثیں من جملہ دلائل شرعیہ کی ہیں مجلس مولود اور فاتحہ کے اثبات کے لیے جیسا کہ علماے ربانیین نے اپنے رسائل میں بسط مناسب کے ساتھ اس پر تصریح کی ہے، اللہ تعالیٰ سب کو جزاے خیر عطا فرماوے۔ اور جب شرعًا ثابت ہے کہ ایصال ثواب طعام یا کلام ارواح اموات کو روا ہے پس اگر کوئی دونوں کو جمع کردے تو کیا مضائقہ ہے؟ البتہ جو یہ اعتقاد کرے کہ طعام کا ثواب بدوں کلام کے نہیں پہنچتا ہے تو یہ اعتقاد فاسد ہے، اور جو رسالہ حاجی امداد اللہ صاحب مکذبین کے پیرانِ پیر سے اس کے جواز میں تحریر منقول ہوئی ہے، (2) اس کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔

تتمہ براہین قاطعہ سے اوپر منقول ہوچکا ہے کہ "برہمن سے کھانے پر اشلوک گواتے ہیں۔" اور نیز صفحہ ۱۶۹ / براہین میں تحفۃ الہند سے لکھا ہے کہ "شعار ہنود ہے کہ طعام پر بید پڑھواتے ہیں، پنڈت اس پر بید پڑھتا ہے۔"

(1) عبارت: أى فيه وجود نبيكم ونزول كتابكم فأيّ يوم أولىٰ بالصوم منه مجمع بحار الانوار، ج:٥، ص:٥٣٠ه

(2) دیکھو صفحہ ۱۶۹، ۱۷۶۔

کیا فاتحہ طریقۂ ہنود ہے؟

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ یہ بالکل جھوٹ ہے یعنی ہندوؤں کے سنکلپ کے وقت کچھ بید سے پڑھتے ہیں، جیسا کہ ان کی کتابوں میں مرقوم ہے، اور ان کے پنڈتوں سے پوچھنے سے معلوم ہو سکتا ہے، اور باوصف اس کے سنکلپ کا مال سوائے برہمنوں کے کوئی نہیں کھا سکتا۔ اور نہ اس وقت پنڈت ہاتھ اٹھاتا ہے۔ بخلاف معمول مسلمین کے کہ بوقت فاتحہ کچھ آیات قرآن مجید پڑھے جاتے ہیں۔ اور ایصال ثواب کے وقت دونوں ہاتھ بھی اٹھاتے ہیں، اور فاتحہ کا طعام وغیرہ ہر شخص مسلمانوں سے لے لیتا ہے، پس کئی وجہ سے مشابہت رفع ہو گئی۔ اور خود براہین کے صفحہ ۱۷۴ر سطر ۱۳ر میں درج ہے (جس شعار میں تشبہ ہے اس میں من کل الوجوہ تشبہ ہو تو منع ہے۔)

جیسا کہ مثلاً (تمام وردی نصاریٰ میں سے ایک کلاہ پہنے تو کلاہ من کل الوجوہ مشابہ نصاریٰ کے ہو۔) اگر (اس کلاہ میں بعض وجہ تشابہ کی ہووے گی) تو حرام نہ ہووے گی اھ بلفظہٖ۔

پس مکذبین کے اقرار سے ہی کراہت تشبہ نیست و نابود ہو گئی۔ اور خدائے معبود کے لیے ہی حمد ہے۔

پھر براہین والے کا یہ دعویٰ کہ یہ رسالہ براہین قاطعہ حسب تصریح و تصدیق علمائے ربانیین مسائل حقہ سے مالا مال ہے الخ صرف اپنی زعمی خوشی ہے، ورنہ باری تعالیٰ کے امکانِ کذب کا مسئلہ اور آں حضرت ﷺ کے امکان نظیر کا قول اور آپ کے علم شریف کو شیطانِ لعین کے علم سے کم کہنا اور مجلس مولود مبارک کو جنم کنھیا سے، اور ارواح طیبہ کے فاتحہ کو ہندوؤں کے سنکلپ سے مشابہ بنانا، ہرگز ہرگز مسائل حقہ سے نہیں ہے، بلکہ واہیات اور خرافات سے ہے، جس سے اس نازک زمانہ میں علمائے ربانیین کے نزدیک دین اسلام کو سخت بٹہ لگانا ہے۔

اور سوائے ان قبیح باتوں کے اور بھی اس براہین میں تعصبات اور تحریفات ہی ہیں، جیسا کہ براہین والے نے ادعا کیا ہے کہ آں حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عاشورہ کے دن روزہ رکھنا شکر نجات (حضرت) موسیٰ (عَلَیْہِ السَّلَام) کے لیے نہ تھا بلکہ لعادتہ وافتراض اللہ تعالیٰ تھا۔ اور اس کی دلیل عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی حدیث لکھی ہے کہ قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، اور آں حضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی یہ روزہ رکھتے تھے، پھر جب آپ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو وہ روزہ رکھا (اپنی عادت پر قسطلانی) اور لوگوں کو بھی روزہ کا حکم دیا۔ پھر جب رمضان فرض ہوا (دوسرے برس میں) تو آپ نے عاشورا کا روزہ ترک کیا۔ پس جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ انتہیٰ مترجماً۔ (1)

پس یہ قول باوصفکہ اس صحیح حدیث کے مخالف ہے جس میں "نحن احق بموسیٰ منکم" واقع ہے، اس میں لفظی اور معنوی تحریف بھی کی گئی ہے:

لفظی تحریف تو یہ ہے کہ آپ کے روزہ رکھنے کے پیچھے سے لفظ "فی الجاهلية" کا اڑا دیا ہے، حالاں کہ یہ لفظ بخاری میں ابی الوقت اور ابوذر اور ابن عساکر تینوں کی علامت سے موجود ہے۔ (2) مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۲۶۸ میں دیکھو۔ اور نیز یہی لفظ مؤطا امام مالک میں جو صحیحین کا اصل ہے، اور نیز سنن ابی داؤد وغیرہما میں موجود ہے۔

اور تحریف معنوی یہ ہے کہ اس حدیث کے لفظ سے لوگوں کے امر کرنے سے

(1) عبارت حدیث: قالت: كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصومه فلما قدم المدينة صامه (على عادته قسطلانى) وأمر الناس بصيامه فلما فرض رمضان (فى السنة الثانية) ترك يوم عاشوراء فمن شاء صامه ومن شاء تركه.

(2) اور نیز صحیح بخاری کے باب ايام الجاهلية میں اس حدیث کا درج ہونا صاف دلیل ہے اس پر کہ یہ معاملہ نبوت کے پہلے کا ہے، پس اس حدیث سے لفظ "فى الجاهلية" کا اڑا دینا مکذبین کی صریح تحریف ہے، ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

عاشورا کے روزہ کی فرضیت ثابت کی ہے، حالاں کہ حکم مستحب کے لیے بھی ہوتا ہے کہ حکم حق تعالیٰ کے فرض کرنے سے ہوتا ہے، جیسا کہ اصول فقہ میں مقرر ہو چکا ہے البتہ حنفی مذہب میں ثابت ہے کہ عاشورا کا روزہ ابتداءً ہجرت دارالاسلام میں فرض تھا، پھر رمضان مبارک کی فرضیت سے منسوخ ہو گیا تھا۔

دلیل اس کی صحیحین کی حدیث ہے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسلم سے ایک شخص کو فرمایا کہ لوگوں میں پکار دے کہ جس نے کچھ کھا لیا ہو تو تاہم باقی دن کا روزہ رکھے، اور جس نے کچھ نہیں کھایا وہ روزہ رکھ لے، کیوں کہ آج عاشورا کا دن ہے۔(1)

اور امام نووی نے کہا کہ سنن ابوداؤد میں ہے کہ جس نے کچھ کھا لیا ہو تو باقی کا دن کچھ نہ کھائے، اور روزہ قضا دے۔(2)

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ سنن ابی داؤد کی یہ روایت یوں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ اسلم میں تشریف لائے اور فرمایا کہ آج تم نے روزہ رکھا ہے؟ وہ بولے نہیں! تو آپ نے فرمایا: پس باقی دن پورا کرو اور قضا دے دینا اھ مترجماً۔(3)

پس اِن احکام تاکیدی سے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابتدا میں عاشورا کا روزہ

(1) عبارت: عن سلمة بن الأكوع وغيره قال أمر النبى صلى اللّٰه عليه وسلم رجلاً من أسلم ان أذن فى الناس ان من كان أكل فليصم بقية يومه ومن لم يكن أكل فليصم فإن اليوم يوم عاشوراء.
[صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب صيام يوم عاشوراء، جز:١، ص:٢٦٨]

(2) عبارت: من اكل فليصم بقية اليوم وليقض.

(3) عبارت: إن أسلم أتت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: صمتم يومكم هذا؟ قالوا: لا. قال: فأتموا بقية يومكم واقضوه.
[سنن ابي داؤد، باب فضل صومه، جز:١، ص:٣٣٢]

فرض تھا پھر رمضان کی فرضیت کے بعد منسوخ ہوگیا۔

تتمہ صحیح بخاری کے اس فقرہ پر کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورا کا روزہ رکھتے تھے اور آپ بھی روزہ رکھتے تھے۔) حاشیہ سندی میں لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث کہ "آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں یہود کو روزہ عاشورا کا رکھتے ہوئے پاکر خود بھی روزہ رکھا۔" اِس ایام جاہلیت کے معاملہ کے بر خلاف نہیں، اس لیے کہ آپ نے دونوں طور پر روزہ رکھا ہے۔ پھر بعضے راویوں نے ایک ہی معاملہ کے بیان پر کفایت کی، یا اس لیے کہ اس کو دوسرے امر کا علم نہ تھا یا سہو ہوگیا، اور خدا تعالیٰ کو بہت علم ہے، اھ مترجماً۔ [1]

او صحیحین کی شرحیں اور مجمع البحار وغیرہ میں درج ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظّمہ میں قریش کے روزہ عاشورا کو دیکھ کر روزہ رکھتے تھے، اور جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے نجات کے شکریہ کے واسطے عاشورا کا روزہ رکھا، یہ ان کے خلاصہ کا ترجمہ ہے۔

پس صاحب براہین نے جو آپ کے روزہ شکریہ نجات حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا انکار کیا ہے، اور صحیح حدیث میں چون وچرا کی ہے۔ [2] میں تو یہ نیچری کے شعار کا اختیار ہے جو پر لے درجے کی وہابیت ہے، حق تعالیٰ اس سے پناہ دے۔

دوم: صاحب انوار ساطعہ نے جب کہا کہ مجلس مولود کے جائز رکھنے والے اکثر

(1) عبارت: قوله كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية الخ لاينافيه ما سيجئى من قول ابن عباس رضى الله عنهما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة فوجد اليهود الخ لجواز أنه عمل بمجموع الأمرين ثم حصل الاقتصار على أحدهما من بعض الرواة أما لعدم علمه بالأٰخر أو سهوًا والله تعالىٰ اعلم.١٢

(2) دیکھو صفحہ ۱۶۴۔

علمائے عرب وعجم ہیں، اور اس مجلس کے منع کرنے والے بہت تھوڑے لوگ ہیں اور حدیث میں آیا ہے: "اتبعوا السواد الأعظم" کہ بہت گروہ مسلمانوں کی اتباع کرو۔ تو اس کا جواب براہین والے نے یہ دیا ہے کہ ایک شخص مانع اس کا وہی سواد اعظم یعنی جماعت کثیر اور حق پر ہے، اور اس کا مخالف گو سارا جہان ہو وہ باطل پر ہے، دیکھو صفحہ ۱۶۹/ میں، اب غور کرو کہ یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے۔

سوم: براہین قاطعہ کے صفحہ ۱۳۱/ اور صفحہ ۱۳۲/ میں ہے کہ اجرت علی التعلیم مسئلہ مجتہد فیہ ہے کہ شافعی اس کو جائز فرماتے ہیں، تو اس کی کراہت ہی مختلف فیہ ہوئی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلا ضرورت [1] جائز ہو جاتا ہے، اھ بلفظہ۔

دیکھو یہ کیسا غیر مقلدیت کا افشا اور وہابیت کا اظہار ہے۔

پھر صفحہ ۲۰۷/ میں براہین کے لکھا ہے:

علی قاری شرح مناسک میں لکھتے ہیں: [2] پھر جان لے کہ بتحقیق کہا گیا ہے کہ یہ بھی

(1) تمام دینی کتابوں میں درج ہے کہ دوسرے مذہب کے مسئلہ پر ضرورت کے وقت عمل جائز ہے، بلا ضرورت سخت ناروا ہے، جس کی تفصیل فقیر نے رسالہ تصحیح ابحاث فرید کوٹ میں درج کی ہے، اور اثبات تقلید شخصی میں بے نظیر ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ خلاصہ

(2) عبارت: شرح المسك المتقسط على المنسك المتوسط. ثم اعلم أنه قيل بشترط أيضًا أن يكون الحاج متمكنًا من أداء المكتوبات على وجه الفروض فى الوقات. قال الكرمانى. لأنه لايليق بالحكمة إيجاب فرض على وجهه يفوته فرض اُخر.

(یہ لکھتے لکھتے آخر میں لکھتے ہیں)

ويويد الأول أيضا ما قال ابن الحاج المالكى: لوضيع صلوٰة وأخرجها عن وقتها لأجل فريضة الحج لايجوز إجماعا. وقد قال علماؤنا فى المكلف: إذا علم أنه يفوته صلوٰة واحدة إذا خرج إلى الحج فقد سقط الحج عنه.

شرط ہے کہ حج کرنے والا فرائض کو وجہ مفروض پر اپنے اوقات میں ادا کرنے پر قادر ہو کرمانی نے کہا اس لیے کہ حکمت کو لائق نہیں کہ ایک فرض کو ایسے طور پر واجب کرے کہ دوسرا فرض فوت ہوجائے۔ (یہ لکھتے لکھتے آخر میں لکھتے ہیں) اور پہلی بات کو تائید کرتا ہے قول ابن حاج مالکی کا کہ اگر ایک نماز کو ضائع کردے اور اپنے وقت سے نکال دے حج کے فرض کے ادا کرنے کے لیے، تو یہ بالاتفاق ناروا ہے، اور تحقیق ہمارے علمانے مکلف کے حق میں کہا ہے کہ جب اسے یقین ہو کہ سفر حج میں میری ایک نماز بھی فوت ہوجائے گی تو اس سے حج ساقط ہوگیا۔ انتہیٰ مترجماً۔

اب مؤلف ذرا آنکھ کھول کر دیکھے کہ خدشہ فوت ایک صلوٰۃ میں حج بھی ساقط ہوجاتا ہے، انتہیٰ بلفظہٖ۔

اب یہ مسئلہ کہ خدشہ فوت ایک صلوٰۃ میں حج بھی ساقط ہوجاتا ہے کہ کیسا دین اسلام میں بہتان عظیم ہے، اس لیے کہ اصل عبارت شرح مناسک کی یہ ہے "قال وقد قال علمائنا الخ" جس کا حاصل یہ تھا کہ مکلف کو جب یقین ہو کہ سفر حج میں نماز فرض فوت ہوجاوے گی، تو مالکیوں کے نزدیک حج ساقط ہوجاتا ہے تو اس میں صاحب براہین نے لفظ "قال" کا عبارت میں سے اڑا کر یوں بنادیا کہ علامہ قاری علمائے حنفیہ سے نقل کرتے ہیں کہ خوف فوت ایک نماز میں حج ساقط ہوجاتا ہے، اور نیز یقینی فوت نماز کو خوف فوت نماز سے تعبیر کرکے مکلفین سے حنفیوں کے نزدیک حج کے ساقط ہونے کا فتویٰ دے دیا ہے، خصوص اس زمانہ میں کہ اکثر عوام حج کے راستہ میں نماز ہی نہیں پڑھتے، تو اب سب سے حج ہی ساقط ہوگیا۔ اس میں بھی نیچریوں کی اتباع ہے، کہ وہ منکر فرضیت حج کے ہیں، اور اس مفتی نے بھی حج کے ساقط ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ یہ دونوں احکام شرعیہ میں تحریف کرنے والے ہیں: "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" اور علیٰ ہذا براہین قاطعہ میں سخت خلل موجود ہیں، علمائے ربانیین کو غور سے معلوم ہوجاتے ہیں۔ اور لعن وطعن کی گرم بازاری تو مکذبین کی جبلی عادت ہے۔

پھر چوں کہ آں حضرت ﷺ کی تعظیم واطاعت حق تعالیٰ کی تعظیم واطاعت ہے، اور ایسا

ہی آپ کی توہین باری تعالیٰ کی توہین ہے، تومناسب ہوا کہ اس جواب الجواب کا نام ”تقدیس الوکیل عن اہانۃ الرشید والخلیل“ رکھا جائے غالب امید ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اس فقیر حقیر کے واسطے اس کو زاد آخرت بنادے گا اور اس کے حبیب قریب (علیہ السلام) کا روح پر فتوح اِس عاجز سے خوش ہوگا۔ اور زیارت حرمین محترمین مقبول ہوگی۔

اور آخری بات یہ ہے کہ سب تعریف خدا ے پروردگار عالمیان کے لیے خاص ہے اور خدا کا درود و سلام اس کے بہترین خلائق اور اس کے لطف و احسان کے مظہر اتم سب رسولوں کے سردار محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اس کی آل اور اصحاب اور جمیع خویشاوندوں پر ہو آمین یارب العالمین۔ (1)

یہ عربی رسالہ اخیر ماہ شوال ۱۳۰۷ھ میں وقت امامت مکہ معظّمہ کے تمام ہوا۔ بار خدا یا حرمین محترمین کی شرافت اور تعظیم بڑھا، اور ان کے مجاورین پر فضل و کرم فرما طفیل رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆☆

جب مولوی خلیل احمد کے یہ خلل ظاہر ہوئے پھر اس پر مکابرہ اور مجادلہ پر کمر باندھی، اور توبہ کی طرف رجوع نہ کیا، تو حضرت صاحب سجادہ نشین چاچڑاں نے جو اس مناظرہ میں حکم تھے، بالاتفاق دوسرے علما اہل سنت کے فتویٰ دیا کہ یہ شخص (2) دائرۂ اہل سنت سے خارج ہے، اور ریاست اسلامیہ بہاول پور سے وہ بہت ذلت سے نکالا گیا۔ پس اب فقیر کان اللہ لہ حضرات مفتیان حرمین الشریفین سے امیدوار ہے کہ رسالہ تائید دین متین کی رو سے ملاحظہ

(1) وآخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین وصلی اللّٰہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقه ومظهر لطفه واحسانه سید المرسلین محمد وآله وصحبه وعترته أجمعین. اللّٰهم ارحمنا معهم برحمتك یا أرحم الرحمین.

(2) یعنی خلیل احمد

فرمادیں۔ اگر یہ حق اور قرآن وحدیث واجماع امت کے مطابق ہوتو اپنی تصحیح مزین فرماویں۔ اور جو اس میں خطا اور لغزش ہو، اس کی اصلاح کریں۔ اور ظاہر کردیں کہ یہ اعتراضات براہین قاطعہ اور اس کے مقرظ اور مؤیدین پر وارد صحیح ہیں، اور ان کا حکم کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس کا اجر بخشے، اور دین متین اور تحقیق حق کے واسطے حق تعالیٰ آپ کو دائم و قائم رکھے، آمین یارب العالمین۔

(کتبہ العبد الحقیر محمد ابو عبد الرحمٰن فقیر غلام دست گیر ہاشمی صدیقی حنفی قصوری کان اللہ لہ)

تقریظات علمائے مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ

تقریظ حضرت مفتی حنفیہ مکہ معظّمہ

(1)سب تعریف خدا کے لیے ہے، جو پروردگار عالمیان پاک ہے اس سے جو اس کے جلال کے لائق نہیں، اور درود وسلام ہمارے سردار محمد پر جو پاک ہے اس سے جو اس کے کمال کو ناشائستہ ہے، اور اس کے آل اصحاب اور مددگاروں اور جماعتوں پر۔

بعد اس کے بے شک یہ اعتراضات مؤلف براہین قاطعہ اور اس کے تقریظ لکھنے والے اور مؤیدین پر وارد ہیں صحیح ہیں، جیسا کہ یہ امر صاف ظاہر ہے اس پر جو ان کو مطالعہ کرے قبیح وسواسوں سے خالی ہوکر۔ اور یقیناً حکم صاحب براہین کا مع مددگاروں اور تقریظ لکھنے والوں کے حکم زندیقوں کا ہے، چناں چہ فقہا اور محدثین کی کتابوں میں اس پر تصریح ہے، ہم حق تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں اس سے جو سبب ہو، ندامت اور رسوائی کا، اور مُوجِب ہو افسوس اور روسیاہی کا قیامت کے دن میں۔ میں اپنے رب کو پاک جانتا ہوں دروغ گو

(1)الحمد للّٰه رب العٰلمين المنزه عمالا يليق بجلاله. والصلوٰة والسلام على سيدنا محمد المبرّء عمالا ينبغى لكماله وعلىٰ اٰله وأصحابه وانصاره واحزابه.

أما بعد! فإن هذه التعقبات على صاحب البراهين ومقرظه مع المؤيدين واردة صحيحة كما يظهر ذلك بالبداهة لمن طالعها خاليا من النزغات القبيحة. وحكم صاحب البراهين مع المؤيدين والمقرظين حكم المتزندقين بيقين كما صرحت به كتب الفقهاء والمحدثين. نعوذ باللّٰه مما يوجب الخزى والندامة، ويورث الحسرة وسواد الوجه فى عرصات القيٰمة.

ناشکرے کی گفتگو سے، جس نے اپنی کتاب کا نام براہین قاطعہ رکھا ہے۔ اور اس کا حکم [یعنی اسلامی حکومت میں] سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ جلّاد اس کے بدن سے گردن کاٹ دے، تاکہ کج رو جاہلوں کے لیے عبرت ہو۔ اور حق تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے اس کو جس نے اس کے رد میں پیش قدمی کی۔ اور خدا اسے حاسدوں اور دشمنوں کے شر سے محفوظ فرماوے آمین۔

اس کے لکھنے کا حکم کیا شریعت کے خادم، حق تعالیٰ کے پوشیدہ لطف کا امیدوار محمد صالح کمال ابن مرحوم صدیق کمال حنفی نے، جو فی الحال مکہ مکرمہ کا مفتی ہے، خدا تعالیٰ ان دونوں کا مددگار ہو، درود اور حمد کرتے ہوئے۔

محمد صالح کمال ۳/ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ

أنزه ربى عن مقالة كاذبة　　　كفور بما سمى براهين قاطعه
وما حكمه فى ذاسوى ضربة امرئ　　　بسيف له فى الحق انوار ساطعه
يباعد منها رأسه عن مكانه　　　وتبقى لأهل الزيغ والجهل قامعه

وجزى اللّٰه من تصدّى للرد عليهم خير جزائه ووقاه شر حساده وأعدائه. اٰمين.

أمر برقمه خادمُ الشريعة راجى اللطف الخفى محمد صالح ابن المرحوم صديق كمال الحنفى مفتى مكة المكرمة حالًا كان اللّٰه لهما. حامدًا مصليًا مسلمًا.　　محمد صالح كمال ٣، ذى الحجه ١٣٠٧ھ

تقریظ حضرت مفتی شافعیہ وشیخ العلما، مکہ معظّمہ

(1)سب حمد خداے یگانہ کے لیے ہے، اور حق تعالیٰ درود وسلام بھیجے ہمارے سرور محمد پر اور اس کی آل واصحاب پر اور ان پر جو اس کے پیچھے ان کی اتباع کرنے والے ہیں۔

بار خدایا! راہ صواب کی ہدایت فرمانا۔ بے شک میں نے کسی قدر کلام صاحب براہین اور اس کے مؤیدین کی دیکھی۔ اور جس نے صاحب براہین پر اعتراضات کیے ہیں اس کی کلام میں بھی نظر کی، پس چوں کہ وہ اعتراضات کتب اہل سنت وجماعت سے منقول اور محفوظ ہیں تو بے شک وشبہہ حق اور صواب معترض کے ساتھ ہے۔ لیکن صاحب براہین اور اس کے مؤیدین ہر چندکہ وہ یقینی کافر نہیں مگر شیطانوں اور اہل زیغ وزندیقوں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور دین اسلام کی جانب سے اس شیخ معترض کو جزاے خیر عطا فرمائے۔ اور

(1) الحمد للّٰه وحده، وصلى اللّٰه وسلم علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ اٰله وصحبه والسالكين مهجعهم.

بعده اللّٰهم هداية للصواب، قد نظرت فى جملة من كلام صاحب البراهين وكلام المؤيدين له ونظرت أيضًا فى كلام المعترض بالتعقيبات علىٰ صاحب البراهين، فرأيت الحق والصواب الذى لاشك فيه والارتياب مع المعترض بالتعقيبات المنقولة والمحفوظة من كتب أهل السنة والجماعة. وأما صاحب البراهين والمؤيدين له فهم اشبه بالشيٰطين وأهل الزيغ والزندقة إن لم يكونوا كفارًا بيقين. وجزى اللّٰه عنا وعن ديننا الشيخ المعترض بالتعقيبات الجزاءَ الجميلَ وأحلّه وتعقيباته المذكورة من

اس بزرگ اور اس کے اعتراضات کو مسلمانوں کے دلوں میں بخوبی قبولیت بخشے، اور حق تعالیٰ اس کی کوشش مشکور کرے، اور دونوں جہان میں اس کو فائزالمرام فرماوے، اور خدائے پاک کو بہت علم ہے۔

اپنے پروردگار سے کمال کامیابی کے امیدوار محمد سعید بن محمد بابصیل، شافعیوں کے مفتی و حرم محترم مکہ مکرمہ کے شیخ العلماء نے یہ تحریر کردیا، خدا اس کو اور اس کے ماں باپ و مشائخ اور بھائیوں اور دوستوں اور تمام مسلمانوں کو بخشے۔ آمین۔

محمد سعید بابصیل ۱۲۹۰ھ

تقریظ حضرت مفتی مالکیہ مکہ محمیہ کی

(2)حمد ہے اس ذات پاک کے لیے جو اپنے فضل سے ایسا شخص پیدا کرتا ہے جو اس

القلوب المحلَّ الجليل، وشكر اللّٰه مسعاه وأناله فى الدارين من خيراتهما مايتمناه واللّٰه سبحانه وتعالىٰ أعلم.

رقمه المرتجى من ربه كمال النيل **محمد سعيد بن محمد بابصيل** مفتى الشافعية ورئيس العلماء فى الحرم المكى، غفر اللّٰه له ولوالديه ومشائخه وإخوانه ومحبيه وجميع المسلمين. اٰمين.)

محمد سعيد بابصيل

(2)حمدًا لمن قيض من فضله من يؤيد دينه القويم وينفى عنه شبه أهل الضلال ويرد برهانهم العقيم. والصلوٰة والسلام علىٰ سيدنا محمد الهادى من الضلال وعلىٰ اٰله ومن تبعهم من أهل الفضل والكمال سيما علماء السنة والجماعة. جعلهم اللّٰه سهمًا قاتلا لأهل البدعة والضلالة. اٰمين.

أما بعد فإنى قد تصفحت غالب مافى هذا الرد فوجدت قائله

کے سچے دین کی تائید اور گمراہوں کے شبہوں کو نیست و نابود اور ان کی بے ہودہ دلیلوں کی تردید فرماتا ہے، اور درود و سلام ہمارے سردار محمد پر ہو جو ہادی ہے ضلال سے، اور اس کی آل پر جو ان کے تابع ہیں اہلِ فضل و کمال سے، خصوصًا علمائے اہل سنت و جماعت پر حق تعالیٰ ان کو تیر قاتل بناوے، بدعتیوں اور گمراہوں کے واسطے۔ آمین۔

اس سے پیچھے میں نے بتحقیق اس رد کو دیکھا بھالا پس میں نے پایا اس کے مؤلف کو جو اس نے بہت عمدہ بیان کیا، اور حد شئی کو لازم پکڑا، اس کی بھلائی اور نیکوکاری کو خدا ہی جانتا ہے، جو ایسے فتنہ انگیز کے رد کے لیے پیش قدمی فرمائی۔ حق تعالیٰ اس کو بہت نیک بدلہ دے، اور خدا اس کی مانند بہت لوگ پیدا کرے، جب تک آسمان سے بارش ہوتی ہے۔

خدا بخشش فرمانے والے کی بخشش کے امیدوار محمد عابد ابن مرحوم شیخ حسین مفتی مالکیہ محمیہ نے درود اور سلام کے ساتھ اس کو لکھا۔

محمد عابد بن حسین مفتی المالکیہ

تقریظ مفتی حنبلی مکہ معظّمہ کی

(1) خدائے یگانہ کے لیے حمد ہے۔ اے رب مجھے علم زیادہ دے۔ میں خدا سے

قد أجاد ولزم الحد، فللّٰه دره من محسن حيث تصدّى للرد علىٰ هذا المفتن. فجزاه اللّٰه أحسن الجزاء وأكثر من أمثاله مدة نزول الغيث من السماء.

كتبه راجى العفو من واهب العطية محمد عابد ابن المرحوم الشيخ حسين مفتي المالكية ببلد اللّٰه المحمية مصليًا مسلمًا.)

محمد عابد بن حسين مفتى المالكية

(1) الحمد للّٰه وحده، رب زدنى علمًا. استمد من اللّٰه التوفيق والرشاد

توفیق کی مدد چاہتا ہوں، اور سیدھے راستہ کی طرف ہدایت۔

اے سائل جان لے کہ حنبلیوں کا مذہب ایسے مسائل میں سلف کا مذہب ہے، جو کجی اور کھوٹ اور تاویل سے جو موجب عذاب کا ہے مامون ہے۔ اور تحقیق جو ذات پاک باری تعالیٰ کو کذب سے متّصف کرے بے شک وہ راہ بھولا ہوا اور مخالف ہوا اجماع کا اور موصوف ہوا کفر سے، اگر توبہ اور اس سے رجوع نہ کرے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: ”اور کون ہے خدائے تعالیٰ سے بڑھ کر راست گو اور راست سخن؟ اور خدا پر جھوٹ کا افترا کرنے والے وہی ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے۔“

اور شیخ سفارینی حنبلی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہر نقص سے حق تعالیٰ بلند ہے، پس مبارک ہو اس کو جو اس سے دوستی کرتے ہیں۔ اور جواب الجواب براہین والے اور اس کے مؤیدین کا ایسا حق ہے جس سے پھرا نہیں جا سکتا۔ پس حضرت معترض کو حق تعالیٰ مسلمانوں کی طرف سے نیک بدلہ دے اور بخشش اور رحمت اور ثواب عطا فرماوے، اور خدائے پاک کو بہت علم ہے۔

لأقوم طريق.

اعلم أيها السائل أنّ مذهب الحنابلة في مثل هذه المسائل مذهب السلف المامون من الزيغ والتزييف والتاويل مما يوجب العقاب والتلف. وان من نسب للذات العلية المقدسة الاتصاف بالكذب فقد أخطى وخالف الإجماع واتصف بالكفر إن لم يتب ويرجع عن مقالته.

وفى الكتاب العزيز قوله سبحانه وتعالىٰ. ومن اصدق من اللّٰه قيلًا. ومن اصدق من اللّٰه حديثا. وانما يفترى الكذب على اللّٰه الذين لايؤمنون باللّٰه الاٰية.

وقال الشيخ السفاريني الحنبلى رحمه اللّٰه تعالىٰ: وكل نقص قد

اس کے لکھنے کا حکم کیا حقیر خلف بن ابراہیم مکہ شریف میں حنبلیوں کے مفتی نے جو فی الحال ہے، حمد اور درود کے ساتھ۔

خلف بن ابراہیم

تقریظ حضرت مفتی حنفیہ مدینہ منوّرہ

(2)خدا تعالیٰ کے واسطے سب حمد ہے۔ میں خدائے مولیٰ بزرگ صاحب قدرت سے توفیق اور امداد اپنے کام اور ہر بات میں سوال کرتا ہوں۔ بار خدایا ہم تیری حمد کرتے

تعالٰی اللّٰه. فيا بشرى لمن والاه وما اجاب به صاحب التعقيبات على صاحب البراهين والمؤيدين له فهو الحق الذى لامحيص عنه. فجزاه اللّٰه عن المسلمين خيرًا فجزاه مغفرة ورحمة وأجرًا . واللّٰه سبحانه وتعالىٰ أعلم.

أمر برقمه الحقير خلف بن ابراهيم خادم افتاء الحنابلة بمكة المشرفة حالاً. حامدًا مصليًا مسلمًا.) **خلف بن ابراهيم**

(2)الحمد للّٰه تعالىٰ. أسال اللّٰه المولى الكريم ذا الطول التوفيق والإعانة فى الفعل والقول، نحمدك اللّٰهم يامن جعلت العلماء المتقين من هٰذه الأمة مصابيح يستضاء بهديهم فى ظلمة ليل الشك الداج، وقصمت بماضى صوارم حججهم ظهر كل من تظاهر بمضلات الفتن من أهل الزيغ والاعوجاج. والصلوٰة والسلام على المبعوث بالاٰيات البينات، المنذر بانه ستكون بعده منات وهنات، صاحب الملة البيضاء النقية التى الليلُ منها كالنهار. القائل: اتبعوا السواد الأعظم. فانه من شذ شذ فى النار، وعلٰى اٰله واصحابه القامعين بأسّنة الألسنة وألسن الأسنّه كل مبيرو كذاب، والفاضحين بشهب ثواقب افكارهم كل متهوك ضل عن سنن السنة ومنهج الكتاب.

ہیں۔ اے وہ ذات پاک! تونے اس امت کے پرہیز گار علما کو ایسے چراغ بنایا ہے جن کی راہ نمائی سے سخت اندھیری میں روشنی حاصل کی جاتی ہے، اور ان کے دلائل کی قاطع شمشیروں سے تونے ہر گم راہی کی فتنہ باز کج رفتاروں کی پشت کاٹ دی ہے۔ اور درود اور سلام اس پاک ذات پر جو آیات بیّنات سے بھیجا گیا ہے، جس نے امت کو ڈرایا ہے کہ اس کے پیچھے بہت فتنے اور فساد ہوں گے، صاحب ایسے عمدہ دین روشن کا جس کی رات دن کی طرح ہے۔ جس نے یہ فرمایا کہ بڑی جماعت مسلمانوں کی اتباع کرو۔ بے شک جو ان سے علاحدہ ہوا، دوزخ میں پڑا، اور اس کی آل اور اصحاب پر جنھوں نے سنان ہائے زبان اور زبان ہائے سنان سے ہر فسادی اور جھوٹے کو خوار کر دیا۔ اور اپنے روشن فکروں کے چمکاروں سے ہر بھولے ہوئے راہ قرآن وحدیث کو رسوا کیا۔

اس سے پیچھے بے شک میں نے مطالعہ کیا اِس مضبوط رد اور اعتراضات کا جو لاغر اور فربہ میں فرق کرنے والے ہیں، وارد ہیں مؤلف براہین پر جو جنگل کی ریت [جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے] پر راہ دکھاتی ہے، اور اس کی سخت بُری باتیں کاذب کی کم عقلی پر دلیل ہیں، پس مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ صاحب براہین گم راہی کے دریاؤں میں گہرے غوطے لگا کر حق تعالیٰ سے مستحق رسوائی کا ہے۔(1)

(1) وبعد فقد اطلعت على هذا الرد المتين والاعتراض الفارق بين الغث والسمين، على صاحب البراهين، التى دلّت على سراب بقيعة، وبرت على سخافة عقل ملفق كلماتها القطعية فلعمرى إنه لعميق الغوص في لجج الضلال، مستحق الخزى من ذى الملكوت والجلال. ولله درّ صاحب هذا الرد. فإنه قد أفاد وأجاد. بلغه الله غاية المراد وجزاه خير الجزاء الأوفى وأنا له أجلّ مكانة وزلفى. وصلى الله على سيدنا محمد الفاتح الخاتم وعلىٰ اٰله واصحابه الذين اشادواللهدىٰ محكم الدعائم. والله سبحانه ولى الهداية وبه العصمة والحماية.

نمقه الفقير الى عفوربه عثمان بن عبد السلام داغستانى مفتي

اور اس تردید کے مؤلف کی نیکی کو خدا ہی جانتا ہے، بے شک اس نے عمدہ فائدہ دیا اور اچھا بیان کیا ہے، خداتعالیٰ اس کو نہایتِ مراد تک پہنچاوے اور بہت پورا اچھا بدلہ دے اور بہت بزرگ مرتبہ اور قرب پر کامیاب کرے۔ اور خدا درود بھیجے ہمارے سرور محمد (ﷺ) پر جو اول آخر ہے، اور اس کی آل واصحاب پر جنھوں نے ہدایت کے محکم ستون مضبوط کیے، اور خدا ے پاک مالکِ ہدایت ہے اور اسی سے پاک دامنی اور حمایت ہے۔

خدا کی بخشش کے محتاج عثمان بن عبد السّلام داغستانی مدینہ منورہ کے مفتی نے خدا اس کو بخشے۔ یہ تحریر کی۔ ۵/ محرم ۱۳۰۸ھ۔

عثمان بن عبد السلام داغستانی ۱۲۹۶ھ

تقریظ بڑے مدرّس مدینہ منورہ کی!

(1) سب تعریف اُس خدا کے لیے ہے جس نے اپنے بعض بندوں کا سینہ کھول دیا

المدينة المنورة الحنفى عفى عنه.)

عثمان بن عبد السلام داغستانى

١٢٩٦ھ

(1) الحمد للّٰه الذى شرح صدر بعض عباده وهداه الى الحق المبين. وضيّق صدر بعضهم وجعله حرجًا حتى أنكر الأمور الثابتة باليقين والصلوٰة والسلام على من شيد أركان الدين وعلٰى اٰله وأصحابه والتابعين.

وبعد فقد اطلعت على هذه الرد الواضح ، الذى هو لصاحب البراهين فاضح. فللّٰه دُّمؤلفه وجزاه خيرًا عن الأمة، وأدخله فى شفاعة نبيها نبى الرحمة. اما ما نقله الشيخ الراد عن صاحب البراهين وعن المؤيدين له الفسقة فإنه كفر صراح وزندقة. سلك اللّٰه بنا سبيل الحق والهداية. وجنبنا طريق الباطل والغواية.

اوران کوروشن حق کی طرف راہ نمائی کی۔اور بعضوں کا مبالغہ سے سینہ تنگ کیا تاآنکہ وہ پکے یقینی کاموں کے منکر ہوگئے۔اور درودوسلام اُس پاک ذات پر جس نے دین کے ستون محکم کردئیے،اوراس کی آل اور اصحاب اور تابعینوں پر۔

اِس سے بعد میں نے مطالعہ کیااس روشن رد کا جوصاحب براہین کورسواکررہاہے۔ پس اس کے بنانے والے کی نیکی کوخداہی جانتاہے،ساری امت مرحومہ کی طرف سے خدا اُس کونیک بدلہ دے،اوراس کے نبی ﷺ کی شفاعت میں اس کوداخل کرے۔اور جواس بزرگ مؤلفِ رسالۂ تردید نے صاحب براہین اور اس کے بدکار مؤیدین سے مقولے نقل کیے ہیں،وہ صریح کفراور زندقہ ہے۔حق تعالیٰ ہم کوراہِ حق وہدایت پر قائم رکھے،اور جھوٹ وگمراہی کے رستہ سے برکنار کرے۔

بہت عاجزبندے محمدعلی بن سید ظاہر وتری حنفی مدنی مدرس مسجد شریف نبوی نے حمد درودوسلام سے اِس تحریر کولکھا۔　　　　**محمدعلی بن ظاہرالسید۱۳۰۹ھ**

کتبه العبد الأحقر محمد علی ابن السید الظاهر الوتری الحنفی المدنی خادم العلم والحدیث بالمسجد الشریف النبوی حامدًا مصلیًا مسلمًا.)

محمد علی ابن الظاهر السید ۱۳۰۹ھ

ضمیمہ رسالہ تقدیس الوکیل

عن اہانۃ الرشید والخلیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیر محمد ابو عبد الرحمٰن غلام دست گیر قصوری کان اللہ لہ نے مناظرہ ریاست بھاول پور میں براہین قاطعہ کے مضامین پر سات اعتراض کیے تھے، جس کا جواب تفصیلی مؤلف براہین نے بامداد چار دوسرے اپنے ہم مشرب علماے ہندوستان کے دیا تھا۔ جس کے چھ جوابوں کا جواب الجواب فقیر نے عربی عبارت میں مرتب کر کے واسطے تصحیح حضرات مفتیانِ حرمین شریفین زادھما اللّٰہ تعالیٰ شرفاً کے طیار کیا ہے۔

اور ساتواں سوال و جواب اس کے ساتھ ضم نہیں کیا گیا، کیوں کہ اس میں علما و اہل فتویٰ حرمین محترمین زادھما اللّٰہ سبحانہ حرمتہً کا شکوہ شکایت ہے، تو اس کا پیش کرنا بخدمت مفتیان موصوف ظاہر بینوں کی نظر میں یہ نتیجہ پیدا کرے گا کہ اپنی شکایت وغیرہ کو دیکھ کر علماے حرمین مکرمین زادھما اللّٰہ الکریم کرامۃً نے اِس رسالہ پر تصدیق کر دی، حالاں کہ فی الواقع تصدیق و غیر تصدیق بموجب صحت و سقم مسائل ہوا کرتی ہے، مگر تاہم کوتہ اندیشوں کی زبان بندی کے واسطے اِس سوال و جواب و جواب الجواب کو عربی میں ترجمہ کر کے رسالہ عربیہ کے شامل نہیں کیا، بلکہ ان چھ جواب الجواب پر حضرات مفتیان ممدوح سے تصحیح و اصلاح کی درخواست کی گئی ہے، اور اس ایک جواب الجواب کو ویسا ہی اردو میں تحریر کر کے بجنسہٖ عبارات کو ان حضرات علماے کبار کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، جو سالہا سال سے مکہ معظّمہ میں قیام پذیر ہیں، اور یہاں کے حالات سے بخوبی آگاہ و ماہر ہیں۔ تاکہ اس جواب الجواب اور رسالہ عربیہ دونوں کو ملاحظہ بغور فرما کر واقعی امر کی تصدیق فرماویں، اور غلط بات کی اصلاح، تاکہ عند اللہ تعالیٰ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔ اب میں بعون المعین مطلب شروع کرتا ہوں، وباللّٰہ التوفیق۔

رسالہ انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ میں مولود شریف کی مجالس کے جواز کے دلائل میں حرمین شریفین کے علما کا فتویٰ بھی ذکر کیا، اور ایک لطیفہ لکھا کہ دو شخص مجلس مولود میں مختلف ہوئے، مثبت نے کہا کہ علمائے حرمین شریفین سے فتویٰ طلب کرو۔ منکر نے کہا علمائے دیوبند سے پوچھو۔ مثبت نے کہا کہ حرمین محترمین کی تعریفیں قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، دیوبند کی تعریف میں کون سی آیت و حدیث ہے۔

اس پر براہین والے نے علمائے مدرسہ دیوبند کی تعریفیں اور علمائے حرمین شریفین کی قباحتیں یوں ذکر کی ہیں کہ:

"ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے، تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی، آپ تو عربی ہیں، فرمایا کہ جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی سبحان اللہ! اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔" (براہین قاطعہ، صفحہ: ۲۶)

اور نیز (براہین قاطعہ، صفحہ ۱۸/ و ۱۹/) براہین میں لکھا ہے:

"اقوال علمائے دیوبند کا حال جو کچھ ہے، وہ سب روشن ہے اور کچھ دور نہیں جس مسلمان منصف کا دل چاہے بچشم خود دیکھ لے کہ ظاہر لباس و ہیئت موافق شرع کے رکھتے ہیں، نماز بجماعت پڑھتے ہیں، امر بالمعروف میں بشرط قدرت کوتاہی نہیں کرتے، اور تحریر فتویٰ میں رعایت غنی و فقیر کی نہیں حق جواب دیتے ہیں اور جو ان کوئی متنبہ کبھی خطا پر کر دیوے تو بشرط صحت قبول سے دریغ نہیں بسر و چشم معترف ہوتے ہیں یہ سب اوصاف واضح جس کا دل چاہے دیکھ لیوے، امتحان کر لیوے، یہی قبولیت عند اللہ کا نشان ہے۔

اور علمائے مکہ معظّمہ کا حال جس نے عقل وعلم کے ساتھ دیکھا وہ خوب جانتا ہے، جو نہیں گیا وہ ثقات کے بیان سے مثل مشاہدہ کے جانتا ہے اکثر وہاں کے علما نہ کہ سب کیوں کہ اکثر وہاں متقی بھی ہیں، اس حالت میں ہیں کہ لباس ان کا خلاف شرع، اسبال آستین اور دامن کا چغہ و قمیص میں کرتے ہیں، ریش اکثروں کی قبضہ سے کم، نماز میں بے احتیاطی، امر بالمعروف کا با وصف قدرت کے نام و نشان نہیں۔ اکثر انگوٹھی چھلے غیر مشروع ہاتھوں میں پہنے ہوئے ہیں، قطع صفوف شائع ہے، فتویٰ نویسی میں کچھ دے کر جو چاہو لکھوالو۔ ان کو عصیاں سے کوئی مطلع کر دیوے تو مارنے کو موجود ہو جاویں، اور خود شیخ العلما نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ کے ساتھ کیا وہ کسی پر مخفی نہیں، اور بغدادی رافضی سے کچھ روپیہ لے کر ابو طالب کو مومن لکھ دیا خلاف روایات صحاح احادیث کے اور علیٰ ہذا کہاں تک لکھوں کہ طول ہے، اور شرم بھی آتی ہے کہ ہجو علمائے حرمین لکھوں، مگر بناچاری لکھنا پڑا۔

پس اگر کسی نے ایسی حالت میں علمائے دیوبند کو علمائے حرمین پر ترجیح بوجہ اعتماد کے دے دی تو کون سا غضب کیا۔ اہل فہم انصاف کریں کہ ایسی حالت میں علمائے دیوبند کا فتویٰ قابل اعتماد ہو گا یا علمائے حرمین کا۔ مثلاً ایک عالم فاجر مسجد میں رہتا ہو کہ اشرف موضع دوسرا عالم متقی بازار کی دوکان میں ہو کہ شر البلاد ہے تو بازاری عالم کا فتویٰ معتبر ہو گا یا مسجد میں رہنے والے کا پھر ایسی صورت میں، اگر کوئی کہے کہ مسجد خیر البقا والے سے مسئلہ پوچھو، اور فضائل مسجد کے اور برائی بازار کی بیان کر کے حجت لاوے بازار شر البقا والے سے مت پوچھو، تو اس مسجدی بھاٹ کو لوگ احمق کہیں گے یا نہیں۔" انتہیٰ بلفظہٖ ملخصًا۔

فقیر کو اس پر یہ اعتراض ہے کہ علمائے دیوبند کی فضیلت پر، جس کی بنیاد مجہول الاسم کے خواب پر ہے تو اس قدر ناز ہے کہ تقریرا اور تحریر سے در گزر چھپوا کر شائع کر رہے ہیں۔

اور علمائے حرمین محترمین کے یقینی فضائل جیسا کہ مسجد حرام و مسجد نبوی میں ہمیشہ نمازیں ادا کرنی، اور بیت اللہ شریف کا حج و عمرہ کرنا، اور حدیث: "من زارنی متعمدًا كان فی جواری يوم القيٰمة، ومن سكن المدينة وصبر علىٰ بلائها كنت له شهيدًا وشفيعًا يوم القيٰمة، ومن مات فی احد الحرمين بعثه اللّٰهُ من الاٰمنين يوم القيٰمة، كذا فی

المشکوٰۃ"(1)ان سب کو فراموش کر کے اپنی زعمی باتوں اور واہی حکایتوں پر اعتماد کر کے اس قدر توہین وتخفیف علماو مفتیان حرمین شریفین کی کتابوں میں چھپوادینی خدا جانے یہ کون سا دین وایمان ہے۔ بدوی لوگ بھی نمازوں پر سخت پابند ہیں، جیسا کہ مشاہد ہے، تو علمائے حرمین شریفین کے حق میں نمازوں کی بے احتیاطی کا گمان سراسر خطا ہے۔ بمبئی جو عرب کا دروازہ ہے وہاں کی صوم وصلوٰۃ کی احتیاط مشہور ہے، تو حرمین شریفین کے سکنا خصوص علماو اہل افتا کی پابندی نماز کا کیا ذکر کیا جاوے۔

اور ریش کا قبضہ سے کم ہونا دیار عرب وترکستان میں غالباً خلقی امر ہے، اور بعض علما سے فقیر نے سنا کہ اگر ٹھوڑی کے اوپر ہاتھ رکھ کر قبضہ پورا کریں تو محل طعن نہیں ہوسکتا ہے۔ پھر فتویٰ نویسی میں کچھ دے کر چاہو لکھوالو، یہ تو ایسا بہتان عظیم ہے کہ عقل سلیم اس کو باور ہی نہیں کر سکتی۔ کیا معنیٰ کہ رشوت دے کر کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام لکھوالینا مفتیان حرمین شریفین سے کب باور ہوسکتا ہے؟

مفتیانِ دیوبند کی فتویٰ نویسی میں عدم رعایت تو اوپر سے ظاہر ہے کہ اپنے پیشواؤں کی سخت غیر مشروع اقوال کے پاس میں امکانِ کذب باری تعالیٰ و تقدس اور امکان مثل خاتم المرسلین اور آپ کی برادری وبشریت میں برابری اور آپ کے علم کے شیطان کے علم سے کم ہونے کے فتوے مشتہر کرنے لگ گئے، اور بلا دلیل شرعی مجلس مولود شریف میں قصد مشابہت بکفار پیدا کر کے اس کی حرمت اور بدعیت کے قائل ہو کر اہل اسلام عرب وعجم کی تکفیر پر کمر باندھ لی، اور علمائے حرمین شریفین کی یہاں تک توہین شائع کر دی کہ جس کو دیکھ کر اہل اسلام کیا دوسرے دین والے بھی ناپسند کریں گے۔

(1)جو ارادہ سے میری زیارت کرے قیامت کے دن میری ہم سائیگی میں ہوگا۔ اور جو مدینہ میں رہے اور اس کی تکلیف پر صبر کرے، قیامت کو میں اس کی شہادت دوں گا اور شفاعت کروں گا۔ اور جو مکہ یا مدینہ میں فوت ہوگا حق تعالیٰ اس کو قیامت میں امن والوں سے اٹھاوے گا۔ حدیث مشکوٰۃ میں ہے۔[شعب الایمان، باب فضل الحج والعمرہ، جز:۶، ص:۴۷/مشکاۃ شریف، باب حرم المدینۃ، ج:۲، ص:۱۲۲]

اللہ تعالیٰ نے فرعون کٹے کافر کے مقابلے میں دو اپنے معظم و مکرم رسولوں کو فرمایا کہ ''فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا'' الآیۃ (1) اور یہاں مفتیانِ حرمین شریفین کے بارہ میں ایسی سخت کلامی یہ قبول عند اللہ کی نشان ہے، شرعاً ثابت ہے کہ مسلمان کا خون، مال، عزت تینوں حرام ہیں۔

اور مجمع البحار میں ہے: "وح عمر رضي اللّٰه عنه مالكم إذا رأيتم الرجل يخرق اعراض الناس أن لا تعربوا عليه أي مايمنعكم أن تصرحوا عليه بالإنكار ولاتسا تروه." (2)

تو خواص اہل اسلام کی طرف سے فقیر کا لکھنا مثل تحریرات بالا کے محض للہ فی اللہ ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرماوے، آمین یارب العالمین۔ اور علما خصوص عرب کے مفتیان و فضلا کی عداوت و توہین کے قبائح جو کچھ کہ ہیں سب ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیک توفیق رفیق فرماوے۔ فقط۔

اس کا جواب مؤلف براہین مع حواریین نے یہ لکھا ہے:

براہین قاطعہ میں جو ایک مرد صالح کا خواب علماے دیوبند کی شان میں نقل کیا تھا، اس پر معترض صاحب نے اس صالح کے مجہول الاسم ہونے کا اعتراض کیا ہے، یہ نہ سمجھے کہ وہ مرد صالح جنھوں نے یہ خواب دیکھا ہے بوجہ بعض مصلحتوں کے ان کے نام نہ لکھنے سے مجہول ہونا ان کا لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا: ''وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗ''(3)

(1) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وہارون علیٰ نبینا و علیہم السلام کو فرمایا کہ تم دونوں جاؤ فرعون کی طرف اُس نے سر اٹھایا۔ سو کہو اُس سے نرم بات شاید وہ سوچ کرے یا ڈرے.

[پارہ:١٦، طٰہٰ ٢٠، آیت:٤٤]

(2) کیا ہے تم کسی کو دیکھتے ہو کہ لوگوں کی عزت خراب کرتا ہے، تو تم اس پر کیوں انکار کرتے ہو اس کی پردہ پوشی نہ کرو.

(3) اور کہا ایک مومن نے آلِ فرعون سے جو اپنا ایمان چھپاتا تھا. [پارہ:٢٤، طٰہٰ:٢٠، آیت:٢٨]

سو رجل مومن اُس شخص کا نام نہیں بلکہ عموم طور پر اُس کی صفت ہے تو اس سے بموجب قول مولانا قصوری کی جہالت ذات خداوندی کی لازم آئی کہ متکلّم کلام ہے۔ ''تَعَالَی اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا.'' اور مخاطب ہونا رسول اللہ ﷺ کا ایسی کلام خداوندی کے ساتھ کہ جس کی تعیین اور تشخیص نہ ہو نعوذ باللہ من ذٰلک۔ تو گویا یہ کلام بہ نسبت رسول اللہ ﷺ کے مہمل اور غیر موضوع ہوئی، استغفر اللّٰہ۔

اگر مولانا قصوری اس امر کی تحقیق چاہیں تو ہمارے پاس آئیں ہم ان کو اِس بزرگ کا نام بتادیں گے، پھر غالبًا ان کی جہالت دور ہوجاوے گی۔ انتہیٰ بلفظہٖ۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے: یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ جس کا نام نہ لکھا جاوے اور اس سے کچھ روایت ہو، تو کہا جاوے گا کہ یہ روایت مجہول الاسم کی ہے، جیسا کہ اصول حدیث کے ماہروں پر مخفی نہیں۔

اور کلام الٰہی میں تو کسی کے نام لکھنے کی حاجت ہی نہیں، وہ تو اصدق الصادقین کی بات ہے، بہر وجہ مفید ایمان و ایقان ہے۔ البتہ جو امکان کذب کے قائل ہیں ان کے نزدیک رجل مومن کی روایت سے جہالت وغیرہ کا ثبوت واقعی ہے۔

مقام غور ہے کہ منصفانہ طور سے جو ایک اعتراض کیا گیا تھا، اِس سے ان کو اس قدر غصہ آیا اور اپنے مقتدا کے پاس دامن گیر ہوئے کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کی جہالت ثابت کرنے اور قرآن کی آیت کے مہمل بنا دینے تک نوبت پہنچادی، حالاں کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ ذی علم جانتا ہے کہ راوی کے مجہول الاسم ہونے سے قائل کی جہالت نہیں ثابت ہوتی ہے، اور بندوں کی کلام کے متعلق قاعدہ کلیہ بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی کلام میں اس کے جاری کرنے کو لازم نہیں پکڑتا ہے۔

ایسے دہن دریدہ اور شوخ دیدہ لوگوں سے مخاطب ہونا بھی شرعًا ناپسند ہے، مگر عوام اہل اسلام اور دین متین کی خیر خواہی کی نیت سے کچھ لکھنا بولنا پڑجاتا ہے، تاکہ قیامت کے مواخذہ سے سبک دوشی حاصل ہوجاوے۔ اب آئندہ ان کی کلام کا خلاصہ بلفظ ''قال'' لکھ کر

اس کا مختصر جواب "اقول" سے لکھ دوں گا۔

قال: "اور وہ علماے حرمین کہ پرہیز گار ہیں، لباس ان کا موافق شرع کے اور خلاف شرع وبدعات سے مجتنب ہیں، عقائد میں بھی موافق قرآن وحدیث وکتب کلامیہ کے ہیں فضیلت ان کے علماے دیوبند پر ثابت ہے۔ اور دعویٰ ہمارا فضیلت علماے دیوبند کا علماے حرمین پر بعض کی نسبت ہے نہ کل کی سوالاماشاءاللہ اگر ایسے اشخاص نکلیں گے تو چند ہی نکلیں گے۔"

اقول: براہین قاطعہ میں اکثر علماے حرمین شریفین پر اعتراض کیا ہے، اور براہین قاطعہ صفحہ ۲۰/ میں لکھا ہے کہ "اس بندہ عاجز نے ایک عالم نابینا سے جو مسجد مکہ میں بعد نماز عصر کے وعظ کہتے ہیں، حال مجلس مولود کا پوچھا، تو انھوں نے فرمایا: بدعۃ حرام۔ پس وہاں کے علما حقانی اس عمل کو مذموم جانتے ہیں۔" انتہیٰ۔

اور اوپر اسی براہین کے صفحہ ۱۶۷/۱۶۸/ سے نقل کیا گیا ہے کہ "اکثر المسلمین اور جماعت کثیرہ اور سوادِ اعظم اہل سنت والجماعۃ ہیں اور ان کا طریقہ موجب نجات اور سنت ہے اور اسی کے ہی التزام کا حکم ہے، پس جو اس کے موافق ہے اگر چہ ایک ہی عالم ہو، وہ سواد اعظم اور حق ہے، اور جو اس کے خلاف کہے، اگر چہ تمام عالم ہو، باطل ہے۔" انتہیٰ۔

پس ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک وہ ایک نابینا عالم مکہ معظّمہ کا جس نے مجلس مولود کو بدعت حرام کہا ہے وہی سواد اعظم اور اہل سنت اور حق پر ہے، باقی سب کے سب جو مجلس مولود کو جائز جانتے اور اس میں شامل ہوتے ہیں باطل اور ناحق پر ہوئے۔ اور جواب تفصیلی میں جو کچھ گول گول لکھا ہے تو یہ اراکین ریاست بھاول پور سے تقیہ ہے۔

قال: معترض کو مکان اور مکین میں بھی نہیں معلوم ہوتا، ہر شخص جانتا ہے کہ دیوبند کیا حرمین شریفین تمام روے زمین کے مکانوں سے افضل ہیں، پھر معترض صاحب علماے دیوبند کو مقابلہ حرمین شریفین کے کیوں ذکر کرتا ہے؟

اقول: شاید ان لوگوں نے اندھیری کوٹھری میں بیٹھ کر استاذ سے تعلیم پائی تھی کہ وہ

تاریکی ان کے ظاہر و باطن پر چھاگئی کہ ہر جگہ تحریف و بہتان سے کام چلاتے ہیں۔ فقیر کا اعتراض اول سے آخر تک پڑھ کر دیکھ لیجیے کہ علماے دیوبند یا دیوبند کا مقابلہ حرمین شریفین سے نہیں کیا، بلکہ علماے دیوبند کے علماے حرمین شریفین سے مقابلے کو ناپسند کیا ہے، مگر مکذبین کذب کے عاشق ہیں۔

قال: حدیث: "من زارنی متعمدًا کان فی جواری یوم القیٰمة" جو مشکوٰۃ سے منقول ہوئی ہے، اس میں بجاے "متعمداً" کے "معتمداً" کا لفظ ہے، جو تحریف حدیث و اصلاح حدیث ہے۔ اور اس حدیث کے تین فقرے ہیں، پہلے فقرے "من زارنی متعمدًا" پر مرقات میں لکھا ہے:

"ای لَا یقصد غیر زیارتی من الامور التی تقصد فی اتیان المدینة من التجارة وغیرها أوالمعنی لایکون مشوبا بسمعة ورياء واغراض فاسدة بل یکون عن احتساب واخلاص."(1)

تو اب یہ قرینہ ظاہر ہے کہ ماوراے مدینہ کے لوگوں کے لیے ہے، نہ خاص مدینہ والوں کے لیے جیسا کہ معترض سمجھا۔

اور شیخ عبد الحق دہلوی نے لمعات میں "متعمداً" کے لفظ پر یہ لکھا ہے:

"ای لایکون تبعًا للحج فان قصد الزیارة فقط فذٰلك ظاهر وان قصد الحج والزیارة جمیعًا فهٰذا ایضًا لاینا فی تعمد الزیارة."(2)

اس عبارت شیخ سے بھی مستحق وعدہ نبوی کے باہر کے لوگ معلوم ہوتے ہیں جو اور

(1) میری زیارت کے سوا کسی اور کام کو مقصد نہ جانے مدینہ کے جانے میں تجارت وغیرہ سے، یا معنی یہ ہوں کہ میری زیارت کو ریا وغیرہ فاسد غرضوں سے ملوث نہ کریں، بلکہ نیک نیتی و اخلاص سے ہو۔ [مرقاة، باب حرم المدینة، جز:۹، ص:۲۳۳]

(2) میری زیارت تابع حج کے نہ ہو، پس اگر صرف زیارت کا قصد کیا تو یہ ظاہر ہے، اور اگر حج و زیارت دونوں کا قصد کیا تاہم یہ منافی قصد زیارت کے نہیں ہے۔ ۱۲

ملکوں کے ہیں۔ پھر اس جملہ حدیث کو ان میں حصر کرنا خلاف محل حدیث اور خلاف سیاق و سباق کے ہے۔ البتہ عموماً یہ حدیث باہر والوں کو شامل ہے، اگر خاص کر مدینہ والوں کو ہی مشتمل ہو جائے تو ہمارے مدعا کے خلاف نہیں، اس لیے کہ جو شخص قصد زیارت کا کر کے جاوے گا وہی وعدہ میں شامل ہوگا اگر چہ کہیں کا ہو نہ یہ کہ وہاں کے لوگ ہی ہوں۔"

اقول: جو لوگ ایسے صریح بہتانوں پر کہ بندوں کی کلام میں راوی کے مجہول الاسم ہونے سے کلام الٰہی میں یہ قاعدہ جاری ہو کر معاذ اللہ اس عالم الغیب والشہادۃ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے، اور آیت قرآنی کا مہمل ہونا، اور صریح علمائے دیوبند و علمائے حرمین شریفین کے تقابل میں گفتگو کو مقابلہ دیوبند و حرمین محترمین پر حمل کر کے مکان اور مکین میں فرق نہ کرنے کا طعن کرنا کمر باندھ لیں، تو ان سے کب بعید ہے کہ لفظ متعمدًا کو معتمدًا قرار دے کر کاتب کی تحریف تک نوبت پہنچاویں۔

اور فقیر نے کب دعویٰ کیا تھا کہ حدیث "من زارنی متعمدًا." حرمین شریفین کے باشندوں سے خاص اور ان کے حق میں حصر ہے، تاکہ اعتراض اس کے عموم کا فقیر پر عائد ہوتا اور اس میں تو شک نہیں کہ "من زارنی متعمدًا" کی بشارت میں اہل حرمین محترمین اولاً و اصالۃً داخل ہیں۔ کیوں کہ ہر شخص جانتا ہے کہ ان لوگوں کو یہ سعادت سب سے بڑھ کر نصیب ہے۔

پھر بعد ازاں فقرہ "وَمَنْ سَكَنَ المدينة وصَبَر علىٰ بلائها الخ." اور فقرہ "ومن مات في احد الحرمين." الخ۔ کو بھی عام ٹھہرا کر اخیر میں لکھا ہے:

"ان تینوں جملہ مذکورہ بالا حدیث سے عمومیت معلوم ہوتی ہے، نہ خصوصیت۔" انتہیٰ۔

تو اس کا جواب بھی وہی ہے جو اوپر گزرا ہے کہ دعویٰ خصوص اور حصر کا کسی نے نہیں کیا، البتہ اولاً و اصالۃً یہ بشارت اہل حرمین محترمین کے حق میں ہے۔ اب غور کیجیے کہ اوپر یہ عذر تھا کہ ہم سب کو علمائے حرمین شریفین اور ان کی فضیلت میں انکار نہیں، اب ان کی فضیلت ظاہر باہر کے عموم وغیرہ میں طول طویل کلام ہو کر ورق سیاہ ہو رہے ہیں، جن کو فقیر نے بطور خلاصہ و اختصار کمال بیان کیا ہے۔

پھر اس حدیث پر جو یہ طعن کیا ہے کہ: "عن رجل من اٰل الخطاب" سے شروع ہے، حالاں کہ رجل کو آپ نہیں جانتے، اور مرد صالح کو ہم جانتے ہیں۔" انتہیٰ۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے: کہ "رجل من اٰل الخطاب" کا نام دینی کتابوں میں تحریر ہے۔ مرقات میں: "عن رجل من اٰل الخطاب." کے نیچے لکھا ہے:

"وكتب ميرك على الهامش آل حاطب بالعاء المهملة وكسر الطاء ووضع عليه الظاهر وكتب تحته كذا فى الترغيب للمنذري انتهىٰ من عينه."(1)

اور علاوہ اس سے صحیح مسلم وغیرہ کی حدیثوں میں یہی مضمون موجود ہے، جس کے راوی اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ سے ہیں، مشکوٰۃ کے اسی باب کے پہلے اور دوسرے فصل میں دیکھ لو۔ پس اس حدیث شریف کے ارشاد نبوی ہونے میں کوئی بھی خلل نہیں ہے، اور سکنائے حرمین شریفین کی فضیلت پر خصوصاً اور دوسرے زائرین و مقیمین کی بشارت پر نص صریح ہے۔

اور علمائے دیوبند کی یہ فضیلت کہ گویا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اردو بولی میں استاذ ہیں قطع نظر اس سے کہ مجہول الاسم کی روایت ہے، نقلاً و عقلاً محال بھی ہے، عربی زبان سے کون سی زبان اشرف ہے جس کے سیکھنے اور بولنے میں عربی پر ترجیح ہو۔

تنویر الابصار اور اس کی شرح در مختار میں ہے:

"للعربية فضل على سائر الالسن وهو لسان أهل الجنة. من تعلمها اوعلمها غيره فهو ماجور. (2)

وفى الحديث: أحبوا العرب لثلث لأني عربي والقراٰن عربي

(1) مرقاة، باب حرم المدينة، جز:٩، ص:٢٣٣

(2) عربی زبان کو تمام زبانوں پر فضیلت ہے، اور وہ بہشتیوں کی زبان ہے، جو اس کو سیکھے یا سکھلائے تو وہ ثواب دیا جائے گا۔

[الدر المختار، فصل يكره أعطاء سائل المسجد، ج:٦، ص:٤١٩]

و لسان أهل الجنة فی الجنة عربي انتهیٰ ."(1)

ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے:

"وقد ورد في حب العرب أحاديث كثيرة يصير الحديث بمجموعها حسنًا وقدأفردها بالتاليف جماعة الخ انتهیٰ ملخصًا."(2)

اور جو لوگ امکان کذب باری تعالیٰ اور قلت علم سرور عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شیطان لعین کے علم سے وغیر ذلک ایسی ہزلیات کے معتقد ہوں، اور ان باتوں کو اِس آخر زمانہ ہجوم اعدائے دین میں بذریعہ اخبارات شائع کریں، اور کتابوں میں چھپوادیں، بھلا کوئی دین دار ان کی خوابوں پر اعتبار کر سکتا ہے؟ حاشا وکلا۔

قال: بدوی لوگوں کا نماز پر سخت پابند ہونا بالکل خلاف واقع ہے، آپ تو وہاں گئے نہیں مگر حاجیوں سے ذرا تحقیق کر لیتے تو حال معلوم ہو جاتا۔

اقول: نہایت معتبر حاجیوں نے ایسا ہی بیان کیا۔ فقیر کے احباب تمام مسلمانوں پر نیک گمان کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو خویشتن بینی اور دوسروں پر بدبینی سے پناہ میں

(1) عرب کو تین وجہ سے دوست رکھو، کہ میں عربی ہوں، اور قرآن عربی ہے، اور بہشتیوں کی زبان عربی ہوگی بہشت میں.

[الدر المختار، فصل يكره أعطاء سائل المسجد، ج:٦، ص:٤١٩]

(2) بے شک محبت عرب میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں، جو حسن ہیں اور بہت سے علمانے ان کو جمع کیا ہے۔

[رد المحتار: باب فرح يكره اعطاء لسائل المسجد جز:٢٧، ص:٧٤]

ورايت فی رسالة كتاب القرب فی محبة العرب الباب التاسع عشر فی ان كلام من يحسن العربية بالفارسية نفاق. والباب العشرون فی ان الكلام بالفارسية نقص فی المروة. واثبت هذا الامر بالحديث الصحيح من المستدرك وقال: رجاله ثقات انتهیٰ. فلما كان الحال هٰكذا فی الفارسية فما ظنك بتكلم النبی صلی اللّٰه عليه وسلم بالهندية.

رکھے۔عارف شیرازی فرماتے ہیں۔

مراپیر دانائے مرشد شہاب دو اندرز فرمود برروئے آب
یکے آنکہ برخویش خودبیں مباش دوم آن کہ برغیر بدبیں مباش

جو لوگ علمائے شریعت اور مشائخ طریقت کہلا کر علمائے حرمین محترمین پر بدبینی کریں، اور اپنی خودبینی یہاں تک کہ در پردہ سرور عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی استاذی تک نوبت پہنچادیں، اللہ تعالیٰ ان کو توبہ و انابت کی ہدایت فرماوے اور دین متین پر اعدائے شرع مبین کو نہ ہنساوے، آمین یا رب العالمین۔

قال: بمبئی میں اکثر میمن لوگ ہیں، جو کئی پشت یا دو پشت سے مسلمان ہیں، سود خواری اور بدعات میں منہمک ہیں، اپنے بڑوں کی طرح علما ان کو سمجھاتے ہیں، مگر وہ باز نہیں آتے۔ سو بدعتی کی نسبت مشکوۃ میں حدیث ہے:

”من وقر صاحب بدعة فقد اعان علیٰ هدم الاسلام.“ (1)

جن کی عزت کرنے سے اعانت ہدم اسلام ہوتی ہے توان کا قول وفعل کیوں کر معتبر ہوگا، اوران کا صوم وصلوۃ کیوں کر مقبول ہوگا؟ البتہ وہ بہت مال دار ہیں، جو علما ان کی خواہش کے مطابق فتوے دیتے اور بدعات میں ان کے شامل ہوتے ہیں، تووہ ان کو روپیہ دیتے ہیں۔اس وجہ سے شاید بمبئی والے قابل تعریف ہوں گے۔

مشکوۃ میں حدیث ہے کہ حج کے سفر کا مسافر خواہ کیسی ہی لجاجت سے دعا مانگے، جب اس کا کھانا، پینا، لباس حرام ہو، تودعا قبول نہیں ہوتی، جب اجابت دعا نہ ہوئی توسب عبادات ان کی ضائع اور رائیگاں ہوئی۔ میمنان بمبئی کا ایسا ہی حال ہے، الا ماشاء اللہ ایسے لوگوں کی عبادت کی سند پکڑنی اوران کو باعتبار عبادت کے محتاط کہنا آپ ہی کا کام ہے۔

اقول: ماشاءاللہ! علم نافع اور رشد اسی کا نام ہے بمبئی کی مساجد میں ہجوم نمازیوں کا بہ

(1) شعب الإيمان، باب: مباعدة الكفار والمفسدين، جز:۱۲، ص:۵۷

نسبت ہندوستان و پنجاب کے بہت ہے علی العموم اس کا ذکر تھا۔ علماے دیوبند کی سلامت روی اور پابندی شرع نے میمنوں کی شکوہ شکایت اور خوشامدی علما کی مداہنت اور ان کے عدم قبول عبادت میں اس قدر زبان درازی فرمائی کہ کوئی دقیقہ دقائق بدگوئی سے نہ چھوڑا۔ ہم تو اپنے لیے اور جمیع اہل اسلام کے لیے یہی دعا مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فسق اعتقادی اور فسق عملی سب سے سچی توبہ نصیب کرے، بے شک اس کی یہ بھی صفت ہے۔

گناہ آمرز رنداں قدح خوار　　　　بطاعت گیر پیرانِ ریاکار

فقیر آگبوٹ کی انتظاری میں چندے بمبئی میں قیام پذیر رہا۔ مسجدوں میں جو میمن لوگ وغیرہ دولت مند دیکھے تو متواضع اور بردبار ہی پائے، عجب نہیں کہ خود بین علما سے ان کا خاتمہ اچھا ہو جاوے۔ اگر فی الواقع سود خواری اور بدعات ان کا رویہ ہے، تو اللہ تعالیٰ ان کو توبہ نصیب کرے، اور حلال کی لذت چکھاوے اور حرام کی الفت ان کے دلوں سے ہٹاوے۔

صاحب براہین کی اکثر عمر نوکری چاکری اور دولت مندوں کی تعظیم و تکریم میں گزری، اور مدرسہ دیوبند کا چندہ بھی جن لوگوں سے ملتا ہے جب تفتیش کی جاوے، تو ان کا حال بھی بمبئی کے میمنوں سے بہتر نہ ہوگا۔ تو اب خدا جانے کہ ان کی دعا و عبادت حسب ان کے فتوے کے کیوں کر قبول ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نیک سمجھ دیوے۔

قال: ریش کا قبضہ سے کم ہونا دیار عرب و ترکستان میں غالباً یہ امر خلقی ہے، کیا خوب یہ صریح امر کا انکار ہے کہ عربوں اور ترکوں کی ڈاڑھئیں اصلی اور خلقی ہی ایسی ہیں یہ　　ع

دروغ گویم برروے تو

ہے۔ اور ترکوں کا حال حاجیوں سے دریافت کرنا چاہیے کہ ڈاڑھی بموجب قاعدہ فوجی مونڈی ہوئی ہوتی ہے، یا اصلی ہی ایسی ہوتی ہے۔

اقول: گفتگو تو اس میں ہے کہ اکثر ترکوں اور عربوں کی ڈاڑھی چھوٹی ہے خلقی طور پر جیسا کہ بہت سے یار قندی بخاری، عربی جو پنجاب میں وارد ہوتے ہیں، ان کے دیکھنے سے

معلوم ہوا۔ اور یہ تو دعویٰ نہیں کہ ترکوں کی ڈاڑھی بالکل ہوتی ہی نہیں جیسا کہ عیب چین نے اس پر بخلاف منطوق کلام کے حمل کر لیا۔ اور اب مکہ معظّمہ میں بہت سے ترکوں کی ڈاڑھیاں دیکھی گئی ہیں، لشکری لوگ البتہ منڈواتے ہیں۔ سو عرب کے علما اس امر کو ناجائز کہتے ہیں۔ ایک دن بعد صبح ایک عالم مکہ معظّمہ نے ڈاڑھی کے منڈوانے کی ممانعت کے ہی مسائل بیان کیے تھے، سو کلام علمائے حرمین شریفین میں تھی۔ عام لشکری لوگوں میں مباحثہ ڈال دیا۔

فقیر کے بزرگوار عربی تھے، اور عرب سے محبت بھی ہے، جو کوئی ان کا شکوہ کرتا ہے تو برا معلوم ہوتا ہے، چہ جائے کہ کتابوں میں سخت توہین ان کی چھپ جائے۔ شرع اسلام میں:

"ادع الیٰ سبیل ربّك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن"(1)

کا حکم ہے، نہ کہ خواہ مخواہ جھوٹ سچ ملا کر طومار باندھ کر ایسے متبرک مقام کے عمائد کے ہجو پرلے درجے کی چھپوا دینی کوئی بھی دین دار عالم اس کو پسند نہ کرے گا۔

قال: اور ٹھوڑی کے اوپر ہاتھ رکھ کر پورا کرنے کی روایت جو بعض علما سے لکھی ہے، وہ کون علما ہیں اور کس کتاب میں ہے؟ مسائل فقہیہ میں بھی اجتہاد شروع کر دیا۔ آپ تو مقلد ہیں، ناک اور ماتھے پر ہاتھ رکھ کر قبضہ پورا کیا جاوے تو ٹھوڑی اور منھ کو بھی تراش ڈالنا پڑے گا۔ عالمگیری میں موجود ہے کہ:

"القصر سنة فیهما وهو ان یقبض الرجل لحیته، فان زاد منها علیٰ قبضته قطعه کذا ذکر محمد رحمة اللّٰه تعالیٰ فی کتاب الاٰثار."(2)

(1) بلا خدا کے راستہ کی طرف حکمت اور نیک نصیحت سے اور جھگڑا کر ان سے اچھے طریق سے۔

[پارہ:۱٤، نحل:۱٦، آیت:۱۲۵]

(2) قصر سنت یہ ہے کہ آدمی اپنی ڈاڑھی قبضہ کرے، اگر اس سے کچھ زائد ہے تو اس کو کتروانے امام محمد نے کتاب آثار

اس روایت سے ڈاڑھی کا قبضہ پورا کرنا لکھا ہے نہ ٹھوڑی سے۔ اہل عرب کی ڈاڑھی ترشوانے پر ایسی کمر باندھی کہ روایات فقہیہ میں بھی تغیر و تبدل اور ایجاد بندہ پیدا کر دیا۔

شیخ عبدالحق لمعات میں تورپشتی سے نقل کرتے ہیں:

"قال التور پشتی: قص اللحیة کان من وضع الاعاجم وھو الیوم شعار کثیر من المشرکین کالافرنج والسود ومن لاخلاق له فی الدین من الفرقة الموسومة بالقلندریة. طھر اللّٰہ عنھم الدین"

اس عبارت سے بخوبی عیاں ہو گیا کہ جو مقدار ڈاڑھی کے رکھنے کی ہے وہ عند الشرع قبضہ ہے، اس سے کم کرنا یا منڈوانا عرب کا طریقہ نہیں بلکہ عجم کا فعل ہے، اور اب فرنگی و حبشی اور قلندریہ نے یہ طرز اختیار کر رکھا ہے، وہ لوگ بددین ہیں۔ اب آپ فرمائیں کہ یہ تاویلات جو آپ نے کی ہیں بے ہودہ ہیں یا نہیں اور آپ غلطی محض پر ہیں یا نہیں؟

اقول: فقیر کو تحقیق یہی ہے کہ ڈاڑھی قبضہ کے برابر رکھنی مسنون ہے، اور اس سے کم کو کتروانا مکروہ ہے، اور منڈوانا حرام ہے۔ اور بعض علما کا قول جو فقیر نے نقل کیا واسطے تردید سخت ہجو کے تو اس سے فقیر پر الزام اجتہاد وغیرہ کا لگانا عیب چین صاحب کی دریدہ دہانی ہے۔ مگر اب تک ان کی طرف سے کوئی ایسی دلیل نہیں گزری جس سے ثابت ہوتا کہ جو بال مسترسل عن الذقن ہوں ان کا نام ہی ڈاڑھی ہے، تاکہ ان کا مدعا مدلل ہوتا۔ حالاں کہ اگر کوئی بعض علما کی طرف سے یہ اعتراض ان پر کرے کہ لحیہ نام ہے ان بالوں کا ہے جو رخساروں اور ٹھوڑی پر نکلتے ہیں، جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں ہے کہ:

"اللحیة اسمٌ لجمع من الشعر مانبت علی الخدین

میں ایسا ہی ذکر کیا ہے۔ [فتاوی عالمگیری، الباب التاسع عشر فی الختان، .... ووصلها شعر، جز:۴، ص:۳۵۸]

والذقن، انتھیٰ "(1)

تواب ذقن کے اوپر کے بالوں کا نام بھی لحیہ ہوا۔ اور بعض علما کے قول کی دلیل ثابت ہوگئی، تواس کا جواب بذمہ عیب چین باقی رہا۔

اور فقیر تو خود بھی مسترسل بالوں سے قبضہ پورا کر کے اپنی ڈاڑھی برابر کرتا ہے، اور ایسے ہی لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں اور جو اس کا خلاف کرتے ہیں ان کو دیکھ کر بشرط مقدور منع کرتا ہوں، ورنہ دل سے براجانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جمیع اہل اسلام کو بدعتیوں اور خود پسندوں سے پناہ میں رکھے ولنعم ماقیل ؎

عیب خود ابلہ نہ بیند در جہاں　　　　باشد اندر جستن عیب کساں

واللّٰہ ھو الھادی۔

قال: "اور مفتیان حرمین کی نسبت۔" الخ جناب مولوی صاحب یہ احتمال عقلی نہیں جس کو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ عقل سلیم کب اس کو تسلیم کرسکتی ہے، بلکہ خبر ہے مطابق محکی عنہ کے کرنا اس کا ضروری امر ہے، اگر مطابق ہو تو سچی ہے ورنہ کاذب۔ سو آپ عرب نہیں گئے اور نہ حاجیوں سے دریافت کیا، اگر ان سے دریافت کرتے تو آپ کو وہاں کا حال معلوم ہوتا۔ چناں چہ بعض مفتیوں نے حال ہی میں کچھ روپیہ بغدادی رافضی سے لے کر ابوطالب کو مسلمان لکھ دیا حالاں کہ ابوطالب کا کفر حدیث صریحی سے ثابت ہے۔ پھر یہ کون سی دیانت و پرہیزگاری ہے۔ اور مولوی صدیق حسن سرگروہ غیر مقلدین کی کتاب عون الباری اور نیل

(1) ماقبل اس کے یہ عبارت ہے:"ن" واعفوا اللحیٰ بکسر لام افصح من ضمه، جمع لحیه لاینا فیه ح: کان یاخذ من "لحیته" من طولھا وعرضھا، لان المنھی قصھا کالاعاجم أو جعلھا کذنب الحمام والاخذ من مجمع الاطراف لایکون من القص فی شئٍ . پھر "تو" کی علامت کے بعد وہ عبارت لکھ دی جو متن میں منقول ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

[مجمع بحار الأنوار، باب لحا، ج:٤، ص:٤٧٨]

الاوطار شوکانی جو مصر میں طبع کرائی ہے، اس پر علماے مکہ کی تقریظیں لکھوائی ہیں، باوجودیکہ حنفیہ کے مخالف ہے۔ اس پر تقریظیں لکھ دیں۔

اقول: رشوت دے کر جو کچھ کوئی چاہے علماے حرمین محترمین سے لکھوالے، یہ بڑا بھاری اعتراض ہے۔ اور میاں رشید احمد بھی قسمیں کھا کر ایسا کہا کرتا ہے جیسا کہ بعض ثقات نے فقیر سے ذکر کیا۔ اور خود ان کی تقریظ براہین کے اخیر ہے جس میں یہ اعتراض درج ہے، تو یہ بالکل ہرزہ درائی معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ بغدادی رافضی کا رشوت دینا کیا ان کے روبرو ہوا تھا، یا کون سے شاہد عدلوں نے ان کے پاس شہادت دی تھی؟ اور فتویٰ ایمان ابوطالب صاحب کا کون ہے اس کی نقل کرنی اور بجنسہٖ دکھانا موجب اطمینان ہے، پس جب ان امور مثبتہ یقین سے کوئی بھی بیان نہ کیا اور یوں ہی رجماً بالغیب طومار باندھ رہے ہیں، تو اس میں عند الشرع یہ خود مفتری قرار دیے جاویں گے۔

اور در اصل بات یہ ہے کہ جو شخص ان کے بر خلاف ہو خواہ وہ کیسا ہی حق صریح پر ہو، یہ اس کے معاند سخت بن جاتے ہیں۔ فقیر کو کئی اراکین ریاست بہاول پور کے روبرو میری غیبوبیت میں صاحب براہین کمال تعریف سے سراہا کرتا تھا، اور کہتا تھا کہ اس شخص نے اپنے آپ کو دینی کاموں کے سرانجام کے لیے وقف کر رکھا ہے، اب جب ان کی غلطیوں کو ظاہر کیا تو کہیں فقیر کو بدعتی، کہیں خوشامدی، کہیں مشرک، کہیں کافر بنا رہے ہیں، جیسا کہ اوپر کی تحریر سے ناظرین پر ہویدا ہے۔

اور حضرات علما و مفتیان حرمین محترمین بہت سے مسائل میں ان کے نئی اجتہاد کے مخالف ہیں، جیسا کہ ان کے نزدیک تکرار جماعت ایک مسجد میں بالکل ناروا ہے۔ اور حرمین شریفین میں یہ امر بموجب حکم شرعی کے رائج ہے۔ او مجلس مولود موج اور قیام اس میں ان کے نزدیک مکروہ، حرام، بدعت، کفر، شرک تک پہنچ گیا ہے اور حرمین مکرمین میں عمدہ طور سے رائج ہے۔

مرزا قادیانی براہین احمدیہ میں انبیا سے برابری کرنے سے بڑھ کر نبیوں سے اپنے آپ

کو اونچا کر رہا ہے۔ میاں رشید احمد اس کو مرد صالح سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور فقیر نے جب اس کا رد لکھ کر مع اس کی اصل کتاب اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے رسالہ اشاعۃ السنۃ کے جس میں اس نے مرزا کے اقوال کی تائید کی ہے، حرمین شریفین بھیج کر فتویٰ طلب کیا تو اول مولانا وبالفضل والکمال اولینا محی السنۃ قامع البدعۃ حضرت مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مہاجر مکہ معظّمہ سلمہ اللہ اور پھر مفتیان اربعہ مذاہب مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ وغیرہم مدرسین نے اس کی تکفیر و تفسیق فرمائی تو اس قسم کے اختلافات سے حضرات علمائے کبار دیار عرب ہدف سہام ملام ان کے نہ ہوں تو اور کیا ہو؟ اور بنا بر اپنی سخن پروری کے رشوت خوری اور خلاف شرع کے دھبے ان کے دامن عصمت کو لگانے شروع کر دیے، اور یہ شرم نہ آئی کہ مخالف و موافق اس میں کیا کہیں گے، یہ ہم کیسی بے حیائی کر رہے ہیں۔ ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

پھر بعد ازاں مفتیان دیوبند کی تعریفات میں مبالغے کیے ہیں، وہ سب کے سب ان کے عقائد مرقومہ بالا اور عیب چینی اکابر علمائے عرب سے تصدیق ہو رہے ہیں جس کو دانش مند لوگ بخوبی جان گئے اور جان جائیں گے۔

قال: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے:

”قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: المدینة حرام مابین عائر إلی ثور فمن احدث فیها حدثا. او اٰویٰ محدثا فعلیه لعنة اللّٰه والملٰئکة والناس اجمعین. لایقبل منه ولا عدل صرف وا عدل.“(1)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص حرم مدینہ طیبہ میں رہ کر کسی قسم کی بدعت کرے، یا جگہ دے کسی بدعتی اور ظالم کو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور فرشتوں کی اور سب

(1) سنن أبي داؤد، کتاب المناسك، باب في تحریم المدینة،ج:١، ص:٢٧٨

آدمیوں کی ہوگی، اور اس کے فرض ونفل بھی قبول نہ ہوں گے۔ یہ کتنی بڑی وعید ہے ان لوگوں کے لیے جو وہاں رہ کر بدعات کے کام کرتے اور بدعتیوں کو ٹھکانا دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے تو عام عجم ہی کے لوگ اچھے ہیں، چہ جائے کہ خصوص علما اس طرف کے جیسے حرمین کے سُکنا کو نیکی کا ثواب زیادہ ہے، ویسے ہی برے کام کا گناہ بھی تو المضاعف ہے۔

پھر عام طور پر معترض صاحب کو وہاں کے لوگوں کے لیے فضائل ثابت کرنے خواہ وہ بدعتی یا عاصی یا ظالم کو ٹھکانہ دینے والے ہوں، یا خلاف سنت کرنے والے ہوں، باطل اور لغو ہے۔ البتہ جو لوگ سکنائے مدینہ طیبہ صلحا و محتاط متقی ہیں بدعات و خلاف شرع سے بچتے ہیں، تو وہ لائق فضائل اور نورٌ علیٰ نور ہیں، ذرہ سی نیکی ان کی اوروں کی نیکی پر بدرجہا فضیلت رکھتی ہے۔

اقول: مکہ معظّمہ میں جواب آکر دیکھا اور چھ مہینے تک رہنے کا اتفاق ہوا تو عرب خاص اس قدر کم نظر آئے کہ آٹے میں نمک بھی نہیں۔ اکثر سندھی بنگالی، ترکی وغیرہا ملکوں کے لوگوں سے مکہ معظّمہ پر ہے۔ جو خاص للہ فی اللہ کی غرض سے ہجرت کرکے آئے، اور تائید دین متین کرنے والے ہیں وہ بہت قلیل ہیں، اکثر دوکان دار اور دنیاوی اغراض کے حاصل کرنے والے اور معاش پیدا کرنے کو بیٹھے ہیں۔

فقیر جس آگ بوٹ میں بمبئی سے روانہ مکہ معظّمہ ہوا تھا۔ میرے قریب کی چوکی پر ایک نوجوان ہندوستانی بیٹھے تھے، اور وہ مکی معلم حجاج کہلاتے اور حاجیوں کو اپنی طرف بلاتے تھے۔ جب بوقت نماز ہم لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو وہ شخص یا تو قبلہ کی طرف پاؤں پسارے ہوئے لیٹا ہوتا تھا یا کبھی کبھی ادھر ادھر پھرتا تھا۔ اور اکثر اوقات اس کے اشعار اردو عشقیہ پڑھنے اور خط وخال کی تعریف میں بسر ہوتے تھے۔ جب حاجیوں کو اپنی طرف رغبت دلاتا تھا تو اس قدر خلاف واقعہ باتیں کرتا تھا کہ العیاذ باللہ گویا جھوٹ کا پُتلا تھا۔

پھر قمران میں جب اترے تو ایک مال مردم خوری کے واقعہ میں وہ اور کئی اس کے ہم پیشہ گرفتار ہو کر آٹھ نو دن محبوس رہے۔ پھر مکہ معظّمہ میں ماہ مبارک رمضان میں تو وہ کبھی نظر

نہ آیا۔ نصف شوال کے بعد مطاف میں کبھی دو تین عورتوں کو کبھی دو ایک مردوں کو طواف کراتا نظر آیا جس سے بہ ملاحظہ دوسرے واقعات یہی یقین ہوا کہ ایسے لوگ بیروں جات نے اہل عرب کو بدنام کر رکھا ہے۔

عیب چین اہل مدینہ منورہ کی وعیدات کی روایات نقل کرتا ہے، اور ان کے فضائل و ثواب کی احادیث صحیحہ جس کا شمہ رسالہ جذب القلوب میں مذکور ہے نہیں دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو وہ زبان نہ دے کہ علمائے حرمین شریفین کی نکوہش (1) کریں۔ یہاں کے باشندے خصوصی جو مجوعنہم ہیں، ان کے ثوابات اور فضائل کا اگر شمار کریں تو دفتر ہی بن جائیں۔

اور بہر حال جس قدر بدعات و فسق اعتقادی و عمل ہندوستان و پنجاب وغیرہما میں ہیں، یہاں پر اس کا عشر عشیر بھی نہ ہوگا۔ اور وہاں سے یہ آتش فتنہ یہاں بھی آپہنچی ہے۔ کئی نیچری بہت سے وہابی غیر مقلد وغیرہما اس جگہ بھی شرارت انگیزی کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے پناہ میں رکھے۔

اور عیب چین جن علمائے عرب کی تعریف کرتا ہے وہی ایک نابینا عالم تھے، جن سے اس کو حرمت اور بدعت مجلس مولود کا فتویٰ ملا تھا، جیسا کہ براہین سے اوپر منقول ہو چکا ہے۔ حرمین شریفین کے فاسقوں سے عجم کے عوام لوگوں کو اچھا کہنا محض عناد کی وجہ سے ہے، ورنہ ہر کوئی جانتا ہے جن گناہ گاروں کو ہر سال حج و رمضان شریف کے عمرے کرنے کا اتفاق ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ کیوں نہ معاف فرماوے گا۔

فقیر نے مکہ معظّمہ میں جو کنز العمال حضرت علی متقی علیہ الرحمہ کی دیکھی، تو اس میں ایک حدیث دیکھی جس کا مضمون یہ ہے کہ ”جو پچاس طواف کرے، اس کی ساری عمر کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔“ لیجیے اب حج کے آگے پیچھے بھی ان کے لیے وسائل مغفرت موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ پناہ دیوے ایسے لوگوں سے جو حرمین شریفین کے سکنا کے پیچھے پڑ جاویں اور

(1) نکوہش: ملامت، مذمت۔

اہل حرمین محترمین کو بھی حق تعالیٰ اپنی مرضیات میں مصروف رکھے، آمین۔

قال: ''فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا''(1) میں باری تعالیٰ نے تبلیغ احکام میں نرمی کا حکم فرمایا ہے، اس لیے کہ نصیحت اور سمجھانا نرمی سے چاہیے۔ اور جب دوسرے کا حال بیان ہوتا ہے، تو اصلی ہی بیان ہوتا ہے، جیسا کہ اسماء الرجال میں دستور ہے۔ ایسے ہی ہم حال بیان کر رہے ہیں، تاکہ ان کے قول وفعل کی لوگ سند نہ پکڑیں۔

دوسری وجہ قول لین کی امام رازی نے یہ لکھی ہے کہ جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرعون کے یہاں پرورش پائی تھی تو وہ بمنزلہ باپ کے ہوا، تو ایسے مربی کے روبرو نرمی سے ہی گفتگو چاہیے، نہ کہ ہر شخص کے لیے۔ اور حدیث مجمع البحار کے جو غرض مسلم میں لکھی ہے تو اس کی تخریج نہیں کی، قابل استدلال کیوں کر ہو؟ اوروں پر بوجہ ضعف رواۃ کے اعتراض کرنا اور خود ایسی حدیث پیش کرنا؟

اقول: اسماء الرجال والے بزرگوار تو علی العموم واسطے تائید دین متین اور تحقیق روایت مسائل شرعیہ کی وجہ سے سب کے سب راویوں کا حال بیان کر دیتے ہیں، ان کو نہ کسی سے بغض ہوتا ہے نہ عناد۔ اور یہ عیب چین لوگ جب علمائے عرب کے کئی مسائل شرعیہ میں مختلف ہوئے، اور اپنے فتویٰ کو ان کے فتویٰ پر ترجیح دینے کے واسطے ان کی عیب چینی اور غیبت اور بہتان کے درپے ہوئے، اور پھر اس کو اصلی بیان اور اسماء الرجال والوں کا سا حال نام رکھنا محض خام خیالی ہے، اور امام رازی سے جو نقل لی ہے اس میں خیانت کی ہے جیسے کہ ان کی عادت ہے۔ امام رازی نے کافر جاحد کے ساتھ نرمی کی امر کی دو وجہ لکھی ہیں:

"الاول أنه عليه السلام كان قدرباه فرعون. قامره أن يخاطبه بالرفق وعاية لتلك الحقوق وهذا تنبيه على نهاية

(1) پارہ:۱٦، طٰہٰ:۲۰، آیت:٤٢

تعظیم حق الوالدین. انتھیٰ بلفظه"(1)

اب اس وجہ میں فرعون کو بہ منزلہ باپ کے نہیں لکھا ہے، بلکہ مربی لکھا ہے، اور مربی کی رعایت سے نہایت تعظیم حق الوالدین لکھی ہے۔ پھر ہر شخص سے نرمی کے انکار کو دوسری وجہ امام رازی کی باطل کر رہی ہے:

"الثانی ان من عادة الجبابرة اذا غلظ لھم فی الوعظ ان یزدادوا عتوًا وتکبرًا والمقصود من البعثة حصول النفع لاحصول زیادة الضرر. فلھٰذا امر اللّٰه تعالیٰ بالرفق. انتھیٰ."(2)

اور اخیر سب کے جو امام رازی لکھتے ہیں:

"واعلم ان ھذا التکلیف لایعلم سره الا اللّٰه تعالیٰ. لانه تعالیٰ لما علم انه لایؤمن قط کان ایمانه ضدًا لذٰلك العلم الذی یمتنع زواله. فیکون سبحانه عالمًا بامتناع ذلك الایمان. واذا کان عالمًا بذٰلك فکیف امر موسیٰ علیه السلام بذلك الرفق وکیف بالغ فی ذلك الامر؟ فاقول ویا اخی العقول قاصرة عن معرفة ھٰذه الاسرار. ولا سبیل فیھا الا التسلیم وترك الاعتراض والسکوت بالقلب واللسان. ویروی عن کعب انه قال: والّذی یحلف به کعب انه لمکتوب فی التورٰة فَقُولا له قولاً لیّنا وساقسی قلبه فلا

(1)تفسیر کبیر، سورۃ طه، جز:۲۲، ص:۵۱

(2)تفسیر کبیر، سورۃ طه، جز:۲۲، ص:۵۱

یؤمن انتہیٰ ملخصاً(1)

تواس پر فقیر کان اللہ لہ عرض کرتا ہے کہ آیت: ''فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ.''(2)اور حدیث مشکوٰۃ:"عن عائشة رضی اللّٰه عنها. قالت: قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: من اعطی خظّه من الرفق فقد اعطی حظه من خیر الدنیا والاٰخرة. ومن حرم حظه من الرفق حرم حظه من خیر الدنیا والاٰخرة. رواه في شرح السنة."(3)

وعن عبد اللّٰه ابن مسعود رضی اللّٰه عنه. قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: الا اخبرکم بمن یحرم علی النار وبمن تحرم النار علیه؟ کل قریب هیّن سهل. رواه احمد والترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب."(4)بخوبی فرما رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے مقبولوں اور نائبوں کے اخلاق سنوارنے منظور ہیں اور شیریں زبانی ونرم کلامی بڑے عمدہ حسن اخلاق سے ہے۔

(1) تفسیر کبیر ، سورۃ طه، جز:۲۲، ص:۵۱-۵۲

(2) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے توان کے لیے نرم ہو۔ اور اگر تودرشت گو سخت دل ہوتا تو تجھ سے بھاگ جاتے۔[پارہ:٤، اٰل عمران:۳، آیت: ۱۵۹]

(3) سنن الترمذي، صفة القيامة والرقائق والورع، جز:٤، ص:٦٥٤

(4)آپ نے فرمایا جو نرمی کا حصہ دیا گیا وہ دنیا اور آخرت کی نیکی دیا گیا، اور جو نرمی کے حصہ سے محروم رہا، وہ دنیا اور آخرت کی نیکی سے محروم رہا۔ اور فرمایا میں تم کو خبر دوں جو دوزخ پر حرام ہے، اور جس پر دوزخ حرام ہے۔ ہر نرم مزاج شیریں گفتار و رفتار پر۔ پہلی حدیث شرح السنہ کی، دوسری احمد و ترمذی کی ہے۔۱۲[شرح السنة للبغوي، باب الرفق، جز:۱، ص:۸۲٤]

حضرت مرشد و استاذ قبلہ میاں صاحب قصوری اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ صاحب دہلوی سے نقل فرماتے تھے کہ جب کسی پر آپ کو سخت غصہ آتا، تو اس کو حضرت سلامت سے خطاب کر کے جواب ارشاد فرماتے۔ قدس سرہما العزیز۔ اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کے تو یہ حال تھے، اب مفتیان دیوبند اور مرشدان گنگوہی وغیرہ علمائے عرب کے قبائح غیبت اور بہتان کے طور پر کتابوں میں چھپواتے ہیں، اور اس کا نام ارشاد ہدایت رکھا ہے۔ ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

اور حدیث مجمع البحار شرح صحاح ستہ کو جس میں ان معتبر حدیث کی کتابوں کی احادیث کی شرح ہے، نا قابل استدلال کہنا اپنی کم مائیگی اور ضد کمال کا اظہار ہے۔ البتہ اگر اس حدیث کو تلاش کر کے اس کے راویوں کا ضعف وغیرہ بیان کریں تو قابل جواب ہے۔ جیسا کہ فقیر نے اکثر ان کی احادیث جن پر کسی کتاب حدیث کا پتہ نہ تھا، ان کا پتہ کتاب بتلا کر معتبر حوالوں سے ان کی تحریف یا تضعیف ثابت کر دکھائی ہے، جو ناظرین رسالہ عربیہ پر مخفی نہیں ہے۔

قال: علاوہ یہ کہ ہمارا ایسا لکھنا علمائے حرمین کی نسبت اظہار حق ہے نہ توہین۔ حضرت ابوسعید خدری سے منقول ہے:

"سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من رأى منكم منكرًا فاستطاع ان يغيره بيده فليغيره بيده. فان لم يستطع فبلسانه. فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان." (1)

پھر بعض اہل عرب کہ جن کا شعار و لباس خلاف شرع ہے، اور ہیئت اور وضع ان کی بھی خلافت وضع اتقیا کے ہے، اگر بموجب حدیث مذکورہ بالا کے ہم نے ان کی فہمائش کے لیے اور اس ملک کے باشندوں کو کہ عرب کے قول و فعل کو سند پکڑتے ہیں، گو وہ کیسی ہی

(1) جو دیکھے تم سے برا کام اور طاقت اس کے بدلنے کی رکھے تو اس کو ہاتھ سے بدل دے، اگر نہ ہو سکے تو زبان سے، اگر نہ ہو سکے تو دل سے، اور یہ بہت ضعیف ایمان ہے۔
[سنن ابن ماجه، باب الأمر بالمعروف والنهى، ج:۲، ص:۲۹۰]

بدعت اور خلاف شرع ہوں ان کے متنبہ کرنے کے لیے کچھ لکھ دیا تو کیا وہ اظہار حق نہ ہو گا؟

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے عقد الجید میں کتاب التخلیص عسقلانی سے اس نے حاکم سے اس نے اوزاعی سے نقل کیا ہے:

"قال الاوزاعی. یترک من قول اھل الحجاز خمسٌ: استماع الملاھی والمتعه واتیان النساء فی ادبارھنّ والصرف والجمع بین الصلاتین بغیر عذر." (1)

پھر عقد الجید میں ابن حجر اور عبد الرزاق اور ان دونوں نے معمر سے نقل کیا ہے:

"لو ان رجلاً اخذ بقول اھل المدینة فی استماع الغناء واتیان النساء فی ادبارھن وبقول اھل مکة فی المتعة والصرف کان شر عباد اللّٰہ." (2)

اب ظاہر ہے کہ زمانہ سلف اور قرب خیر القرون میں اہل حرمین کے بعض امور نامشروع واجب الترک تھے، تو اس زمانہ پر فتن میں جس میں خیر و برکت کے لوگ کم ہیں، ہر فعل و قول عرب کا کیوں کر قابل سند کے ہو گا؟ بلکہ بعض اقوال و افعال اہل حرمین کے متروک العمل اور غیر معمول بہ ہیں۔ "واللّٰہ الھادی الی صراط المستقیم. إنتھیٰ ملخصًا."

(1) اوزاعی نے کہا: اہل حجاز کی پانچ باتیں ترک کی جائیں: مزامیر کا سننا اور متعہ اور عورتوں سے اغلام اور صرف اور بے عذر دو نمازوں کا جمع کرنا۔[عقد الجید في أحکام الإجتھاد والتقلید، فصل في المبتحر في المذھب، جز:۱، ص:۲٤]

(2) اگر کوئی شخص غنا کے سننے میں اور عورتوں کی دبر میں جماع کرنے میں اہل مدینہ کا قول اور متعہ اور بیع صرف میں اہل مکہ کا قول لیوے گا تو ہو گا وہ شخص بہت برا بندوں اللہ تعالیٰ میں سے۔[عقد الجید في أحکام الإجتھاد والتقلید، فصل في المبتحر في المذھب، جز:۱، ص:۲٤]

اقول: حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی نقل میں اول توکسی کتاب حدیث کا نام نہیں لکھا، تاکہ اس کا اعتبار وغیرہ معلوم ہوتا جیسا کہ اکثر جگہ براہین وغیرہ میں یہی دستور ہے: "كما لايخفىٰ على الناظرين فى الرّسالة العربية." اور ظاہراً اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو سرور عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چھوٹا بھائی جانتے ہیں، پھر بڑے بھائی کی کلام کی نقل میں کسی اور کتاب کے نام لینے کی کیا حاجت ہے؟

یہ حدیث مشکوٰۃ کے باب الامر بالمعروف کے پہلے فصل کی پہلی حدیث ہے جو صحیح مسلم سے منقول ہے۔ اور علامہ قاری مرقات میں لکھتے ہیں کہ مسند امام احمد و سنن ابوداؤد و جامع ترمذی و سنن نسائی و سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔ مشکوٰۃ اور مرقات وغیرہما میں یوں تحریر ہے:

"عن ابى سعيد الخدرى ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من راى منكم منكرًا فليغيره بيده، فان لم يستطع فبلسانه، فان لم يستطع فبقلبه، وذلك اضعف الايمان." (1)

اور جن لفظوں سے عیب چینوں نے لکھی ہے، ایک فقرہ از خود بڑھا دیا ہے۔

پھر مرقات میں اس کے معنی یوں لکھے ہیں:

"وخلاصة الكلام من ابصر ما انكره الشرع فليغيره بيده. اى بان يمنعه بالفعل بان يكسر الاٰلات ويريق المسكر ويرد المغصوب إلى مالكه. فإن لم يستطع. أي التغيير باليد لكون فاعله اقوى منه. فبلسانه. أي فليغيره بالقول وتلاوة ما أنزل اللّٰه من الوعيد عليه وذكر الوعظ والتخويف والنصيحة. فإن لم يستطع. أي التغيير باللسان

(1) مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب كون النهي عن المنكر من الإيمان، ج:۱، ص:۵۱

أيضًا. فبقلبه بان لايرضى به وينكر في باطنه على متعاطيه فيكون. تغييرًا معنويًا؟ إذ ليس في وسعه إلا هٰذا القدر من التغيير."

تا قول وے"وقد قال بعض علمائنا الامر الاول للامراء. والثانى للعلماء. والثالث لعامة المؤمنين."

تا قول وے"ثم اعلم انه إذا كان المنكر حرامًا وجب الزجر عنه. وإذا كان مكروها ندب. والأمر بالمعروف أيضًا تبع لما يؤمر به. فان وجب فواجب وان ندب فندب. ولم يتعرض له في الحديث لأن النهي عن المنكر شامل له إذ ألنهى عن الشئ أمر بضده. وضد المنهى أما واجب أو مندوب أو مباح والكل معروف. وشرطهما ان لا يودى إلى الفتنة كما علم من الحديث."

تا قول وے"وينبغى للاٰمر والناهى ان يرفق ليكون اقرب الى تحصيل المطلوب. فقد قال الامام الشافعى: من وعظ اخاه سرًّا فقد نصحه وزانه ومن وعظه علانية فقد فضحه وشانه. انتهىٰ بقدر الحاجة." (1)

(1) خلاصہ کلام کا معنی حدیث میں یہ ہے کہ جو دیکھے مخالف شرع کام کو تو اپنے ہاتھ سے اس کو بدل دے بدیں طور کہ اس کام کے کرنے سے منع کردے، اگر راگ سنتے ہیں تو مزامیر توڑ دے، اگر نشہ پیتے ہوں تو نشہ کی چیز پھینک دے، کسی کی چیز چھینی ہوئی تو مالک کو دلوادے۔ اگر اپنے ہاتھ سے نہیں بدلا سکتا کہ وہ خلاف شرع کام کرنے والا اس سے قوی ہے تو اپنی زبان سے وعید کا حکم اس کو سناوے، وعظ نصیحت کردے۔ اگر زبان سے بھی نہیں کر سکتا تو اپنے دل سے اس کو برا جانے اور اس پر خوش نہ ہو، پس گویا اس نے وہ برا کام بدل دیا۔ کیوں کہ اس کے امکان میں اتنا ہی ہے۔

اور شیخ عبدالحق ترجمہ مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"وامرمعروف باید کہ بطریق رفق وملائمت بود وبرائے خدا بودنہ برائے نفس تا تاثیر کند و برآں ثواب مترتب گردد وگفتہ اند کہ نصیحت در ملا فضیحت است وباللہ التوفیق انتہیٰ۔"

اب اس حدیث اور شارحین کے بیان سے معلوم ہوا کہ میاں رشید احمد اور خلیل احمد جب حرمین شریفین میں آئے تھے، توجو کچھ مخالف شرع دیکھا اس کو خفیہ طور پر نصیحت اور خیر خواہی کی وجہ سے ادا کرتے تو وہ اِس حدیث پر عمل تھا۔ اور یہ علانیہ نصیحت کرنے سے بڑھ کر ہندوستان میں جاکر اردو کی کتاب میں غیبت اور بہتان سے کمال ہی سخت اور سست علمائے حرمین شریفین پر لکھکر اس کو چھپوادینا اور اس کا نام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر رکھنا محض قرآن و حدیث کے خلاف ہے، اور صرف اپنا فروغ اور تعلی و تکبر منظور ہے: "کما لا یخفی علی اولی النهیٰ."

بعض علما نے کہا ہے کہ پہلی بات امیروں کے لیے ہے، دوسری علما کے واسطے، تیسری عام مسلمانوں کے واسطے۔

پھر جان لو کہ اگر برا کام حرام ہے تو اس سے روکنا واجب ہے، اور اگر مکروہ ہے تو روکنا مستحب ہے۔ اور امر بالمعروف بھی تابع معمور بہ چیز کے ہے، اگر واجب ہے تو اس کا امر کرنا بھی واجب ہے، اگر مستحب ہے تو اس کا کہنا بھی مستحب ہے۔ حدیث میں امر بالمعروف کا ذکر نہیں کیا، اس لیے کہ برے کام سے روکنا اس کو شامل ہے، کیوں کہ منع کرنا چیز کا اس کی ضد کا امر کرنا ہے، اور منع کی ضد یا واجب ہے یا مستحب، یا مباح اور یہ سب نیک ہیں۔ اور شرط امر معروف اور نہی منکر کی یہ ہے کہ فتنہ تک نہ پہنچے جیسا کہ حدیث سے معلوم ہو گیا۔

اور امر معروف اور نہی منکر کرنے والے کو چاہیے کہ نرمی سے کرے تاکہ جلدی مطلب حاصل ہو جائے۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے بھائی کو چھپ کر نصیحت کی تو یہ اس کی خیر خواہی اور زینت نہ، اور جس نے علانیہ طور کسی ایک خاص کو کہا، تو اس کی نصیحت و رسوائی کی۔ ۱۲ یہ ترجمہ ہے عبارت مرقاۃ کا۔

[ملتقطا، مرقاة، باب الامر بالمعروف، جز:١٥، ص:٦تا١]

پھر عقد الجید سے جو کچھ لکھا ہے اولاً تو اس میں دھوکہ دہی ہے۔ کیا معنی کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے عقد الجید میں مفتیانِ متاخرین مذاہب اربعہ کے رسائل سے کچھ مسائل در بابِ جوازِ عمل دوسرے مذہب کے نقل کیے ہیں۔ اور صاحبان رسائل کا کوئی نام و نشان نہیں لکھا ہے۔ اسی کے ضمن میں اوزاعی اور ابن حجر سے دونوں عبارتیں نقل کی ہیں اور پھر سب کے اخیر لکھا ہے: "هٰذا خلاصة مافی رسائلهم مع تنقيح و تحرير." جس سے معلوم ہوا کہ یہ قول عیب چینوں کا کہ "شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ عقد الجید میں کتاب التلخیص فی تخریج احادیث المرافعی سے الخ نقل کرتے ہیں۔" کذب اور دھوکہ دہی ہے۔

ثانیاً: پیشتر اس سے روافض کا دستور تھا کہ اہل سنت پر طعن کیا کرتے تھے کہ امام مالک علیہ الرحمہ کے مذہب میں عورت سے لواطت اور متعہ جائز ہے، تو اس کا دندان شکن جواب اہل سنت دیا کرتے تھے کہ خود امام مالک صاحب کی کتابوں سے اس امر کا بہتان ہونا ثابت ہے۔ اور فقیر نے بھی رسالہ "نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار" میں بجواب رسالہ "براہین الانصاف" زین العابدین رافضی کے جہاں اس نے ائمۂ اربعہ پر بہتانات کی رو سے حلال کرنا محرمات قطعیہ کا لکھا ہے، امام مالک علیہ الرحمہ کے مؤطا سے حرمت لواطت منکوحہ نقل کر کے بدمذہبوں کے افترا اور بہتان ظاہر کیے ہیں۔

پھر بعد ازاں ایک آریہ کافر نے مرزا قادیانی کی کتاب کے رد میں امرتسر میں رسالہ "تکذیب براہین احمدیہ" چھپوایا، اور اس میں بہ سند آیت: "نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ" کے جمیع اہل اسلام پر عموماً اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ پر خصوصاً طعن حلت لواطت منکوحہ درج کیا ہے۔

فقیر نے اس کے رد میں بضمن اظہار اس کے اور بہت سخت بہتانات کے افترا ہونا اور اس امر کا انھیں تفسیروں اور کتابوں سے جس کا اس نے حوالہ دیا تھا بخوبی ظاہر کر دیا۔ اور اہل ہنود کے اہل علم سے اس پر تصدیق کرا دی کہ اس کے حوالے غلط ہیں۔

اب وہی طعن رشید احمد کی ذریت یعنی خلیل احمد و مدرس دیوبند و مالیر کوٹلہ وغیرہ نے

اگلے علمائے کبار حرمین محترمین پر یہ نقل رسالہ عقد الجید کے لگا دیئے۔ اور خوب اپنا اور اپنی شرذمہ[1] قلیلہ کا دل خوش کیا اور یہ نہ سمجھے کہ جھوٹی خوشی ماتم سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ ذرا غور کر کے سنیے کہ اس نقل کی ایک دو باتوں کا بہتان ہونا ثابت کر کے بطور مشتے نمونہ از خروارے مصنفوں کو "وَقِس عَلیٰ ھٰذَا." کا فقرہ یاد دلاتا ہوں۔ مخفی نہ رہے کہ مسئلۂ لواطتِ منکوحہ کی بابت عقد الجید مطبوعۂ بمبئی ۱۳۰۳ھ کے حاشیہ پر لکھا ہے:

"وممن نقلها البخاری عن ابن عمر، وممن نقلها ابو سعید الخدری رضی اللّٰہ عنهما. انتهیٰ مصححه من حاشیة. ص:١٤."

سو واضح رہے کہ یہ بخاری پر بہتان ہے۔ صحیح بخاری کی کتاب التفسیر باب: ''فأتوا حرثکم انی شئتم ''[2] میں درج ہے:

"وعن عبد الصمد، حدثنی ابی. قال: حدثنی ایوب عن نافع عن ابن عمر فاتوا حرثکم انّٰی شئتم قال: یاتیها فی انتهیٰ."[3]

سو جمیع نسخِ بخاری میں "فی" کا مجرور ظاہر نہیں کیا، اور کہیں بھی "فی الدبر" نہیں لکھا، جس سے بخاری کی طرف اس کو منسوب کیا جاتا۔ اور محل اشتباہ یہ ہے کہ کسی نے خیال کیا کہ بخاری مستنکرہ جان کر دبر کا لفظ ظاہر نہیں کیا۔ ہر چند اس میں یہ اعتراض ہے کہ جو کسی کا مذہب ہو، وہ اس کے بیان کو ہرگز مستنکرہ نہیں جانتا۔ مع ہذا یہ خلاف تحقیق بھی ہے، اور محقق یہ ہے کہ حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کی روایت مختلف ہے، کسی میں "فی الدبر" کسی میں

(1) شرذِمہ: چھوٹی جماعت، چھوٹا سا گروہ ۱۲ محمد ہارون مصباحی

(2) پ:٢، البقرة: ٢، آیت:٢٢٣

(3) صحیح البخاري، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ: نساؤکم حرث لکم فأتوا حرثکم ان شعتم وقدموا لانفسکم الآیة، ج:٢، ص:٦٤٩

"فی الفرج" کا لفظ ہے۔گو صحیح تر روایت اِن سے "فی الفرج" کی ہے، مگر امام بخاری پر ترجیح ظاہر نہ ہوئی، اس لیے "فی" کے مابعد بیاض چھوڑ دی کہ جو امر مرجح ہوگا ابن عمر کی روایت میں درج کیا جائے گا۔

اور چوں کہ بخاری کا مذہب حرمت لواطت منکوحہ ہے جیسا کہ اس کی حدیث جابر سے، جو اخیر اسی باب کے دربارہ نازل ہونے آیت: ''نِسَآءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ ''یہود کے رد میں ہے۔ ثابت ہو رہا ہے، تو حمیدی نے ''کتاب الجمع بین الصحیحین'' میں "قال یاتیها فی الفرج"(1) لکھ دیا۔ شارح عسقلانی نے اس امر پر اعتراض کیا ہے، تو عینی نے اس کا جواب عمدہ لکھ دیا ہے، جس کو قسطلانی نے بھی مستحسن جانا ہے۔

او صحیح بخاری کی شروح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منکوحہ کی لواطت کی حرمت میں بہت روایات لکھے ہیں، اور امام مالک علیہ الرحمہ کا بھی اس سے سخت انکار درج کیا ہے، اور امام اعظم اور دیگر ائمہ مجتہدین سے روایت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا فی الفرج من الدبر پر حمل کرنا لکھا ہے، چناں چہ اس خلاصۂ تحریر سند شروح بخاری سے منقول ہوتی ہے۔

مولوی احمد علی سہارن پوری عیب چینوں کے استاذ الاستاذ صحیح بخاری کے حاشیہ پر نقل کرتے ہیں:

"وقد اختلف النقل فيه عن ابن عمر رضى اللّٰه عنهما. قال: أبو حنيفة وجمهور أهل السنة بحرمته. وحملوا ماورد عن ابن عمر أنه ياتيها فى قبلها من دبرها. كذا فى القسطلانى. انتهىٰ."(2)

شارح عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

(1)الجمع بين الصحيحين ، باب أفراد البخاري، جز:٢، ص:٢٠٧

(2)حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس باب میں مختلف نقل ہے، امام اعظم رضی اللہ عنہ اور جمہور اہل سنت جماع دبر کی حرمت کے قائل ہیں، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو اس پر حمل کیا ہے کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ عورت کو الٹا لٹا کر فرج میں جماع کرے۔ یہ قسطلانی میں ہے۔ ۱۲

"قوله:"یاتیها فی". هٰکذا فی جمیع النسخ. لم یذکر مابعد الظرف وهو المجرور. ووقع فی الجمع بین الصحیحین للحمیدی: یاتیها فی الفرج. وهو من عنده بحسب مافهمه. ثم وقفت علی سلفه فیه وهو البرقانی. فرأیت فی نسخة الصغانی. زاد البرقانی یعنی الفرج. ولیس مطابقًا لما فی نفس الروایة عن ابن عمر لما سا ذکره."

پھر آگے جاکر حضرت ابن عمر سے لکھا ہے:

"فقال: أتدرون فیما أنزلت هذه الأٰیة قلت: لا. قال: أنزلت فی اتیان النساء فی أدبارهن."

پھر لکھا ہے:

"فذکره بلفظ "یاتیها فی الدبر."

پھر آگے جاکر لکھا ہے سنن ابوداؤد سے:

"حتی بلغ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم. فأنزل اللّٰه تعالٰی: نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَأْتُوْا حَرْثَکُمْ أَنّٰی شِئْتُمْ مقبلات مدبرات ومستلقیات فی الفرج. واخرج أحمد والترمذی من وجه اٰخر صحیح عن ابن عباس. قال: جاء عمر، فقال: یا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: هلکتُ، حولتُ رحلی البارحة. فنزلت هذه الأٰیة نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَأْتُوْا حَرْثَکُمْ أَنّٰی شِئْتُمْ "اقبل وادبر واتق الدبر والحیضة."

پھر لکھا ہے:

"عن اسرائیل بن روح قال: سئلت مالکا عن ذلك، فقال: ما أنتم قوم عرب هل یکون الحرث إلا مرضع الزرع.

انتھیٰ. بقدر الحاجۃ۔ملتقطاً (1)

اور علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

"قال: "یاتیھا فی" وھذہ الروایۃ یرویھا ابن جریر فی التفسیر عن ابی قلابۃ الرقاشی عن عبد الصمد بن عبد الوارث، حدثنی ابی. فذکرہ بلفظ "یأتیھا فی الدبر". ووقع ھٰھنا فی روایۃ البخاری "یاتیھا فی"، وسکت عن مجرورھا ولم یذکر فی ای شئٍ. وھٰکذا فی جمیع النسخ.

ولکن الحمیدی ذکر فی الجمع بین الصحیحین "یأتیھا فی الفرج" وھذا قد بیّن مجرور کلمۃ فی وھو قولہ

(1) بخاری کا یہ فقرہ حدیث کہ "عورت سے صحبت کرے بیچ" ایسا ہی تمام نسخوں میں ہے کہ "فی" کے مجرور کو ذکر نہیں کیا ہے۔ اور حمیدی کی کتاب میں صحیحین کی جامع ہے یوں لکھا ہے کہ فرج میں جماع کرے۔ اور یہ حمیدی نے اپنی فہمید کے موافق لکھا ہے۔ پھر میں نے اس سے پہلے کی روایت دیکھی، وہ برقانی ہے۔ پس میں نے نسخہ ضغانی میں دیکھا کہ برقانی نے فرج کا لفظ زائد کیا ہے۔ اور یہ نفس روایت کے موافق نہیں، جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے جیسا کہ عن قریب ذکر کریں گے۔

پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لکھا ہے کہ تم جانتے ہو کہ یہ آیت کس کے حق میں اتری ہے؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا، کہا: عورتوں کی دبر میں جماع کرنے میں، پس فقط "فی الدبر" ذکر کیا۔

پھر سنن ابوداؤد میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آیت: نساء کم حرث لکم اتری یعنی عورت کو سیدھا، الٹا، پہلو پر لٹا کر فرج میں ہی جماع کر۔

امام احمد و ترمذی نے دوسری وجہ صحیح سے تخریج کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ میں ہلاک ہوا، اپنی عورت کو الٹا لٹا کر جماع کیا، تو یہ آیت اتری کہ تمھاری عورتیں کھیتیاں جیسے چاہو جاؤ. دبر اور حیض سے بچو۔

اور مالک سے معنی آیت کے پوچھے تو اس نے جواب دیا تم عربی نہیں کھیتی مقام زراعت ہی کو کہتے ہیں۔[فتح الباري، باب قوله ام حسبتم ان الخ، جز:۸، ص:۱۸۹]

فی الفرج.

وقال بعضهم: هو من عنده بحسب مافهمه، وليس مطابقًا لِمَا فی نفس الأمر. وأيد كلامه بقوله ''وقد قال ابوبكر بن العربی اورد البخاری هذا الحديث فی التفسير فقال ياتيها فی وترك بياضًا'' انتهیٰ.

قلت: لا نسلم عدم المطابقة لما فی نفس الأمر لان ما فی نفس الامر عند من لايری اباحة إتيان النساء فی أدبارهن ان يقدر بعد كلمة فی إما لفظ في الفرج او في القبل او في موضع الحرث، والظاهر من حال البخاري انه لايری اباحة ذٰلك ولكن لما ورد فی حديث ابی سعيد الخدری مايفهم من اباحة ذلك، ووردت أحاديث كثيرة فی منع ذلك تامل فی ذلك ولم يترجح عنده فی ذلك الوقت أحد الامرين فترك بياضًا وبقی بعده مستمرًا، فجاء الحميدی وقدر ذلك حيث قال ياتيها فی الفرج نظرًا إلی حال البخاری انه لايری خلافه. ولو كان الحميدی علم من حال البخاری انه يبيح الاتيان فی أدبار النساء لم يقدر بهذا التقدير، بل كان يقدر ''ياتيها فی دبرها.''(1)

(1) اور اس روایت میں ابن جریر نے تفسیر ابوقلابہ رقاشی سے، اس نے عبدالصمد سے، اس نے باپ سے بیان کیا کہ ''جماع دبر میں'' کہا۔ اور بخاری کی روایت میں ''فی'' کے پیچھے کچھ نہیں لکھا۔ اور ایسا ہی تمام نسخے بخاری میں۔

مگر حمیدی نے صحیحین کی جمع کی کتاب میں ''فی الفرج'' لکھا ہے، تو بیان کر دیا کہ ''فی'' کے پیچھے ''فرج'' کا لفظ ہے۔

پھر آگے جا کر لکھتے ہیں:

"وقد اختلف عن عبد اللّٰه ابن عمر بن الخطاب والاصح عنه المنع."(1)

اور پھر اخیر حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے جس میں یہود کے رد کے لیے نازل ہونا اس آیت کا لکھا ہے ابوزکریا سے نقل کرتے ہیں کہ اتفاق ہے علما کا تحریم وطی دبر میں:

"قال وقال اصحابنا: لایحل الوطی فی الدبر فی شئ من الاٰدمیین ولا غیرهم من الحیوانات علی حال من الاحوال انتهیٰ بقدر الحاجة.ملتقطاً"(2)

عسقلانی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ حمیدی نے اپنی سمجھ سے ایسا لکھا اور یہ مطابق واقع کے نہیں؛ کیوں کہ اس حدیث کو بخاری نے کتاب تفسیر میں بھی وارد کیا ہے، اور "فی" کے پیچھے سفیدی چھوڑ دی ہے۔

میں کہتا ہوں یعنی علامہ عینی کہ "فی الفرج" کو غیر مطابق واقع کے کہنا غیر مسلم ہے؛ اس لیے کہ فی الواقع جو عورتوں کے اغلام کو ناروا جانتا ہے اس کے نزدیک "فی" کے پیچھے لفظ فرج یا قبل یا موضع حرث کا مقرر کرنا ضروری ہے، اور ظاہر حال بخاری سے یہی ہے کہ وہ اس کو روا نہیں جانتا۔ لیکن جب ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کا مباح ہونا سمجھا گیا اور بہت حدیثیں اس کی ممانعت میں وارد ہوئیں تو بخاری نے اس میں تامل کیا، اور اس وقت دونوں کاموں میں کوئی بات اس کے نزدیک غالب نہ ہوئی، تو بخاری نے سفید چھوڑ دی۔ یعنی "فی" کے پیچھے کچھ نہ لکھا اور ویسا ہی رہا۔ پھر حمیدی نے "فی" کے پیچھے "فرج" کا لفظ ذکر کر دیا، بخاری کے حال کے دلالت سے کہ وہ اس کے خلاف کا معتقد نہیں۔ اگر حمیدی جانتا کہ بخاری عورت کے اغلام کو روا جانتا ہے تو "فی الفرج" نہ کہتا بلکہ "فی الدبر" لکھ دیتا۔ ۱۲

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اختلاف مروی ہے، او صحیح تر ان سے منع کی روایت ہے۔

[عمدة القاري، باب نساؤكم حرث لكم، جز:٢٦، ص:٤٦٠]

(2) ابوزکریا کہتا ہے کہ ہمارے علما کہتے ہیں کہ کسی حال میں بھی آدمی یا کسی حیوانات سے اغلام روا نہیں

علامہ قسطلانی شرح بخاری میں ”قال یاتیها زوجها فی بحذف المجرور.“ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”روی الخطیب عن مالك من طریق اسرائیل بن روح، قال: سئلت مالكًا عن ذلك، فقال:ما انتم قوم عرب هل یكون الحرث إلا موضع الزرع، لاتعدوا الفرج. قلت:یا ابا عبد اللّٰه! إنهم یقولون إنك تقول ذلك. قال: یكذبون علیّ ، یكذبون علیّ.“(1)

پھر لکھا ہے:

(2)”ومذهب الشافعی وأبی حنیفة وصاحبیه واحمد والجمهور التحریم؛ لورود النهی عن فعله وتعاطیه، ففی حدیث خزیمة بن ثابت عند احمد.

نهی رسول اللّٰه ﷺ أن یاتی الرجل امرأته فی دبرها.

وحدیث ابن عباس رضی اللّٰه عنهما عند الترمذی مرفوعاً:

ہے۔[عمدة القاري، باب نساؤكم حرث لكم، جز:٢٦، ص:٤٦٠]

(1)خطیب مالک سے طریق اسرائیل بن روح سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا: میں نے امام مالک سے پوچھا عورت کے اغلام سے توانھوں نے جواب دیا کہ تم عربی نہیں، حرث یعنی کھیتی مقام زراعت کا نام ہے، فرج سے تجاوز نہ کرو۔ میں نے کہا: اے مالک! لوگ کہتے ہیں آپ عورت سے اغلام کو رواجانتے ہیں، تو امام مالک نے جواب دیا کہ یہ مجھ پر جھوٹ باندھا ہے۔ ۱۲

(2)اور مذہب امام شافعی اور امام اعظم وصاحبین اور امام احمد بن حنبل و جمہور علما کا حرام ہونا اغلام کا ہے؛ کیوں کہ اس کی نہی وارد ہوئی ہے۔ مسند امام احمد میں حدیث ہے کہ آں حضرت ﷺ نے عورت کی دبر میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور ترمذی نے حدیث مرفوع ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

لاينظر اللّٰه إلى رجل أتىٰ امرءته فى دبرها.

وفى هذا الباب أحاديث كثيرة يطول ذكرها.

وحملوا ماورد عن ابن عمر على أنه ياتيها فى قبلها من دبرها.

وقد روى النسائى باسناد صحيح عن ابن ابى النصر أنه قال لنافع: إنه قد اكثر عليك القول إنك تقول عن ابن عمر أنه أفتى أن تؤتى النساء فى أدبارهن. قال: كذبوا علّى ولٰكن سأحدّ ثكم كيف كان الأمر؟ إن ابن عمر عرض المصحف يومًا وأنا عنده حتى بلغ نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْ حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ''فقال: يانافع! هل تعلم من أمر هذه الاٰية؟قلت: لا. قال: إنا كنا معشر قريش، نحشى النساء، فلما دخلنا المدينة ونكحنا نساء الأنصار أردنا منهن مثل ماكنا نريد فإذا هن قد كرهن ذلك وأعظمنه. وكانت نساء الأنصار قد أخذن بحال اليهود إنّما يؤتين علىٰ جنوبهن. فأنزل اللّٰه تعالىٰ: نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ.

لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظر نہیں کرتا جو اپنی عورت کی دبر میں جماع کرتا ہے۔ اور اس مضمون کی بہت حدیثیں ہیں جن کے ذکر میں طول ہے۔

اور علمانے روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس پر حمل کیا ہے کہ اپنی عورت کو الٹا پاکر فرج میں جماع کرے۔

نسائی نے اسناد صحیح سے ابی نصر سے روایت کی ہے کہ اس نے نافع سے کہا کہ تجھ سے مشہور ہے کہ تونے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ انھوں نے عورت سے اغلام کا فتویٰ دیا ہے۔ نافع نے جواب دیا کہ مجھ پر بہتان ہے، مگر میں تم سے اس کی کیفیت ذکر کرتا

وقد روی ابو جعفر الفریابی عن أبی عبد الرحمٰن الحبلی عن ابن عمر مرفوعاً: سبعة لاینظرهم اللّٰه یوم القیٰمة ولا یزکیهم ویقول: ادخلوا النار مَعَ الداخلین: الفاعل والمفعول وناکح ید، وناکح البهیمة، وناکح المرأة فی دبرها، والجامع بین المرأة وابنتها والزانی بحلیلة جاره والموذی جاره حتی یلعنه. انتهیٰ بقدر الحاجة.“

جب ان منقولات معتبرہ سے بہتان عیب چینوں کا در باب حلت لواطت منکوحہ ظاہر ہوگیا، اور نیز بخوبی ثابت ہوا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے تو وہ محمول ”فی قبلها عن دبرها.“[یعنی عورت کو الٹا لٹا کر فرج میں جماع کرنا] کیوں کہ ”فاتوا حرثکم.“ موضع حرث (یعنی دبر) کو بخوبی نکال رہا ہے، جس کا بیان فقیر نے رسالہ ”نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار“ میں بقدر ضرورت لکھا ہے۔

ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک دن قرآن پڑھ رہے تھے، اور میں ان کے پاس تھا تا آں کہ آیت: ”نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ“ تک پہنچے تو کہا: اے نافع! تجھے اس آیت کے حال معلوم ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ کہا: ہم قریش اپنی عورتوں کو الٹا لٹا کر قبل میں جماع کر لیتے تھے، پھر جب ہم مدینہ آئے اور انصار عورتوں سے نکاح کیا اور ویسا کرنا چاہا تو انھوں نے اس کو ناپسند کیا کہ وہ یہود کے دستور کے موافق پہلو پر لٹا کر جماع کی عادت رکھتی تھیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی، کہ تمھاری عورتیں کھیتی ہیں تمھاری.

اور ابو جعفر فریابی نے ابو عبدالرحمٰن سے؛ اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ سات آدمیوں کی طرف قیامت کو حق تعالیٰ نظر نہ کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا، اور کہے گا کہ دوزخ میں داخل ہو جاؤ دوزخیوں کے ساتھ۔ زانی، زانیہ اور مشت زن اور چوپائے سے جماع کرنے والا اور عورت کی دبر میں جماع کرنے والا، اور اپنی عورت کی بیٹی کو نکاح کرنے والا، اور ہم سایہ کی عورت سے زنا کرنے والا، اور ہم سایہ کو ایذا دے کر لعن تک نوبت پہنچانے والا۔ ۱۲ منہ

[ارشاد الساري، ج:۱۰، ص:٦١ تا ٦٣]

تواب بہتان ہوناجواز متعہ کا بھی باختصار اظہار ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ کا سورۂ نساء میں فرمان ہے: ''**فما استمتعتم به منهُنّ فأتوهن اجورهن**''

تفسیر خازن میں لکھتے ہیں:

[1]"اختلفوا فی معناه، فقال الحسن والمجاهد: أراد ما انتفعتم وتلذذتم بالجماع من النساء بنكاح صحيح؛ لأن أصل الاستمتاع في اللغة الانتفاع. وكل ماانتفع به فهو متاع. (فأتوهن أجورهن)يعنى مهورهن.وإنما سمى المهر أجرًا، لأنه بدل المنافع ليس بدل الاعيان، كما سمى بدل منافع الدار والدابة أجرًا.

وقال قوم: المراد من حكم الأية هو نكاح المتعة، وهو أن ينكح امرأة إلى مدة معلومة بشئ معلوم، فإذا انقضت تلك المدة بانت منه بغير طلاق وتستبرء، وليس بينهما ميراث.

وكان هذا فى ابتداء الاسلام، ثم نهىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن المتعة فحرمها.

(1) اس آیت کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔حسن اور مجاہد رحمہا اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ: جو تم نے نکاح صحیح کے ساتھ عورتوں سے لذت حاصل کی اور نفع لیا؛ کیوں کہ اصل نفع لینا لغت میں نفع حاصل کرنا ہے، اور جو نفع حاصل ہو وہ تمتع ہے۔(پس عورتوں کو ان کے مہر دے دو) مہر کو اجرت اس لیے کہا کہ وہ نفع کا بدلہ ہے عین کا بدلہ نہیں ہے، جیسے کہ گھر اور سواری کے نفع کے بدل کو اجرت کہتے ہیں۔

(م) عن سبرة بن معيد الجهني أنه كان مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: يا أيها الناس إنى كنت أذنت لكم في الاستمتاع من النساء، وان اللّٰه قد حرم ذلك إلى يوم القيٰمة. فمن كان عنده منهن شئ فليخل سبيله ولا تأخذ وامما اٰتيتموهن شيئا.

وإلى هذا ذهب جمهور العلماء من الصحابة فمن بعدهم، أى ان نكاح المتعة حرام والاٰية منسوخة.

واختلفوا فى ناسخها، فقيل نسخت بالسنة وهى ما تقدم من حديث سبرة الجهنى (ق) عن على بن ابى طالب رضى اللّٰه عنه، قال: نهىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن متعة النساء يوم خيبرو عن أكل لحوم الحمر الإنسية.

اور بعضوں نے کہا ہے کہ آیت کے حکم سے مراد متعہ کا نکاح ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی عورت سے کچھ دیر مدت تک نکاح کرنا۔ جب وہ مدت گزری عورت بغیر طلاق کے چھوٹ گئی، اور استبرا کرے ان پر اور ان میں میراث جاری نہیں ہوتا۔ اور یہ ابتدائے اسلام میں تھا۔ پھر آں حضرت ﷺ نے اس کو منع اور حرام کر دیا۔ صحیح مسلم میں سبرہ بن معبد سے روایت ہے کہ وہ آپ کے ساتھ تھا۔ تب آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! میں نے تم کو عورتوں کے متعہ کے واسطے اذن دیا تھا، اور بے شک حق تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا ہے تا قیامت۔ پس جس کے پاس کوئی متعہ والی عورت ہو تو اس کو نکال دے اور جو اس کو دیا ہے واپس نہ کرے۔ اور یہی مذہب ہے، اکثر علما کا صحابہ اور تابعین وغیر ہم کا۔ یعنی کہ نکاح متعہ حرام ہے اور آیت منسوخ ہے۔

اور اس کے ناسخ میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ اسی حدیث اوپر والی سے منسوخ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیحین میں کہ آں حضرت ﷺ نے عورتوں کے متعہ سے منع فرمایا جنگ خیبر میں اور گدھے کے گوشت سے۔

وهذا علىٰ مذهب من يقول: إن السنة تنسخ القرآن.

ومذهب الشافعى أن السنة لاتنسخ القرآن فعلىٰ هذا نقول: إن ناسخ هذه الأية قوله تعالىٰ فى سورة المؤمنون: والذين هم لفروجهم حٰفظون الاعلى ازواجهم اوماملكت ايمانهم فانهم غير ملومين. والمنكوحة فى المتعة ليست بزوجة ولا ملك يمين.

واختلفت الروايات عن ابن عباس فى المتعة فروى عنه أن الأية محكمة وكان يرخص فى المتعة. قال عمارة: سئلت ابن عباس رضى اللّٰه عنهما عن المتعة اسفاح هيَ ام نكاح؟ فقال: لاسفاح ولا نكاح. قلت: فماهي؟ قال: متعة. قال اللّٰه تعالىٰ: فما استمتعتم به منهن. قلت: هل لها عدة؟

اور یہ اس کے مذہب پر ہے جو قائل ہے کہ حدیث قرآن کو منسوخ کر دیتی ہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ جو حدیث کو ناسخ قرآن نہیں جانتے ان کے نزدیک ناسخ اس کا آیت سورہ مومنون ہے، کہ جو لوگ اپنے فرجوں کو نگاہ رکھتے ہیں مگر اپنی عورتوں اور کنیزوں پر کہ اس میں ملامت نہیں۔ اور عورت متعہ والی نہ زوجہ ہے نہ کنیز ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعہ کے باب روایات مختلف ہیں ان سے روایت ہے کہ آیت محکم ہے، اور وہ متعہ میں رخصت دیتے تھے، عمارہ نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعہ کا حال پوچھا کہ زنا ہے یا نکاح؟ تو جواب دیا کہ نہ زنا ہے نہ نکاح۔ میں نے کہا: پس کیا ہے؟ کہا: متعہ جو آیت فما استمتعتم میں مذکور ہے۔ میں نے کہا: اس کے لیے عدت ہے؟ کہا: ایک حیض۔ میں نے کہا: ان میں وراثت ہے؟ کہا: نہیں۔

اور روایت ہے کہ لوگوں نے جب ذکر کیا کہ ابن عباس متعہ کا حکم دیا ہے، تو انھوں نے کہا: خدا ان کو ہلاک کرے میں نے متعہ کی حلت کا علی الاطلاق فتویٰ نہیں دیا ہے بلکہ مضطر کے واسطے جیسا کہ اس کو مردار حلال ہے۔

قال: نعم حيضة. قلت: هل يتوارثان؟ قال: لا. وروى أن الناس لما ذكروا الاشعار فى فتيا ابن عباس بالمتعة قال: قاتلهم اللّٰه. آنَا مَا أفتيت بإباحتها على الإطلاق، لكن قلت: إنما تحل للمضطر، كما تحل الميتة له.

وروى انه رجع عنه وقال بتحريمها.

وروى عطاء الخراسانى عن ابن عباس فى قوله: "استمتعتم به منهن" أنها صارت منسوخة بقوله **يٰأيها النبى إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن**.

وروى سالم بن عبد اللّٰه بن عمر أن عمر بن الخطاب رضى اللّٰه عنه صعد المنبر فحمد اللّٰه وأثنى عليه ثم قال: مابال أقوام ينكحون هذه المتعة وقد نهىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عنها. لا اجد رجلاً نكحها الارجمته بالحجارة. وقال: هدم المتعة النكاح والطلاق والعدة والميراث.

قال الشافعى: لا أعلم فى الإسلام شيئا أحل ثم حرم ثم أحل ثم حرم غير المتعة.

اور یہ بھی مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے متعہ کی حلت سے رجوع فرمایا ہے، اور اس کی تحریم کے قائل ہو گئے۔

اور عطاے خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت: فما استمتعتم بہ منھن (یعنی جو دلیل متعہ کی ہے) منسوخ ہے آیت سورہ طلاق سے جس کے معنی یہ ہیں کہ اے نبی جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو پس طلاق دو ان کو وقت عدت ان کی کے اور گنو تم عدت کو۔

اور روایت کی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے، حضرت خلیفہ ثانی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ ممبر

وقال ابو عبيد: المسلمون اليوم مجمعون على أن متعة النساء قد نسخت بالتحريم. نسخها الكتٰب والسنة. هذا قول اهل العلم جميعًا من أهل الحجاز والشام والعراق من أصحٰب الأثر والرأى، وانه لارخصة فيها لمضطر ولا لغيره۔"

پھر صاحبِ خازن نے تفسیر ابن جوزی سے قرآن کی آیت سے اس کا ثبوت اور حدیث سے اس کا نسخ تکلف نقل کرکے آیت کو نکاح صحیح پر محمول لکھا ہے، اور تفسیر طبری سے یوں نقل کیا ہے:

"وقال ابن جرير الطبري: أولى التاويلين فى ذلك بالصواب تاويل من تاوله فما نكحتموه منهن فجامعتموهن فٰاتوهن أجورهن لقيام الحجة بتحريم اللّٰه تعالىٰ متعة النساء على لسان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. انتهىٰ بلفظه. ملتقطاً."(1)

پر چڑھ کر خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کرکے فرمایا: کیا حال ہے ان لوگوں کا جو متعہ سے جماع کرتے ہیں، حالاں کہ رسول اکرم ﷺ نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ میں جس کو متعہ کرتے دیکھوں گا سنگ سار کروں گا۔ اور کہا کہ نکاح اور طلاق اور عدت اور میراث نے متعہ کو نابود کردیا ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے: مجھے اسلام میں کوئی ایسی چیز معلوم نہیں ہے کہ حلال کی گئی پھر حرام ہوئی، پھر حلال کی گئی پھر حرام ہوئی سوائے متعہ کے۔

ابوعبیدہ نے کہا ہے، آج سب مسلمانوں کا اجماع ہے اس پر کہ عورتوں سے متعہ منسوخ حرام ہوچکا ہے، قرآن و حدیث نے اس کو منسوخ کردیا۔ یہ سب اہل علم کا قول ہے۔ اہل حجاز و شام و عراق کے محدثین و فقہا سے۔ اور بے شک متعہ کی رخصت کسی کو بھی نہیں ہے مضطر وغیرہ سے۔ ۱۲

(1) اور کہا ابن جریر نے کہ دونوں تاویلوں سے اولیٰ بصواب تاویل اس کی ہے جس نے یوں مراد بیان کی ہے۔ (یعنی آیت: فما استمتعتم به منهن کے معنی یہ ہیں) پس جن عورتوں سے تم نے

اورتفسیر مدارک وغیرہ میں بھی متعہ کی مراد کوآیت سے بلفظ قیل نقل کیا ہے۔
اور حاشیۂ جمل میں بھی متعہ کی مراد کو بلفظ قیل کے روایت کرکے عبارت ضروری تفسیر خازن کی نقل کرکے پھر تفسیر قرطبی سے لکھا ہے:

"وفی القرطبی: وقال ابن العربی: وأما متعة النساء فهی من غرائب الشریعة؛ لانها أبیحت فی صدر الإسلام، ثم حرمت یوم خیبر، ثم أبیحت فی غزوة أوطاس، ثم حرمت بعد ذٰلك واستقر الأمر علی التحریم. ولیس لها اخت فی الشریعة إلا مسئلة القبلة؛ فإن النسخ طرء علیها مرتین ثم استقرت اھ انتهیٰ."(1)

تنویرالابصار ودر مختار میں لکھتے ہیں:

"وبطل نكاح متعة وموقت وإن جهلت المدة أوطالت فی الاصح."(2)

نکاح کیا ان کے مہران کو دے دو۔ اس لیے کہ عورتوں کے متعہ کے حرام ہونے پر آں حضرت ﷺ کی زبان مبارک سے دلیل قائم ہو چکی ہے۔ ۱۲منہ

[تفسیر خازن، سورة آل عمران، جز:۱، ص:۵۰۶، ۵۰۷]

(1)اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ ابن عربی نے فرمایا ہے، لیکن متعہ عورتوں کا شریعت کے اچنبھا مسائل سے ہے، کیوں کہ ابتدائے اسلام میں مباح ہوا، پھر جنگ خیبر میں حرام کیا گیا۔ پھر جنگ اوطاس میں حلال کیا گیا، پھر حرام کیا گیا۔ اور تحریم پر بات قرار پا چکی۔ اور اس کی نظیر شرع اسلام میں سوائے مسئلہ قبلہ کے کوئی نہیں ہے، کیوں کہ اس پر دوبارہ نسخ عارض ہوئی، پھر اسی پر قرار پا گیا۔

[تفسیر جمل، ج:۲، ص:۳۷]

(2)نکاح متعہ وموقت باطل ہے، اگرچہ مدت معلوم نہ ہو یا دراز ہو صحیح تر روایت کی رو سے۔ ۱۲

[در مختار، فصل في المحرمات، أسباب التحريم، جز:۳، ص:۵۱]

اس پر صاحب ردالمختار علی الدر المختار لکھتے ہیں:

"ثم ذكر فى الفتح أدلة تحريم المتعة وأنه كان فى حجة الوداع. وكان تحريم تابيد لاخلاف فيه بين الائمة وعلماء الأمصار إلا طائفة من الشيعة. ونسبة الجواز إلى المالك كما وقع فى الهداية غلط. انتهىٰ بقدر الحاجة."(1)

اب بخوبی ظاہر ہوگیا کہ نسبت جواز متعہ کی اہل مکہ کی طرف عیب چینوں کا بہتان ہے، صرف شیعہ کی ایک جماعت اس کے جواز کے قائل ہیں۔ اور مزامیر کی حلت بھی اہل مدینہ پر بہتان ہے، چاروں مذہبوں میں ان کی حرمت منصوص ہے، تمام دینی کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ واللہ ہوالہادی۔

اب اسی قدر ان کے بہتانات اور ہذیانات کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ طوالت کا خوف نہ ہوتا تو اِس پچھلے ہذیان کی بخوبی تفصیل کرسناتا۔ مگر عاقل دین دار کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس تحریر کو جو صرف اعلاے کلمۃ اللہ تعالیٰ اور تائید شرع رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے واسطے ہے اِس فقیر سے قبول فرماکر ہر کام میں مع اقربا و احبا خاتمہ بالخیر فرماوے، اور حرمین محترمین کی برکتیں شامل حال کرکے نہال اور مالامال کردے۔

"وأٰخر دعوانا أن الحمد لله رب العٰلمين وصلى اللّٰه تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وأٰله وأصحابه أجمعين ألّٰلهم

(1) پھر فتح القدیر میں متعہ کے حرام ہونے کے دلائل لکھے ہیں، اور یہ کہ بتحقیق حرمت اس کی حجۃ الوداع میں ہوئی اور ہمیشہ کے واسطے حرام ہوا اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، اماموں اور تمام شہروں کے علما میں سے مگر ایک جماعت شیعہ کی (یعنی اس کو مباح جانتے ہیں۔ اور امام مالک کی طرف اس کے جواز کی نسبت کرنی جیسا کہ کتاب ہدایہ میں واقع ہوا ہے۔ غلط ہے۔ ۱۲منہ

[رد المحتار، فروع طلق امرأته تطليقتين ولها منه جز:۹، ص:۳۳۵]

ارحمنا معهم برحمتك يا أرحم الراحمين أمين."

تقریظ

حضرت مولانا، بالفضل والکمال اولانا حضرت مولوی رحمت اللہ صاحب علیہ الرحمۃ، پایۂ حرمین شریفین، مہاجر مکہ معظّمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد اور نعت کے کہتا ہے راجی رحمتِ ربہ المنان، رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن غفر لہما الحنّان کہ مدت سے بعض باتیں جناب مولوی رشید احمد صاحب کی سنتا تھا۔ جو میرے نزدیک وہ اچھی نہ تھیں، اعتبار نہ کرتا تھا کہ انھوں نے ایسا کہا ہو گا۔ اور مولوی عبدالسمیع صاحب کو جوان کو میرے سے رابطہ شاگردی کا ہے، جب تک مکہ معظمہ میں نہیں آئے تھے تحریراً منع کرتا تھا۔ اور مکہ معظّمہ میں آنے کے بعد تقریبًا بہت تاکید سے بالمشافہ منع کرتا تھا کہ آپس میں مختلف نہ ہوں، اور علمائے مدرسہ دیو بند کو اپنا بڑا سمجھو۔ پر وہ مسکین کہاں تک صبر کرتا؟ اور میرا اعتبار نہ کرنا کہ کس طرح ممتد رہتا کہ حضرات علمائے مدرسہ دیو بند کی تحریر اور تقریر بطریقِ تواتر مجھ تک پہنچی کہ تمام افسوس سے کچھ کہنا پڑا، اور چپ رہنا خلاف دیانت سمجھا گیا۔

"سو کہتا ہوں کہ میں جناب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا، مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے" جس طرف آئے اس طرف ایسا تعصب برتا کہ اس میں ان کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے۔

حضرت نے اول قلم اس پر اٹھایا کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جماعت ہوئی ہو اس میں دوسری جماعت گو بغیر اذان اور تکبیر کے ہو، اور دوسری جگہ ہو جائز نہیں۔ آپ کا اور آپ کے متبعین کا وہ حکم تو نہ تھا جو نجدیوں کا وقت حکومت مکہ معظّمہ کے تھا کہ جو جماعتِ اول میں حاضر نہ ہو اس کو سزا دیتے تھے، سو آپ کا اور آپ کے متبعین کا ایسا حکم جاہلوں کے واسطے من وسلویٰ

ہوگیا کہ سب موسموں میں خاص کر شدت گرمی کے موسم میں عذر ہاتھ لگ گیا، کہ عذر کے سبب اب تو جماعت فوت ہوگئی ہے، دوسری جماعت جائز نہیں، دوکان اور گھر چھوڑ کر مسجد میں کس واسطے جاویں؟ اور علمانے مخالف ان کے لکھا کب سنتے تھے؟ اپنی ہٹ پر روز بروز بڑھتے تھے۔ (1)

(1) حاجی امداد اللہ صاحب مکذّبین کے پیرانِ پیر کے رسالہ " فیصلہ ہفت مسئلہ " کے صفحہ (۱۵و۱۶) میں تحریر ہے:

پانچواں مسئلہ جماعت ثانیہ کا: یہ مسئلہ سلف سے مختلف فیہ ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کراہت وامام ابو یوسف سے بعض شرائط کے ساتھ جواز منقول ہے، اور ترجیح و تصحیح دونوں جانب موجود ہے۔ اس میں گفتگو کو طول دینا نازیبا ہے، کیوں کہ جانبین کو گنجائش عمل ہے۔

اور بہتر یہ ہے کہ دونوں قول میں تطبیق دی جاوے، کہ اگر جماعت اولیٰ کاہلی اور سستی سے فوت ہوگئی ہے اور جماعت ثانیہ میں شرکت سے منع کرنا اس شخص کے لیے موجب زجر و تنبیہ ہوگا، تو اس کے لیے جماعت ثانیہ کی کراہت کا حکم کیا جائے۔ اور قائلین بالکراہت کی تعلیل "تقلیل جماعت اولیٰ" سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

اور اگر کسی معقول عذر سے جماعت رہ گئی تو دوسری جماعت کے ساتھ پڑھنا تنہا پڑھنے سے بہتر ہے، یا کوئی شخص ایسا لاابالی ہے کہ جماعت ثانیہ سے منع کرنا اس کے حق میں کچھ بھی موجب زجر نہ ہوگا۔ بلکہ تنہا پڑھنے کو غنیمت سمجھے گا کہ جلدی سے چار ٹکریں مار کر رخصت ہوگا، ایسے شخص کو منع کرنے سے کیا فائدہ؟ بلکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کسی قدر تعدیل واطمینان سے ادا کرے گا عمل در آمد اس مسئلہ میں بھی ایسا ہی رکھنا چاہیے کہ ہر فریق دوسرے فریق کو عمل بالدلیل کی وجہ سے محبوب رکھے، اور جہاں جماعت ثانیہ ہوتی ہو وہاں تنہا پڑھ لے، خواہ مخواہ جماعت نہ کرے، انتہیٰ بلفظہٖ۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ فقہی کتابوں میں اس مسئلہ کی بخوبی تحقیق موجود ہے جو ہیئت کے بدلنے سے جواز جماعت ثانیہ پر نص ہے، چناں چہ ردالمحتار علی الدر المختار میں دو جگہ اس کی تحقیق موجود ہے، اور علمائے حرمین محترمین کے نزدیک تکرار جماعت ثانیہ کو تسلیم کیا گیا ہے، پھر تاہم مولوی رشید احمد کا انکار پر اصرار کیے جانا اور حرمین محترمین کے علما کو مطعون بنانا سوائے خود پسندی اور سخت مخالفت فیصلہ اپنے مرشد کے کیا تصور کیا جائے۔ ۱۲ منہ

پھر ایک فاسق مردود کو جو اپنے کو حضرت عیسیٰ کے برابر سمجھتا تھا، اور سب انبیاے بنی اسرائیل سے اپنے کو افضل گنتا تھا، اور اپنے بیٹے کو درجۂ خدائی پر پہنچاتا تھا، عیسیٰ اور موسیٰ اور پیغمبر علیہم السلام کا کیا ذکر ہے۔ اور اس کے مرید تو کھلم کھلا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور حضرت بہاء الدین نقش بندی اور حضرت شہاب الدین سہروردی اور حضرت معین الدین چشتی قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کو کہ جن کے سلسلوں میں لکھو کہا صالحین اور ہزار ہا اولیاے مقبولِ رب العالمین گزرے ہیں کافر اور گم راہ بتلاتا تھا، اور بفحواے ۔

این سلسلہ از طلاے ناب است   این خانہ تمام آفتاب است

بڑا بھائی اس مردود کا دنیا کی کمائی کے لیے اور ہی طریقہ برتتا ہے، اور دوسرا چھوٹا بھائی اس کا امام الدین نام چوہڑوں اور بھنگیوں کی پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے، اور ان کے نزدیک بڑا مقبول پیغمبر ہے، حضرت مولوی رشید احمد اس مردود کو مرد صالح کہتے تھے، اور جو علما اس مردود کے حق میں کچھ کہتے تھے مولوی رشید احمد اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے تھے، اور کہتے تھے مرد صالح ہے۔ الحمد للہ کہ خداے تعالیٰ نے اس کو جھوٹا کیا، اور بیٹے کے حق میں جو دعویٰ کرتا تھا اس میں بالکل ہی جھوٹا کیا۔

پھر حضرت مولوی رشید احمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نواسے کی طرف متوجہ ہوئے، اور ان کی شہادت کے بیان کو بڑی شدت سے محرم کے دنوں میں گو کیسا ہی روایتِ صحیح سے ہو منع فرمایا۔ اور حالاں کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے جناب مولانا اسحاق مرحوم تک عادت تھی کہ عاشورے کے دن بادشاہ دہلی کے پاس جا کر روایاتِ صحیح سے بیان حال شہادت کرتے تھے۔ سو یہ سب ان مشائخ کرام و اساتذۂ عظام میں ہیں، سو آپ کے تشدد کے موافق ان مشائخ کرام و اساتذۂ عظام کا جو حال ہے وہ ظاہر ہے۔ اور میرے نزدیک اگر روایاتِ صحیحہ سے حال شہادت کا بیان ہو، تو فائدہ سے خالی نہیں۔ میں نے خود تجربہ کیا ہے کہ جب میں ہندوستان میں تھا اور عاشورے کے دن حال شہادت کا بیان کرتا تھا، اُس مجلس میں کم سے کم

ہوں توہزار آدمی سے زیادہ ہی ہوتے تھے، اور اس بیان شہادت میں تعزیوں کے بنانے کی برائی اور جور سوم اور بدعات تعزیوں کے سامنے کی جاتی ہے ان کی برائی بیان کرتا تھا، اور اس میں تین فائدے تھے:

اول یہ کہ میں چھ گھڑی دن چڑھے اس وعظ کو شروع کرتا تھا اور دوپہر تک اِس مجلس کو ممتد بناتا تھا۔ سوہزار سے زیادہ آدمی تعزیوں کے دیکھنے اور اِن رسوم اور بدعات کے کرنے سے رکے رہتے تھے۔

دوسرے یہ کہ اس بستی میں ساٹھ تعزیے بنتے تھے، جن میں سے دو شیعوں کے اور اٹھاون اہل سنت وجماعت کے، سواٹھاون میں سے دو ہی برس میں اکتیس کم ہو گئے تھے۔ دو برس بعد غدر پڑ گیا اور میں ہندوستان سے نکل کھڑا ہوا۔ امید کہ ایک برس اگر رہنا میرا اور ہوتا یہ ستائیس جو اٹھاون میں سے باقی تھے یہ بھی موقوف ہو جاتے۔

تیسرے یہ کہ ہزارا آدمیوں سے اونچے کو بلا واسطہ اور ہزاروں مرد اور عورت اور بچوں کو بہ واسطہ ان ہزار کے برائی تعزیہ کی اور ان بدعات کی معلوم ہو جاتی تھی۔

پر شکر کرتا ہوں کہ حضرت رشید نے حرمت بیان شہادت پر قلم اٹھایا اور شہادت کے باطل کرنے پر لب نہ کھولی۔

پھر حضرت رشید نے جو نواسے کی طرف توجہ کی تھی، اس پر بھی اکتفانہ کرکے خود ذات نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ والہ واصحابہ وسلم کی طرف توجہ کی۔ پہلے مولود کو کنھیّا کا جنم اشٹمی ٹھہرایا اور اس کے بیان کو حرام بتلایا اور کھڑے ہونے کو گو کوئی کیسے ذوق وشوق میں ہو بہت بڑا منکر فرمایا۔ اس ٹھہرانے، بتلانے، فرمانے سے لکھو۔ کھا علماے صالحین اور مشائخ مقبول رب العالمین ان کے نزدیک بڑے نفرتی ٹھہر گئے۔ پھر ذات نبوی میں اس پر بھی اکتفانہ کر کے اور امکان ذاتی سے تجاوز کر کے چھ خاتم النبیین بالفعل ثابت کر بیٹھے، اور امکان ذاتی کے باعتبار تو کچھ حد ہی نہ رہی اور ان کا مرتبہ کچھ بڑے بھائی سے بڑا نہ رہا۔ اور بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کہیں کم تر ہے، اور اس عقیدے کے خلاف

کوشرک فرمایا۔

پھراس توجہ پر جوذات اقدس نبوی کی طرف تھی اکتفانہ کیاذات اقدس الٰہی کی طرف بھی متوجہ ہوئے اور جناب باری تعالیٰ کے حق میں دعویٰ کیا کہ اللہ کا جھوٹ بولناممتنع بالذات نہیں بلکہ امکان جھوٹ بولنے کو اللہ کی بڑی وصف کمال کی فرمائی۔ نعوذ باللّٰه من هذه الخرافات۔

میں توان امور مذکورہ کوظاہراور باطن میں بہت براسمجھتاہوں،اوراپنے محبین کومنع کرتا ہوں کہ حضرت مولوی رشید کے اور ان کے چیلے چانٹوں کے ایسے ارشادات نہ سنیں۔اور میں جانتاہوں کہ مجھ پر کھلم کھلا تبرّاہوگا،لیکن جب جمہور علمائے صالحین اور اولیائے کاملین اور رسول رب العالمین اور جناب باری جہاں آفرین ان کی زبان اورقلم سے نہ چھوٹے تومجھے کیاشکایت ہوگی؟

قصبۂ گنگوہ مدت ہائے دراز تک محل اولیائے کرام سلسلہ چشتیہ صابریہ کا رہا۔ان میں سے ایک ناپاک اللہ بخش نامی بعد مرنے کے خلق کے نزدیک ایسی روح نجس موذی مشہور ہوا کہ صدہاکوس تک اس کی ایذاسے خلق ڈرتی ہے۔کیااس روح نجس کے سبب ان اولیاکوجو بکثرت ہوئے براکہہ سکتا؟حاشاوکلّا،وہ تواپنی زندگی جہل کے سبب بڑااعتبار نہ رکھتاتھا۔خوف یہ ہے کہ اگر کوئی بڑااعتبار والاحضرت گنگوہ میں نکل کھڑاہواتواس سے کتناخوف ہوگا؟

اور جیساکہ مشکٰوۃ المصابیح میں کتاب الامارہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے:

"نعوذ باللّٰه من رأس السبعين وامارة الصبيان"(1)

میں بھی اس زمانے کے حالات اور حضرت رشیداور ان کے چیلے چانٹوں کی تقریراور تحریر سے پناہ مانگتاہوں۔

جواس مقدمہ میں وہ کچھ میرے اوپر تحریرکریں گے،تین سبب سے اس کے جواب کی

(1)ہم پناہ مانگتے ہیں ابتدائے سترَّسے اور حکومت لڑکوں سے۔۱۲منہ

طرف التفات نہ کروں گا۔

اول: یہ کہ شدت کا ضعف ہے، اور مجھ میں طاقت ان چیزوں کی طرف توجہ کی ہی نہیں۔

دوسری: یہ کہ اس امر میں توجہ مصلحت زمانہ کے بالکل مخالف ہے۔

تیسری: یہ کہ اور بہت اللہ کے بندے ان کے مقابلہ پر کھڑے ہیں۔

باقی رہی اور دو بات۔ **ایک** یہ کہ فرماتے ہیں بموجب خواب کسی شخص کے کہ علما دیوبند کے علماے حرمین سے افضل ہیں۔

سبحان اللہ چھوٹا منھ بڑی بات۔ شیخ عبد الرحمٰن سراج نے بیس برس منصب افتا پر قیام کیا، اس بیس برس میں صغیر اور کبیر موافق، مخالف ان کی دیانت کے قائل ہیں۔ ان سے پہلے سید عبد اللہ مرغنی جو مفتی تھے، ان کی دیانت، امانت بھی ضرب المثل ہے۔ اور اکثر علماے صالحین یہاں موجود ہیں، گو بعض غیر صالحین بھی یہاں موجود ہیں۔ بعض کی خطا سے اکثر کے حق میں بدگمان ہونا شان مسلم کی نہیں۔

دوسرے یہ کہ فرماتے ہیں: مسجد الحرام میں ایک عالم نابینا سے مولود کا حال پوچھا گیا۔ انھوں نے کہا: بدعت و حرام۔

شاید وہ نابینا مولوی محمد انصاری سہارن پوری ہوں گے جو تقیہ سے نام ان کا نہیں لیا کہ ان کو مکہ کا ہر صغیر و کبیر اہل علم سے برا کہتا ہے، یا اور کوئی ایسا اندھا عقل اور بینائی کا ہوگا۔ سبحان اللہ! خواب ایک شخص مجہول سے دیوبند کے علما حرمین کے علما سے افضل ٹھہریں، اور ایک بینائی کے اندھے کے کہنے سے جو حقیقت میں وہ عقل کا بھی اندھا ہے، مولود بدعت اور حرام ٹھہر جائے۔

اس پر مجھے ایک نقل یاد آئی کہ مداری فقیروں میں کہ اکثر ان میں کے رند و بد مذہب ہوتے ہیں گو شاذ و نادر بعض ان میں کے اچھے بھی ہوں، ایک اپنے مرید کو کہتا تھا کہ بعد کچھ خدمت کے تجھے ایک نکتہ فقیری کا بتاؤں گا۔ بعد چند مدت کے اس نے خدمت کر کے جو وہ

نکتہ پوچھا تو کہا کہ مولیٰ، محمد، مدار، تینوں کے اول میں میم ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ تینوں کا درجہ ایک ہی رہا۔ دوسرا نکتہ تجھے بعد اور کچھ خدمت کے بتاؤں گا۔ بعد گزرنے مدت اور کرنے خدمت کے جو وہ دوسرا نکتہ پوچھا تو کہا کہ مکہ مدینہ مکھن پور تینوں کے اول میں میم ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ تینوں آپس میں برابر ہیں۔

اس رند نے مکہ مدینہ کو مکھن پور کے برابر بتلایا تھا، حضرت مرجح نے بفحوائے "ہر کہ آمد براں مزید کرد" دیوبند کو مکہ مدینہ دونوں سے افضل ٹھہرا دیا۔ کیوں نہ ہو؛ شاباش ع:

"ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

اور دوسری بات یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں انوار ساطعہ کے جواب میں کوئی فقرہ نہ ہوگا کہ اس کے مصنف کو صراحۃً کلماتِ فحش سے یاد نہ کرتے ہوں۔ اس پر مجھے دوسری نقل یاد آئی کہ جامع مسجد کے شہدے کہ رندی اور گالی گلوج بکنے میں مشہور ہیں، ان میں سے ایک کی بیعت کا جو میں نے حال سنا تو معلوم ہوا کہ اس کے مرشد نے وقت بیعت لینے کے یہ کہا تھا کہ سن لے، جوا کھیلیو، گالی گلوج بکیو، پر کاف لام سے رُکیو۔ سن کر کے یہ مضمون میری سمجھ میں نہ آیا۔ میں نے ان کے ایک معتبر سے پوچھا کہ اس قول کے کیا معنٰی ہیں؟ کہا کاف سے مراد کسی کو کافر کہنا اور لام سے لعنت کرنا۔

سبحان اللہ! جامع مسجد کے شہدے کافر کہنے اور لعنتی کہنے کو ایسا بڑا سمجھیں، اور براہین قاطعہ کے مصنف انوار ساطعہ کے مصنف کو مشرک اور کافر بتلاویں۔

بعض جگہ بعض چیزوں میں مشہور ہیں، جیسے میری بستی کیرانہ اور نانوتہ جس کے رہنے والے مولوی قاسم اور مولوی یعقوب وغیرہما تھے نحوست میں مشہور ہے کہ عوام صبح کو ان کا نام بھی نہیں لیتے۔ کیرانہ کو بیریوں والا شہر اور نانوتہ کو پھوٹا شہر کہتے ہیں، اور کرسی اور کاندہلہ اور انبیٹھ جوحمق میں مشہور ہیں، اور ان بستیوں کے اہالی میں کچھ نہ کچھ تاثر ہوتے ہیں۔ میری بستی کی تاثیر میرے میں یہ ہوئی کہ ایسا زمانہ نحوست دیکھا۔ اللہ تعالیٰ مولوی خلیل احمد کو ان کی بستی کے خواص سے بچاوے۔ اور حضرت مولوی غلام دستگیر صاحب کو ان کے

ردمیں جزائے خیر عطافرماوے۔آمین ثم آمین۔

(العبد محمد رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن غفرلہما المنان – ۱۵/ ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ از مکہ معظمہ)

محمد رحمت اللہ ۱۲۹۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عربی رسالہ جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کا جواب میں براہین قاطعہ کے من اوّلہا الی آخرہا جناب مولوی رحمت اللہ صاحب نے سنا، اور میں نے سنایا۔ سننے کے بعد آپ نے اس کے مضامین کی تائید میں تقریظ مرقومہ بالا اپنی زبان فیض بیان سے فرمائی، اور اس کے اخیر میں اپنی مہر کرائی۔

(العبد حضرت نور، مدرس اول مدرسہ ہندیہ مکیہ، تحریر ۱۷/ ماہ ذی قعدہ)

حضرت نور ۱۲۹۸ھ

اردو رسالہ جو عربی رسالہ کا ضمیمہ ہے، جواب میں براہین قاطعہ کے تصنیف جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری من اولہا الیٰ آخرہا جناب مولوی رحمت اللہ صاحب نے سنا، اور اس احقر نے سنایا۔ اور بعد سننے کے اس کے مضامین کی تائید میں زبان فیض بیان سے یہ تقریظ مرقوم بالا فرمائی، اور اس کے اخیر میں اپنی مہر ثبت کرائی۔ فقط۔

(العبد عبدالسبحان عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ ہندیہ واقعہ مکہ معظّمہ)

بقلم خود عبدالسبحان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا

امابعد! واضح ہو کہ عربی رسالہ مُزَیَّنَہ بمواہیر مفاتی الحرمین الشریفین وغیرہم اور ضمیمہ اس کا جو کہ اردو میں ہے، ورد جواب سوال در باب ثبوت امکانِ کذب باری تعالیٰ۔ تعالی اللہ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا. مصنفہ مولانا علامہ عمدۃ المحققین وزبدۃ المدققین جناب حاجی

مولانا مولوی غلام دستگیر سلمہ اللہ الرب القدیر حضرت مولانا و مقتدانا مولوی رحمت اللہ صاحب نے متع المسلمین بطول بقائۃ. کہ جن کو حضرت سلطان روم۔ وفقنا و وفّقه اللّٰه لما یحب ویرضٰی۔ نے بتجویز جناب شیخ الاسلام و مفتی الأنام علم العلماء المتبحرین افضل الفضلاء المتورعین، ینبوع الفضل والیقین عریانی زادہ احمد اسعد آفندی۔أدام اللّٰه فضائله۔کے خطاب "پایۂ حرمین شریفین" عطافرمایا ہے، اور اپنے فرمانِ شاہی میں مولانا موصوف کو مخاطب بہ القاب "اقضی قضاة المسلمین، واولیٰ ولاة الموحدین، معدن الفضل والیقین، رافع اعلام الشریعة والدین، وارث علوم الانبیاء والمرسلین" کیا ہے، اول سے آخر تک سب بالکل خوب سنا، اور یہ تقریظ اس کے اخیر میں لکھوائی، اور اپنی خاص مہر سے اس کو مزین فرمایا۔ اور یہ امر ایسا یہاں [1] مشہور ہے کہ خاص وعام اس سے واقف ہیں۔

اور چوں کہ صاحب البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ نے خود اس اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸/ سطر:۲/ میں درباب جناب مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب کے "شیخ الہند مولوی رحمت اللہ" لکھا ہے، اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۶/ میں سطر اول کے آخر میں مع دوسری سطر کے یوں لکھا ہے:

"اور اس آخر وقت میں اب جناب مولوی رحمت اللہ صاحب تمام علماے مکہ پر فائق اور باقرار علماے مکہ اعلم ہیں۔"

لہٰذا اب یہ تقریظ حضرت مولانا صاحب موصوف کی کافی ہے، کسی اور کے اب کچھ لکھنے کی حاجت نہیں۔

اور جو اُسی کتاب البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ میں صفحہ ۱۷/ سطر:۱۵/ میں لکھا ہے درباب مدح علماے دیوبند کہ:

(1) یعنی مکہ معظّمہ میں۔ ۱۲منہ

''جوان کو کوئی متنبہ کسی خطا پر کر دیوے تو بشرط صحت کے قبول سے دریغ نہیں، بسرو چشم معترف ہوتے ہیں۔'' انتہیٰ بحروفہٖ۔

پھر اس کے بعد اسی صفحہ میں سطر ۱۶؍ میں ہے کہ: ''جس کا دل چاہے دیکھ لیوے، امتحان کر لیوے، اور یہی قبولیت عنداللہ کا نشان ہے۔'' انتہیٰ بحروفہٖ۔

سبحان اللہ! یہ کیا ہی عمدہ پسندیدہ بات ہے، پس اب سب کو اس کے موافق عمل کرنا چاہیے، کیوں کہ جب کہ صحت خطا بلکہ صحت خطیئات بافتا علما و مفاتی مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ و تحریر پایۂ حرمین شریفین زادہما اللہ تعظیماً و تشریفاً کہ جن کو صاحب البراہین القاطعہ نے اپنی اس کتاب میں شیخ الہند و تمام علمائے مکہ پر فائق و باقرار علمائے مکہ اعلم لکھا ہے، ثابت کیے گئے ہیں، چناں چہ یہ امر یعنی صحت خطیئات خوب دیکھنے والوں عربی رسالہ اور اس کے ضمیمہ وردِّ جواب سوال در باب ثبوت امکان کذب جناب باری تعالیٰ –نعوذباللّٰہ منہ– پر واضح و روشن ہے، جو چاہے دیکھ لیوے۔

یہاں پر بطور انموذج کے بعض خطاؤں کا ذکر کر دیتا ہے کہ خوب اچھی طرح سے واضح ہو جائے کہ اسی طرح سے، بہت سے فی الواقع خطا ہے۔ سو اب جاننا چاہیے کہ جواب اعتراض چہارم میں صفحہ ۲۱۷؍ میں لکھا ہے:

''در شانِ علمِ حضرت خاتم الانبیا والمرسلین – علیہم صلوات اللّٰہ رب العالمین– خیال کرنا چاہیے کہ تھوڑے سے وقت میں دو چار گھنٹہ میں تمام معلومات کا بیان کر دینا اور بعض صحابہ کا اس کو یاد کر لینا ایسا امر ہے کہ جس کو بداہتِ عقل جائز نہیں سمجھتی۔ اور اس کو کسی نے معجزہ پر بھی محمول نہیں کیا۔'' انتہیٰ بحروفہٖ۔

اور صفحہ ۲۱۷-۲۱۶؍ میں یوں لکھا ہے کہ:

''لازم آتا ہے بعض وہ صحابہ جنھوں نے ان کو یاد رکھا تو وہ بھی عالم الغیب ہوں۔''

سو اب واضح ہو کہ یہ بات محض غلط ہے۔ حضرت ابوزید یعنی عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو کہ صحیح مسلم میں ہے، اس طرح ہے:

"صلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظهر، فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر، ثم نزل فصلّی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس، فأخبرنا بما کان وبما هو کائن. فأعلمنا أحفظنا"(1)

اس حدیث شریف کو مشکاۃ المصابیح میں باب فی المعجزات کے فصل ثالث میں بروایت مسلم ذکر کیا ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ احمدی میں صفحہ ۵۲۵ میں موجود ہے، جو چاہے دیکھ لیوے۔

اور وہ ایک اور بات ضرور یاد رکھے، اور وہ یہ ہے کہ اس میں ایک بڑی غلطی ہوگئی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس میں کسی نے اس روایت میں لکھ دیا ہے: "فأخبرنا بما هو کائن الٰی یوم القیٰمة" اور حالاں کہ یہ روایت صحیحہ موافق روایت مسلم کے یوں ہے: "فاخبرنا بما کان وبما هو کائن. "ماکان" کو نکال ڈالا، "الیٰ یوم القیٰمة" اپنی طرف سے اس روایت میں بڑھا دیا ہے خوب ملاحظہ فرمانا چاہیے کہ اِس حذف وزیادہ میں کیسا تصرف ہوا ہے تنقیص علم کے واسطے۔ نعوذ باللّٰہ منه۔

اور واضح ہو کہ اس حدیث شریف کو علامہ جلال الدین سیوطی نے خصائص الکبریٰ میں ذکر المعجزات "فیما اخبر به من الکوائن بعده فوقع کما اخبر" میں بھی ذکر فرمایا ہے، جو چاہے دیکھ لیوے۔ اور اسی ذکر میں یہ حدیث شریف بھی ذکر فرمائی ہے:

"واخرج الطبرانی عن ابن عمر، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ان اللّٰہ قد رفع لي الدنیا وانا انظر الیه

(1)صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعة، ج:۲، ص:۳۹۰

والی ماھو کائن فیھا الیٰ یوم القیٰمة کانما أنظر إلی کفی ھذہ الحدیث"(1)

سوالمختصر صاحب براہین کا یہ لکھنا کہ اس کو کسی نے معجزہ پر محمول نہیں کیا غلط ہوا۔ یہ بلا شک و شبہہ آں حضرت سرور عالم سیّد المرسلین -صلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وآلھم اجمعین- کے معجزات میں سے ہے، اور بعض صحابہ کا اس کو یاد کرلینا کرامات سے ہے۔ "کرامات الاولیاءِ حق" یہ تو عقائد کے مسئلہ مشہورہ میں سے ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ جواب سوال پنجم میں (صفحہ)۳۱۹ میں لکھا ہے:

"دربیان راوی بشر بن رافع اور ان کے شیخ عبداللہ بن سلیمان جن راویوں کی تضعیف جناب نے بیان کی ہے، وہ تضعیف متفق علیہ نہیں، ابن حبان نے توثیق کی ہے۔" انتہی بحروفہ۔

سو اب معلوم کرنا چاہیے کہ یہ بات صریح خطا ہے، کیوں کہ میزان الاعتدال فی نقد الرجال مطبوعہ لکھنوی کے صفحہ ۱۲۷ر میں لکھا ہے شان بشر بن رافع میں اس طرح پر:

"قال ابن حبان یروی (ای بشر بن رافع) أشیاءَ موضوعةً کأنہ المعتمد لھا" انتھیٰ بحروفہ۔

یعنی کہا ابن حبان نے کہ روایت کرتا ہے وہ بشر بن رافع اشیاے موضوعہ کو۔ گویا کہ بیشک وہ قصد کرنے والا ہے، واسطے ان اشیاے موضوعہ کے۔

تو ابن حبان نے توثیق راوی بشر بن رافع کی کہاں کی ہے؟ حضرت جناب مولانا علامہ مولوی غلام دستگیر صاحب أدام اللّٰہ فیضہ وشکر سعیہ- نے تقریب التہذیب سے بہ نشان صفحہ تضعیف بیان فرمائی تھی۔ مولوی خلیل احمد صاحب نے اس کے رد میں تحریر فرمایا کہ وہ تضعیف متفق علیہ نہیں ہے، ابن حبان نے توثیق کی ہے۔ تو یہ بات توثیق کی بہ نسبت

(1) مواھب اللدنیہ، مقصد ثامن، فصل ثالث، ج:۳، ص:۵۵۹

بشر بن رافع کے محض غلط ہے، صریح خطا ہے۔

اب اِس خطا کی صحت ثابت ہوئی۔ سو اب ضرور چاہیے کہ موافق اپنے اس لکھنے کے اِن اپنی خطاؤں کو قبول سے دریغ نہ فرماویں بسر وچشم معترف ہوں، تاکہ یہ خلاف آپس کا کہ جسے مخالف دین متین خوشی وہنسی کرتے ہیں اٹھ جاوے، رفع دفع ہو جاوے۔

اور اگر مبادا خیر مُبَدَّل بہ شر ہو تو اس کا حال اور اس کی وجہ (1) صحیح حدیث شریف میں موجود ہے، قصہ اس کا مشہور ہے، محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین خوب اس سے واقف ہیں۔

اور چوں کہ وارد ہے: "الدين النصيحة" اس لیے ایک بات بڑی خیر خواہی کی لکھتا ہے، خوب معلوم رہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر مخالف اپنے اس لکھنے کے اپنی خطاؤں کے قبول سے دریغ کریں، بسر وچشم معترف نہ ہوں، بلکہ اس بات پر جو کہ آخر جواب اعتراض ہفتم کے صاحب براہین قاطعہ نے در باب مدح رسالہ براہین لکھا ہے عمل کریں۔ اور وہ بات بعینہ یہ ہے:

"الحاصل رسالہ براہین قاطعہ بحمد اللہ تعالیٰ حسب تصریح و تصدیق علماے ربانیین ان کے مسائل حقہ سے جو موافق دلیل شرعیہ کے ثابت ہیں مالا مال ہے، اور ان کو منکر مستوجب خسران و نکال ہے، جس قدر اس پر اعتراض ہوتے ہیں، مبنی ان کا محض جہل یا تعصب اور ضدیت ہے، انتہی بحروفہ۔

اور باوجود اظہار خطاؤں صریحہ کے اسی پر اڑے رہیں تو ایسے لوگوں سے چاہیے کہ کوئی علم دین حاصل نہ کرے، کیوں کہ حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ:

(1) جیسا کہ علماے ربانیین کی تعریفیں قرآن و حدیث میں مسطور ہیں، ویسا ہی علماے سوء کے حق میں "إنّ شر الشرّ شرار العلماء" واقع ہے، یعنی سب بروں کے برے بے عمل علما ہیں۔ اور ضَلُّوا فَاَضَلُّوا بھی ان کے ہی حق میں واقع ہے، یعنی خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔

"هذا الحديث دين فانظروا عمن تأخذون دينكم." (1)
یہ بات بڑے فائدہ کی آخر شمائل ترمذی میں موجود ہے، اور اکثر روایات "إن هذا العلم دين" ہے، اور حدیث شریف مرفوع میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے وارد ہے:

"العلم دين والصلوٰة دين فانظروا عمن تأخذون هذا العلم وكيف تصلون هذه الصلوٰة. فإنكم تسئلون يوم القيٰمة."

واللّٰه اعلم بالصواب، وعنده ام الكتٰب. حرره العبد الضعيف الملتجى بحرم ربه الهادى القوي الباري، عبد اللّٰه السندي المتعلوي المشهور بالمتارى عفى عنه شاگرد و مرید حضرت شیخ المشائخ مولانا الحاج الحافظ محمد عبد الحق الہ آبادی مہاجر حرمین محترمین۔ زادهما اللّٰه تعالیٰ حرمةً وعزةً.

الحافظ عبد الله المتارى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

(2)الحمد للّٰه الذى أزال ظلمات الأوهام بسواطع الأدلة،

(1) فيض القدير، جز:٦، ص:٤٩٧

(2) سب تعریف خداے تعالیٰ کے لیے ہے جس نے وہموں کی تاریکیوں کو روشن دلیلوں سے زائل کر دیا ہے، اور مشکلات مسائل کی باریکیوں کو ثقات فضلا کی زبانوں سے ظاہر فرما دیا ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خداے یکتا بے شریک کے سوا کوئی لائق بندگی کے نہیں ہے، ایسی گواہی جو حق کی مدد اور جھوٹ کے باطل کرنے میں مشہور ہو۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ: ہمارا سرور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خدا کا خاص بندہ اور اس کا رسول مقبول ہے، جو سب آدمیوں کی طرف اچھا دین لے کر بھیجا گیا ہے، حق تعالیٰ اُس پر درود و سلام بھیجے، اور آل واصحاب پر ایسا درود و سلام جو ہمیشہ چاندوں کے گزرنے پر لازم رہیں۔

اس سے پیچھے بے شک میں نے اس رسالہ عربیہ اور اس کے ضمیمہ اور جواب تفصیلی سات اعتراضات میں جن کو مولوی خلیل احمد نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے، اور آخر میں اس کی تحریر ہے کہ اس کو

وأبرز دقائق المشكلات على ألسنةِ جهابذة الأجلة. وأشهد أن لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له شهادة تكون بنصرة الحق وإبطال الباطل مهلة،واشهد ان سيدنا محمدا صلى اللّٰه عليه وسلم عبده و رسوله المبعوث الى كافة الناس بخير ملة صلى اللّٰه عليه وعلىٰ اٰله واصحابه صلوٰةً و سلامًا دائمين متلازمين على تعاقب الأهلة.

اما بعد فقد تأملتُ فى هذه الرسالةوضميمتها والجواب التفصيلى للاعتراضات السبعة الذى حرره المولوى خليل احمد بيده وكتب فى اٰخره حرره خليل احمد ١٤، شوال ١٣٠٦ھ مطابق ١٢، جون ١٨٨٩ء يوم جمعة مقام بهاول بور. فرأيت ما أفاده العلامة البحر الطمطام، المقوال المفضال المنعامالنكر البحر الهمام، الأريب اللبيب القمقام، ذوالشرف والمجد القدام، الذكى الكرام، مولانا المولوى الحاج غلام دستگير -سلمه الرب القدير- فى هذه الرسالة وضميمتها وما كتبه المفاتى العظام والعلماء الاعلام فى تقريظها هو الصواب، الموافق للحق بلا شك ولا ارتياب.

۱۴/ شوال ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۲/ جون ۱۸۸۹ء میں بروز جمعہ مقام بہاول پور میں خلیل احمد نے لکھا ہے، سو میں نے دیکھا ہے جو علامہ، علم کے دریا، بڑا سمندر، بہت صحیح بولنے والا، بہت نعمت والا، دانش مند دریا، بزرگ زیرک دانش مند، قدیمی بزرگی اور اقبال کا صاحب، دانش مند تیز
طبع، بہت بزرگ مولانا مولوی حاجی غلام دستگیر نے -خداے پروردگار اس کو سلامت رکھے- اس رسالہ اور اس کے ضمیمہ میں فائدہ دیا ہے۔ اور جو بزرگ مفتیوں اور مشہور علمانے اس کی تقریظوں میں لکھا ہے وہی صواب اور بے شک وشبہہ موافق حق کے ہے۔

پس اشتباہ کے وقت میں اسی کی طرف رجوع اور بازگشت لازم ہے، اور اسی پر اعتماد واجب ہے۔ اور جو کچھ رسالہ عربیہ میں براہین قاطعہ اور جواب تفصیلی کی عبارات کا ترجمہ کیا ہے وہ ان سے مطابق

فیجب أن یکون المرجع عند الاشتباه الیه والمعول علیه. ووجدت ترجمة عبارات البراهین والجواب التفصیلی بالعربیة موافقة لما فیها، فجزی اللّٰه مولانا الجزاءَ التام ، واسبغ علیه نعمه غایة الإنعام، وأطال طیلته طول الدهر المتدام بارغد عیش لایسأمُ ولایُسَامُ، بحق صندید المرسلین سید الانام، علیه وعلی اٰله الکرام وصحابته الفخام ازکی صلوٰة اللّٰه واطیب السلام-

حرره العبد الضعیف الملتجی، بحرم ربه القوی، المتین الصمد الاحد، امام الدین أحمد- غفر اللّٰه ذنوبه وستر عیوبه شاگرد ومرید حضرت شیخ المشائخ مولانا الحاج الحافظ محمد عبد الحق صاحب اله آبادي، مهاجر حرمین محترمین زادهما اللّٰه تعالیٰ حرمةً وشرفاً-

امام الدین احمد عفی عنه ۱۲۹۹ھ

فقیر کان اللہ لہٗ چار مہینہ تک مکہ معظّمہ میں رہا، اور یہ رسالہ شریفہ بھی تصدیق علماے کبار سے مکمل ہوا۔ تب بعد اداے حج کے فقیر اخیر ذی حجہ میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔ تیسری منزل اثناے راہ میں بعالم رویا دیکھتا ہوں کہ مدینہ منورہ پہنچ گیا ہوں، اور ایک شخص گندم گوں نے دو میٹھی روٹی دے کر کہا کہ یہ تیرے لیے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھیجی ہیں۔ فقیر نے چند لقمہ اس کے کھائے اور حظ وافر اٹھایا۔ اور شکر بے حد بجالایا۔ جس سے دریافت ہوا کہ یہ جلد

پایا گیا ہے، پس خداے تعالیٰ مولانا موصوف کو پورا بدلہ دے، اور نہایت درجہ کی نعمتوں کو ان پر تمام فرماوے، اور مدت دراز ان کی عمر میں برکت بخشے بہت اچھی زندگی سے جس میں ملال اور تکلیف نہ ہو ،برکت سید المرسلین کے جو تمام آدمیوں کا سرور ہے۔ اس پر اور اس کی آل بزرگ اور صحابہ کرام پر حق تعالیٰ کے بہت عمدہ درود اور پاکیزہ سلام ہوں۔ عاجز بندہ ضعیف نے جو پرور دگار قوی طاقت ور اور بے نیاز یگانہ کے حرم محترم کا ملتجی ہے۔ امام الدین احمد نے –خدا اس کے گناہ بخشے اور عیب چھپائے –اس تحریر کو لکھا ہے۔

رخصت کا نشان ہے، ویسا ہی ہوا کہ ارادہ تھا کہ دو ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام کروں گا، سو بعد ایک جمعہ کے بہ سبب ممانعت رہائش کے کہ قریش کے قافلہ میں مرض وبائی، قافلہ واپس مکہ معظّمہ ہوا۔

فقیر مکہ معظّمہ میں جب واپس آیا تو حضرت مولانا صاحب پایۂ حرمین شریفین سے دریافت ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایک فتویٰ امتناعِ کذب باری تعالیٰ بھیجا ہے، جس کے اخیر میں درج ہے کہ:

"حق تعالیٰ مغفرت کفار پر قادر ہے، اور یہ عقیدہ جمیع علماے امت سعیدہ کا ہے" الخ۔ ہم نے تو اس پر تصدیق نہیں کی کہ اس دھوکہ سے وہ اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں، مگر سنا گیا ہے کہ مفتی صاحب حنفی مکہ معظّمہ سے ان کے بعض دوستوں نے اس فتوے پر کچھ لکھوالیا ہے، اس کا حال معلوم کرنا لازم ہے، تب فقیر نے مفتی صاحب موصوف سے دریافت کیا، تو انھوں نے یہ فتویٰ اور اپنی تصدیق دکھلائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(1)سئل فی أن اللّٰه تعالیٰ هل یتصف بصفة الكذب ام لا؟ ومن يعتقد انه يكذب كيف حكمه؟ أفتونا ماجورين.

الجواب: ان اللّٰه تعالیٰ منزه من أن يتصف بصفة الكذب وليست في كلامه شائبة الكذب أبدًا كما قال: وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا. ومن يعتقد أو يتفوه بأنه تعالیٰ يكذب فهو كافر ملعون قطعًا ومخالف بالكتاب والسنة وإجماع الأمة. تعالى اللّٰه عما يقول الظلمون علواً كبيرًا.

(1) **سوال:** حق تعالیٰ صفت کذب سے موصوف ہوتا ہے یا نہیں؟ اور جو یہ اعتقاد کرے کہ باری تعالیٰ کذب سے متّصف ہے، اس کا حکم کیا ہے؟ آپ ہم کو فتویٰ دیں، اجر ملے گا۔
جواب: بے شک حق تعالیٰ کذب سے موصوف ہونے سے پاک ہے، اس کی کلام میں

نعم، اعتقاد اهل الایمان ان ما قال اللّٰه تعالیٰ فی القرآن فی حق فرعون وهامان وأبي لهب انهم جهنمیون فهو حکم قطعي لایفعل خلافه أبدًا لکنه تعالیٰ قادر علی أن یدخلهم الجنة ولیس بعاجز عن ذلك ولا یفعل هذا مع اختیاره. قال تعالیٰ: ''وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ.''

فتبیّن من هذه الاٰیة أنه تعالیٰ لو شاء لجعل کلهم مومنین ولکنه لایخالف ما قال. وکل ذلك بالاختیار لا بالاضطرار، وهو فاعل مختار، فعال لما یرید. هذا عقیدة جمیع علماء الامة. قال البیضاوی تحت تفسیر قوله تعالیٰ ان تغفر لهم الخ وعد غفران الشرك مقنضی الوعید فلا امتناع فیه لذاته. واللّٰه اعلم بالصواب.

شائبہ کذب نہیں ہے ہمیشہ کے لیے، جیسا کہ فرمایا ہے: ''اور خدا سے راست گو کون ہے'' اور جو یہ اعتقاد کرے یا زبان پر لاوے کہ باری تعالیٰ دروغ گو ہے تو وہ کافر اور ملعون ہے یقیناً اور قرآن و حدیث و اجماع امت کے بر خلاف ہے، خدا تعالیٰ ظالموں کی بات سے بہت اونچا ہے۔

ہاں! مومنوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حق تعالیٰ نے جو قرآن مجید میں فرعون وہامان وابولہب کے حق میں فرمایا ہے کہ دوزخی ہیں، تو یہ حکم قطعی ہے، اس کا خلاف حق تعالیٰ کبھی بھی نہیں کرے گا لیکن حق تعالیٰ قادر ہے کہ ان کو بہشت میں داخل کر دے، اور خدا اس سے عاجز نہیں، اور باوجود اپنے اختیار کے ایسا نہیں کرتا۔ قرآن میں ہے: ''اگر ہم چاہتے تو البتہ ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے۔ لیکن ثابت ہوا ہے مجھ سے یہ حکم کہ ہم دوزخ کو جن اور آدمیوں سے بھر دیں گے۔''

پس اس آیت سے ظاہر ہو گیا کہ اگر حق تعالیٰ چاہتا تو سب کو مسلمان کر دیتا۔ لیکن اپنے کہے کے مخالف نہیں کرتا۔ اور یہ سب اختیار سے ہے نہ بے اختیاری سے، اور وہ فاعل مختار ہے جو ارادہ کرے کرتا ہے، یہ عقیدہ تمام علمائے امت کا ہے۔ بیضاوی نے آیت: ان تغفر لهم کے نیچے کہا ہے کہ شرک کا نہ بخشنا موافق وعید کے ہے، تو وہ ممتنع لذاتہ نہیں ہے، اور خدا کو صواب کا بہت علم ہے۔ رشید احمد گنگوہی نے یہ لکھا ہے۔ ۱۲

(کتتبه الاحقر رشید احمد گنگوهی)

(1)الحمد لمن هو به حقيق، ومنه أستَمِدُّ العون والتوفيق. ما أجاب به العلامة رشيد أحمد المذكور هو الحق الذى لامحيص عنه، لأن الكذب نقص وكل نقص مستحيل عليه تعالىٰ. ومعتقد اتصافه بالكذب كافر قطعًا. اَلَا لعنة اللّٰه على الكافرين.

وفى الفتاويٰ الهندية عن البحر:يكفر إذا وصف اللّٰه تعالىٰ بما لايليق به، أو سخر باسم من أسمائه أو بأمر من أو أمره، أو أنكر وعده أو وعيده. أو جعل له شريكًا أو ولدًا أو زوجة، أو نسبة إلى الجهل أو النقص۔ الخ.

والكفر تكذيب محمد صلى اللّٰه عليه وسلم فى شيء مما جاء به من الدين ضرورة. وقد جاء صلى اللّٰه عليه وسلم بقوله جل وعلا: "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا" وبقوله:

(1) تعریف اس کو ہے جو حمد کے لائق ہے، اور اسی سے مدد اور توفیق کا خواست گار ہوں۔ جو مولوی رشید احمد نے جواب دیا ہے وہی حق ہے جس سے کنارہ نہیں ہوتا، کیوں کہ کذب نقص ہے اور ہر نقص خدا پر محال ہے، پس کذب بھی اُس پر محال ہے، اور معتقد حق تعالیٰ کے کذب سے موصوف ہونے کا یقینی کافر ہے۔ خبردار خدا کی لعنت کافروں پر ہے۔
فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے بحر رائق کی نقل سے۔
کافر ہوتا ہے جو نالائق سے حق تعالیٰ کی وصف کرے، یا اس کے کسی نام سے مسخری کرے، یا اس کے وعد یا وعید کا انکار کرے، یا اس کے لیے شریک یا فرزند یا جورو مقرر کرے، یا اس کو نادانی یا عاجزی یا نقص سے نسبت کرے الخ.

''وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا. أيّ لا احد اصدق من اللّٰہ قولاً وفی نسبة الکذب الی اللّٰہ جل شانه تکذیب له علیه الصلوٰة والسلام فیما جاء به ضرورة.

وفی شیخ زاده فی شرح تفسیر قوله تعالٰی ''ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا الخ. ''روی عن الحسن انه قال: خطبنا أبوهريرة رضی اللّٰہ عنه علی منبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم و قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: لیعتذرن اللّٰہ تعالیٰ اِلیٰ اٰدم - علی نبینا و علیه الصلوٰة والسلام- ثلٰث معاذیر، یقول اللّٰہ تعالیٰ: یا اٰدم، لولا أنی لعنت الکذابین وابغضت الکذب والخلف واعذب لهم لرحمت الیوم ولدك أجمعین من شدة ما أعددت لهم من العذاب، الحدیث.

(1)اور کفر نام آں حضرت ﷺ کی تکذیب کا ضروریات دین میں سے کسی چیز پر اور بے شک آپ اللہ تعالیٰ سے یہ حکم لائے ہیں کہ خدا بہت راست گو ہے یعنی اس سے بڑھ کر کوئی راست گو نہیں ہے اور خدا کی طرف کذب کی نسبت میں آپ کے ضروری حکم شرع کی تکذیب ہوگئی۔

شیخ زادہ تفسیر آیت: وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدٰھَا کے بیان میں لکھتا ہے:

حسن سے مروی ہے کہ اس نے کہا: ہم پر ابوہریرہ نے خطبہ پڑھا آں حضرت ﷺ کے منبر پر اور کہا میں نے آں حضرت ﷺ سے سنا، فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت آدم سے تین عذر کریں گے، فرماویں گے اے آدم! اگر میں نے جھوٹوں کی لعنت نہ کی ہوتی اور جھوٹ کو دشمن نہ رکھتا، اور یا جھوٹ کا عذاب نہ مقرر کیا ہوتا تو آج تیری سب اولاد کو رحمت کر دیتا (یعنی تیری سب اولاد پر رحم کرتا اور انھیں عذابِ دوزخ سے نجات دے دیتا) اس شدت عذاب سے جو ان کے لیے مقرر کیا ہوا ہے۔

وفی هذا القدر كفاية لمن حلّت قلبه الهداية، واللّٰه الهادی الی سواء السبيل لارب غيره، ولا خير إلّاخيره، وصلی اللّٰه علی النبی وعلیٰ اٰله وصحبه وسلم.

أمر برقمه خادم الشريعة، راجی اللطف الخفی، محمد صالح ابن المرحوم صديق كمال الحنفی، مفتی مكة المكرمة حالاً ، كان اللّٰه لهما حامدًا و مصليًا ومسلمًا.(1)

اس فتوے کو دیکھ کر فقیر نے مغفرتِ کفار کے امکان کے رد میں چند صفحہ کی تحریر مرتب کر کے حضرت مولانا صاحب پایۂ حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کی۔ جس پر انھوں نے یہ تقریظ لکھوائی۔ قد أجاد فيما افاد فللّٰه دره، محمد رحمت اللّٰه عفی عنه

محمد رحمت اللہ ۱۲۹۲ھ

چوں کہ اس تحریر کے دلائل رسالہ عربیہ میں موجود تھے، اس لیے اس کا اندراج ضروری نہ جان کروہ تحریر لکھتا ہوں جو حضرت مفتی حنفی مکہ معظّمہ کی خدمت میں تحریر پیش کی تھی، وهو هذا:

(2)لاشك فی أن حضرة المفتی الحنفية انما صدّق

(1) اور اسی قدر میں کفایت ہے اُس کے لیے جس کے دل میں ہدایت داخل ہے اور خدا ہی ہادی ہے سیدھے راستہ کی طرف، اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے، اور درود بھیجے حق تعالیٰ اپنے نبی اور اس کی آل اور اصحاب پر اور سلام۔

اس کے لکھنے کا حکم کیا خادم شرع، لطف خفی کے امیدوار، محمد صالح بن مرحوم صدیق کمال حنفی جو بالفعل مکہ مکرمہ کا مفتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی امداد کرے حمد ودرود وسلام کرتے ہوئے۔ ۱۲

(2) اس میں شک نہیں کہ حضرت مفتی صاحب حنفی نے -اللہ تعالیٰ ان کی پسندیدہ ہدایات ہمیشہ رکھے- مولوی رشید احمد کے فتوے کی صرف امتناع کذب باری تعالیٰ میں تصدیق فرمائی ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف

جواب رشيد أحمد فى امتناع اتصافه تعالىٰ بالكذب لعدم الاختلاف فيه بين المسلمين.

لكن لايخفى أنَّ غرض رشيد احمد من ازدياد قوله "نعم اعتقاد أهل الإيمان ان ما قال اللّٰه تعالىٰ فى القرآن" الخ اثبات امكان الكذب له ، تعالىٰ عما يقول الظلمون علوًّا كبيرًا، لان خليل احمد تلميذه قال في قوله الأول من البراهين القاطعة على ظلام الانوار الساطعة ان خلف الوعيد جائز عند الأشاعرة وإمكان كذبه تعالىٰ فرع خلف الوعيد. انتهىٰ مترجمًا وملخصًا.

وأيضًا قال فى الجواب التفصيلى عن الاعتراض علىٰ هذا القول "إنَّ امكان كذبه تعالىٰ شعبة عموم قدرته تعالىٰ الخ، و هذا اعتقاد اهل السنة ومخالفه خارج عن دائرة اهل السنة." انتهىٰ.

وهذا رشيد احمد قد قرَّظ على البراهين القاطعة

نہیں ہے۔

لیکن مخفی نہ رہے کہ مولوی مذکور کی غرض اس اخیر فقرہ کے بڑھانے سے حق سبحانہ کے امکان کذب کا ثابت کرنا ہے، کیوں کہ اس کے شاگرد خلیل احمد نے اپنی براہین قاطعہ کے پہلے قول میں لکھا ہے کہ خلف وعید اشاعرہ کے نزدیک جائز ہے اور امکان کذب باری تعالیٰ خلف وعید کی فرع ہے اھ۔

اور نیز جواب تفصیلی میں لکھا ہے کہ امکان کذب باری تعالیٰ شعبہ عموم قدرت ہے۔ اور اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے اور اس کا مخالف دائرۂ اہل سنت سے خارج ہے اھ۔

اور اس حضرت رشید احمد نے اسی براہین قاطعہ کی کمال تصدیق کر کے اس کو یہ لقب دیا ہے کہ یہ روشن دلیلیں ہیں مولود اور فاتحہ مروجہ کی کراہت پر اور اس کے چھپوانے کا حکم دیا جو اس کی لوح

وصدقه بكمال التصديق، ولقبه بالدلائل الواضحة على كراهة المروج من المولود والفاتحة وأمر بطبع ذلك واشتهاره غاية التشهير.

فلما رد أقوالهم في مناظرة بهاولفور وصار استيصالهم واشتهر ان ترديدهم زيّن بتصحيح علماء الحرمين المحترمين فلآن اراد رشيد احمد ان يثبت مسئلة امكان كذبه تعالیٰ بالخداع والاختراع فلهذا يستفتى من حضرات مفاتي مكة المكرمة - دام فضلهم ورشدهم -أن يبينوا حكم مسئلة مغفرة الكفار.

وإن رشيد احمد مع كونه حنفيّاً ماتريديًا يثبت قول الأشاعرة ويدعى ان هذه عقيدة جميع علماء الأمة. كيف حكمه؟ افتونا ماجورين وعلى أعداء الدين منصورين.

جواب حضرت مفتي حنفي مكه معظمه

الحمد لمن هو به حقيق و منه أستَمِدُّ العون والتوفيق.

پر درج ہے۔

پس جب مناظرہ ریاست بہاول پور میں ان کی تردید واقعی اور بیخ کنی ہوکر یہ بھی مشہور ہو گیا کہ ان کے رد میں واقعی طور پر علمائے حرمین محترمین کی بخوبی تصدیق ہے تواب مولوی رشید احمد نے یہ چاہا کہ کسی طرح سے امکان کذب باری تعالیٰ ثابت کیا جائے۔ پس اس لیے حضرت مفتی حنفی مکہ معظّمہ سے استفتا کیا جاتا ہے کہ مسئلہ مغفرتِ کفار ظاہر فرماویں۔

اور رشید احمد صاحب حنفی ماتریدی جو اشاعرہ کے قول کو ثابت کرتا ہے اور مدعی ہے کہ یہ عقیدہ سب علمائے امت کا ہے۔ اس کا حال عیاں کردیں اللہ تعالیٰ سے ثواب ملے گا اور دین کے دشمنوں پر فتح ہوگی۔

جواب حضرت مفتی حنفی مکہ معظّمہ: سب تعریف اس ذات پاک کو ہے جو حمد کے لائق ہے،

اعلم - رحمك اللّٰه - انی لما سودت الجواب علی السوال الذی اجاب علیه رشید احمد كان فی عزمی التكلم علی ما استدرك به رشید المذكور بقوله نعم الخ بأنه مخالف لما علیه الماتریدیة وهو الصحیح الذی علیه المعول. وعند أمری بتبییضه وكان السائل یعجل علَیَّ فی الجواب أنسِیت ذلك وكُتِبَ الجواب متقصراً علی ما فی السوال.

واقول الاٰن: ان الحنفیة لایجوّزون غفران الكفر عقلاً كما لایجوز سمعًا. لان تعذیب الكفار واقع لامحالة فیكون وقوعه علی وجه الحكمة فالعفو عنهم علی خلاف الحكمة فیجب تنزیه افعاله تعالیٰ عنه. كذا قاله ابو البقاء في كلیاته في مبحث الوعد، فانظره.

وفی معین المفتی علی جواب المستفتی للعلامة محمد

اور میں اس میں مدد و توفیق کا سائل ہوں۔

جان تو -خدا تجھ پر رحم کرے- جب میں نے رشید احمد کے جواب پر اوپر کی تحریر کا مسودہ لکھتا میرا پختہ ارادہ تھا کہ میں اس کے اخیر قول پر اعتراض کروں گا کہ وہ مخالف مذہب ماتریدیہ کے ہے، اور صحیح معتبر ماتریدیہ کا مذہب ہے۔ اور جب میں منشی کو اس کے لکھ دینے کا حکم کیا۔ اور سائل جلد جواب مانگ رہا تھا مجھے وہ پچھلی بات لکھنی بھول گئی، اور امتناعِ کذب تک ہی لکھا رہا۔

تو اب میں کہتا ہوں کہ حنفیوں کے نزدیک کفر کی بخشش عقلاً بھی ناروا ہے، جیسا کہ سمعاً بھی ناجائز ہے، اس لیے کہ کافروں کو عذاب ضرور ہونے والا ہے، پس اس کا ہونا ہی حکمت ہے اور ان کی بخشش خلاف حکمت ہے، پس اللہ کے افعال کی تنزیہ اس سے واجب ہے، علامہ ابوالبقا نے کلیات کے مبحث وعد میں ایسا کہا ہے تو اس کو دیکھ۔

اور علامہ تمرتاشی حنفی صاحب تنویر الابصار کی کتاب معین المفتی میں ہے کہ کفر کی بخشش عقلاً

بن عبد اللّٰہ التمرتاشی الحنفی صاحب تنویر الابصار: ''العفو عن الکفر لایجوز عقلاً خلافًا للاشعري، وتخلید المومنین في النار والکافرین فی الجنة یجوز عقلاً عندھم إلّا أن السمع ورد بخلافه. و عندنا لایجوز، ولا یوصف اللّٰہ تعالیٰ بالقدرة علی الظلم والسفه والکذب، لأن المحال لایدخل تحت القدرة. و عند المعتزلة یقدرو لایفعل. انتھیٰ.

وقال صاحب العمدة من الحنفیة وھو العلامة ابو البرکات النسفي: ''تخلید المؤمن فی النار والکافر فی الجنة یجوز عقلاً عندھم یعنی الأشاعرة إلّا ان السمع ورد بخلافه. وعندنا - معشر الحنفیة — لایجوز.'' انتھیٰ.

وفی حاشیة شرح العقائد لرمضان اُفندي: ''وزعم بعضھم من أھل السنة ای فی الجواب عن تمسك المعتزلة وھو لیس بمرضي عند الشافعي رحمه اللّٰہ تعالیٰ ان الخلف

بھی ناروا ہے خلاف اشعری کے اور مومنوں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا اور کافروں کا ہمیشہ بہشت میں رہنا اشعریہ کے نزدیک روا ہے مگر دلیل سمعی اس کے برخلاف ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ ناروا ہے، اور حق تعالیٰ کا ظلم و بے عقلی و کذب پر قادر ہونے سے موصوف ہونا ناروا ہے، کیوں کہ محال قدرت کے نیچے داخل نہیں ہوتا ہے، اور معتزلہ کے نزدیک قادر ہے اور کرتا نہیں اھ۔

اور علامہ نسفی نے عمدہ میں کہا ہے کہ مومن کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا اور کافر کا بہشت میں رہنا اشاعرہ کے نزدیک عقلاً روا ہے، مگر دلیل سمعی اس کے برخلاف ہے، اور ہم حنفیوں کے نزدیک عقلاً سمعاً ناروا ہے۔ اھ۔

اور حاشیہ شرح عقائد میں علامہ رمضان آفندی نے لکھا ہے: اور بعض اہل سنت نے معتزلہ کے جواب میں زعم کیا ہے کہ خلف وعید کرم ہے، پس حق تعالیٰ سے روا ہے۔ اور یہ زعم خود امام شافعی کے نزدیک بھی ناپسند ہے، اور محققین اس کے خلاف پر ہیں، حق تعالیٰ سے خلف وعید کیوں کر روا ہو کہ یہ تبدیل قول ہے: اور قرآن میں فرمان ہے کہ خدا کے نزدیک بات نہیں بدلتی الخ۔

كرم فيجوز من اللّٰه تعالىٰ. والمحققون على خلافه كيف (أي كيف يجوز الخلف من اللّٰه تعالىٰ في الوعيد) وهو (أي الخلف) تبديل للقوى القول وقد قال اللّٰه تعالىٰ مايبدل القول لدىّ.'' انتهىٰ.

وفى ردالمحتار: ''وصرح التفتازانى وغيره بأن المحققين على عدم جواز خلف الوعيد وصرح النسفى بانه الصحيح الستحالته عليه تعالىٰ لقوله تعالىٰ ''ما يبدل القول لدىّ'' وقوله ولن يخلف اللّٰه وعده'' أي وعيده, وانما يمدح به العباد خاصة.'' انتهىٰ.

وحيث كان هذا هو الصحيح الذى عليه المحققون فاستدراك رشيد احمد المجيب المذكور بقوله نعم الخ وهو ماتريدى العقيدة قبيح جدًا, وعبارة البيضاوى التى أوردها المجيب فى الاستدلال على ذلك لم يعرج عليها صاحب الجلالين ولا محشيه الجمل ولا صاحب الدّرالمنثور مع كونهم أشعر يين. وما ذلك إلّا لكونها خلاف الصحيح

اور ردالمحتار میں ہے کہ تفتازانی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ محققین خلف وعید کے جواز پر ہیں، اور امام نسفی نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے کہ خدا پر محال ہے بدلیل آیت عدم تبدیل قول و آیت عدم خلاف وعد یعنی وعید کے۔ صرف بندوں کی مدح خلاف وعید سے ہوئی ہے اھ۔

جب یہی صحیح اور محققین کا مذہب ہوا تو رشید احمد مذکور کا کفر کی بخشش سے استدراک کرنا، حالاں کہ وہ ماتریدی ہے سخت قبیح ہے۔ اور بیضاوی کی عبارت جو اس نے دلیل میں لکھی ہے تو دوسرے مفسرین نے جیسے کہ صاحب جلالین اور اس کا محشی جمل اور صاحب درمنثور باوصف یکہ وہ بھی اشعری ہیں ایسا نہیں لکھا ہے، اس لیے کہ یہ بات ان کے نزدیک بھی غیر صحیح ہے، اس دلیل سے کہ انھوں نے آیت: ان تعذبھم کے معنی یہ کیے ہیں کہ اگر تو کافروں کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر مومنوں کو بخشے الخ۔

حتى عندهم بدليل مافسروا به الاٰية وهي"ان تعذبهم - أي من أقام على الكفر منهم - فإنهم عبادك وان تغفرلهم أي لمن اٰمن منهم الخ.

وأما ماتفوه به صاحب البراهين القاطعة له ممالم يسبقه عليه أحد من أهل السنة فهو شعبة عموم جهله المركب، وان قرظ عليه من برشيد تلقب،إذلايرضى بأن يسمعه أشعري ولا ماتريدي فضلاً عن كونه به يتمذهب. واللّٰه الموفق للرشاد. واعاذنا وجميع المسلمين عن سوء الإعتقاد والإفساد، وصلى اللّٰه على سيدنا محمد وعلىٰ اٰله وصحبه الأمجاد.

أمر برقمه خادم الشريعة، راجي اللطف الخفى، محمد صالح كمال ابن المرحوم صديق كمال الحنفي مفتي مكة المكرمة حالاً. كان اللّٰه لهما حامدًا ومصليًا ومسلمًا.

جب مفتی صاحب نے اس قول بے عول کی بخوبی تردید کردی تو فقیر نے گنگوہی صاحب کے دوستوں کو بخوبی واقف کر دیا۔ اور حضرت مولانا وبالفضل والکمال اولانا حضرت حاجی مہاجر مکہ معظّمہ پایۂ حرمین شریفین نے بھی اس باب میں بہت ہی تائید فرمائی، بلکہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے بھی ان کی ترک مدد کے واسطے بہت گفتگو در میان میں آئی، چناں چہ ربیع

لیکن صاحب براہین نے جو بکواس کی ہے کہ کسی نے اہل سنت سے ایسا نہیں کیا تو یہ اس کی جہل مرکب کے عام ہونے کا شعبہ ہے۔ ہر چند رشید نے اس پر تقریظ لکھی ہے کوئی اشعری، نہ ماتریدی اس پر خوش ہوگا، چہ جائے کہ کوئی ایسا مذہب رکھے۔ اور خدا ہی ہدایت کی توفیق دینے والا ہے، اور ہم کو اور سب مسلمانوں کو برے اعتقاد اور فساد پھیلانے سے پناہ دے، اور حق تعالیٰ ہمارے سرور محمد اور اس کی آل اور اصحاب پر درود بھیجے۔

اس کے لکھنے کا حکم کیا شرع کے خادم لطف خفی کے امیدوار محمد صالح کمال حنفی مکہ مکرمہ کے فی الحال مفتی نے حمد درود اور سلام سے ۱۲ منہ

الاول ۱۳۰۸ھ میں حضرت حاجی صاحب موصوف نے فقیر کی دو مرتبہ دعوت فرمائی، اور ارشاد کیا کہ آپ کسی کا نام نہ لکھو، صرف مسائل متنازعہ لکھ دو، ہم بھی اس پر دستخط و مہر کر دیں گے۔ تب فقیر نے یہ تحریر ان کی خدمت میں پیش کی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

امابعد!

(ا) جاننا چاہیے کہ شرعًا و عرفًا و عقلًا امکان کذب حق سبحانہ وتعالیٰ محال اور ممتنع ہے، اور ایسا ہی امکان نظیر سرور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم محال و ممتنع ہے، کیوں کہ قرآن میں فرمان ہے: ''وَلٰکِن رَسُولَ اللهِ وخَاتَمَ النبیین''

اور خلاف وعدہ محال و ممتنع ہے۔ علامہ تمرتاشی صاحب تنویر الابصار معین المفتی فی جواب المستفتی میں لکھتے ہیں:

"ولا يوصف اللّٰه تعالیٰ بالقدرة على الظلم والسفه والكذب ؛لأن المحال لايدخل تحت القدرة وعند المعتزلة يقدرو لايفعل. انتهیٰ"

اور مؤلف رسالہ تنزیہ الرحمٰن نے بھی یہی عبارت نقل کی ہے۔ اور امام نسفی کے عقائد نظامیہ میں بھی یہی عبارت بجنسہٖ موجود ہے۔ اور علامہ ابراہیم باجوری متن سنوسیہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"القدرة لا تتعلق بالمستحيل فلا ضير فی ذٰلك كما لاضير فی أن يقال لايقدر اللّٰه علیٰ أن يتخذ ولدًا وزوجة أو نحو ذلك.إنتهیٰ. وفی كفاية العوام فی علم الكلام: ومن الجهل قول من قال: إن اللّٰه قادر على أن يتخذ ولدًا، لأنه لاتعلق للقدرة بالمستحيل واتخاذ الولد مستحيل. ولا يقال إنه

إذا لم يكن قادرًا على اتخاذ الولد كان عاجزًا، لأنا نقول إنما يلزم العجز لوكان المستحيل من وظيفة القدرة ولم تتعلق به، مع أنه ليس من وظيفتها إلا الممكن. اھ."

اور امکان کذب باری تعالیٰ کے اعتقاد کو امام رازی نے تفسیر کبیر میں قریب بہ کفر لکھا ہے۔

(۲) بشریت وغیرہ میں سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے جملہ بنی آدم کو مساوی جاننا محققین کی تصریح کے خلاف ہے۔ تفسیر کبیر میں آیت: ''اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَ نُوْحًا'' کے نیچے امام حلیمی علیہ الرحمہ کی کتاب کے حوالہ سے لکھا ہے:

فی المنهاج: ان الانبياء عليهم السلام لابد ان يكونوا مخالفين بغيرهم فى القوى الجسمانية والروحانية-تا قول وے-واعلم أن تمام الكلام فى هذا الباب ان النفس القدسية النبوية مخالفة بماهيتها لسائر النفوس. ملخصًا.(1)

اور تفسیر ابوالسعود وغیرہ میں ایسا ہی مذکور ہے۔ اور تفسیر نیشاپوری میں آیت: ''الله اعلم حيث يجعل رسالته'' کے نیچے بھی یہی تحقیق مسطور ہے۔ اور بیضاوی وغیرہ میں بھی ایسا ہی تحریر ہے۔ اور آیت: ''قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ'' کو مفسرین نے تواضع پر حمل کیا ہے، جیسا کہ تفسیر کبیر اور نیشاپوری اور معالم التنزیل اور خازن وغیرہا میں موجود ہے، جو چاہے دیکھ لے۔

(۳) شیطان لعین کی وسعت علم اور احاطہ زمین کو نصوص قطعیہ سے ثابت جاننا اور عالم علوم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ والہ وعترتہ اجمعین کی وسعت علم کو بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کہنا اور اس کو شرک سے تعبیر کرنا اور آپ کے علم شریف کو معاذ اللہ شیطان

(1) تفسير كبير، سورة آل عمران، جز:۸، ص:۲۰

کے علم سے کم لکھ دینا یہ آپ کی سخت توہین ہے، کیوں کہ شرعًا ثابت ہے کہ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلم مخلوقات ہیں۔

تفسیر نیشاپوری میں آیت: ''فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى'' کے نیچے لکھا ہے:

والظاهر انها اسرار وحقائق ومعارف لايعلمها إلا اللّٰه ورسوله.(1)

تفسیر کبیر میں ہے:

معناه أوحى اللّٰه تعالىٰ إلى محمد صلى اللّٰه عليه وسلم ماأوحىٰ إليه للتفخيم والتعظيم. انتهىٰ.(2)

اور ایسا ہی اکثر تفاسیر میں لکھا ہے۔ اور آیت: ''وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ'' کے نیچے تفسیر مدارک وخازن وغیرہما میں ہے:

وعلّمك من خفيات الأمور وأطلعك على ضمائر القلوب. اهـ.(3)

اور حدیث مسلم میں بروایت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ وارد ہے۔

فأخبرنا بما كان وبما هو كائن.(4)

اور مواہب لدنیہ میں ہے:

أخرج الطبراني عن ابن عمر رضى اللّٰه عنه، قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ان اللّٰه قد رفع لى الدنيا فأنا

(1)تفسير نيشاپوري، باب:١، جز:٧، ص:٧٦

(2)تفسير كبير، سورةالنجم، جز:٢٨، ص:٢٤٨

(3)تفسير خازن، سورة النساء، ص:٤٢٦/ تفسير مدارك ، سورة النساء، ص:٢٢٥

(4)صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب اخبار النبيء فيما يكون إلى قيام الساعة، ج:٢، ص:٣٩٠

أنظر إليها وإلىٰ ما هو كائن فيها إلى يوم القيٰمة كانما أنظر إلى كفى هذه.(1)

اور اس حدیث کو امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں بھی نقل کیا ہے۔ پس بہ شہادت قرآن وحدیث اکابر علماے اہل سنت نے تصریح کی ہے کہ آں حضرت ﷺ کو علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن کا حاصل ہے، جیسا کہ قاضی عیاض نے شفا میں اور علامہ قاری نے اس کی شرح میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ وغیرہ میں اس پر تصریح کی ہے۔

(۴) مجلس مولود شریف مروّجہ عرب وعجم کو کنھیا کے جنم سے مشابہت دینی اور بدعت سیئہ وحرام کہنا اور اِس مجلس کے قیام کو جو بنظر تعظیم ذکر خیر ورعایت ادب کے مستحسن جانا گیا ہے حرام بلکہ شرک وکفر لکھ دینا اور فاتحہ ارواحِ اولیا وصلحا وسائر مؤمنین کو برہمنوں کے اشلوک پڑھنے کے مشابہ کہنا سخت قبیح کلمات ہیں۔ جو امور خیر صدہا سال سے خواص اہل اسلام میں جاری ہوں اور بدعات ومنکرات سے خالی ہوں، اور تشبُّہ بھی مقصود نہ ہو، اور ان کی سند شرعًا بھی موجود ہو، ان کے بارہ میں ایسا لکھنا سخت بے جا ہے، اللہ تعالیٰ توفیقِ ادب رفیق فرماوے۔

(۵) علماے دین متین خصوص مفتیان حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفًا وتعظیمًا کے شکوے ومعائب تحریر کرکے چھپواکے تشہیر کرنی نہایت مخالفت شرع از ہر ہے، کسی ایک عام شخص کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی خلوت میں سمجھانا مامور ہے، جیسا کہ دینی کتابوں میں بسط مناسب کے ساتھ مسطور ہے، اللہ تعالیٰ مخالف شرع کاموں سے سچی توبہ نصیب کرے۔ آمین۔

(بقلم محمد ابو عبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہ، در مکہ معظّمہ شریف)

۸ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ

حضرت حاجی صاحب موصوف نے اس تحریر کو ملاحظہ فرماکر حضرت مولانا بالفضل

(1) مواهب اللدنيه، مقصد ثامن، فصل ثالث، ج:۳، ص:۵۵۹.

والکمال اولانا الحاج الحافظ محمد عبدالحق صاحب کی خدمت میں بھیجا، توانھوں نے اس پر یہ لکھا:حامدًا ومصليًا ومسلّمًا، ما كتب فى هذا القرطاس صحيح، لاريب فيه. واللّٰه سبحانه وتعالىٰ اعلم وعلمه أتمّ حرره محمد عبد الحق عفى عنه.

محمد عبد الحق ۱۲۸۱ھ

پھر حاجی صاحب نے یہ تحریر فرمائی۔ تحریر بالا صحیح اور درست ہے، اور مطابق اعتقاد فقیر کے ہے، اللہ تعالیٰ اس کے کاتب کو جزاے خیر دے

بے سبب گر عزبیما موصول نیست　　قدرت از عزل سبب معزول نیست

محمد امداد اللہ فاروقی

الجواب صحیح۔ محمد انوار اللہ

جو عقائد اس جواب میں مذکور ہیں وہ اہل سنت کے کتب میں مسطور ہیں۔ واللہ اعلم۔ حررهٗ المفتقر إلى إمداد القوي حمزة النقوي عفي عنه۔

حمــزہ غفر اللہ لوالدیہ

عقائد مندرجہ رسالہ ہذا مطابق کتب اہل سنت والجماعت کے فقط حررہٗ نور الدین عفی عنہ۔ **نور الدین۔**

حامدًا ومصلّيًا ومسلّمًا۔ رسالہ تقدیس الوکیل عن اہانۃ الرشید والخلیل پر علاوہ تصدیق حضرت مولانا و مولیٰ الکل حامی دین متین سید الرسل صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت مولانا الحاج المہاجر فی اللہ مولانا محمد رحمت اللہ عافاہ اللہ جو مخاطب بہ خطاب پایۂ حرمین شریفین زادهما اللّٰه تعالىٰ عزةً وشرافةً کے، مفتیان اربعہ مذاہب مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ کی تصحیح و تعریف و تقریظ سے مزین ہوا۔ اور ابتداے ربیع الاول ۱۳۰۸ھ میں جناب حاجی صاحب

پیشوائے سالکان شریعت و طریقت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکہ معظّمہ نے بھی اس رسالہ کی ملخص تحریر پر اپنے دستخط خاص سے تصدیق تسطیر فرمائی، اور اس کے مؤلف کے حق میں امداد دعا لکھ کر اپنی مہر شریف ثبت کی۔ ایسے جلسہ میں جہاں اکثر مولوی صاحبان و دیگر طالبان طریق خدادانی منتسبان سلسلہ عالیہ حاضر تھے، چناں چہ آپ کی تقریظ اور مہر کے نیچے مولانا مولوی انوار اللہ صاحب جو مشاہیر علماے ریاست حیدر آباد و استاذِ نظامِ ریاستِ موصوفہ ہیں، اور نیز مولانا مولوی سید حمزہ صاحب وغیرہما مریدان حضرت حاجی صاحب موصوف و ممدوح نے اپنے تصحیحات و مواہیر درج کیں۔ الحق یعلو ولایُعلٰی کا مضمون خوب ظاہر ہوا۔

اب غالب امید ہے کہ مولوی رشید احمد و خلیل احمد صاحبان مع دیگر ہم مشربوں اور مؤیدین کے اپنی خطاؤں سے باز آئیں گے، اور ہٹ دھرمی نہ فرماویں گے کیوں کہ ان کے خطا حضرت مولانا صاحب پایۂ حرمین شریفین کی شہادتِ صادقہ سے جن کی حقانیت و تبحر علم و فضل کا ان کو خود اقرار ہے، جیسا کہ بجاہاے متعدّدہ براہین قاطعہ میں اس کا اشتہار ہے، اور نیز ان کے پیر و مرشد جناب حاجی صاحب موصوف و ممدوح کے ارشاد سے ثابت ہو گئے ہیں۔

اور کوئی شک و شبہہ مردود ہونے اعتقاد امکان کذب باری تعالیٰ و امکان نظیر رسول اکرم ﷺ و تصحیح قلّت علم سرور عالم ﷺ شیطان لعین کے علم سے معاذ اللہ وغیر ذلک من الہفوات ہیں نہیں رہا ہے، اللہ تعالیٰ توفیق اشتہار توبہ نصوح رفیق فرماوے، اور ناحقہ فساد کو رفع و دفع کرے۔ آمین یارب العالمین۔

محررہ ۱۷/ربیع الاول ۱۳۰۸ھ از مکہ معظّمہ، مدرسہ صولتیہ، العبد محمد سعید عفی عنہ۔

محمد سعید مطیع ۱۳۰۸ھ

ابو معظم سید محمد اعظم حسین عفی اللہ عنہ

عصمت علی ۱۳۰۶ھ

الحمد للّٰہ تعالیٰ حمداً کثیرًا کہ مدینہ منورہ کی زیارت بابشارت کے بعد جو دو مہینہ سے کچھ زائد مکہ معظّمہ میں رہائش ہوئی تو اِس مبارک رسالہ کی بخوبی تکمیل ہوگئی۔ اور شمولی عرس حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی سعادت اور مکہ معظّمہ کی مجلس مولود شریف کے اشتمال کی برکت حاصل ہوئی۔ ایک ہفتہ کم ایک سال کے بعد وطن میں آنے کا اتفاق ہوا۔ اللھم ازرقنا العود الی الحرمین المحترمین مع الامن والایمان والسّلامة والإسلام، اٰمین یا ذالجلال والإکرام.

تمت بالخیر

مصادر ومراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف/مؤلف/مرتب/مترجم	سن وفات	مطبع/ناشر
		...............الف...............		
۱	اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ	تیج کمار، لکھنؤ (غیر مورخ)
۲	ارشاد الساری	علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی	۹۲۳ھ	دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۶ھ
۳	انجاح الحاجۃ	شاہ عبدالغنی مجددی، دہلوی	۱۲۹۵ھ	مکتبہ اشرفیہ (غیر مورخ)
۴	اتقان فی علوم القرآن	حافظ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ	دارالباز (غیر مورخ)
۵	الفیہ عراقی	حافظ زین العراقی	--	-------
۶	اثبات نظیر فخر عالم	مفتی صدرالدین آزردہ، دہلی	--	-------
۷	انوار ساطعہ	مولانا عبدالسمیع بے دل رام پوری	۱۳۱۸ھ	طلبہ فضیلت جامعہ اشرفیہ ۲۰۰۸ء
		...............ب...............		
۸	بحرالرائق	علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۹۵۷ھ	دارالمعرفۃ (غیر مورخ)
۹	براہین قاطعہ	مولوی خلیل احمد انبیٹھوی/مولوی رشید احمد گنگوہی	۱۳۴۶ھ/۱۳۲۶ھ	مطبع بلالی ساڈھوری (ساڈھوری)
		...............ت...............		
۱۰	تفسیر مظہری	قاضی ثناءاللہ پانی پتی	1225ھ	زکریا بک ڈپو، دیوبند
11	تفسیر بیضاوی	ناصرالدین محمد شیرازی بیضاوی	791ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۶ھ
12	تفسیر رحمانی	علامہ علی مہایمی	835ھ	مطبع ولاق، مصر

13	تفسیر جلالین	علامہ جلال الدین محلی و شافعی	864ھ/911ھ	مجلس برکات ۱۴۲۵ھ
14	تفسیر خطیب شربینی	امام شیخ محمد بن خطیب شربینی	977ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
15	تاویلات اہل السنۃ	ابو منصور محمد بن محمد محمود الماتریدی	333ھ	موسسۃ الرسالۃ بمصر ۱۴۲۵ھ
16	تفسیر کبیر	امام فخر الدین محمد بن حسن رازی	606ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
17	تفسیر طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری	310ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۳ھ
18	تفسیر خازن	امام علاء الدین علی بن محمد بغدادی	725ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۵ھ
19	تفسیر روح البیان	شیخ اسماعیل حقی	1137ھ	مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ
20	تفسیر نسفی (مدارک التنزیل)	علامہ عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی	710ھ	ابنائے غلام رسول سورتی
21	تفسیر عزیزی (فتح العزیز)	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	1239ھ	مطبع محمدی ۱۳۰۹ھ
22	تفسیر ابو السعود	امام ابو السعود محمد بن العمادی	951ھ	دار احیاء التراث
23	تفسیر حسینی	مولانا فخر الدین (مترجم)	....	ادبی دنیا، حیدر آباد ۲۰۰۶ء
24	تحفہ اثنا عشریہ	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	1239ھ	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس
25	تفسیر نیشاپوری	علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری	728ھ	المکتبۃ الشاملۃ
		..............................ج..............................		
26	تفسیر قرطبی	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی	671ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ھ
27	جامع الاصول	امام مبارک بن محمد الشیبانی معروف بہ ابن اثیر جزری	606ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
28	تفسیر طبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری	310ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ
29	جامع الترمذی	امام ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی	279ھ	مجلس برکات ۱۴۳۰ھ
30	الجمع بین الصحیحین	امام علامہ محمد بن فتوح حمیدی	588ھ	دار ابن حزم ۱۴۲۳ھ
		..............................ح..............................		
31	حاشیہ شیخ زادہ	علامہ محی الدین شیخ زادہ	685ھ	دار صادر، بیروت

نمبر	کتاب	مصنف	سن وفات	مطبوعہ
32	حاشیہ کفایۃ العوام	شیخ ابراہیم باجوری	1267ھ	....
33	حاشیہ شہاب	قاضی شہاب الدین عمر خفاجی	691ھ	دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ
34	حاشیہ سندی	مولانا عبیداللہ سندھی	....	....
35	حاشیہ متن سنوسیہ	شیخ ابراہیم باجوری	1267ھ	....
36	حاشیہ طحطاوی علی در مختار	علامہ سید احمد طحطاوی	....	....
		.................................خ.................................		
۳۷	الخصائص الکبریٰ	امام عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ	برکاتِ رضا، گجرات
		.................................د.................................		
38	الدرالمنثور فی التفسیر الماثور	امام عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی	911ھ	دارالفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
39	در مختار	علامہ علاء الدین محمد بن حصکفی	1088ھ	داراحیاء التراث ۱۴۱۹ھ
		.................................ر.................................		
40	ردالمحتار	امام محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز	1252ھ	داراحیاء التراث ۱۴۱۹ھ
41	شرح فقہ الاکبر	علامہ علی بن سلطان محمد قاری	1014ھ	دارالبشائرالاسلامیہ ۱۴۱۹ھ
42	رسالہ یک روزی	شاہ اسماعیل دہلوی	1246ھ	فاروقی کتب خانہ، ملتان
		.................................ز.................................		
۴۳	زرقانی علی المواہب اللدنیہ	علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی	۱۱۲۲ھ	برکات رضا گجرات ۱۴۲۵ھ
		.................................س.................................		
۴۴	سنن ابن ماجہ	امام محدث محمد ابن یزید ابن ماجہ	۲۷۵۲۷۵ھ	مطبع اصح المطابع
۴۵	سنن ابوداؤد	امام محدث ابوداؤد سلیمان ابن اشعث السجستانی		مطبع اصح المطابع
		.................................ش.................................		
۴۶	الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی ابوالفضل عیاض المالکی الیحصبی	۵۴۴ھ	برکات رضا، گجرات

۴۷	شرح عقائد جلالی	علامہ جلال الدین محقق الدوانی	۹۰۸ھ	مکتبہ علی خان، پاکستان ۱۲۷۰ھ
48	شرح مواقف	علامہ سید شریف علی بن محمد جرجانی	816ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ
49	شرح مقاصد	امام مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی	7392ھ	منشورات الشریف الرضی ۱۴۰۹ھ
50	شرح الطیبی علی مسکاۃ	امام شرف الدین حسن بن محمد بن عبد اللہ	747ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۲ھ
51	شرح معانی الآثار	امام ابو جعفر احمد طحاوی	321ھ	دار ابن حزم ۱۴۲۳ھ
52	شرح المسلک المتقسط	نور الدین علی بن سلطان قاری	1014ھ	....
53	شرح السنہ لبغوی	امام حسین بن محمد بغوی	516ھ	دار ابن حزم ۱۴۲۳ھ
54	شرح الشفا	نور الدین علی بن سلطان قاری	1014ھ	برکات رضا، گجرات ۱۴۲۱ھ
		..............................ع..............................		
55	عقد الجید	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ	المکتبۃ الشاملۃ
56	عقائد حافظیہ	....	....	....
		..............................ف..............................		
57	فتح الباری	علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
58	فیض القدیر	علامہ عبد الرؤف مناوی	....	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۲ھ
59	فتاویٰ ہندیہ	شیخ نظام الدین وعلمائے ہند	۱۱۵۷ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۶ھ
60	فتوحات الالٰہیہ	امام سلیمان عمر العجیل الشافعی	۱۲۰۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۶ھ
		..............................ک..............................		
61	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی المتقی الہندی	۹۷۵ھ	بیت الافکار الدولیۃ
62	کشف الظنون	ملا کاتب چلپی معروف بہ خاجی خلیفہ	۱۰۶۷ھ	دار احیاء التراث العربی
63	کفایۃ العوام فی علم الکلام	....	....	....
		..............................ل..............................		
64	لمعات التنقیح	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ	طلبہ جامعہ اشرفیہ ۱۴۳۰ھ

		.................................م.................................		
65	مرقاۃ المفاتیح	نور الدین علی بن سلطان قاری	۱۰۱۴ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۲۲ھ
66	مواہب اللدنیہ	علامہ احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳ھ	برکات رضا، گجرات ۱۴۲۱ھ
67	مکتوبات صدی	حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری	782ھ	مکتبہ شرف، نالندہ، ۱۹۹۳ء
68	مدارج النبوۃ	شاہ عبد الحق محدث دہلوی	1052ھ	برکات رضا، گجرات
69	مواقف	قاضی عضد الدین بن عبد الرحمٰن	456ھ	دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ
70	منہاج	امام حلیمی	....	....
71	مجمع بحار الانوار	علامہ طاہر گجراتی	986ھ	الفاروق الحدیثیہ ۱۴۱۳
72	المحرر الوجیز	ابو محمد عبد الحق بن عطیہ اندلسی	541ھ	دار ابن حزم، بیروت
73	المعتقد المنتقد	علامہ فضل رسول بدایونی	1289ھ	المجمع الاسلامی، مبارکپور ۱۴۲۲ھ
74	مشکاۃ المصابیح	امام محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزی	742ھ	مجلس برکات ۲۰۰۷ء
75	مسلم شریف	امام ابو الحسن مسلم بن حجاج	261ھ	مجلس برکات ۲۰۰۷ء
76	المعجم المفہرس لالفاظ القرآن	محمد فواد عبد الباقی	....	برکات رضا، پوربندر
77	مسلم الثبوت	ملا محب اللہ بہاری	۱۱۱۹ھ	دار الکتب العلمیہ
78	مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱ھ	....
79	موطا امام محمد	امام محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ھ	مجلس برکات ۱۴۲۵ھ
80	مجموعہ خانی	....	....	....
		.................................ن.................................		
81	نسیم الریاض	شہاب الدین احمد بن عمر الخفاجی	1069ھ	برکات رضا، گجرات ۱۴۲۱ھ
82	نہایہ	علامہ شیخ حسام الدین حسین بن علی	710ھ	....
83	نصرۃ الابرار	علامہ غلام دستگیر قصوری	1315ھ	....
		.................................ہ.................................		
84	ہدایہ	علامہ ابو الحسن علی بن ابو بکر	۵۹۲ھ	مجلس برکات ۱۴۲۵ھ

اسمائے طلبہ درجۂ فضیلت ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

محمد امام الدین، گریڈیہ	محمد شہباز، بجنور	ظہیر احمد، مبارک پور
محمد ادریس رضا، کرناٹک	محمد فرید، بدایوں	محمد گلریز، بریلی شریف
محمد عرفان، رام پور	نور الحق انصاری، الہ آباد	محمد شریف، مراد آباد
سعید احمد، رام پور	محمد احسان الحق، گریڈیہ	نبیہ حسین، بریلی شریف
رضاء المصطفیٰ، بستی	محمد ارشد، مہراج گنج	محمد عرفان خان، شیوہر
محمد حنیف، رام پور	محمد جمال الدین، پورنیہ	محمد حسنین رضا، کشی نگر
رضوان احمد، بستی	محمد شاہد رضا، کشن گنج	محمد عرفان، ہزاری باغ
ضیاء الحق، بہرائچ	محمد وسیم اختر، اتر دیناج پور	محمد کلیم، امبیڈکر نگر
محمد عمران رضا، سلطان پور	امتیاز احمد، سنت کبیر نگر	محمد علی، رام پور
محمد جہانگیر حسن، کٹیہار	محمد مامون ظفر، سیوان	محمد مرغوب عالم گریڈیہ
محمد سعید اختر، مہراج گنج	عبد الاحد، سیتامڑھی	عبد الحمید، آسام
غلام غوث، کٹیہار	محمد مقصود عالم، ڈمکا	عبد الواحد، مراد آباد
محمد سلم آزاد، اتر دیناج پور	شاکر علی، مہراج گنج	محمد اظہر حسین انصاری، پٹنہ
افضل حسین، مہراج گنج	محمد احمد، مہاراشٹر	محمد شاہد علی، جالون
محمد شہنواز عالم، پرتاپ گڑھ	احمد مصطفیٰ کمال، آسام	ثناء المصطفیٰ، بستی
محمد سعید رضا، سیتاپور	عبد القیوم، گریڈیہ	محمد رضا قادری، دھولیہ
محمد دلکش رضا، پورنیہ	غلام معین الدین، پرتاپ گڑھ	عبد الواحد، کرناٹک
محمد عبید رضا، کرناٹک	محمد اظہر رضا خاں، کٹیہار	محمد ناظم رضا، پورنیہ

فیاض احمد، بلیا	محمد حماد اشرف، پورنیہ	محمد نورانی، بستی
محمد ساجد علی، کولکاتا	غلام یزدانی، گریڈیہ	محمد آصف جمال، مہراج گنج
محمد شمیم، بلرام پور	محمد نظام الدین، ہردوئی	محمد شفاعت نوری، پرولیا
محمد ریاض، بدایوں	محمد امین الدین رضوی، ہزاری باغ	رضوان دانش، سنت کبیر نگر
عبد الباری، دیناج پور	نثار احمد رضوی، بانکا	محمد مظہر الحق، ارول
محمد شہزاد، سنت کبیرنگر	محمد صدام حسین، ہزاری باغ	محمد شفیع اختر، کٹیہار
محمد قاسم، مراد آباد	محمد صہیب احمد، مئو	محمد نوشاد، مراد آباد
پٹیل اشفاق، گجرات	محمد گل شیر رضا، سیتامڑھی	محمد عابد رضا، بلرام پور
تحسین رضا رضوی، کرناٹک	غلام عبد القادر، سیتاپور	محمد ریحان خاں، شاہ جہاں پور
شہاب الدین، گجرات	محمد اشرف، رام پور	شبیر احمد، آگرہ
محمد فخر عالم، کوڈرما	محمد اعظم، مبارک پور	محمد عابر قادری، غازی آباد
محمد سراج، دیوگھر	قمر الزماں، دیناج پور	محمد اعجاز عالم، کٹیہار
محمد رضاء الدین خاں، اڑیسہ	غلام حامد رضا، ممبئی	محمد عامر حسین، سیتامڑھی
محمد ایوب رضا، نئی دہلی	محمد اقبال رضوی، کشمیر	رمضان احمد، سلطان پور
محمد اسلم پرویز، دیناج پور	شمس الدین خاں، فتح پور	محمد نصاب احمد، دیوگھر
محمد ساجد، اُدھم سنگھ نگر	عزیز الرحمٰن، شراوستی	محمد شاکر خاں، ایم.پی.
سید غلام محمد ماہر، بیگوسرائے	محمد صفدر ربانی، چترا	محمد علاء الدین، سیتامڑھی
سکندر خاں پٹھان، نیپال	محمد صغیر احمد، سمستی پور	محمد مرشد عالم، چترا
محمد جمال احمد، مئو	عبد السلام، نیپال	محمد اکبر رضا، کشن گنج
قمر الزماں، فتح پور	زبیر احمد، گونڈہ	منور رضا، گورکھپور
محمد امام الدین، سون بھدر	نور عالم، امبیڈکر نگر	محمد رحمت اللہ، مدھوبنی
عبد الصمد، کٹیہار	عبد القادر خاں، شاہ جہاں پور	عبد الحفیظ، رام پور

محمد ریاض الدین، بلرام پور	محمد توقیر رضا، اتردیناج پور	محمد انصار رضا، کشی نگر
محمد ناظر حسین، پورنیہ	احمد رضا، مئو	محمد جاوید، فتح پور
محمد معراج احمد، مظفرپور	محمد سرفراز عالم، کشن گنج	محمد دلشاد، بریلی شریف
محمد طیب، مرادآباد	محمد ابرار احمد، تھانہ	ممتاز احمد، ویشالی
محمد غلام مصطفیٰ، کشن گنج	محمد مشتاق عالم، گریڈیہ	محمد نیّر رضا، کٹیہار
گلزار احمد شاہ، کشمیر	محمد فاروق، گجرات	محمد اشتیاق عالم، بھاگل پور
محمد جاوید، فتح پور	محمد جاوید اختر، رام پور	محمد شکیل، چھتیس گڑھ
آفتاب عالم، چھتیس گڑھ	محمد امام الدین، گیا	محمد جامی حسن، ہزاری باغ
قمریاب سبحانی، امبیڈکر نگر	محمد فیض الحسن، نیپال	ضیاء الدین، سنت کبیر نگر
محمد شکیل اختر، کٹیہار	محمد مدثر رضا، اتردیناج پور	محمد رفیق، ایم. پی.
قسیم احمد، سیتامڑھی	جلال الدین، سنت کبیر نگر	ذوالفقار علی، کرناٹک
محمد انوار، امبیڈکر نگر	غلام علی خاں، پرولیا	دادابھائی، عارف بھائی، گجرات
محمد علاء الدین، بلیا	سبطین رضا، گڑھوا	مظفر حسین قادری، گوا
محمد شہنشاہ عالم، پٹنہ	محمد ظاہر حسین صابری، سیتامڑھی	صہیب اختر، بنارس
عبدالمجید، نیپال	محمد احمد رضا، کٹیہار	محمد عصام الدین برکاتی، کشی نگر
سید محمد ادیب الرحمٰن، نئی دہلی	محمد انور رضا، راجستھان	محمد جبرئیل، نیپال
محمد انور رضا، کٹیہار	اسد اللہ صدیقی، بلرام پور	محمد فرقان، ادھم سنگھ نگر
محمد سراج الدین، نیپال	محمد عبدالجبار، صاحب گنج	محمد بشیر اے کے، کیرلا
محمد بدر عالم، دربھنگہ	مصطفیٰ رضا نوری، سیتامڑھی	عبدالغفور پی، کیرلا
محمد ظفیر عالم، کٹیہار	محمد انوار الحق، اتردیناج پور	عبدالحسیب. او کے، کیرلا
محمد ممتاز عالم، کوڈرما	محمد اشتیاق احمد، اتردیناج پور	سراج الدین. پی، کیرلا

TAQDEES-UL-WAKEEL

By-

Maulana Ghulam Dastageer Qusoori
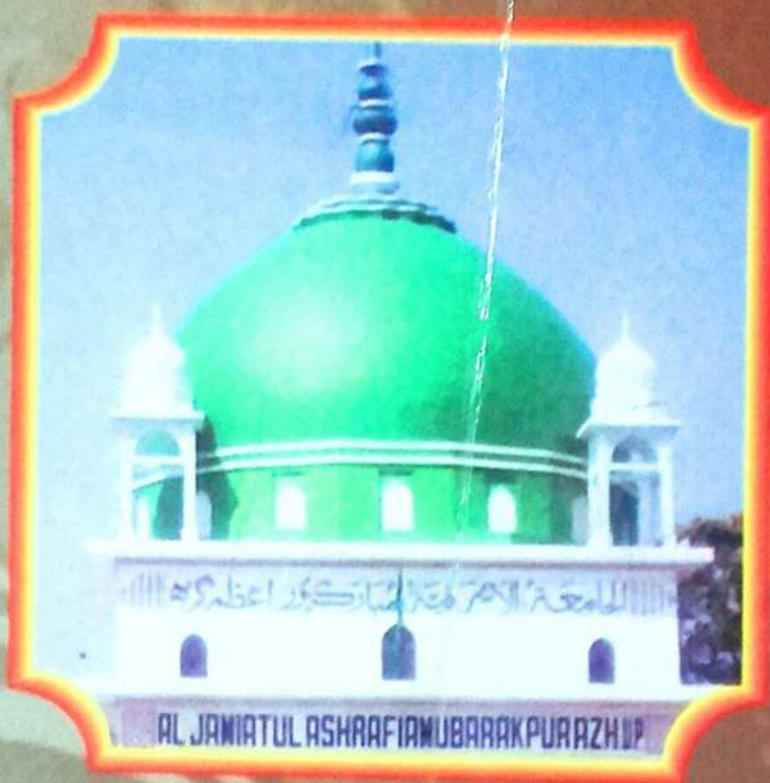
PUBLISHED BY-

TALBA-E-FAZEELAT (2011-12)

Al-Jamiatul Ashrafia, Mubarakpur, Azamgarh (U.P.)